یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرونِ ملک مقیم ہیں

مو منین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں.

منجانب.

سبیلِ سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان

حُسَینٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْن

(حدیثِ رسولؐ)

حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

الخصائص الحسینیۃ

(امام حسین علیہ السلام کی مخصوص خصوصیات)

جلد اوّل

آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ جعفر شوستری رحمتہ اللہ علیہ

ناشر: مکتب اہل البیتؑ سی۔۱۲، رضویہ سوسائٹی

الخصائص الحسینیۃ

تالیف

العالم الربانی والمحدث الروحانی

آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ جعفر الشوشتری (رح)

المتوفی سنہ ۱۳۰۳ھ

مترجم

سید محمد اسماعیل رضوی

ناشر

مکتب اہل البیت

سی۔ ۱۲۔ رضویہ سوسائٹی

کراچی ۷۴۶۰۰ پاکستان
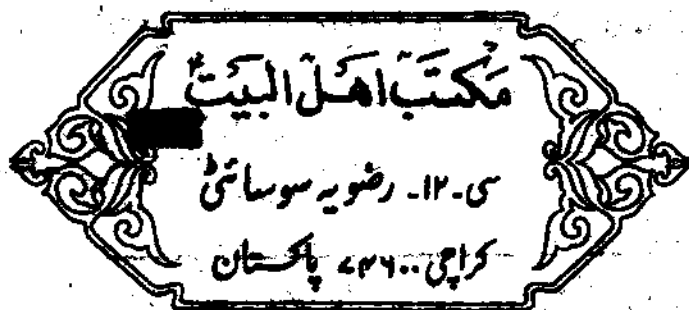
نام کتاب: الخصائص الحسینیہ (جلد اوّل)

مترجم: سید محمد اسماعیل رضوی صاحب

تصحیح: مولانا سید محمد علی الحسینی صاحب

طباعت: بار اوّل محرم ۱۴۱۸ھ بار دوم محرم ۱۴۲۴ھ

بار سوم صفر المظفر ۱۴۳۰ھ

کمپوزنگ: کمپیکٹ سروسز کراچی

طبع سعید پروسس ناظم آباد کراچی سرورق: رضا گرافکس

ہدیہ ▇▇ روپے

ناشر: مکتب اہل البیتؑ رضویہ سوسائٹی، کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعارف:

مکتب اہل البیتؑ رضویہ سوسائٹی میں گذشتہ ۱۴ سالوں سے دینی تبلیغی ادارے کی حیثیت سے کام کر رہا ہے اس ادارے کے تحت بچوں کی دینی تعلیم و تربیت نماز کی عملی مشق دینی امتحانات کا انعقاد نوجوانوں کو تعلیمات محمدؐ و آلِ محمدؐ سے روشناس کرانے کے لئے کتب و کیسٹ لائبریری کا قیام اور جید علماء کرام کے ہفتہ وار درس اخلاق و مسائل فقہ جو ہر جمعہ کو بعد نماز مغربین پابندی سے منعقد کیا جاتا ہے اور علاقے کے مومنین کافی تعداد میں شرکت کرتے ہیں جس میں علماء کرام مختلف اخلاقی و دینی عنوانات پر خطاب فرماتے ہیں اور مسائل فقہ بھی بیان ہوتے ہیں جس کے ذریعے مومنین کی روحانی و دینی تسکین ہوتی ہے۔

چہاردہ معصومینؑ کے ایام ولادت و شہادت پر محافل و مجالس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

مدرسہ کے اخراجات پورا کرنے اور ادارہ اپنے کو خود کفیل بنانے کے لئے مختلف دینی و اخلاقی عنوان کی کتب فارسی زبان سے اردو میں ترجمہ کرا کے شائع کرتا رہا ہے اور یہ کتاب جو اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے اس سلسلے کی کڑی ہے اس سے قبل ادارہ آیت اللہ دستغیب شہید کی معرکتہ الآ راء کتاب گناہان کبیرہ (۷ جلدوں میں) ترجمہ کر کے شائع کر چکا ہے جس کو مومنین نے بے حد سراہا اور اس کے کئی مرتبہ ایڈیشن شائع ہوئے مگر ہمیشہ نایاب رہی ہے۔

مومنین کرام کا تعاون رہا تو ادارہ پُر امید ہے کہ مزید دینی و تبلیغی خدمات انجام دیتا رہے گا۔

دعا گو ہیں کہ خداوند متعال کے حضور ہماری کاوش مقبول ہو اور ائمہ طاہرینؑ خوشنود ہوں۔۔۔۔۔۔ والسلام

مکتب اہل البیتؑ۔ سی ۱۲ رضویہ سوسائٹی کراچی

بسم سبحانہٗ

عرضِ ناشر

قارئین کرام ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اسلام علیکم:

آپ کی خدمت میں کتاب الخصائص الحسینیہ کا پہلا حصہ (ترجمہ) پیش کیا جارہا ہے جلداوّل کی یہ تیسری مرتبہ اشاعت آپ حضرات کی پسندیدگی کا مظہر ہے یہ کتاب آیۃ اللہ شیخ جعفر شوستری علیہ رحمۃ کی معرکتہ آلاراء تصنیف ہے جو عربی و فارسی زبان میں کئی مرتبہ شائع کی جاچکی ہے۔

ادارہ تیسری اشاعت پر خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے مومنین کا بھی بے حد ممنون ہے کہ ہماری کاوش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا گیا جو کہ ہماری حوصلہ افزائی کا موجب بنا۔

گزشتہ محرم الحرام میں کتاب کا حصہ دوم شائع کیا گیا تھا جسکے بعد وہ قارئین جن تک جلداوّل نہیں پہنچی تھی اُن کا کتاب کا دوسرا حصہ (جلد دوم) موضوع کی خوبی کی بناء پر تشنگی بڑھا رہا تھا لہٰذا ادارہ نے کتاب کا تیسرا ایڈیشن کیلئے کوشش شروع کی اور اب

آپ کے ہاتھوں میں جلد اوّل موجود ہے امید ہے ہماری کاوش پسند آئے گی۔ ترجمہ کو پوری جانفشانی اور وسعت نظر سے پرکھا گیا ہے کہ زبان و بیان میں کوئی خامی نہ رہنے پائے لیکن پھر بھی اہل علم و نظر حضرات کے اصلاحی مشورہ سے بے نیاز نہیں آپ کا مشورہ آئندہ کی اشاعت میں ہمارے لیئے معاون ہوگا۔

آخر میں ادارہ دُعا گو ہے کہ خدا تعالٰی کے حضور ہماری کاوش مقبول ہو۔ آئمہ طاہرین علیہ السلام کو ہم سے خوشنود فرمائے۔

حضرت امام زمانہ ہماری راہنمائی فرمائیں دُعا کرتے ہیں آپ کا ظہور پُر نور جلد وقوع پذیر ہو۔
(آمین یارب العالمین)

مکتب اہل البیتؑ
سی ۱۲ ارضویہ سوسائٹی کراچی۔

فہرست موضوعات کتاب خصائص حسینیہ جلد اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الْعَلِیِّ الْاَعْلٰی وَالسَّلَامُ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی سِیَّمَا عَلٰی نَبِیِّہٖ مُحَمَّدِنِ الْمُصْطَفٰی وَاَھْلِ بَیْتِہٖ اَعْلَامِ الْھُدٰی صَلَوَاتُہٗ عَلَیْھِمْ مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ الْعُلٰی۔

مقدمہ از مترجم زبان فارسی

اما بعد بندۂ پُرتقصیر احقر محمد حسین بن علی اکبر، اللہ تعالیٰ دونوں کے گناہوں کو بخش دے اور عاقبت خیر کرے۔ یوں کہتا ہے صاحبانِ علم ودانش پر آشکار ہے کہ کائنات کی خلقت کا مقصد صرف یہی نہیں کہ اس چند روزہ زندگانی کو عیش ونشاط میں بسر کردیا جائے بلکہ اس دنیائے فانی کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے کرب ومشکلات کو بھی برداشت کیا جائے۔ ربِّ جلیل اپنے کلامِ معجز بیان میں ارشاد فرماتا ہے۔

ذَالِکَ ظَنُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَوَیْلٌ لِّلَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنَ النَّارِ "جن لوگوں نے کفر اختیار کیا وہ ایسا گمان کرتے ہیں۔ پس وائے ہو ان پر جو جہنم کی آگ سے انکاری ہیں"۔ بلکہ مقصدِ خلقت یہ ہے کہ اس کی معرفت حاصل کرکے، اس جلّ شانہٗ کی عبادت وبندگی کا حق ادا کیا جائے تاکہ ابدی عذاب سے نجات کی راہ پیدا ہو اور ہمیشہ باقی رہنے والا اجر حاصل کیا جائے۔ خداوندِ عالم فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوْا

الصّالِحَاتِ كَانَتْ لَهُمْ جَنّٰتُ الْفِرْدَوْسِ نُزُلًا ، خَالِدِيْنَ فِيْهَا۔

"بہ تحقیق کہ جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل انجام دیا ان کے لئے جنّتِ فردوس ہے جس میں وہ لوگ ہمیشہ رہیں گے"۔ رسولوں کی بعثت اور آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد یہ تھا کہ بندوں کو راہِ راست پر ہدایت کی جائے۔ یہ دونوں مطالب نہایت اہمیت کے حامل ہیں لیکن شیطانی وسوسوں اور جہل ونادانی نے انسان کے حقیقت آشنا دل پر کچھ اس طرح پردے ڈالے کہ انسان اس دنیائے فانی کی بے اعتباری اور باطل پن کو بھلا بیٹھا جو نہ صرف ہر دیگر شے سے زیادہ واضح بلکہ جملہ عقلاء اور اہل کے لئے محلِ آزمائش بھی ہے۔ اس طرح اس نے خود کو اس آیت بلاغت نظام کا مصداق قرار دیا جہاں فرمایا گیا۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغَافِلُوْنَ۔ (سورۂ اعراف ۱۷۹)

"اور گویا ہم نے بہتیرے جنّات اور آدمیوں کو جہنم ہی کے واسطے پیدا کیا۔ اور ان کے دل تو ہیں (مگر قصداً") ان سے سمجھتے ہی نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے ہی نہیں اور ان کے کان بھی ہیں

(مگر) ان سے سننے کا کام ہی انجام نہیں دیتے تب (خلاصہ) یہ لوگ گویا جانور ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں۔ یہی لوگ (امورِ حق) سے بالکل بے خبر ہیں بلکہ آخرت کی باقی رہنے والی حقیقت سے آنکھیں چرا کر عمر عزیز کو دنیائے فانی کی باطل و بے وقعت رنگینیوں میں صرف کر دیتے ہیں اور اس پہلو پر ذرا برابر بھی غور نہیں کرتے کہ دنیا کی زندگی موت' دنیا کی تونگری فقر' اس کی خوشی مصیبت و اندوہ' اس کی صحت بیماری اور اس کی عزت ذلت و خواری ہے۔ دنیا ایک سرکش رہوار ہے، رُخائن دبے والا ساتھی ہے۔ یہ وہ راہ ہے جس پر چل کر انسان پھسل جاتا ہے۔ یہ وہ مکان ہے جو بلند و پستی میں واقع ہے۔ دنیا کی دل لُبھانے والی چیزیں نفس کے لئے لذت اور آنکھ کے لئے مسرت کا سامان ہیں اور ہاتھ ان اسباب کے حصول کے لئے بے چین رہتے ہیں لیکن کتنی عجیب بات ہے کہ ابھی انسان نے اس کی شیرینی کو لب تک نہ لگایا تھا کہ موت اس کے سرہانے آکھڑی ہوئی ہے اور پھر وہ خالی ہاتھ ہی رہ جاتا ہے۔ آنکھیں بے نور ہو جاتی ہیں اس پر وہ کچھ گزر جاتا ہے جو اس کا مقدر ہے۔ ختم ہو جانے والی شے ختم ہو جاتی ہے۔ جس شے کے مقدر میں ہلاکت ہے وہ ہلاک ہو جاتی ہے۔ دنیا ایک جماعت کو ہلاک کر کے دوسروں کو ان کی جگہ لا بٹھاتی ہے۔ یہاں ہر شخص دوسرے کی جگہ پُر کرنے کو تیار ہے۔ اسے کسی کی موت کی پروا نہیں۔ مرنے والوں کے مکانات میں دوسرے افراد آباد ہو جاتے ہیں۔

ایک کی پکی ہوئی خوراک دوسرے گروہ کو کھلائی جاتی ہے۔ دنیا ذلیل کو صاحب عزت اور عاجز دے چاہنوں کو حکمرانی و دراعیش کی جگہ بٹھا دیتی ہے۔ کسی کی فقر و تنگدستی کو نعمت کی فراوانی سے بدلتی ہے۔ پیادے کو مرکب عطا کرتی ہے۔ تنگدستی کے بعد نعمت اور مشکلات کے بعد راحت و سکون بہم پہنچاتی ہے اور جب انسان نعمت و راحت میں غرق ہو جاتا ہے تو پھر اس کے حالات میں تبدیلی پیدا کر دیتی ہے۔ نعمت کی پوشاک اتروالی جاتی ہے۔ اس کی قوت کو کمزوری سے بدل دیتا ہے اس کی انتہائی خوشحالی' انتہائی بدحالی سے تبدیل ہو جاتی ہے۔ اس کی بے وفائی ثابت کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ انسان اپنی مختصر عمر میں کتنے مکانات کو بے وارث دیکھتا ہے اور کیسے کیسے تغیرات رونما ہوتے ہیں۔

كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ وَزُرُوعٍ وَمَقَامٍ كَرِيمٍ وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ۔ "(خدا جانے) وہ لوگ کتنے باغ اور چشمے اور کھیتیاں اور نفیس مکانات اور آرام کی چیزیں جن میں وہ عیش اور چین کیا کرتے تھے' چھوڑ گئے"۔ اس لئے ہر شخص کو چاہئے کہ معصومینؑ کی اس ہدایت پر عمل کرے جس میں فرمایا گیا کہ تَدَارَكْ فِي آخِرِ الْعُمْرِ مَا فَاتَكَ فِي أَوَّلِهِ۔

یعنی عمر کی ابتدا میں جو غفلت ہو چکی ہے اس کا تدارک حال اور مستقبل میں کیا جائے۔ اس لئے اس ہدایت کی روشنی میں مجھ جیسے بے

بضاعت اور بحرِ معصیت میں ڈوبے ہوئے انسان کو اپنی اس مختصر عمر میں ایک فرصت ملی جسے میں نے خامس آلِ عبا حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے ذکر میں صرف کر دیا۔ مجھے امید ہے کہ میری طرف سے یہ حقیر ہدیہ اپنی تمام تر کوتاہیوں کے باوجود، ربِّ جلیل کی بارگاہ میں مقبول اور روزِ محشر اس حقیر اور اس کے والدین، ناظرین اور تمام ہم برادرانِ دینی کے لئے باعثِ مغفرت قرار پائے گا۔ رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ۔

اس کتاب کے مصنف عالم و فاضل جناب الحاج شیخ جعفر شوشتری قدس اللہ نفسہ ہیں جنہیں حق کی کتابیں تحریر کرنے والوں میں وہی حیثیت حاصل ہے جو چاند کو ستاروں کے درمیان۔ آپ علماء کے درمیان انتہائی ہردلعزیز اور ممتاز مقام کے مالک تھے۔ انہوں نے دین کی ایسی تصویر پیش کی کہ پڑھنے والے کو عجیب و غریب محسوس نہ ہو۔ چونکہ ان کی تحریر عربی زبان میں تھی اس لئے عربی جاننے والے افراد اس سے استفادہ کرسکتے تھے لیکن فارسی جاننے والے اس کتاب کے فیض سے محروم تھے اس لئے میں نے اس مقصد کی تکمیل کے لئے کمر باندھی اور اپنی اس کاوش کو اس کتاب کی شرح قرار دیا اور اس میں اسی طرزِ نگارش اور اسلوبِ تحریر سے استفادہ کیا جو ان کی خصوصیت تھی۔ چونکہ امیر الامراء اینام المؤید بفضل الملک مقربِ بارگاہِ حسینیہ سپاہ و ممنح آذربائیجان کی فوج کے افسر

مخاطب کیا اور کہا وائے ہو تجھ پر کہ جوانی کی بہار گزر گئی اور اب بڑھاپے کی خزاں کو اس کی مانند ضائع نہ کر کہ اس سے کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکا۔ اس لئے ہوشیار رہو کہ تجھ عمر ہی ضائع نہ ہونے پائے کیونکہ زندگی وہ کھیتی ہے جہاں بیج کی کثیر مقدار کو بونے کے بجائے ضائع کر دیا گیا۔ اب جو تھوڑی مقدار باقی رہ گئی ہے اس کو ضائع نہ کر۔ میں نے محسوس کیا کہ مال تجارت ہے بہت کچھ برباد ہو چکا اس لئے میں نے سوچا کہ مزید نقصان نہ کیا جائے۔ میں نے آواز دی کہ اے زادِ راہ سے خالی مسافر! اے سواری کو چھوڑ کر پیادہ چلنے والے، اے موت کے جال میں شکار ہونے والے طائر، اے تاریخ ہے تجارت کرنے والے، اے اپنے اور دوسروں کے نفس پر ظلم کرنے والے کیا تو نے ربّ العباد کا یہ فرمان نہیں سنا۔ اِنَّ رَبَّکَ لَبِالْمِرْصَادِ۔ "تحقیق کہ تیرا پروردگار کمین گاہ میں ہے"۔ پھر میں نے اسے بیدار کیا کہ ہوشیار، ہوشیار، نزدیک ہے کہ تمہارا شدید مواخذہ کیا جائے۔ حالانکہ تو پیادہ پا ہے جبکہ سواری کے لئے کوئی مرکب بھی میسر نہیں۔ پھر میں نے اسے خوف دلایا کہ آگاہ رہو کہ تم ایسے ہولناک مقام تک پہنچ گئے ہو جہاں ہلاکت ہی ہلاکت ہے۔ جبکہ تم دونوں ہاتھ سے خالی ہو اور تمہیں ایک خطرناک راہ درپیش ہے۔ میں نے اسے اس کی جگہ سے حرکت دے کر کہا۔ اَلْعَجَلَ اَلْعَجَلَ۔ خبردار خبردار کب تک خود کو نادان بنائے رکھو گے۔ کیا تمہیں کچھ

سوجاتی تھیں۔

إِنَّ لَنَا أَمَامَكَ يَوْمًا تَزْوِيحُ
دِهِ فَتُصْبِحُ الشَّمْسُ عَادَتْ ظَلَامَا

فَانْتَبِهْ مِنْ رَقْدَةِ اللَّهْوِ وَلَمْ
وَاتَّقِ خَوْفَ مَقَامٍ مَنْ أَرَاكَ الْمَنَامَا

تحقیق کہ تم اس دن کی طرف آگے بڑھ رہے ہو کہ اگر ظہر کے وقت چمکنے والے سورج کو اس دن کا خوف دلایا جائے تو اس کی روشنی تاریکی سے بدل جائے گی۔ پس بیدار ہو جاؤ خواب غفلت سے۔ اور لھو ولعب سے دوری اختیار کرو پھر میں نے ایک آہ کی۔ اور امام المتقین علیہ افضل صلوات المصلین کا ایک قول یاد دلایا جہاں فرمایا گیا۔

أَيُّهَا الشَّيْخُ الْكَبِيرُ الَّذِي قَدْ لَهَزَهُ الْقَتِيرُ وَكَيْفَ أَنْتَ إِذَا الْتَحَمَتْ أَطْوَاقُ النَّارِ بِعِظَامِ الْأَعْنَاقِ وَنَشِبَتِ الْجَوَامِعُ حَتَّى أَكَلَتْ لُحُومَ السَّوَاعِدِ۔

اے شیخ کبیر تو بڑھاپے کی حد کو پہنچ گیا۔ اس وقت تیری کیا حالت ہوگی جب آگ میں دہکی ہوئی سرخ زنجیریں تیری گردن میں لپٹی جائیں گی جو بازو کے گوشت کو گلا دیں گی۔ میں نے اسے ان کی موت کی خبر دی۔ جس کا مجھے صدمہ ہوا۔ میں نے زبان حال سے اس پر نوحہ کیا کہ اے عزیز میں نے تجھے کھو دیا۔ میں نے ایک مرتبہ عمر کے گزر جانے پر، دوسری مرتبہ اپنی گزری ہوئی جوانی پر اور پھر اپنے بڑھاپے پر آہ و فغاں کی۔ جبکہ

وہ زبان حال سے پکار رہا تھا

در معاصی شد همه عمرت تباه

گناہوں کے اندر ساری عمر تباہ ہو گئی

قامتت خم گشت از بار گناه

اور گناہوں کے بھاری بوجھ سے تیرا قد ٹیڑھا ہو گیا

موی تو در روسیاهی شد سفید

تیرے سر اور داڑھی کے سیاہ بال سفید ہو گئے

یعنی از ره قاصد مرگت رسید

گویا تیری موت کا قاصد دور دراز راستے سے آپہنچا

میں نے اس سے کہا کہ اپنے نفس پر اتنا ہی رحم کرو جتنا دوسروں پر کرتے ہو۔ میں نے اس کی مدد کے لئے فریاد کی۔ پھر اسے مخاطب کر کے کہا۔ "الغوث الغوث لنفسک" اپنے نفس کی مدد کرو رحلت کے لئے آمادہ رہو۔ باقی رہنے والی شے کا شعور پیدا کرو۔ فرصت سے استفادہ کرو اور امام غائب منتظرؑ کے ظہور اور خدائے قہار کے احتساب سے پہلے مہلت کو غنیمت جانو۔ میں نے اسے، ہر کتاب ہر پیغمبر اور ہر امام کی زبان میں نصیحت کی۔ یہاں تک کہ بچوں، حیوانات اور کل مخلوقات کی زبان میں بھی اس کو مخاطب کیا۔ اس بیمار نفس کے علاج کے لئے قطعی ارادہ کر لیا۔

جب میں نے طے کرلیا کہ اب اپنے امور کی اصلاح کروں گا تو مجھ پر مایوسی کی حد تک خوف طاری ہوا۔ لیکن مایوسی نے اس کی جگہ لے لی۔ مایوسی کی ایسی حالت میں امید کی کرن دکھائی دی جس کے بعد سکون واطمینان حاصل ہوا۔ ان کیفیات کی تفصیل یوں ہے۔

پہلی کیفیت

میں نے ایمان پر نظر کی کہ اسی کی بنیاد پر اعمال قبولیت کی سند پاتے ہیں۔ یہی نجات کا ضامن اور ہلاکت سے بچانے والا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ مجھ میں اس قسم نہ کوئی خصوصیت ہے اور نہ آثار۔ دوسری طرف مجھ میں ایمان کی اکمل یا افضل صورت بھی موجود نہیں۔ یہاں تک کہ مجھ میں ایمان کا وہ کمترین درجہ بھی نہیں جو معصیت اور برائی سے نفرت پر مبنی ہے اور وہ اعلیٰ مدارج بھی نہیں جہاں انسان حالت نزع میں بھی یاد خدا میں مصروف رہتا ہے۔ خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔
اَلَمْ يَأْنِ لِلَّذِينَ آمَنُوا أَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ.

میں نے محسوس کیا کہ میرے وجود میں اس کے وہ اجزاء بھی نہیں جو قلب اور اعضاء وجوارح میں منقسم ہیں۔ مجھے خوف محسوس ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ میں ذرہ برابر بھی ایمان موجود نہ ہو جو جہنم کے عذاب کے بعد نجات کے لئے ضروری ہے۔ اس کے بعد میں نے غور کیا کہ کیا مجھ

میں نیک اخلاق و صفات موجود ہیں؟ تو معلوم ہوا کہ علماء محققین اخلاق کے
اندازے کے مطابق بھی میں نے غور سے دیکھا کہ شاید مجھ میں نیک اخلاق
موجود ہوں؟ تو یہ جانا کہ ان اخلاق کی تعداد تقریباً [illegible] ہیں جن میں
سے ایک کو بھی پیدا نہ کر سکا اسی لئے میں سمجھ گیا کہ خوف طاری ہوا اور امید مایوسی
سے تبدیل ہو گیا۔

دوسری کیفیت

جب میں نے غور کیا کہ میرے پاس وہ کون سے وسیلے موجود ہیں جو مجھے خدائے تعالیٰ سے نزدیک کر سکتے ہیں تو میں نے دیکھا کہ میں نبیٔ اُمّی صلوٰۃ اللہ علیہ وآلہ کی امت سے ہوں اور امیرالمومنین علیہ السلام کے شیعوں اور اہل بیت علیہم السلام سے محبت رکھنے والوں میں شامل ہوں اور وہی میری نجات کے لئے کشتیِ اعظم، صراطِ اقوم اور کشتیوں کی حیثیت رکھتے ہیں کہ جو بھی ان میں سوار ہو جائے وہ نجات پا لیتا ہے۔ بس یہی سوچ کر مجھ میں یہ امید پیدا ہوئی کہ شاید میں نجات پا جاؤں۔

تیسری کیفیت

میں نے دیکھا کہ خود کو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں شمار کرنے کے لئے ضروری ہے کہ میں ان کی متابعت کروں۔ میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں نے اب تک کس چیز میں ان کی پیروی

کی ہے کیونکہ خود کو علی علیہ السلام کا شیعہ کہلوانے کے لئے لازم ہے کہ کسی عمل یا صفت میں ان کی اطاعت کی گئی ہو لیکن خود طلب امر یہ ہے کہ میں نے کس چیز میں اطاعت کی ہے نیز اہلبیت اطہارؑ سے محبت کا دعویٰ کرنے کے لئے بھی لازم ہے کہ مجھ میں ان سے محبت کی ایک نشانی تو موجود ہو لیکن مجھ میں ایسی کوئی نشانی موجود نہیں۔ بس یہی سوچ کر میں بے چین ہو گیا اور مجھ پر خوف غالب آگیا۔

چوتھی کیفیت

جب میں نے ائمہ علیہم السلام سے توسّل پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ان سے توسل میں ثواب کا پہلو شامل ہے۔ ان کی ذات سرچشمہ فیض ہے اور وہ سب نہایت بلند درجات پر فائز ہیں۔ ان سے توسل کی شرائط کمترین اور ان تک پہنچنے کی راہ نہایت سہل ہے۔ ان کا وسیلہ مشکلات کو آسان بنا دیتا ہے۔ یہ وسیلہ جوانان جنت کے سردار اور نو اماموں کے جد بزرگوار سید مظلوم ابو عبداللہ الحسین علیہ السلام کا وسیلہ ہے جن کی منفرد و ممتاز خصوصیت یہ ہے کہ طلب دعا کے وقت آپ ہی کو وسیلہ قرار دیا جاتا ہے۔ تمام امام فضیلت میں ایک درجہ پر ہیں جبکہ نور اور طینت کے اعتبار سے بھی ان کا مقام ایک ہے۔ مگر حسین علیہ السلام کی منفرد خصوصیت یہ ہے کہ آپ کو خدا تک پہنچنے کا وسیلہ قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ

حسین علیہ السلام جنت کے ابواب میں سے ایک باب ہیں۔ وہ نجات کی کشتی اور ہدایت کا چراغ ہیں اگرچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ علیہم السلام سب جنت کے ابواب ہیں لیکن باب حسینی زیادہ وسیع ہے۔ وہ سب نجات کی کشتی ہیں لیکن حسینی کشتی رکاوٹوں کو تیز رفتاری سے کاٹتی ہے۔ اس کا ساحل نجات پر پہنچنا زیادہ آسان ہے۔ یہ تمام ذوات مقدسہ ہدایت کے چراغ ہیں لیکن حسین علیہ السلام کے نور سے استفادہ کا دائرہ زیادہ وسیع ہے۔ وہ سب مضبوط پناہ گاہ ہیں لیکن حسین علیہ السلام کی پناہ گاہ تک پہنچنے کی راہ زیادہ سہل ہے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے نفس اور اس کے شرکاء کو پکارا کہ اس خوفناک صورتحال میں میری طرف آؤ اور حسینی رحمت کے دروازوں کا قصد کرو اور سلامتی کے ساتھ ان میں داخل ہوجاؤ۔ اطمینان رکھو کہ تم وہاں ہر طرح محفوظ ہو۔ حسینی کشتی کی لنگرگاہ کا رخ اختیار کرو اور بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

کہہ کر اس میں سوار ہوجاؤ۔ انوار حسینی کی طرف نظر کرو کہ وہ بھی تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں۔ ان کے نور سے استفادہ کرو۔ پس میں نے اس باب میں داخل ہونے کا مصمم ارادہ کرلیا۔ چونکہ میں نے اپنے نفس میں ان کی محبت کو تلاش کرلیا اس لئے ان سے توسّل کے لئے میری آتش شوق میں مزید اضافہ ہوا۔ حالانکہ میں اس سے پہلے اپنے وجود میں ایمان کی نشانیاں

نہ پا سکے پائیں ہو چکا تھا اور ایمان داعمال پر کاربند تھا وہ ان نقائص کو پیدا ہونے سے روکتے ہیں۔

ایمان کی پہلی علامت

اب ہم ایمان کی نشانیوں کے ادراک کو زیر بحث لاتے ہیں جن کی تشریح درج ذیل ہے۔

سید الشہداء علیہ السلام فرماتے ہیں: اَنَا قَتِیْلُ الْعَبَرَاتِ مَا ذُکِرْتُ عِنْدَ مُؤْمِنٍ اِلَّا بَکٰی وَ اغْتَمَّ لِمُصَابِیْ۔

میں آنکھوں کے آنسوؤں کا مقتول ہوں۔ جب مومن کے سامنے میرا ذکر کیا جائے تو وہ گریہ کرتا ہے اور میری مصیبت میں مغموم ہوتا ہے۔ یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ جب انبیاء کے سامنے سید الشہداء کا ذکر کیا جاتا تو وہ محزون ہوتے اور گریہ کرنے لگتے۔ میں نے محسوس کیا کہ جب یہ مبارک ذکر درپیش ہوتا ہے تو میرے وجود میں یہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ بس اسی نشانی کی بناء پر مجھ میں اتنی آس پیدا ہوئی کہ میرے وجود میں ایمان کا اتنا ذرہ تو موجود ہے جو کم از کم مجھے آتش جہنم سے بچا لے۔

ایمان کی دوسری علامت

ہر سال محرم کی دس تاریخ کو مجھ پر حزن و گریہ کی کیفیت طاری ہوتی

ہے جو کہ یہ مرتبہ بھی بعد علیہم السلام کی محبت ہونا میں سے ایک ہے اس لئے میں نے نتیجہ نکالا کہ مجھ میں اس کیفیت کا پیدا ہونا ائمہ علیہم السلام کی محبت کی دلیل ہے۔ کیونکہ معصوم فرما چکے ہیں

شِيعَتُنَا خُلِقُوا مِنْ طِينَتِنَا عُجِنُوا بِنُورِ وَلَايَتِنَا يُحْزِنُهُمْ مَا أَحْزَنَنَا۔

ہمارے شیعہ ہماری بہترین طینت سے خلق ہوئے ہیں اور ان کا خمیر ہماری ولایت کے نور سے گوندھا گیا ہے۔ وہ ہمارے مصائب پر محزون ہو جاتے ہیں۔ ایسی بے شمار روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جب بھی محرم کا چاند دکھائی دیتا ہمارے ہر امام پر حزن و غم طاری ہو جاتا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی کیفیت یہ تھی کہ ایام عاشورہ میں کبھی کسی نے آپ کو متبسم نہ دیکھا تھا۔ آپ ان دنوں میں مسلسل غمگین رہتے۔ جب مجلس عزا میں تشریف لاتے تو مستورات حرم کو پردے کے پیچھے بٹھاتے۔ اگر مجلس میں کوئی شاعر وارد ہوتا تو اس سے فرماتے کہ جد مظلوم حسین علیہ السلام کی مصیبت پر اشعار پڑھے۔ جیسا کہ آپ نے دعبل خزاعی کو حکم دیا۔ اگر کوئی نہ ہوتا تو خود ان بزرگوار کے مصائب بیان فرماتے۔

ریان بن شبیب روایت کرتا ہے کہ میں محرم کی پہلی تاریخ کو امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ فرمانے لگے۔

يَا ابْنَ شَبِيبٍ إِنْ كُنْتَ بَاكِيًا لِشَيْءٍ فَابْكِ لِلْحُسَيْنِ ابْنِ

السَّلَامُ لِأَنَّهُ ذُبِحَ كَمَا ذُبِحَ الْكَبْشُ وَقُتِلَ مَعَهُ ثَمَانِيَةَ عَشَرَ مِنْ أَهْلِ بَيْتِهِ۔

"اے فرزندِ شبیب اگر تمہیں کسی شے پر رونا آئے تو حسین (علیہ السلام) پر گریہ کرلینا کیونکہ انہیں اس طرح ذبح کیا گیا جس طرح گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ ان ہی کے اہل بیتؑ میں سے اٹھارہ نفر قتل کردیے گئے"۔

تشبیہ گوسفند کی وجوہات

اب مؤلف کہتا ہے کہ مُشبّہ اور مُشبّہ بہ میں یعنی قتل امامؑ اور ذبح گوسفند میں کئی وجوہ کی بناء پر مماثلت موجود ہے جن میں سے ایک یہ ہے کہ چونکہ گوسفند کا ذبح کرنا مباح ہے اس لئے اس کے ذبح ہونے پر نہ کوئی ملول ہوتا ہے اور نہ متردد۔ جبکہ لوگ بھی ذبح کا تماشا کرنے جمع ہوجاتے ہیں۔ ایک اور وجہ مماثلت یہ بھی ہے کہ ذبح کے بعد گوسفند کے اعضا یعنی سر، ہاتھ، پیر الگ کردیے جاتے ہیں۔ کھال اتار کر ہڈیوں کو ٹکڑے ٹکڑے کردیا جاتا ہے۔ اب اگر کوئی عاقل انسان سید الشہداء پر وارد ہونے والے مصائب، منجملہ مظلوم کی کیفیتِ ذبح، اشقیائے کوفہ وشام کے اجتماع، جسم مبارک پر لگنے والے تیر، شمشیر اور نیزوں کے زخم، بدنِ اطہر سے خون آلود پیراہن کو کھینچ نکالنے، زخموں سے چھلنی بدن اور ساربان کے

بے رحمی سے گھوڑوں کو تیز تیز بھگانے وغیرہ پر گہری نگاہ سے غور کرے تو وہ سیدِ انس و جانؑ کے مصائب کو اپنے دامنِ تصور میں نہ سمو سکے گا۔ تحریر و تقریر کے ذریعے جو مصائب بیان کیے جاتے ہیں وہ فی الجملہ بحرِ مصائب کا ایک جز ہیں۔ غرض یہ ہے کہ آئمہ معصومین علیہم السلام کی عادت میں شامل تھا کہ محرم کا چاند دیکھتے ہی محزون ہو جاتے۔ بس معلوم ہوا کہ اگر محرم کا چاند دیکھتے ہی دل مغموم ہو جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ دل میں اس مظلوم کی محبت موجود ہے۔ البتہ ایمان کے درجات جتنے بلند ہوں گے غم کی شدت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ بعض افراد ایامِ عزا پر خوشی اور مسرت کا اظہار کرتے ہیں اور غم و حزن کو اپنے دل میں راہ نہیں دیتے۔ ان کی یہ روش مظلومؑ سے منافرت، ایمان کے فقدان اور اولیائے خدا سے دوری کو ثابت کرتی ہے۔

اہلِ ایمان کی تیسری علامت

کربلا میں داخل ہوتے وقت دل مغموم ہو جاتا ہے۔ مظلوم کے پدرِ بزرگوار اور خواہرِ معظمہ جب بھی زمینِ کربلا پر وارد ہوتے، ان پر یہی کیفیت طاری ہوتی تھی۔ روایات سے ظاہر ہے کہ جب بھی قبرِ مطہر اور پائینِ پائے مبارک واقع قبرِ جناب علی اکبر علیہ السلام پر نگاہ پڑتی ہے تو قلب شکستہ اور دل ملول ہو جاتا ہے۔

بتحقیق کہ جو شخص (حسین علیہ السلام پر) گریہ کرے یا دوسروں کو رلائے
یا رونے والوں کی شکل بنائے اس پر جنت واجب ہے جب میں نے دیکھا
کہ مجھ میں ایمان کی یہ علامات موجود ہیں تو میرے قلب کو اطمینان حاصل
ہوا۔

اہل ایمان کی پانچویں علامت

اس کے بعد میں نے اپنے انجام پر غور کیا اور اپنے آپ سے کہا کہ
مذکورہ امور تو صرف ایمان کی جزئی علامات ہی ہیں اور شاید برزخ
کے طویل عذاب، روزِ محشر کی سختیاں اور آتشِ جہنم کا زور دار بھڑکنے تک
ایسی علامتیں مجھے جہنم کے دائمی عذاب سے بچانے میں کام آ جائیں۔
حالانکہ میں ابھی ان کمزوریوں سے بھی واقف ہوں کہ میں کس حد تک دنیا کی
ان مصیبتوں کو برداشت کر سکتا ہوں جو اس کے لازم و ملزوم ہیں اور
یہ بھی جانتا ہوں کہ میں کس حد تک نعمات دنیا اور ان کے حصول کا متحمل
ہو سکتا ہوں۔ نیز یہ بھی بعید از امکان نہیں کہ ایمان کا یہ خفیف ورقہ معمولی
صدموں، مصیبتوں اور موت کے وقت کی مشکلات کے نتیجے میں زائل
ہو جائے۔ ایسی صورتحال میں کیونکر ممکن ہے کہ میرا ایمان باقی رہے۔ یہ
سوچ کر میں پریشان ہو گیا اور مجھ پر ایک اور کیفیت طاری ہو گئی جس کی
تفصیل یوں ہے۔

اہلِ ایمان کی چھٹی علامت

میں نے دیکھا کہ ان جناب کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان سے توسّل برقرار کرنا، کمالِ ایمان اور ثباتِ قدم کا باعث قرار پاتا ہے۔ یہی فضیلت ان کی زیارت میں بھی پوشیدہ ہے۔ روایات کے مطابق اِنَّ مَنْ زَارَهُ كَمَنْ زَارَ اللّٰهَ فِي عَرْشِهِ "تحقیق کہ جس نے ان کی زیارت کی گویا اس نے عرش پر خدا کی زیارت کی"۔ اس روایت میں اللہ کی زیارت ایک کنایہ ہے جو ذاتِ باری سے تمامت قربت کو ظاہر کرتا ہے۔ یہ مرتبہ اس شخص کو حاصل نہیں ہو سکتا جس کا ایمان متزلزل ہو۔ نیز یہ مقام اس شخص کو بھی میسر نہیں آ سکتا جس کے متعلق خداوندِ عالم جانتا تھا کہ اس نے ہدایت پانے کے بعد گمراہی اختیار کی۔ روایات میں منقول ہے کہ جب زائر زیارت کا ارادہ کرتا ہے تو خداوندِ عالم کی طرف سے اس کے پاس ایک فرشتہ آ کر کہتا ہے پروردگارِ عالم تجھ کو سلام کہلوا بھیجتا اور فرماتا ہے اپنے ارادے کی تکمیل کر کہ تیرے گزشتہ گناہ بخش دیے گئے ہیں۔ معلوم ہوا کہ خداوندِ عالم جس شخص کو سلام کہلا بھیجتا ہو اس کے لیے یہ ممکن نہیں کہ اسے ایمان کے زائل ہونے یعنی سلبِ ایمان کے خطرے سے دوچار رکھے۔ یہ دیکھ کر مجھے اطمینان حاصل ہو گیا۔

اہلِ ایمان کی ساتویں علامت

لیکن پھر مجھے خیال آیا کہ یہ تمام وسائل میرے نیک اعمال میں شمار ہیں لیکن ہوسکتا ہے کہ میرے نامۂ اعمال میں ایسی برائیاں بھی شامل ہوں جن کی وجہ سے میرے تمام اعمال ضائع ہوجائیں۔ بس یہی سوچ کر میں بے چین ہوگیا۔

اہلِ ایمان کی آٹھویں علامت

جب میں نے مزید غور کیا تو معلوم ہوا کہ اس کیفیت کے تحت ضائع ہونے والے اعمال میں نیک اور اس کے تمام دوسرے اعمال بھی شامل ہیں جبکہ حسین علیہ السلام سے توسّل کرنا ان اعمالِ صالحہ میں شامل ہے جو انسان کے نامۂ اعمال میں درج ہوجاتے ہیں۔ یہ وہ عمل نہیں جو بُرے اعمال کی وجہ سے مسترد ہوجائے۔ باب فضیلت زیارتِ سید الشہداءؑ میں وارد ہے کہ جو شخص اس مظلوم کی زیارت کرے اس کا ثواب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایک حج کے برابر ہے۔ اور جو حج پیغمبرؐ بجا لائیں اس کا اس شخص کے اپنے اعمال نہیں جو حبط ہوجائیں اور ظاہر ہے پیغمبرؐ کا بجا لایا جانے والا عمل حبط نہیں ہوسکتا۔ شیخ صدوقؒ امام جعفر صادق علیہ السلام کی ایک عجیب روایت کو سندِ معتبر کے ساتھ یوں نقل کرتے ہیں۔

قَالَ كَانَ الْحُسَيْنُ عَلَيْهِ السَّلَامُ ذَاتَ يَوْمٍ فِيْ حِجْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ يُلَاعِبُهُ فَيُضَاحِكُهُ فَقَالَتْ عَائِشَةُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا اَشَدَّ اِعْجَابَكَ بِهٰذَا الصَّبِيِّ فَقَالَ لَهَا وَكَيْفَ لَا اُحِبُّهُ وَلَا اُعْجَبُ بِهٖ وَهُوَ ثَمَرَةُ فُؤَادِيْ وَقُرَّةُ عَيْنِيْ اَمَا اِنَّ اُمَّتِيْ سَتَقْتُلُهُ فَمَنْ زَارَهُ بَعْدَ وَفَاتِهٖ كَتَبَ اللّٰهُ لَهُ حَجَّةً مِنْ حِجَجِيْ۔

قَالَتْ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ حَجَّةً مِنْ حِجَجِكَ؟ قَالَ نَعَمْ وَحَجَّتَيْنِ مِنْ حِجَجِيْ قَالَتْ حَجَّتَيْنِ مِنْ حِجَجِكَ؟ قَالَ نَعَمْ وَاَرْبَعَةً قَالَ فَلَمْ تَزَلْ تَزْدَادُهُ وَيَزِيْدُ وَيُضْعِفُ حَتّٰى بَلَغَ تِسْعِيْنَ حَجَّةً مِنْ حِجَجِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهٖ وَسَلَّمَ بِاَعْمَارِهَا۔

اس روایت کا تقریباً مفہوم یہ ہے کہ حضرت حسین علیہ السلام ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کی گود میں تھے۔ آنحضرتؐ انہیں بہلانے اور ہنسانے کی کوشش کر رہے تھے۔ ایسے میں حضرت عائشہ نے عرض کی یا رسول اللہؐ تعجب ہے آپ اس بچہ سے کتنی زیادہ محبت کرتے ہیں! آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے جواب دیا میں کیونکر اس بچہ کو دوست نہ رکھوں اور اس سے اپنے دل کو تسلی نہ دوں کہ یہ میرے

دل کا میوہ اور میری آنکھوں کا نور ہے۔ معلوم ہو کہ میری امت کا ایک گروہ اسے بہت جلد قتل کردے گا۔ اس کے قتل کے بعد جو بھی اس کی زیارت کرے گا خداوند عالم میرے بجالائے ہوئے حجوں میں سے ایک حج کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دے گا۔ عائشہ نے تعجب سے پوچھا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا آپ کے حجوں میں سے ایک حج؟ فرمایا ہاں میرے حجوں میں سے دو حج۔ پھر حضرت عائشہ متعجب ہو کر کہنے لگیں کیا آپ کے حجوں میں سے دو حج؟ تو فرمایا ہاں چار حج۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں جیسے جیسے حضرت عائشہ تعجب سے سوال کی تکرار کرتی جاتیں جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حجوں کی تعداد میں دوگنا اضافہ کرتے جاتے یہاں تک کہ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بجالائے نوے حج اور عمروں کی تعداد پر پہنچے۔

اہلِ ایمان کی نویں علامت

اس کے بعد مجھے خوف لاحق ہوا کہ شاید میرے تمام عمل حقوق الناس کی ادائگی کے سلسلے میں حقدار لے جائیں گے کیونکہ روایات میں وارد ہے کہ روزِ قیامت ایسے افراد محشور ہوں گے جن کے اعمال بہت روشن ہوں گے لیکن ان کے نیک اعمال جن لوگوں پر ظلم ہوا ہے وہ لے جائیں گے۔ اور مظلوم حقدار کے گناہوں کا بوجھ اس ظالم پر لاد دیں

گے۔ اس کے بعد حکم دیا جائے گا کہ ان کو آتش جہنم میں ڈال دیا جائے۔

اہل ایمان کی دسویں علامت

جب ان روایات پر میری نگاہ پڑی جو سید مظلومؑ پر گریہ سے متعلق ہیں تو میری آس بندھی۔ کیونکہ ان روایات کے مطابق اس شخص کے لئے بے حد وحساب اجر مقرر ہے جس کی آنکھیں مظلومؑ پر اشکبار ہوجائیں۔ ظاہر ہے کہ جس چیز کی کوئی حد نہ ہو وہ ختم نہیں ہوتی خواہ اسے کتنا ہی ضائع کیوں نہ کیا جائے۔

اہل ایمان کی گیارہویں علامت

اس کے بعد مجھ پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ خوف سے عبارت تھی کیونکہ میں نے ایسی کثیر روایات کا مطالعہ کیا جن میں نماز کی قبولیت کو اعمال کی قبولیت کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ میں نے سوچا کہ ہوسکتا ہے کہ میری نمازیں مقبول بارگاہ حق نہ ہوں۔ ایسی صورت میں جب نماز ہی رد ہوجائے تو فطری طور پر ہر عمل رد ہوجائے گا جن میں وہ اعمال بھی شامل ہیں جہاں حسین علیہ السلام کو وسیلہ بنایا گیا۔ یہ میرے لئے بڑی کٹھن منزل تھی۔ قریب تھا کہ ان حالات میں مایوسی مجھ پر غالب آتی کہ ربّ جلیل نے مجھ پر احسان کیا اور میری اس کیفیت کو پُر امیدی اور توقعات

سے بدل دیا۔

اہلِ ایمان کی بارہویں علامت

اس کے بعد کی کیفیت میں مجھ پر پُرامیدی غالب آئی۔ کیونکہ اس کی وجہ سے مجھے مسلسل اطمینانِ قلب اور سکونِ دل کا سامان فراہم ہوتا رہا۔ میری یہ کیفیت حضرت حسین علیہ السلام کی ایک عجیب خصوصیت پر غور کرنے کے نتیجہ میں حاصل ہوئی۔ حضرت کی منجملہ خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آپ کی محبت کے بغیر نماز قبول نہیں ہوتی۔ بقیہ دوسرے اعمال کی قبولیت کی شرط بھی یہی ہے کہ یہ اعمال بارگاہِ حسینیؑ میں پسندیدہ ہوں۔ یہی پسندیدگی ہمارے اعمال ونوافل کی قبولیت کی سند ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ہمارے یہ اعمال منظور ومقبول ہوں گے تو نماز واجب کا قبولیت پانا بھی لازم آئے گا۔ اعمال کے قبولیت کی یہ روایت سیدالشہداء کی ان خصوصیات وفضل کے علاوہ ہے جو اس سے پہلے وارد ہو چکی ہیں اور بطریقِ اولیٰ اعمال کی قبولیت پر دلیل ہیں۔ انسان اپنے اختیار وارادے سے جو اعمال بجالاتا ہے' ان کی قبولیت یا حبط عمل کی بنیاد بھی یہی معیار ہے۔ حسین علیہ السلام کا تقرب انسان کے اعمال پر اثرانداز ہوتا ہے' خواہ وہ اعمال ارادتاً بجا لائے جائیں یا بے اختیاری کی کیفیت میں اور خواہ تقربِ پروردگار سے بے نیاز ہو کر۔ پس معلوم ہوا کہ

یہ کوئی ایسا عمل نہیں جسے ضبط کیا جاسکے۔ مثال کے طور پر جب کبھی سید الشہداءؑ کے مصائب پر تعداد گریہ کیا جاتا ہے تو اس کا مفہوم یہ ہے کہ ہم نے انہیں امام مفترض الطاعہ جان کر ان کے مصائب پر گریہ کیا ہے۔ اس عمل کا شمار اعمال صالحہ میں ہوتا ہے۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان امور کو پیش نگاہ رکھے بغیر بھی گریہ پیدا ہوتا ہے۔ مثلاً اگر کسی کی مصیبتوں کی داستان سنائی جائے تو عدم شناسائی کے باوجود اگر صرف اتنا ہی معلوم ہو کہ وہ ایک بندۂ مومن یا مسلمان تھا تو آنکھیں اشکبار ہوجاتی ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ اگر اتنا ہی معلوم ہو کہ ایک غیر مسلمان پر بھی یہ مصیبتیں وارد ہوئی ہیں تو انسان گریہ کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ چھوٹے چھوٹے بچوں کا پیاس سے بلکنا، مظلوم کے سینہ سے چپٹے ہوئے اطفال کو تہہ تیغ کرنا، شیرخوار بچے کو طلب آب کے وقت تیر جفا سے قتل کرنا، حالانکہ پانی کی اتنی ہی مقدار طلب کی جارہی تھی جسے پی کر بچہ سیراب ہوجائے اور ان جناب کی بیکسی، یہ ایسے مصائب ہیں جسے سن کر دل تڑپ جاتا ہے۔ جس کے بعد کافر یا دشمن پر رحم کا کوئی جواز باقی نہیں رہتا۔ دشمن اپنے انتقام کی تسکین کے لئے زیادہ سے زیادہ یہی کرسکتا ہے کہ اپنے مخالف پر ضربت یا جراحت وارد کرے، قتل کرے اور قتل کے بعد توہین کے ارادے سے اس کی لاش زمین پر ڈال دے۔ لیکن قتل کے بعد سینہ اور بدن کی ہڈیوں کو توڑنا، کٹے ہوئے سر پر تازیانے مارنا، اسے متعدد

مقامات پر آویزاں کرنا اور دو سو سال بعد اس کی قبر کھودنا۔ یہ سب ایسے قبیح اعمال ہیں جسے سن کر دل بے چین ہو جاتا ہے اور آنکھوں سے بے اختیار اشک جاری ہو جاتے ہیں۔ اس مصیبت پر گریہ کرنے والا خواہ قارون ہی کیوں نہ ہو باعثِ رحمتِ خدا قرار پاتا ہے۔ کیونکہ جب حضرت یونسؑ شکمِ ماہی میں قارون کے پاس سے گزرے جو کہ زمین میں عذابِ الہی سے دوچار تھا تو اس نے حضرت یونسؑ کی آواز سنی اور ان سے ہمکلام ہوا۔ اس نے حضرت موسیٰؑ وہارونؑ اور آلِ عمران کے متعلق استفسار کیا۔ جب اسے ان سب کی موت کی خبر دی گئی تو وہ مغموم ہو گیا اور اس نے آلِ عمران کی موت پر افسوس کا اظہار کیا۔ خداوندِ عالم نے اس سبب سے اس کے لئے جزائے خیر قرار دیا اور اسے دنیا کے عذاب سے نجات دی۔ تو جب خداوندِ عالم قارون کے لئے، آلِ عمران پر رقت کے سبب اَجر مقرر کر سکتا ہے تو یہ کیونکر ممکن ہے کہ آلِ ابراہیم، آلِ عمران اور آلِ محمد صلواتُ اللہِ علیہم اَجمعین سے اتنی محبت اور دلسوزی کے باوجود مجھے مایوس و ناامید چھوڑ دے۔ کسی اعلیٰ ذات سے توسّل کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس کے فیوض، توسّل کرنے والے پر اثرانداز ہو کر اسے بلند مدارج پر پہنچا دیتے ہیں۔ لیکن اگر اس کے وجود اس میں کوئی ایسی خامی یا کوتاہی موجود ہو جو ان فیوض کو مکمل طور پر اثرانداز ہونے سے روکے تو پھر بھی ان فیوض کے جزوی اثرات باقی رہ جاتے

ہیں۔ اسی طرح حسین علیہ السلام سے توسل برقرار رکھنا، عظیم فیوض وبرکات کا باعث بنتا ہے لیکن اگر میرے صفات واعمال ان فیوض کی تاثیر میں رکاوٹ بنیں تو میں اس کے جزوی اثرات پر بھی قناعت کروں گا کیونکہ یہ قلیل اثرات بھی میرے لئے کافی ہوں گے۔

فضیلت زیارتِ حضرت امام حسین علیہ السلام

باب فضائل زیارتِ مظلومؑ میں وارد ہے کہ آپ کا زائر روزِ محشر شافع قرار پائے گا اس کی شفاعت دس یا سو افراد کے لئے مقبول ہوگی۔ یا پھر اس سے کہا جائے گا کہ جس شخص کو دوست رکھتے ہو اس کا ہاتھ تھام کر بہشت میں داخل کردو۔ لیکن جب میں اپنے نفس پر نگاہ ڈالتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ جہنم کے سات دروازے میرے لئے کھلے ہوئے ہیں بلکہ آگ زنجیر کی شکل میں میرے بدن کو گھیرے ہوئے ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آتش جہنم میں داخلے کی علامات ظاہر ہو چکی ہیں۔ ایسی صورت میں روز محشر شفاعت کی تمنا باقی نہ رہے گی۔ بلکہ میں صرف اسی پر قناعت کروں گا کہ کوئی میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے قیامت کی ہولناکیوں سے بچالے۔ یا پھر صرف یہی چاہوں گا کہ کسی طرح آتشِ جہنم سے باہر نکلوں خواہ وہ کچھ عرصے جہنم میں گزارنے کے بعد ہی کیوں نہ ہو۔ مظلومؑ کی زیارت کے فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ حسینؑ علیہ السلام کا زائر عرش پر خدا سے ہمکلام ہونے

والوں میں شامل ہوگا۔ وہ کہے گا میں تو اس مقام کا اہل نہیں ہوں اس لئے میرے لئے یہی کافی ہے کہ ملائکہ میں سے کوئی ملک مجھ سے ہمکلام ہو۔ روایات میں درج ہے کہ حسین علیہ السلام کے زائر کا مرتبہ اتنا بلند ہوگا کہ اسے کہا جائے گا کہ تم بھی ساقیانِ کوثر میں شامل ہو جاؤ خود بھی پیو اور دوسروں کو بھی سیراب کرو۔ لیکن جب میں خود پر نظر کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ میں کہاں اور یہ اعزاز کہاں؟ بلکہ میں تو خود کو ان افراد کے درمیان پاتا ہوں جو آتشِ جہنم کے درمیان جنت والوں سے کہتے ہوں گے اَنْ اَفِیْضُوْا عَلَیْنَا مِنَ الْمَآءِ۔

اس پانی سے تھوڑا سا ہمیں بھی دے دو۔ میں مظلوم کی زیارت سے صرف اتنا ہی طلبگار ہوں۔ یعنی مجھے اتنا پانی دے دیا جائے کہ میری تشنگی رفع ہو جائے۔ قیامت کے دن تو میں اس درخواست سے بھی قطع نظر کروں گا۔ مجھے اس سے کم پر بھی قناعت کرنا پڑے گی کہ قیامت کا دن وہ ہے جب انسان پیاسا رہنے پر راضی ہو جائے گا کیونکہ اس دن ایسے بہت سے افراد ہوں گے جن پر اس حالت کا اطلاق ہوگا۔ وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُهْلِ۔

اگر وہ پانی مانگیں تو پانی کے بجائے پگھلا ہوا تانبا پیش کیا جائے گا۔ اس طرح میں راضی ہوں گا کہ میرے لئے وہ پانی نہ لایا جائے اور میں پیاسا ہی رہوں۔ زیارت کے منجملہ فضائل میں سے یہ بھی ہے کہ زائر کی

منزلت اتنی بلند ہوگی کہ وہ اس دسترخوان پر بٹھایا جائے گا جس سے جناب بقیۃ اللہ ولی فرماتے ہیں۔ اب چونکہ میں خود تو اس مقام کا اہل نہیں اس لئے میں ابھی پر اکتفا کروں گا کہ مجھے جہنم کا زقوم نہ دیا جائے۔ اگر ان عظیم فضائل میں بعض رکاوٹوں کی بناء پر کمی واقع ہو جائے تو وہ باقی رہنے والا معمولی حصہ بھی میرے لئے کافی ہوگا۔

حضرت سے نسبت دیئے جانے والے کثیر فضائل کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔ یہ عین ممکن ہے کہ کوئی ایک انسان ان تمام فضیلتوں کا مصداق بن جائے۔ اب خواہ وہ ماضی کا انسان ہو یا مستقبل کا اور خواہ اس کے مراتب کا احاطہ ممکن ہو یا نہیں۔ ایسا انسان مظلوم علیہ السلام کے توسل کے ذریعہ فضیلت کے کمترین مدارج یعنی "تباکی" (جو شخص رونے والوں جیسی شکل بنائے) سے لے کر اعلیٰ ترین مرتبے یعنی فیض شہادت کے ادراک تک کو پا سکتا ہے اور جب انسان کو یہ مقام حاصل ہو جائے تو اس کی ذات تمام عبادات کا محور بن جاتی ہے۔ ایسے انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ جب اس کے سامنے کسی مجلس میں حسین علیہ السلام کے مصائب کا ذکر کیا جائے تو اس میں "بکی اور تباکی" یعنی رونا اور رونے والوں جیسی شکل بنانا کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ وہ ان مصائب کو سن کر محزون وملول ہو جاتا ہے۔ اور ان کے بلند درجات کی معرفت کے ساتھ ان کے مصائب پر گریہ کرتا ہے۔ ان پر درود وسلام بھیجتا ہے اور تمنا کرتا ہے کہ

کاش وہ آپ کی نصرت کرتے ہوئے آپ کے ساتھ شہید ہو جاتا اور اسی طرح اس کا یہ عمل نہ صرف عظیم ثواب کا باعث ہے بلکہ خدا کی محبت کا بھی اظہار ہے اور اس سے اچھی عبادت اور کیا ہو گی کہ امامؑ کی معیت میں شہادت پر فائز ہو جائے۔ بہت جلد ان روایات کو پیش کیا جائے گا جن سے درج بالا مطالب کی تائید ہو گی۔

احترام و فضائل مجالس سیدُ الشہداء علیہ السلام

یہ مجالس ان چودہ خصوصیات کی حامل ہیں جو مشاہد مشرفہ کے لئے مخصوص ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ ان پر خود خداوند عالم درود و سلام بھیجتا ہے۔

۲۔ ان مجالس میں ملائکہ و مقربین نازل ہوتے ہیں۔

۳۔ یہاں آنے والوں کے لئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم، امیرالمومنینؑ جناب صدیقہ طاہرہ اور حضرت امام حسنؑ صلوات اللہ علیہم اجمعین دعائے خیر کرتے ہیں۔

۴۔ حسین علیہ السلام آنے والے (زائرین اور رونے والوں) کو دیکھتے ہیں۔

۵۔ حسین علیہ السلام مجالس میں شرکت کرنے والوں سے خطاب اور گفتگو کرتے ہیں۔

۶۔ یہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا پسندیدہ عمل ہے۔

۷۔ عتباتِ عالیات مقامِ برزخ کی مثل ہیں۔

۸۔ انہیں مشعرالحرام کی حیثیت حاصل ہے۔

۹۔ ان کی اہمیت حطیم کی مانند ہے۔ حطیم کعبہ کا وہ رکن ہے جو حجرِ اسود اور بابِ کعبہ کے درمیان واقع ہے۔ یہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

۱۰۔ ان کے طواف کا ثواب خانۂ کعبہ کے طواف کے برابر ہے۔

۱۱۔ ان کا رتبہ گنبدِ حسینی کے برابر ہے۔

۱۲۔ یہ مجالس بھڑکنے والی آگ کو بجھا دیتی ہیں۔

۱۳۔ بہشت میں اس پانی کا سرچشمہ ہیں جسے آبِ حیوان کے نام سے پکارا جاتا ہے۔

۱۴۔ زیارت سے واپس آنے والا ایسی مجالس کا خطیب قرار پاتا ہے جس کی ابتدا خلقت سے پہلے کا عرش اور انتہا محشر ہے۔ انشاءاللہ جلد ہی ان موضوعات کی تفصیل پیش کی جائے گی۔

اگر درجِ بالا مطالب کو ذہن میں رکھا جائے تو اس تصور کا امکان باقی نہیں رہتا کہ انسان مشاہدِ مشرفہ سے جو بھرپور صفات کا مجموعہ اور حصولِ عبادات کا ذریعہ ہیں۔ مایوس اور خالی ہاتھ واپس لوٹے۔ اگر کسی خامی یا رکاوٹ کی وجہ سے یہ خصوصیات بھرپور اثر نہ کر سکیں تو یہ امر محال ہے کہ ان کا کمترین اثر بھی ظاہر نہ ہو کیونکہ۔

قَلِیْلٌ مِّنْکَ یَکْفِیْنِیْ وَلٰکِنْ ٭ قَلِیْلُکَ لَا یُقَالُ لَہٗ قَلِیْلٌ

لطف کمی از تو کفایت مرا ٭ گرچہ کمت را نتوان گفت کم

"آپ کا قلیل عطیہ میرے لئے بہت کافی ہے' کیونکہ آپ کے قلیل کو کم نہیں کہا جا سکتا"۔

اب جبکہ نفس کو اس توسل کی افادیت پر یقین حاصل ہو گیا تو بس اسی پر اپنے بیان کو سمیٹتا ہوں۔ پھر میں نے ان خصوصیات کے مالک کی طرف رجوع کر کے ان خصوصیات پر مبنی ایک جامع کتاب کی تالیف کے لئے اپنے تمام ذرائع کو جمع کیا۔ یہ وہ خصوصیات ہیں جنہیں تمام مخلوقات عالم یہاں تک کہ انبیاء اور ائمۃ علیہم السلام کے درمیان بھی ایک ممتاز و منفرد مقام حاصل ہے اسی بناء پر اس کتاب کا نام 'خصائص الحسین' 'ومزایا المظلوم' رکھا گیا جبکہ اس حقیر نے اس مجموعہ کو 'وسائل المحبین فی شرح خصائص الحسین' کا نام دیا۔ مجھے پروردگار عالم کے فضل و کرم سے امید ہے کہ وہ اس کتاب کی وجہ سے میری قبر کی تاریکی کو نور' اور فزعِ اکبر کے خوف کو امن و سرور سے بدل دے گا اور جب روزِ محشر کی ہلاکتوں اور رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑے تو یہ کتاب نیکیوں کا مجموعہ بن کر سامنے آئے۔ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ، عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔

خصائصِ حُسینیہ جلد اوّل کے مندرجات

یہ کتاب شریف حسبِ ذیل بارہ ابواب پر مشتمل ہو گی

پہلا باب : یہ باب حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی عوالم وجود سے متعلق خصوصیات ہے۔ اس میں ان مقامات کی نشاندہی کی گئی ہے جہاں (یہ نور) اپنی خلقت کی ابتدا سے لے کر جو تخلیق کائنات سے قبل کا واقعہ ہے' قیامت تک موجود رہے گا۔ موضوع کی تشریح کے لئے سات درج ذیل عناوین قائم کیے گئے ہیں۔

۱۔ نورِ مبارک۔ خلقت کی ابتدا میں

۲۔ نورِ مبارک کی عوالم' عالم ذر واشباح' عالم انعکاس اور پشت حضرت آدم علیہ السلام میں منتقلی۔ جنت میں واقع ایک درخت میں اس کا نور منتقل ہونا۔ نورِ مبارک کی دنیا میں منتقلی اور اس کی خصوصیات۔

۳۔ ولادت کی خصوصیات' حالات وواقعات اور دوران طفولیت آپ کا مقام۔

۴۔ ہنگام شہادت کی خصوصیات۔

۵۔ عالم برزخ میں سید الشہداءؑ کا مقام۔

۶۔ عرصۂ محشر اور سید الشہداءؑ۔

۷۔ بہشت میں سید الشہداءؑ کا مقام۔

دوسرا باب : سید الشہداء کی ان صفات' اخلاق اور عبادات کا بیان

جن پر آپ زندگی بھر کاربند رہے۔

تیسرا باب : ان صفات، کردار اور عبادات کا بیان جن پر اس فخر کائنات نے روز عاشورا عمل کیا۔ مخصوصاً آنجناب کی ظاہری و باطنی عبادات اور مکارم اخلاق کے نمونے۔ وہ اعمال جن کا ایک مخصوص دن میں احاطہ ممکن تھا اور وہ اعمال عبادات اور حسنہ صفات جن کا احاطہ ممکن نہ تھا۔ ہر قسم کی بلاؤں اور مصیبتوں کے باوجود آپ کی ثابت قدمی اور شکر۔ تمام عبادات کا سرورگرامی کی ایک عبادت میں جمع ہونا۔ جو اہمیت کے اعتبار سے اتنی عظیم ہے کہ آپ سے پہلے کسی فرد واحد نے خدا کی اس طرح عبادت نہیں کی۔

چوتھا باب : خداوندِعالم کے ان الطاف و تکریمات کا ذکر جو سید الشہداءؑ کے لئے مخصوص ہیں جن کی تفصیل درج ذیل آٹھ عناوین کے تحت بیان کی گئی ہے۔

۱۔ خداوندِعالم کے ان الطاف اور فیوضات کا تذکرہ جو سید الشہداءؑ کے لئے معین ہیں۔

۲۔ کلام مجید کی ان آیات کا بیان جو سید الشہداءؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

۳۔ ان فیوضات کا تذکرہ جو افضل مخلوقات کی طرف سے عطا کی گئیں۔

۴۔ اعظم مخلوقات کے عطا کردہ فیوضات کا بیان۔

۵۔ ان خصوصیات کا بیان جو احسن مخلوقات کی طرف سے عطا ہوئیں۔

۶۔ ان خصائص کا بیان جو تمام مخلوقات میں افضل ترین خلقت کی طرف سے عطا کی گئیں۔

۷۔ ان مخصوص تعظیمات و تکریمات کا ذکر جو خداوندِ عالم نے ایام حیات میں ان کے لئے مقرر کی تھیں۔

۸۔ ان مخصوص آداب و احترامات کا بیان جو خداوندِ عالم نے بعد شہادت ان کے لئے مقرر کی ہیں۔

پانچواں باب : ان خاص فیوضات کا ذکر جو خداوندِ عالم نے اپنے لطف خاص سے آنجناب کے لئے مخصوص کی ہیں۔

چھٹا باب : ان خصوصیات کا بیان جن کا تعلق خشوع اور آپ پر گریہ کرنے سے ہے۔

ساتواں باب : سید الشہداءؑ کی زیارت کے فضائل

آٹھواں باب : اس باب میں قرآن مجید کے تعلق سے حسین علیہ السلام کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ یہ باب موضوعات کے اعتبار سے مختلف عناوین میں منقسم ہے۔

نواں باب : بیت اللہ الحرام کی نسبت سے سید الشہداءؑ کے فضائل کا ذکر۔ یہ باب چار عناوین پر مشتمل ہے۔

۱۔ آپ کو حقیقتاً بیتُ اللہ کا مقام حاصل ہے۔

۲۔ سید الشہداء علیہ السلام نے کعبہ کو خصوصی عزت دی۔ جس کی بناء پر خداوندِ عالم نے ان کے لئے فضائل کعبہ کے مقابلہ پر لیکن مختصر فرق کے ساتھ، چند فضائل مخصوص کئے جن کا بیان باعثِ رقت ہے۔

۳۔ زیارتِ سید الشہداءؑ کی خصوصی تاثیر۔ اور بعض پہلوؤں کی رعایت سے زیارتِ سید الشہداء کا حج و عمرہ سے موازنہ۔

۴۔ بارگاہِ خداوندِ عالم میں آپ کا خصوصی تقرب۔ آپ کی ذات کو بیتُ الحرام کی مثل قرار دینا۔ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيلًا۔

خدا نے حج بیتُ اللہ کو ان لوگوں پر لازم قرار دیا ہے جو صاحبِ استطاعت ہوں جس طرح حجاج خانۂ کعبہ جا کر حج بجا لاتے ہیں اسی طرح سید الشہداء کی زیارت کو آپ کے اصحاب، اہلِ بیتؑ، ملائکہ و انبیاء اور آپ کے شیعوں کے لئے حج کی مثل قرار دیا گیا ہے۔

دسواں باب : ان فضائل کا بیان جن کا تعلق اللہ کے ملائکہ سے ہے۔ اس موضوع پر تین عناوین کے تحت گفتگو کی گئی ہے۔

گیارھواں باب : سید الشہداء کے ان فضائل کا بیان جن کا تعلق انبیاء عظام سے ہے۔ جن میں عمومی اور خصوصی دونوں فضائل شامل ہیں۔ ان میں جن پیغمبروں پر الگ الگ عنوان کے تحت گفتگو کی گئی ہے

ان کے نام یہ ہیں۔

جناب آدم علیہ السلام۔ جناب نوح علیہ السلام۔ جناب ادریس علیہ السلام۔ جناب ابراہیم علیہ السلام۔ جناب اسمٰعیل علیہ السلام۔ جناب یعقوب علیہ السلام۔ جناب یوسف علیہ السلام۔ جناب صالح علیہ السلام۔ جناب ہود علیہ السلام۔ جناب شعیب علیہ السلام۔ جناب ایوب علیہ السلام۔ جناب زکریا علیہ السلام۔ جناب یحیٰی علیہ السلام۔ جناب اسمٰعیل صادق الوعد علیہ السلام۔ جناب موسیٰ علیہ السلام۔ جناب داؤد علیہ السلام۔ جناب سلیمان علیہ السلام۔ جناب عیسیٰ علیہ السلام۔

بارھواں باب : خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حسین علیہ السلام۔ اس تعلق سے بیان کردہ فضائل ان فضائل کے علاوہ ہیں جنہیں دوسرے انبیاء علیہم السلام کے عنوان سے بیان کیا گیا ہے۔ اس باب پر کتاب کی پہلی جلد اختتام پاتی ہے۔

باب اول

سیّدُالشہداءؑ کا نور

ابتداءِ خلقت سے لیکر قیامت تک باقی رہے گا

۱۔ نور سید الشہداء۔ خلقت کی ابتدا میں

تحقیق کہ یونانی حکماء اور دیگر افراد نے علاء سے اس امر پر اختلاف کیا کہ سب سے پہلے کونسی شے خلق کی گئی۔ اس موضوع پر متکلمین اور ملیین بھی باہم متفق نہیں جبکہ اخبار و روایات میں بھی اس پر اختلاف موجود ہے۔ لیکن اکثر حکماء کا خیال ہے کہ خداوندِ عالم نے سب سے پہلے عقل اول کو خلق کیا۔ اس کے بعد عقل اول نے عقل دوم کو اور فلک اول کو خلق کیا۔ یہ سلسلہ اسی ترتیب سے عقلِ دہم تک چلتا رہا۔ عقل دہم نے فلکِ نہم اور عناصر ترکیبی کو خلق کیا۔ موضوع کی وضاحت اس طرح کی جاسکتی ہے کہ عقلِ اول خدا کی مخلوق ہونے کے اعتبار سے تین خصوصیات کی حامل ہے۔

۱۔ وجود' مبدأ اول کے اعتباز سے

۲۔ وجوب' مبدأ اول کے اعتبار سے

۳۔ امکان' ذات کے اعتبار سے

پس معلوم ہوا کہ وجود' تخلیق عقل دیگر کا سبب قرار پایا۔ وجوب پیدائش فلک کا باعث بنا اور امکان' جسم فلک کی تخلیق کا ذریعہ بنا۔ اس طرح یہ سلسلہ عقل دوم سے لے کر عقلِ دہم تک چلتا رہا۔ تالیس ملطی کا خیال ہے کہ مخلوقات میں سب سے پہلے پانی کو خلق کیا گیا۔ جبکہ بلیاس حکیم کے مطابق' جب خداوندِ عالم نے مخلوقات کی خلقت کا ارادہ کیا تو

اس نے ایک "کلمہ" سے خطاب کیا۔ یہ کلمہ تخلیق کا سبب قرار پایا اور عالم وجود میں آگیا۔ اس کے بعد عقل تخلیق ہوئی۔ پس اس لحاظ سے فعل حرکت پر دلیل قرار پایا اور حرکت حرارت پر۔ لیکن کثیر روایات صحیحہ اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ سب سے پہلے سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نور کو خلق کیا گیا۔ اس امر پر عقل سلیم بھی قبول کرتی ہے کیونکہ خداوندعالم نے جس شے کو سب سے زیادہ اشرف اور محبوب رکھا اسے سب سے پہلے پیدا کیا۔ بعض روایات میں وارد ہے کہ یہ قابل احترام انوار اور ائمۂ اطہار علیہم السلام کا نور ایک ہی ہے۔ اب جبکہ یہ امر طے پاگیا کہ مخلوقات میں سب سے پہلے جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نور خلق ہوا یا محترم انوار اور ائمۂ اطہار علیہم السلام کا نور باہم پیدا کیا گیا۔ اس لئے دونوں لحاظ سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ نور حضرت حسین علیہ السلام اول مخلوق ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جناب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ۔

دوسری روایت کے مطابق۔ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ وَحُسَیْنٌ مِنِّیْ۔ یعنی میں حسینؑ سے ہوں اور حسین مجھ سے ہے۔ پس معلوم ہوا اول مخلوق حسینؑ کا نور ہے۔ کیونکہ اولیت اسی کو حاصل ہوتی ہے جسے سب سے پہلے خلق کیا جاتا ہے اور ہر دوسری مخلوق اس کے بعد پیدا ہوئی۔ پس اس میں کسی تعجب کی جا نہیں، اگر کہا جائے کہ ہر وہ شے حسینؑ پر گریہ کرتی ہے

جو مخلوقات میں شامل ہے۔ اس لئے جب یہ کہا جاتا ہے کہ کائنات کی ہر مخلوق نے سید الشہداءؑ پر گریہ کیا تو یہ کوئی مبالغہ یا استعارہ اور تمثیلہ نہیں یا یہ گمان نہ کیا جائے کہ یہ تصوراتی گریہ یا زبان حال کا گریہ یا فرضیہ گریہ ہے۔ بلکہ یہ حقیقی گریہ ہے اس گریہ میں تمام موجودات عالم منجملہ پیغمبرانِ ماسبق' ملائکہ' افلاک' انس وجن' شیطان' جنّت وجہنم' سنگ اور معدِن' نباتات وحیوانات اور آفتاب وماہتاب بھی شامل ہیں۔ ان کا گریہ صرف اسی عالم تک محصر نہیں بلکہ تمام عوالم کے آفتاب وماہتاب' تمام آسمان وزمین اور ان میں رہنے والے کربلا میں شہادت سے پہلے گریہ کر رہے تھے روایت میں وارد ہے کہ

خَلَقَ اللّٰہُ اَلْفَ اَلْفِ عَالَمٍ وَاَلْفَ اَلْفِ اٰدَمَ وَاَنْتُمْ اٰخِرُ العَوَالِمِ وَالْاٰدَمِیِّیْنَ۔

"اللہ نے ہزار ہزار عالم اور ہزار ہزار آدم خلق کئے اور تم آخری عوالم اور آخری آدمیوں میں سے ہو اس طرح وہ سب اپنے حال کی نسبت سے حقیقی طور پر گریہ کر رہے تھے"۔ اس سے میری مراد یہ نہیں کہ پوری کائنات صرف سید الشہداءؑ کے قتل کے بعد ہی روئی ہے بلکہ ہر خلقت نے ان کی شہادت سے پہلے بھی ان پر گریہ کیا ہے۔ اس موضوع کو ایک جداگانہ باب کے ذیل میں بیان کیا جائے گا۔ حضرتِ حُجّت عَجَّلَ اللّٰہُ تَعَالٰی فَرَجَہُ الشَّرِیْف سے منسوب زیارت سوم شعبان میں مذکور ہے :

بَکَتْہُ السَّمَاءُ وَمَنْ فِیْھَا وَالْاَرْضُ وَمَنْ عَلَیْھَا وَلَمَّا یَطَأْ لَابَتَیْھَا۔

"آسمان اور اس میں رہنے والوں اور زمین اور اس پر بسنے والوں نے آنجناب پر اس وقت گریہ کیا جب آپ نے مدینہ اور مکہ کے پہاڑوں کے درمیان ابھی قدم رکھا تھا"۔ اس سے یہ مراد نہ لیا جائے کہ ہر شے ان پر صرف شہادت سے پہلے گریہ کررہی ہے بلکہ ان کا گریہ اس وقت سے ہے جب سے اول مخلوقات کو خلق کیا گیا۔ ہر شے اس وقت سے خضوع و خشوع میں مصروف ہے۔ عالم کا ہر خضوع اور ہر انکساری انہیں کے لئے اور انہیں کے سبب سے ہے۔ بعض محققین نے بھی اس امر کی تائید کی ہے کہ ہر خضوع و انکسار انہی کی وجہ سے ہے۔ ہر صدا میں انہیں کے نوحے کی گونج ہے۔ جب یہ کہا جاتا ہے کہ مظلومؑ کے قتل پر ہر شے نے گریہ کیا تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ جس اسلحہ سے ان کو قتل کیا گیا اس پر گریہ کا اطلاق نہیں ہوتا۔ نہیں بلکہ اس کا شمار بھی گریہ کرنے والوں میں ہے۔ یہ حکیم اپنے قصیدے میں اس طرح کہتا ہے۔

السیفُ یفری نحرہُ باکیاً والرمحُ یَنْحنی فانما وانثنی

فَالنبلُ یُصیبہٗ وَتَبکِیْ والرمحُ شائلٌ لِلراْسِ یَبکِیْ

تلوار گلوئے مبارک کو کاٹ رہی تھی لیکن گریاں تھی۔ نیزہ حالت قیام میں موت کا پیغام دے رہا تھا اور رو رہا تھا لیکن خم ہو کر جسم اطہر میں

پیوست ہوتا تھا۔ تیر جسم مطہر تک پہنچ کر روتے تھے۔ نیزہ روتے ہوئے اپنے سر کو بلند کرتا تھا۔ جب کہا جاتا ہے کہ ہر شے نے ان پر گریہ کیا تو یہ نہ سمجھا جائے کہ قاتلوں نے ان پر گریہ نہ کیا بلکہ اپنی ذات' ماہیت اور فطری تقاضوں کے مطابق انہوں نے بھی گریہ کیا۔ وہ (قاتل) جو ہمیشہ آتش جہنم میں رہیں گے' اپنی صفات اور اختیاری افعال کی بناء پر گریہ نہیں کرتے تھے۔ ہاں البتہ اس وقت ان کو ظاہری اور اختیاری طور پر گریہ دامنگیر ہوا جب انہوں نے اپنی غیر فطری صفات وافعال کو ترک کیا۔ جیسا کہ بعض افراد کی نسبت خدائے تعالیٰ کی معرفت کے باب میں فرمایا گیا۔

جَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَا اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا۔

انہوں نے معرفت خدا سے انکار کیا یا ان کے نفسوں نے اس پر یقین تو کرلیا۔ ان کا انکار بربنائے ظلم وعلو تھا۔ کیونکہ زندیق اور دہریہ افراد کے گروہ جب اپنے اختیاری عناد وانکار کو بھول جاتے ہیں تو پھر وہ فطری طور پر توحید کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ بالکل اسی طرح سید الشہداءؑ کے دشمن اور قاتلین اس وقت گریہ کرتے تھے جب وہ اپنے اختیاری عناد سے غافل ہوجاتے تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس وقت بھی ان پر بے اختیار گریہ غالب آیا جب وہ عداوت کے عروج پر تھے یا سید الشہداءؑ کو قتل کررہے تھے اور اس وقت بھی جب خیموں کو لوٹا اور مخدرات کی چادروں کو چھینا جارہا تھا۔ جس وقت عمر بن سعد نے ارادہ کیا کہ اب سیدؑ

الشہداءؑ کے قتل کا حکم دے اس وقت بی بی زینب سلام اللہ علیہا خیمہ گاہ سے نکل کر قتل گاہ میں آچکی تھیں۔ آپ نے وَا اَخَاہُ وَا سَیِّدَاہُ کی فریاد بلند کرتے ہوئے عمر بن سعد کو مخاطب کر کے فرمایا۔ اَیُقْتَلُ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ وَاَنْتَ تَنْظُرُ اِلَیْہِ۔

اے پسر سعد ابو عبداللہ حسینؑ کو قتل کیا جا رہا ہے اور تو کھڑا دیکھ رہا ہے۔ یہ سن کر اس سنگدل کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور اس نے منہ پھیر لیا۔ یہی کیفیت اس شقی کی تھی جو حضرت سید الشہداءؑ کی نور نظر جناب فاطمہؑ کے کانوں سے گوشوارے اور پاؤں کی پازیب نکال رہا تھا۔ خود مخدرہ نقل فرماتی ہیں کہ میں بچی تھی اور سونے کی پازیب میرے پیر میں تھی۔ ایک نامرد شقی میرے پیروں سے پازیب اتارتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا۔ میں نے اس سے پوچھا اے دشمن خدا تیرے رونے کا سبب کیا ہے؟ تو کہنے لگا کیونکر نہ روؤں کہ میں جناب رسالت مآبؐ کی بیٹی کو لوٹ رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا جب تجھے معلوم ہے کہ میں تیرے پیغمبر کی بیٹی ہوں تو پھر تو مجھے کیوں لوٹ رہا ہے؟ کہنے لگا اگر میں اس پازیب کو نہ نکالوں تو کوئی اور نکال لے جائے گا۔ یہی حالت یزید کی بھی تھی کہ جب اس نے اسیرانِ حرم کی حالت دیکھی تو رویا اور کہنے لگا۔

قَبَّحَ اللّٰہُ ابْنَ مَرْجَانَۃَ۔ خدا پسرِ مرجانہ کا منہ سیاہ کرے۔

۔ عالمِ آفرینش میں نورِ مبارک کی منتقلی کے مراحل

بہ تحقیق کہ خداوندِعالم جلّ جلالہ منفرد و یگانہ تھا۔ نہ کسی مخلوق کا وجود تھا اور نہ زمان و مکان کا۔ معتبر روایات سے ثابت ہے کہ جب خالقِ کُل نے افضل مخلوقات کو خلق کیا تو اس نے علی و فاطمہ و حسن و حسین (علیہم السلام) کے نور کو ایک نور سے مشتق کر کے مختلف عوالم میں متعدد مراحل سے گزارا۔ ان عوالم میں سے ایک عالمِ عرش کی تخلیق سے پہلے اور ایک عالمِ عرش کی تخلیق کے بعد' ایک خلقت آدم سے قبل اور ایک خلقت آدم کے بعد تھا۔ یہ ذواتِ مقدسہ ان عوالم میں کبھی نور تھیں اور کبھی نور کی شبیہہ۔ کبھی شفاف تھیں اور کبھی ذرات کی صورت میں۔ کبھی بہشت میں نور بن کر آئیں اور کبھی عمود نور کی حیثیت سے۔ کبھی جناب آدمؑ کی پشت میں ظاہر ہوئیں اور کبھی ہاتھ کی انگلیوں اور جبین مبارک میں۔ کبھی حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والد ماجد حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب علیہما السلام تک اپنے اجداد کی پیشانیوں میں ظاہر ہوئیں اور کبھی اپنی جدات کی پیشانیوں میں' جن کی اول حضرت حوّاؑ اور آخر جناب آمنہؑ بنت وہب یعنی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مادر گرامی تھیں۔ بہ تحقیق کہ یہ مقدس انوار مختلف مقامات پر رہے' کبھی عرش کے سامنے' کبھی عرش کے اوپر' کبھی عرش کے نیچے اور کبھی عرش کے اطراف میں۔ یہ انوار بارہ حجابوں میں سے ہر حجاب

میں موجود تھے۔ کبھی بحر نور میں تھے اور کبھی حجاب جائے ربانی میں۔ یہ
انوار ان تمام مقامات پر ایک مخصوص مدت تک رہے۔ یہ مقدس انوار
عالم حمل عرش میں چار لاکھ بیس ہزار سال، تخلیق آدم سے پہلے عرش کے
اطراف پندرہ ہزار سال اور حضرت آدمؑ کی خلقت سے حمل عرش کے نیچے
بارہ ہزار سال تک موجود رہے۔ ان مطالب کو تفصیلی طور پر بیان کرنے
کے لئے ایک مستقل کتاب کی ضرورت پڑے گی۔ جبکہ مقصود تحریر یہ ہے
کہ حسین علیہ السلام سے متعلق اس وقت کی کیفیت بیان کی جائے جب
آپ عالم نور میں تھے تاکہ عوالم میں انوار مطہرہ کے درمیان اس نور کی
امتیازی حیثیت اجاگر ہو اور عالم ظلال واشباح وذرات میں ان انوار کی
کیفیت، بہشت میں ایک شجر کی شکل میں ان انوار کا ظاہر ہونا اور حضرت
زہرا صلواتُ اللہ وسلامہٗ علیہا کے گوشوارہ میں ان کی تجلی کو بیان کیا
جا سکے۔ اب ہمارا کہنا یہ ہے کہ ان تمام عوالم میں انوار مقدسہ کا مصدر
ومحور حضرت پیغمبرؐ کا نور مبارک تھا جبکہ حضرت حسین علیہ السلام کو یہ
امتیازی خصوصیت حاصل تھی کہ آپ کا نور حضرت ختمی مرتب کے نور کا
ایک جز تھا۔ کیونکہ خود جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے
فرمایا۔ فَاِنَّہٗ مِنْ حُسَیْنٍ وَحُسَیْنٌ مِنْہُ۔ "وہ حسینؑ سے ہیں اور حسینؑ
ان سے ہیں"۔ جب یہ دونوں ایک دوسرے سے الگ ہوئے تو حسینؑ کے
نور کو یہ خصوصیت حاصل ہوئی کہ اس کو دیکھنے سے حزن وملال کی کیفیت

طاری ہو جاتی۔ جب یہ انوارِ مقدسہ حضرت آدم علیہ السلام کی انگلیوں میں ظاہر ہوئے تو آپ محزون و مغموم ہو گئے کیونکہ حضرت آدمؑ کے انگشت ابہام میں حضرت حسین علیہ السلام کا نور پوشیدہ تھا۔ آج تک یہ تاثیر اسی طرح باقی ہے۔ جس شخص پر ہنسی غالب آئے اگر وہ ابہام کی پشت پر نگاہ کرے تو اس پر غم وملال غالب آجائے گا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی غم وملال کی اسی کیفیت سے دوچار ہوئے۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عالمِ ارواح میں سید الشہداء علیہ السلام کے نور کو دیکھا اور ان کے اسم گرامی کو زبان سے جاری کیا یا ان کے نام کو سنا تو ان پر رقت طاری ہوئی۔ بلکہ اس کے علاوہ بھی جن چیزوں کو آنجناب کے نور سے نسبت دی جاتی ہے ان میں بھی یہ اثر پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک روایت کے مطابق جناب جبرائیلؑ نے حضرت نوحؑ کو کشتی کے اطراف نصب کرنے کے لئے پانچ کتبے دیئے۔ ان میں سے ہر کتبہ پر انوارِ خمسہ طیبہ میں سے ایک نام درج تھا۔ جب حضرت نوحؑ نے نور حسین علیہ السلام سے متعلق کتبے اٹھائے تو اس سے ایک نور ساطع ہوا۔ پھر خون کے رنگ کی ایک رطوبت خارج ہوئی۔ حضرت نوحؑ نے اس راز کے متعلق سوال کیا تو انھیں بتایا گیا کہ یہ کتبہ حضرت حسین علیہ السلام سے متعلق ہے اور اس کتبے سے خون کا حترشح ہونا ان کی شہادت فاجعہ کو ظاہر کرتا ہے۔ نور مبارک کی خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ یہ نور ماؤں کی پیشانی میں

اس وقت ظاہر ہوتا جب پیغمبر کے اجداد ان کے بطن میں پرورش پانے لگتے۔ اسی طرح جب جناب رسالت مآبؐ کا نور مبارک بطن مطہر حضرت آمنہؑ میں منتقل ہوا تو حضرت آمنہؑ کی پیشانی سے نور ظاہر ہوا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ یہ مخدرات ازخود صاحب انوار نہ تھیں۔ جب یہ انوار مقدسہ ان کے بطن میں منتقل ہوتے تو یہ نور ان کی پیشانی سے جھلکنے لگتا۔ لیکن اگر مائیں بنیادی طور پر انہی انوار مقدسہ کا جز ہوں تو پھر ان کے اپنے نور کے علاوہ کوئی دوسرا نور ان سے ظاہر نہیں ہوتا۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ جب صدیقہ کبریٰ جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بطن مطہر میں حضرت حسن علیہ السلام کا نور منتقل ہوا تو ان مخدرہ طہارت وعصمت کے اپنے نور کے علاوہ کوئی اور نور ان کی پیشانی سے ظاہر نہ ہوا لیکن حضرت حسین علیہ السلام کی خصوصیت یہ تھی کہ جب آپ کا نور مخدرہ عصمت کے بطن میں وارد ہوا تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بیٹی کو مخاطب کرکے فرمایا۔

اِنِّیْ اَرٰی فِیْ مُقَدَّمِ وَجْھِکِ ضَوْءً وَّنُوْرًا وَسَتَلِدِیْنَ حُجَّةً لِّھٰذَا الْخَلْقِ۔

"میں تیری پیشانی میں ایک نور دیکھ رہا ہوں۔ قریب ہے کہ تیرے بطن سے مخلوقات کے لئے ایک حجت خدا پیدا ہو"۔ اس پر جناب فاطمہ سلام اللہ علیہا نے فرمایا۔

اِنِّیْ لَمَّا حَمَلْتُ بِہٖ کُنْتُ لَا اَحْتَاجُ فِی اللَّیْلَۃِ الظَّلْمَاءِ اِلٰی مِصْبَاحٍ۔

"جب سے میں اس بچے سے حاملہ ہوئی ہوں۔ مجھے اندھیری رات میں چراغ کی ضرورت نہیں ہوتی۔ بلکہ معلوم ہوا کہ یہ امتیاز صرف حضرت حسین علیہ السلام سے مختص ہے کہ ایک نور کی موجودگی میں دوسرا نور بھی ظاہر ہوتا۔ اس نور مبارک کی ایک ممتاز خصوصیت یہ بھی تھی کہ یہ نور دوسرے انوار پر غالب آجاتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ جس شخص نے شہادت کے بعد آپ کے جسدِ مطہر کو وقت ظہر تپتے ہوئے سورج کے نیچے قتل گاہ میں پڑے دیکھا وہ کہتا ہے۔

وَاللّٰہِ لَقَدْ شَغَلَنِیْ نُوْرُ وَجْہِہٖ عَنِ الْفِکْرِ فِیْ قَتْلِہٖ۔

"خدا کی قسم حضرت حسین علیہ السلام کے چہرۂ مبارک سے چمکنے والا نور اس قدر تیز تھا کہ میری آنکھیں خیرہ ہوگئیں اور قتل کرنے کی جگہ نہ دیکھ سکا۔" نور مبارک کی جملہ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ تھی کہ کوئی پردہ اس نور کی راہ میں رکاوٹ پیدا نہ کرسکتا تھا۔ یہی شخص کہتا ہے

اِنِّیْ مَا رَاَیْتُ قَتِیْلًا مُضَمَّخًا بِالدَّمِ وَالتُّرَابِ اَنْوَرَ وَجْہًا مِنْہُ۔

"میں نے خاک وخون میں نہایا ہوا کوئی ایسا مقتول نہ دیکھا تھا جس کا چہرہ آپ کی جبینِ مبارک سے زیادہ نورانی ہو"۔ یعنی رخ پر پڑا ہوا خاک

دخون بھی جبینِ انور کے اس نور کو نہ چھپا سکا تھا۔ جسے ہر دوسرے نور پر برتری حاصل تھی۔

۳۔ خصوصیاتِ ولادتِ مبارک

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم حجرہ جناب سیّدہؑ کے باہر کھڑے ولادت کا انتظار کر رہے تھے۔ جب ولادت ہوئی تو سب سے پہلے آپ نے خدائے منّان کے بارگاہ میں سجدہ کیا۔ ایسے ہی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم نے آواز دی۔ یَا اَسْمَاءُ هَلُمِّيْ ابْنِيْ فَقَالَتْ اِنَّا لَمْ نُنَظِّفْهُ بَعْدُ

اے اسماء میرے نورِ نظر کو میرے پاس لاؤ۔ اسماء نے عرض کی کہ میں نے ولادت کے بعد بچے کو پاک نہیں کیا۔ آپ نے فرمایا۔

اَنْتِ تُنَظِّفِيْنَهُ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ نَظَّفَهُ وَطَهَّرَهُ

"تو اسے پاک کرنا چاہتی ہے؟ حالانکہ خداوندِ عالم نے اسے پاک وصاف مطہّر خلق فرمایا ہے"۔ اسماءؓ بچے کو اُونی کپڑے پر رکھ کر پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ و سلم کے پاس لائیں۔ آپ نے بچے کو ہاتھوں پر اٹھایا اور نگاہ بھر کر دیکھا پھر گریہ کرنے لگے۔ فرمایا۔ عَزِيْزٌ عَلَيَّ يَا اَبَا عَبْدِ اللّٰهِ۔

"یا ابا عبداللہ تیرا قتل ہونا میرے لئے بہت گراں ہے"۔ پس اس کے بعد کبھی تو آپ دوشِ جبرئیلؑ پر ہوتے اور کبھی دوشِ پیغمبر صلی اللہ علیہ

وآلہ وسلم پر، کبھی پیغمبرؐ کی پشت پر دیکھے جاتے اور کبھی سینۂ انور پر۔ کبھی پیغمبرؐ بچے کو ہاتھوں پر اٹھا کر بلند کرتے اور لب ہائے مبارک کو بوسہ دیتے۔ کبھی ہاتھوں پر اٹھا کر لوگوں سے تعارف کرواتے اور تاکید کرتے تھے کہ اس کا خیال رکھو۔ کبھی رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سجدہ میں ہوتے اور آپ پشت مبارک پر سوار ہو جاتے۔ کبھی اپنے والدِ بزرگوار علی علیہ السلام کے ہاتھوں پر ہوتے اور آپ انہیں سنبھالے رکھتے اور حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے اعضاء کو بوسہ دیتے تھے۔ جب جناب رسول اللہؐ عالمِ احتضار میں تھے تو آپ ان کے سینہ پر تھے۔ پیغمبرؐ آپ کو بوسہ دیتے تھے اور فرماتے تھے۔

مَالِیْ وَلِیَزِیْدَ لَا بَارَکَ اللّٰہُ فِیْ یَزِیْدَ۔ میرا یزید سے کیا کام۔ خدا یزید کو مبارک نہ کرے۔

۴۔ وہ مقامات جہاں سرِ اقدس کو رکھا گیا

ہر پیغمبر و امام کو تیغِ ظلم سے قتل کیا گیا یا زہر جفا سے۔ ان میں سے ہر شہید ہونے والا شہادت کے وقت اپنے گھر میں تھا یا اپنے شہر میں یا محراب میں۔ ایسا بھی ہوا کہ بعد شہادت ان کے سر کو طشت میں رکھا گیا لیکن ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہ تھا جسے زخموں سے چور کر کے تپتی ہوئی گرم زمین پر قتل کیا گیا ہو۔ فَیَالَهَا مِنْ مُصِیْبَةٍ مَا اَعْظَمَهَا۔ افسوس

اس مظلوم کی مصیبت کتنی عظیم اور ناگوار تھی! شہادت کے بعد ملائکہ آپ کے جسدِ اطہر کو پانچویں آسمان پر لے گئے اور پھر دوبارہ زمینِ کربلا پر واپس لائے جہاں جسدِ اطہر تین دن تک پڑا رہا۔

آپ کے سرِ مبارک کی بھی خصوصیت یہ ہے کہ اسے کوچہ و بازار میں پھرایا گیا یا پھر مختلف مقامات پر رکھا گیا۔ سرِ مبارک کبھی دشمنوں کے ہاتھ میں رہا کبھی مٹی پر' اور کبھی نیزے کی نوک پر۔ اس سر کو کبھی درخت پر لٹکایا گیا' کبھی یزید پلید کے گھر کے دروازے پر اور کبھی دروازۂ شہر دمشق پر۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب سر کو طشت میں رکھ کر ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا۔ بعد میں یہی سر طشت طلا میں یزید پلید کے سامنے رکھا گیا۔ اسے کربلا سے شام تک دیار بہ دیار پھرایا گیا۔ بعض روایات کے مطابق شام سے مصر لے جایا گیا' مصر سے مدینہ اور شہر شام سے کربلا۔ یا پھر روایات کے بموجب' سرِ مبارک کو شام سے آسمان پر اٹھالیا گیا۔

۵۔ عالمِ برزخ میں سیدُ الشہداء علیہ السلام کا مقام

عالمِ برزخ میں سید الشہداء علیہ السلام کے مقام سے متعلق ایک حدیث میں فرمایا گیا۔

فِیْ یَمِیْنِ الْعَرْشِ یَنْظُرُ اِلٰی مَصْرَعِہٖ وَمَنْ حَلَّ بِہٖ وَیَنْظُرُ اِلٰی مُعَسْکِرِہٖ وَیَنْظُرُ اِلٰی زُوَّارِہٖ وَھُوَ اَعْرَفُ لَھُمْ وَبِاَسْمَاءِ

أٰبَائِهِمْ وَدَرَجَاتِهِمْ وَمَنْزِلَتِهِمْ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ اَحَدِكُمْ وَاِنَّهُ لَيَرَىٰ مَنْ يَبْكِيْهِ فَيَسْتَغْفِرُ لَهُ وَيَسْئَلُ اٰبَاۤؤَهُ اَنْ يَسْتَغْفِرُوْا لَهُ وَيَقُوْلُ اَيُّهَا الْبَاكِيْ لَوْتَعْلَمُ مَا اَعَدَّ اللّٰهُ لَكَ لَكَانَ فَرْحُكَ اَكْثَرَ مِنْ جَزَعِكَ۔

آپ عرش کی دائیں جانب سے اپنی قتل گاہ پر نظر ڈالتے ہیں اور ان شہداء کو دیکھتے ہیں جو قتل گاہ میں دفن ہیں پھر اپنے لشکر گاہ پر نظر ڈالتے ہیں۔ پھر اپنے زوّار کو دیکھتے ہیں۔ آپ ان کو اچھی طرح پہچانتے ہیں اور ان کے آباء واجداد کے نام سے بھی واقف ہیں۔ اور خدا کے نزدیک آپ میں سے ہر ایک کے مقام ومنزلت کو بھی پہچانتے ہیں۔ وہ گریہ کرنے والوں کو بھی دیکھتے ہیں تو اس کے لئے خود طلب استغفار کرتے ہیں اور اپنے آباء گرامی سے اس کی بخشش کے لئے سفارش بھی کرتے ہیں اور پھر فرماتے ہیں اے رونے والے اگر تجھے معلوم ہوتا کہ خدائے تبارک وتعالٰی نے تیرے گریہ کی کیا جزا مقرر کی ہے تو تیری غم واندوہ سے زیادہ خوشی میں اضافہ ہوتا۔

۶۔میدانِ محشر اور سید الشہداء علیہ السلام

روایات میں نقل ہے کہ روزِ محشر عرش کے نیچے آپ کے لئے مجلسِ عزا برپا کی جائے گی۔ اس مجلس کی خصوصیت یہ ہوگی کہ اس میں آپ پر

تمام رونے والے اور آپ کے زیارت کرنے والے نہایت اطمینان خاطر
کے ساتھ شرکت کریں گے اور ان کی مجلس سنیں گے۔ مجلس میں شرکت
کرنے والے جب آپ سے گفتگو کر رہے ہوں گے اس وقت بہشت عنبر
سرشت سے ان کی ارواح ان کے لئے پیغام بھیجیں گی کہ ہم آپ کے
مشتاق ہیں جلد واپس آئیں لیکن وہ بہشت میں جانے سے انکار کریں گے
اور حسین علیہ السلام سے گفتگو کو ترجیح دیں گے اور ان کی ہم نشینی کو
بہشت کی لذت سے زیادہ اہمیت دیں گے۔ روایات نے عرصہ محشر کی ایک
اور منظر کشی کی ہے جسے دیکھ کر اہلِ محشر بے چین ہو جائیں گے آپ محشر
میں ایستادہ ہوں گے اور گردن کی رگوں سے خون اچھل رہا ہو گا۔ یہاں
تک کہ جب جناب فاطمہ زہرا سلامُ اللہِ علیہا آپ کو اس حالت میں
دیکھیں گی تو فریاد کریں گی جس کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائیں
گی۔

۷۔ بہشت میں سیّدُ الشہداء علیہ السلام کا بلند مقام

معلوم ہوا کہ ہر امام کے لئے بہشت میں مخصوص مقام مقرر ہے۔
جبکہ حسین علیہ السلام کے لئے مقام امامت کے علاوہ مزید درجات
مخصوص ہیں۔ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فرماتے ہیں۔
وَاِنَّ لَکَ فِی الْجِنَانِ لَدَرَجَاتٌ لَا تَنَالُهَا اِلَّا بِالشَّهَادَةِ۔

"یا حسینؑ تیرے لئے بہشت میں درجات مقرر ہیں جنہیں تو حاصل نہیں کرسکتا مگر فیض شہادت کے ساتھ"۔ ان درجات کی بناء پر آپ بہشت میں ہر مقام کی زینت ہیں۔ گویا حسین علیہ السلام بہشت میں ہر مقام پر موجود ہوں گے اور پورا بہشت صرف انہیں کے لئے مخصوص ہے۔

دوسرا باب

صفات، اخلاق اور عبادت سیّدالشہداءؑ
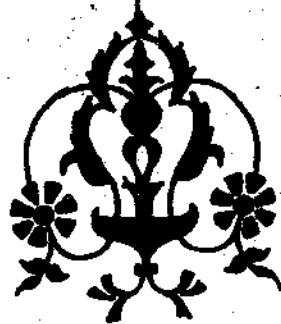
صفات واخلاق وعبادات سید الشہداءؑ

اس باب کے ذیل میں مجھے امامت کی صفات بیان کرنا مقصود نہیں کیونکہ عقول ان کا احاطہ کرنے سے عاجز ہیں اور ان صفات کو کسی توضیح وتشریح کے ذریعہ نہیں سمجھایا جاسکتا البتہ چونکہ بندوں پر ائمہؑ کی معرفت واجب قرار دی گئی اس لئے امامت کی اجمالی معرفت کا حاصل کرنا ضروری ہے۔ یہاں پر صرف ممتاز صفات کے ذکر پر اکتفا نہیں ہوگا بلکہ اس ذاتِ والا صفات کی ان مخصوص صفات وعبادات کا تذکرہ ہوگا جو انہیں سے مخصوص ہیں۔ یہ خصوصیات دو قسموں پر مشتمل ہیں۔ پہلی قسم آپ کے دورانِ حیات کی صفاتِ مطلقہ سے عبارت ہے جبکہ دوسری قسم یومِ طف اور روزِ عاشورا کی عبادات سے متعلق ہے۔ ان دونوں خصوصیات کو مستقل عنوان کی حیثیت حاصل ہے۔ اس عنوان کے تحت ان صفاتِ خاصہ کو زیرِ بحث لایا جاسکتا ہے۔

۱۔ جن پر آپ زندگی بھر عامل رہے۔ اس لئے صفات کی ترتیب کے لحاظ سے سب سے پہلے صفت۔اِبَاءُ الضَّیْم۔کو زیرِ بحث لایا جاتا ہے۔ جس کا مفہوم ظلم کا دفع کرنا ہے۔ یہ صفت صرف ان جنابؑ ہی سے مخصوص ہے کیونکہ جب مخالفین نے یزید اور ابن زیاد کی طرف سے آپ تک بیعت کا حکم پہنچایا تو آپ نے فرمایا۔لَا وَاللّٰہِ لَا اُعْطِیْ بِیَدِیْ اِعْطَاءَ

الذَّلِیلِ وَلَا اُقِرُّ اِقرَارَ العَبِیدِ۔ "خدا کی قسم میں اپنے ہاتھ کو ایک ذلیل آدمی کی طرح بیعت کے لئے دراز کروں گا نہ کسی غلام کی طرح اقرار کرنے کے لئے آمادہ ہوجاؤں گا"۔ بعض نسخوں میں روایت کا آخری حصہ یوں درج ہے۔لَا اَفِرُّ فِرَارَ العَبِیدِ۔ یعنی بندوں کی طرح فرار اختیار نہ کروں گا۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ ان جناب نے اپنے عمل سے دفع ظلم کی روایت کو ثابت کیا۔ اس طرح جس نے بھی ظلم کے خلاف قیام کیا وہ حقیقتاً سید الشہداء سلامُ اللہِ علیہ کی پیروی کرتا ہے۔

۲۔ دوسری صفت شجاعت ہے۔ یہ کیفیت اس سرورِ گرامی کے لئے مخصوص ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس صفت کو شجاعتِ حُسینیہ کا نام دیا گیا۔ آپ نے روزِ عاشورا اپنی تنہائی' بے کسی اور دل شکستگی کے باوجود شجاعت کی وہ مثال قائم کی جو آپ کے علاوہ کسی اور سے ممکن نہ تھا۔ یہاں تک کہ شجاعت کی ایسی روداد آپ کے والد ماجد جناب حیدرِ کرّارؑ اور دیگر مشہور شخصیتوں کی زندگی میں بھی نہیں ملتی۔

۳۔ یہ صفت عبادت سے عبارت ہے۔ حضرت کے تعلق سے اس خصوصیت کو بے حد اہمیت حاصل ہے۔ آپ زندگی بھر عبادت میں مصروف رہے۔ ولادت سے قبل جب آپ بطنِ اطہر میں تھے اس وقت بطنِ مُبارک سے تسبیح وتہلیلِ اِلٰہی کی صدا آتی تھی اور قتل کے بعد جب سرِانور کو نیزے پہ چڑھایا گیا اس وقت بھی کٹے ہوئے سر سے قرآن مجید کی

تلاوت کی آواز آتی رہی۔ یہاں عبادت ایک اضافی صفت ہے کیونکہ جب حضرت سید سجاد علیہ السلام سے کسی نے پوچھا۔ مَا اَقَلَّ وُلْدُ اَبِیکَ۔ کیا وجہ ہے کہ آپ کے والد بزرگوار کی اولاد بہت کم ہیں؟ تو آپ نے فرمایا۔

اَلْعَجَبُ کَیْفَ وُلِدَ کَانَ یُصَلِّی فِی کُلِّ لَیْلَۃٍ اَلْفَ رَکْعَۃٍ۔

تعجب ہے کیونکر وہ کثرتِ اولاد کے مالک ہو سکتے ہیں جبکہ ہر رات ایک ہزار رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔

۴۔ اس صفت کا تعلق حقوق کی ادائیگی سے ہے۔ اس کی ادنیٰ مثال وہ واقعہ ہے کہ جب عبدالرحمن سلمی نے آپ کے فرزند کو سورۂ فاتحہ کی تعلیم دی تو آپ نے ازراہِ مسرت اسے ایک ہزار دینار اور ایک ہزار حلہ عطا فرمائے جبکہ اس کے منہ کو موتیوں سے بھر دیا اور فرمایا۔ اَیْنَ یَقَعُ ھٰذَا مِنْ حَقِّہٖ "اس عطائے قلیل سے معلم کا حق کیونکر ادا ہو سکتا ہے"۔

۵۔ حسین علیہ السلام کو سائلین کو عطا کرنے میں بلند مقام حاصل تھا۔ سائل کو عطا فرماتے وقت آپ کو شرمندگی اور حیا عارض آتی تھی جبکہ عام افراد سائل کو رد کرکے شرمندگی محسوس کرتے ہیں۔ اس طرح یہ صفت آپ کی نسبت سے نہایت عجیب ہے کہ جب آپ سائل کو عطا کرنے کا ارادہ فرماتے تو آپ پر رقت طاری ہوتی۔ یہ رقت اس لئے نہ تھی کہ آپ فقر و ناداری کی بناء پر سائل کو عطا کرنے سے معذور تھے بلکہ

ذلت کے اس تصور کی بناء پر واضح ہوتی جو سائل کو اپنے سوال کی وجہ سے درپیش ہو سکتا تھا۔ اس ضمن میں اعرابی کا وہ واقعہ بیان کرنا بجا ہے جس نے چند اشعار پڑھ کر اپنی حاجت کا اظہار کیا۔ اس پر آپ بیت الشرف میں داخل ہوئے اور چار ہزار دینار عبا کے گوشے میں رکھ کر دروازے کی آڑ سے سائل کی طرف بڑھا دیے اور حیا کے اظہار کے طور پر چند اشعار پڑھے۔

خُذْهَا فَاِنِّیْ اِلَیْکَ مُعْتَذِرٌ   وَاعْلَمْ بِاَنِّیْ اِلَیْکَ ذُوْ شَفَقَۃٍ

لو۔ میری اس قلیل عطا کو قبول کر میں اس قلت پر تجھ سے معذرت چاہتا ہوں تمہیں معلوم ہو یقیناً میں تم پر شفقت رکھتا ہوں۔

لَوْ کَانَ لِیْ سَیْرِنَا لِغَدَاۃٍ عَصیٰ

اَمْسَتْ سَمَانَا عَلَیْکَ مُنْدَفِقَۃ

کاش اگر ہمارے ہاتھ میں راستہ چلنے کے لئے عصا موجود ہوتا (یعنی دست خالی نہ ہوتا) تو ہماری سخاوت کے آسمان سے تم پر بارش برستی۔

لٰکِنْ رَیْبَ الزَّمَانِ ذُوْ غِیَرٍ   وَالْکَفُّ مِنِّیْ قَلِیْلَۃُ النَّفَقَۃٍ

لیکن زمانہ کی حالت تیزی سے بدلتی رہتی ہے۔ اس لئے میری ہاتھ کا خرچہ بھی بہت کم ہے۔

جب سائل کو ہزار دینار دے چکے تو وہ انہیں لے کر گننے لگا۔ اس پر

خازن نے اس سے سوال کیا کہ کیا ہم نے تمہیں کوئی شے فروخت کی ہے جس کی وجہ سے انہیں گن رہے ہو۔ سائل نے جواب دیا۔ ہاں میں نے اپنی آبرو کا سودا کیا ہے۔

فَقَالَ الْحُسَیْنُ صَدَقَ اعْطِهِ اَلْفاً اَلْفاً اَلْفاً اَلْاَوَّلُ لِسُؤَالِکَ، اَلْاَلْفُ الثَّانِیْ لِمَاءِ وَجْهِکَ اَلْاَلْفُ الثَّالِثُ لِاَنَّکَ اَتَیْتَنَا۔

پس حضرت حسین علیہ السلام نے فرمایا یہ شخص سچ کہتا ہے اسے ہزار ہزار ہزار دینار دے دیئے جائیں۔ اس میں سے پہلا ہزار تیرے سوال کا جواب ہے۔ دوسرا ہزار آبرو کا عوض ہے اور تیسرا ہزار اس لئے ہے کہ تونے ہمارے پاس آنے کی زحمت گوارا کی۔ اسی طرح ایک اور واقعہ میں کسی نے آپ کی خدمت میں عریضہ پیش کیا۔ آپ نے عریضہ کو پڑھے بغیر فرمایا۔ حَاجَتُکَ مَقْضِیَّۃٌ۔ "تردد نہ کر تیری حاجت پوری ہو گئی"۔ کسی نے سوال کیا آپ نے اس کے عریضہ کا مطالعہ کیوں نہ کیا؟ آپ نے فرمایا۔ یَسْئَلُنِی اللّٰہُ عِنْدَ وُقُوْفِہٖ بَیْنَ یَدَیَّ حَتّٰی اَقْرَئَہَا۔

"اگر میں رقعہ کے پڑھ چکنے تک سائل کو انتظار کی کیفیت میں کھڑا رکھتا تو خداوند عالم اس کے متعلق مجھ سے بازپرس فرماتا"۔ آپ اپنی اس صفت میں اس انتہائی بلند مقام پر تھے جہاں سائل کی ذلت کے احساس پر خود شرمندگی محسوس کرتے۔ آپ جب کسی کو تعلیم دینے کا ارادہ کرتے جب بھی حیا عارض ہوتی تھی۔ ایک روایت کے مطابق۔

رَأَى رَجُلًا لَا يُحْسِنُ الْوُضُوءَ فَأَرَادَ أَنْ يُعَلِّمَهُ فَاسْتَحَىٰ مِنْ ذَٰلِكَ حَتَّى يَتَعَلَّمَ فَقَالَ لِأَخِيهِ نَحْنُ نَتَوَضَّأُ قُدَّامَهُ ثُمَّ نَسْأَلُهُ أَيُّ الْوُضُوئَيْنِ أَحْسَنُ. فَفَعَلَا ذَالِكَ فَقَالَ الْأَعْرَابِيُّ كِلَاكُمَا تُحْسِنَانِ الْوُضُوءَ وَأَنَا الْجَاهِلُ الَّذِي لَا أَعْرِفُ۔

"جب ان بزرگوار نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ درست طریقہ سے وضو نہیں کر رہا تو آپ نے چاہا کہ اسے درست طریقہ وضو کی تعلیم دیں۔ لیکن اس خیال سے کہ اس شخص کو شرمندگی کا احساس نہ ہو' آپ نے اپنے بھائی حَسَنِ مجتبٰی علیہ السلام سے فرمایا کہ ہم اس شخص کے سامنے وضو کریں گے پھر اس سے پوچھیں گے کہ ہم میں کس کا طریقۂ وضو درست ہے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔ اعرابی نے جواب میں کہا آپ دونوں نے صحیح وضو کیا۔ میں ہی غلطی پر تھا کہ مجھے وضو کا طریقہ معلوم نہیں تھا"۔

اب مؤلّف کہتا ہے کہ جو انسان' جلالتِ شان' مراتب' فتوت' مروت اور حیا کے اس بلند مقام پر فائز ہو کہ حاجتوں کی تکمیل کرنے والا' سائل کے سوال کی ذلت کے احساس سے خود شرمندگی محسوس کرے کیا اس کے لئے روا ہے کہ کوفہ وشام کے ظالموں کے بالمقابل اپنے طفلِ شیرخوار کو ہاتھوں پر اٹھا کر کنار فرات سے پانی مانگے اور وہ انکار کرے۔ کنواں کھودنے کی اجازت چاہے اور اس کو بھی رد کر دیا جائے یہاں تک کہ ایک مُفتَرَضُ الطَّاعَۃ انسان اپنے ہی غلاموں سے طفلِ ناتواں کے لئے

پانی کی ایک بوند مانگنے پر مجبور ہو جائے اور کہے کہ آؤ تم خود اس بچے کو لے جا کر سیراب کردو۔ اَمَا تَرَوْنَهُ يَتَلَظّٰى عَطَشًا۔ "کیا تم نہیں دیکھتے کہ بچہ پیاس کی شدت سے حالت احتضار میں تڑپ رہا ہے"۔ ہاں بے شک اہلِ بیتِ اطہار علیہم السلام کی پیاس کی شدت کو تصور خاطر میں نہیں لیا جا سکتا۔ بعض احادیث میں مظلوم کی نسبت سے وارد ہے کہ فرماتے ہیں۔اِسْوَدَّتِ الدُّنْيَا بِاَعْيُنِهِمْ۔ یعنی شدتِ عطش سے دنیا ان کی آنکھوں میں تاریک ہو گئی۔ جناب امام موسیٰ (ابن جعفر علیہ السلام) کی مناجات کا یہ جملہ پیاس کی شدت کو ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے۔ صَغِيْرُهُمْ يُمِيْتُهُ الْعَطَشُ۔ پیاس کی شدت سے چھوٹے بچوں کی جان نکلی جا رہی تھی۔ انسانوں نے سخاوت کے اس معدن کا جواب تیرِ جفا سے دیا جس نے معصوم کے گلے کو چھید دیا اور پھر شیرخوار کی طائرِ روح عالمِ بالا کی طرف پرواز کر گئی۔وَسَقَوْهُ سَهْمَ بَغْيٍ عِوَضَ الْمَاءِ الْمَعِيْنِ۔ ظالموں نے خوشگوار پانی کے بدلے اسے تیرِ ظلم سے سیراب کر دیا۔

۵۔ حضرت کے منجملہ اوصاف میں سے یہ صفت صاحبانِ ہم و غم کے لئے رقت کا باعث ہے جب آپ اُسامہ کی عیادت کے لئے اس کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا وہ حالتِ اِحْتِضار میں ہے۔ اُسامہ نے حضرت کے رُوبرو آہ بھری اور کہا۔وَاغَمَّاه آپ نے فرمایا تمہارے غم و اندوہ کا سبب کیا ہے؟ تو عرض کی میں ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں۔ آپ نے فرمایا

میں تیرے قرض کی ادائیگی کا ذمہ لیتا ہوں۔ اس نے عرض کی میرا دل چاہتا ہے کہ مقروض حالت میں دنیا سے نہ جاؤں۔ آپ نے فوراً ہی رقم مہیا کرنے کا حکم دیا اور وہ رقم اس کی وفات سے قبل قرض خواہوں کو ادا کردی گئی۔

۷۔ یہ صفت صدقات کی ادائیگی سے عبارت ہے۔ جو صفت آپ کے علاوہ کسی اور میں نہ پائی گئی۔ روزِ عاشور دیکھا گیا کہ پشت مبارک پر گٹے پڑے ہوئے تھے۔ چنانچہ اس کے متعلق حضرت سید سجاد علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا۔

اِنَّ ذَالِکَ مِمَّا کَانَ یَنْقُلُہٗ فِی اللَّیْلِ عَلٰی ظَھْرِہٖ لِلْاَرَامِلِ وَالْاَیْتَامِ۔ "یہ نشان سامان خوردونوش کے اس بوجھ کے سبب ہے جسے آپ پشت مبارک پر لاد کر تاریکی شب میں بیواؤں اور یتیموں کے گھر پہنچایا کرتے تھے"۔

اِنَّ ظَھْراً غَدَا بِالْبِرِّ یَنْقُلُہٗ سِرًّا اِلٰی اَھْلِہٖ لَیْلاً لَمَکْسُوْرٌ

یہ تحقیق کہ جو پشت تاریکی شب میں نیکی کے بوجھ غریبوں کے لئے لادتی تھی وہ ظالموں کے ہاتھوں توڑ دی گئی۔

۸۔ آپ تقرّب پروردگار کے حصول میں بے مثال عزم وارادہ کے مالک تھے۔ یہی وجہ تھی کہ آپ نے اس راہ میں انتہائی مصائب برداشت کیے۔ یہاں تک کہ ایسے بلند درجات پر فائز ہوگئے جہاں گناہگار اور معصیت کار

افراد کے حق میں آپ کی شفاعت' ان کی نجات کا ذریعہ قرار پائی اس صفت کے بیان کا مقصد یہ نہیں کہ معصوم نے اس صفت کے خصوصی تعلق کو ظاہر کیا جائے بلکہ اس کا مقصد بتلانا یہ ہے کہ آپ اس امر کی اس حد تک رعایت کرتے تھے کہ اپنے دشمنوں تک کو عذاب سے بچانے کے لئے کوشاں رہتے۔ جب قاتل سر اطہر کو بدن سے جدا کرنے کے ارادہ سے آیا تو آپ نے پہلے تبسم فرمایا پھر نصیحت و موعظہ سے اس کی ہدایت کی۔ جب قاتل نے نصیحت کا کوئی اثر قبول نہ کیا تو آپ نے کوشش کی کہ کم از کم اس کے عذاب کی شدت ہی میں کمی کی جائے۔ جیسا کہ ہرثمہ بن ابی مسلم کے ساتھ پیش آیا جب امامؑ کی نصیحتوں نے اس پر کوئی اثر نہ کیا تو آپ نے فرمایا۔ فَامْضِ حَیْثُ لَا تَرٰی لَنَا نَقْتُلُ" وَلَا تَسْمَعُ لَنَا صَوْتًا"

"ہرثمہ اتنی دور نکل جاؤ کہ نہ ہمارے قتل ہونے کو دیکھ سکو اور نہ ہی ہمارے استغاثہ کی آواز کو سن سکو"۔ واقعہ کی تفصیل آنے والے صفحات میں درج کی جائے گی۔

۹۔ آپ کے خوف و خشیت پروردگار کا یہ عالم تھا کہ جب وضو کرتے تو چہرہ مبارک کا رنگ متغیر اور بدن پر لرزہ طاری ہو جاتا یہاں تک کہ آپ کے متعلق فرمایا گیا۔ حَقٌّ لِلْمُؤْمِنِ یَقِفُ بَیْنَ یَدَیِ الْمَلِکِ الْقَھَّارِ اَنْ یَصْفَرَّ لَوْنُہٗ وَتَرْعَدَ مَفَاصِلُہٗ۔ "بندۂ مومن کے لئے سزاوار ہے کہ

وہ ملکِ قہّار کے سامنے اس طرح ایستادہ ہو کہ اس کے چہرے کا رنگ زرد اور اعضاء بدن کانپ رہے ہوں"۔ لوگ آپ کے شدت خوف کو دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ یہاں تک کہ کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کی آپ اپنے پروردگار سے اتنا خوف کھاتے ہیں تو جواب میں فرمایا۔ لَا یُؤْمَنُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اِلَّا مَنْ خَافَ اللّٰہَ فِی الدُّنْیَا۔ "روزِ قیامت عذابِ خدا سے وہی امان پائے گا جو دنیا میں اللہ سے ڈرتا ہوگا"۔

اب مُصنّف کہتا ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کی حالت پر غور کرو کہ جب وہ بندگی خدا کے لئے وضو کا ارادہ فرماتے تو بدن کے اعضاء لرزنے لگتے اور رنگ مبارک متغیر ہو جاتا لیکن ہم گناہانِ کبیرہ اور ہلاکت آفرین اعمال کے ارتکاب میں مصروف ہیں اور ہمیں نہ کوئی خوف ہے اور نہ اضطراب۔ اس پر ہم کیونکر دعویٰ کرسکتے ہیں کہ ہم حسین علیہ السلام کے پیروکار ہیں۔ حالانکہ وہ افضل اعمال کو بجا لاتے وقت خوف خدا سے لرزتے تھے جبکہ ہم گناہانِ کبیرہ کے ارتکاب پر بھی ذرّہ برابر تردّد نہیں کرتے۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔

مختصر خصوصیات واوصاف

علاوہ ازیں حسین علیہ السلام ایسے بھرپور صفات کے مالک تھے جن کی ربِّ جلیل نے مدح کی ہے۔ خداوندِ عالم نے اپنی مبارک کتاب میں جن

مقامات پر اپنے ممدوح کو سراہا ہے ان میں سے چند یہ ہیں۔

۱۔ اِنَّهٗ نَفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ "بے شک وہی نفسِ مطمئنہ ہے"۔

۲۔ اِنَّهٗ كِفْلٌ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ "بے شک وہ رحمتِ خدا کا ایک حصہ ہیں"۔

۳۔ آپ کا تعلق ان عظیم شخصیتوں میں سے ہے جن کے لئے رب العالمین نے والد کا درجہ مقرر کیا اور تمام انسانوں کو حکم دیا کہ ان کے ساتھ احسان کریں۔ اب ذرا غور فرمائیں کہ کیا انسانوں نے ربِّ جلیل کے اس حکم کی تعمیل کی۔

۴۔ اِنَّهٗ قُتِلَ مَظْلُوْمًا ۔ "بیشک وہ مظلومیت کی حالت میں قتل کر دیئے گئے"۔

۵۔ اِنَّهٗ ذِبْحٌ عَظِيْمٌ ۔ "بے شک وہ ذبح عظیم ہے"۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؑ اور ان کے فرزند حضرت اسمٰعیلؑ کے قصہ میں آپ ہی ذبحِ عظیم کا مصداق قرار پائے۔

۶۔ كٓهٰيٰعٓصٓ ۔ اس مظلوم پر گزرنے والے واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ بہ تحقیق کہ خداوند عالم نے اس مظلوم کو مختلف ناموں سے یاد کیا ہے۔ جن میں سے ایک نام فجر، دوسرا زیتون اور تیسرا مرجان ہے۔ بہ تحقیق کہ ستون عرش پر مدحِ مظلومؑ میں یہ عبارت درج ہے۔

اِنَّ الْحُسَيْنَ مِصْبَاحُ الْهُدٰى وَ سَفِيْنَةُ النَّجَاةِ ۔ "بے شک

حسین علیہ السلام ہدایت کا چراغ اور نجات کا سفینہ ہیں"۔ خداوندِ عالم نے احادیثِ قدسیہ میں چند مقامات پر سید مظلومؑ کی مدح فرمائی ہے۔ ایک مقام پر ربِّ جلیل فرماتا ہے۔ بُوْرِکَ مِنْ مَّوْلُوْدٍ عَلَیْہِ صَلَوَاتِیْ وَرَحْمَتِیْ وَبَرَکَاتِیْ۔ "یہ مولود مبارک ہو کہ اس پر میری طرف سے صلوٰۃ، رحمت اور برکات ہیں"۔ ایک اور مقام پر خداوندِ عالم ارشاد فرماتا ہے

بِاَنَّہٗ نُوْرُ اَوْلِیَائِیْ وَحُجَّتِیْ عَلٰی خَلْقِیْ وَالذَّخِیْرَۃُ لِلْعُصَاۃِ۔

"وہ میرے اولیاء کا نور ہے۔ میرے بندوں پر حجت ہے اور اہلِ معصیت کے لئے ذخیرۂ شفاعت ہے"۔ ہم "الطافِ فاطمہ" کے عنوان کے تحت جلد ہی اس حدیث کی تفصیل بیان کریں گے۔ بہ تحقیق کہ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس ذبیحِ کربلا کی عجیب انداز سے مدح فرمائی ہے۔ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک دن اپنے نواسے کو خطاب کرکے فرماتے ہیں۔ مَرْحَبًا بِکَ یَا زَیْنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ۔

"مرحبا تجھ پر اے آسمانوں اور زمین کی زینت"۔ اُبَیّ بن کعب عرض کرتا ہے۔ یا رسول اللہ! کیا آپ کے علاوہ کوئی اور بھی آسمانوں اور زمین کی زینت ہے؟ فرمایا۔ یَا اُبَیُّ وَالَّذِیْ بَعَثَنِیْ بِالْحَقِّ نَبِیًّا اَنَّ

اَلْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ فِی السَّمٰوٰاتِ اَعْظَمُ مِمَّا فِی الْاَرْضِ وَقَدْ کَتَبَ اللّٰہُ فِیْ یَمِیْنِ الْعَرْشِ اَنَّ الْحُسَیْنَ مِصْبَاحُ الْھُدٰی وَسَفِیْنَۃُ النَّجَاۃِ۔

"اے اُبَیّ! قسم خالق کی جس نے مجھے حق کے ساتھ نبی بنا کر بھیجا کہ حسینؑ بن علیؑ کا مقام زمین کی نسبت آسمانوں میں زیادہ بلند ہے۔ خداوندِعالم نے عرش کی داہنی طرف یہ عبارت تحریر کی ہے کہ بے شک حسینؑ ہدایت کا چراغ اور کشتیٔ نجات ہیں"۔ اس کے بعد آپ نے حسینؑ کا ہاتھ تھاما اور فرمایا۔ اَیُّھَا النَّاسُ ھٰذَا الْحُسَیْنُ بْنُ عَلِیٍّ فَاعْرِفُوْہُ وَفَضِّلُوْہُ کَمَا فَضَّلَہُ اللّٰہُ۔

"اے انسانو! یہ حسین بن علیؑ ہے اسے پہچانو اور اسے اس طرح فضیلت دو جس طرح خداوندِعالم نے فضیلت دی ہے"۔

یہ تحقیق کہ تمام نبیوں، ملائکہ، بندگانِ خدا اور صُلحائے ربِّ جلیل نے حسین علیہ السلام کی مدح فرمائی ہے لیکن اس ممدوح کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ ان کی تعریف اولیاء و مُحِبّین نے بھی کی ہے اور دشمنانِ دین نے بھی۔ امیر معاویہ نے یزید کے نام اپنے وصیت نامہ میں ان کی تعریف کی ہے۔ ابن سعد نے اپنے بعض اشعار میں، ان کی مدح کی ہے۔ جس وقت دشمن آپ کے مقابلہ پر صف باندھے کھڑے تھے اور آپ اپنی نسبت

ان سے شہادت طلب کر رہے تھے اس وقت دشمنوں نے آپ کی تائید کی۔ آپ کے قاتل شرلعین نے آپ کے متعلق کہا۔

اِنَّہٗ کُفُوٌ کَرِیْمٌ لَیْسَ الْقَتْلُ بِیَدِہٖ عَارًا۔ "وہ ہمارے ہم پلہ اور شریف النفس ہستی ہے اس کے ہاتھوں قتل ہو جانا شرمندگی کا باعث نہیں"۔ سنان بن انس آپ کو قتل کرتے وقت یہ شعر پڑھ رہا تھا۔

اَقْتُلُکَ الْیَوْمَ وَنَفْسِیْ تَعْلَمُ ٭ عِلْمًا یَقِیْنًا لَیْسَ فِیْہِ مُکْتَمُ ٭

اِنَّ اَبَاکَ خَیْرُ مَنْ تَکَلَّمُ ٭

"یہ چھپانے کی بات نہیں کہ میرا نفس آپ کی ذات کو اچھی طرح جانتا ہے یہاں تک کہ میرے دل میں یقین کی حد تک آپ کی معرفت ہے اور آپ کا والد بہترین متکلمین میں سے تھا باوجود اس کے آج میں آپ کو قتل کر رہا ہوں"۔ اسی طرح سر مبارک کو بن زیاد کے پاس لانے والا شخص یہ اشعار پڑھ رہا تھا۔

اِمْلَأْ رِکَابِیْ ذَھَبًا وَّفِضَّۃً   اِنِّیْ قَتَلْتُ السَّیِّدَ الْمُحَجَّبَا

"میرے رکاب کو سونے اور چاندی سے بھر دو میں نے صاحب عزت سیّد کو قتل کیا"۔

قَتَلْتُ خَیْرَ النَّاسِ اُمًّا وَّ اَبًا

وَ خَیْرَھُمْ اِذْ یَنْسِبُوْنَ نَسَبًا

"میں نے ایسے انسان کو قتل جس کے ماں باپ خیر الناس تھے اور خاندانی اعتبار سے ان کا حسب ونسب سب سے بہتر تھا" اور یزید لعین نے بھی باوجود اتنی عداوت کے حضرت حسین علیہ السلام کے بارے میں تعریف وتوصیف کی جبکہ اس کی زوجہ ہند کھلے سر مجلس عام میں آئی۔ یزید نے اس کے سر پر چادر ڈال دی اور کہا:

اِذْهَبِیْ وَابْکِیْ وَاعْوِلِیْ عَلَی الْحُسَیْنِ صَرِیْخَۃِ قُرَیْشٍ۔

"جاؤ حسینؑ کی مصیبت پر گریہ کرو اور فریاد کرو کہ وہ قریش کا فریادرس تھا۔ فَقَدْ عَجَّلَ عَلَیْہِ ابْنُ زِیَادٍ۔ ابن زیاد نے ان کے قتل میں عجلت کی۔ جب یزید پلید جیسا انسان ان بزرگوار پر رونے کا حکم دے رہا ہے تو پھر تمہاری خاموشی اور نہ رونے کا کیا جواز ہے اور جوانانِ جنت کے سردار پر کیونکر نہ رویا جائے۔

درج بالا سطور میں حسین علیہ السلام کے اوصاف کا مختصر تذکرہ کیا گیا۔ جو نہایت مشکل کام تھا میں ایسے انسان کی معرفت کا حق کیونکر ادا کرسکتا ہوں جس کے اوصاف میں جناب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اَعْرِفُوْہُ وَفَضِّلُوْہُ کَمَا فَضَّلَہُ اللّٰہُ۔ "ان کی معرفت حاصل کرو اور ان کی فضیلت وبزرگی کو مانو جیسا کہ خدا نے انہیں فضیلت دی"۔ ہم اختتام پر ان کی ایک خصوصی صفت کے بیان پر اکتفا کرتے ہیں جو صفات کے اضداد سے عبارت ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ کا

تمام حزن و سرور اور غم و خوشی دونوں کا سبب ہے۔ اس کی تفصیل یوں ہے
کہ آپ کے قتل اور وارد ہونے والے کثیر مصائب پر جن میں سے چند کی
طرف گزشتہ سطور میں اشارہ کیا گیا اور آئندہ بھی انہیں بیان کیا جائے گا،
اول خلقت سے لے کر قیامت تک کے تمام مؤمنین غمگین ہوئے۔ یہاں
تک کہ ان مصائب پر وہ عالم بھی غم زدہ ہوا جس کے لئے غم و اندوہ کا کوئی
تصور نہیں۔ خداوند عالم نے ان کے غم و حزن کے ازالہ کے لئے حضرت
حسین علیہ السلام کے نورِ مبارک سے بہشت اور حور العین کو خلق کیا۔

انس، جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے روایت کرتے ہیں۔

قَالَ: اَللّٰہُ خَلَقَنِیْ وَخَلَقَ عَلِیًّا وَ فَاطِمَۃَ وَالْحَسَنَ
وَالْحُسَیْنَ قَبْلَ اَنْ یَّخْلُقَ اٰدَمَ حِیْنَ لَا سَمَاءَ مَبْنِیَّۃٌ وَالْاَرْضَ
مَدْحِیَّۃٌ وَلَا ظُلْمَۃٌ وَلَا نُوْرٌ وَلَا شَمْسٌ وَلَا قَمَرٌ وَلَا جَنَّۃٌ
وَلَا نَارٌ، فَقَالَ الْعَبَّاسُ کَیْفَ کَانَ بَدْءُ خَلْقِکُمْ؟ فَقَالَ یَا عَمِّ
لَمَّا اَرَادَ اللّٰہُ اَنْ یَّخْلُقَنَا تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ خَلَقَ مِنْھَا نُوْرًا، ثُمَّ
تَکَلَّمَ بِکَلِمَۃٍ اُخْرٰی فَخَلَقَ مِنْھَا رُوْحًا ثُمَّ اَمْزَجَ النُّوْرَ بِالرُّوْحِ
فَخَلَقَنِیْ وَخَلَقَ عَلِیًّا وَفَاطِمَۃَ وَالْحَسَنَ وَالْحُسَیْنَ فَکُنَّا نُسَبِّحُہٗ
حِیْنَ لَا تَسْبِیْحَ وَنُقَدِّسُہٗ حِیْنَ لَا تَقْدِیْسَ، فَلَمَّا اَرَادَ اللّٰہُ
تَعَالٰی اَنْ یُّنْشِئَ خَلْقَہٗ فَتَقَ نُوْرِیْ فَخَلَقَ مِنْہُ الْعَرْشَ فَالْعَرْشُ

مِنْ نُوْرِیْ وَنُوْرِیْ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَنُوْرِیْ اَفْضَلُ مِنَ الْعَرْشِ ۔ ثُمَّ فَتَقَ نُوْرَ اَخِیْ عَلِیٍّ فَخَلَقَ مِنْہُ مَلَائِکَۃً فَالْمَلَائِکَۃُ مِنْ نُوْرِ عَلِیٍّ وَنُوْرُ عَلِیٍّ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَعَلِیٌّ اَفْضَلُ مِنَ الْمَلَائِکَۃِ۔ ثُمَّ فَتَقَ مِنْ نُوْرِ اِبْنَتِیْ فَخَلَقَ مِنْہُ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضَ فَالسَّمٰوَاتُ وَالْاَرْضُ مِنْ نُوْرِ اِبْنَتِیْ فَاطِمَۃُ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَابْنَتِیْ فَاطِمَۃُ اَفْضَلُ مِنَ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ ثُمَّ فَتَقَ نُوْرَ وَلَدِی الْحَسَنِ فَخَلَقَ مِنْہُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ فَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ مِنْ نُوْرِ وَلَدِی الْحَسَنِ وَنُوْرُ الْحَسَنِ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَالْحَسَنُ اَفْضَلُ مِنَ الشَّمْسِ وَالْقَمَرِ ثُمَّ فَتَقَ نُوْرَ وَلَدِیَ الْحُسَیْنِ فَخَلَقَ مِنْہُ الْجَنَّۃَ وَالْحُوْرَ الْعِیْنَ وَالْجَنَّۃُ وَالْحُوْرُ الْعِیْنُ مِنْ نُوْرِ وَلَدِی الْحُسَیْنِ وَنُوْرُ وَلَدِی الْحُسَیْنِ مِنْ نُوْرِ اللّٰہِ وَوَلَدِی الْحُسَیْنُ اَفْضَلُ مِنَ الْجَنَّۃِ وَالْحُوْرِ الْعِیْنِ۔

اس حدیث شریف کا حاصل مطلب یہ ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں کہ خداوند عالم نے مجھے علیؑ، فاطمہؑ، حسن و حسین (علیہم السلام) کو خلقتِ آدمؑ سے قبل اس وقت خلق کیا جب نہ

آسمان تھا اور نہ زمین، نہ ظلمت کو پیدا کیا گیا تھا اور نہ نور کو، نہ آفتاب تھا اور نہ ماہتاب، نہ بہشت کی تخلیق کی گئی تھی اور نہ آتشِ جہنم کو پیدا کیا گیا تھا۔ حضرت عباس نے عرض کی تو پھر خداوندِ عالم نے آپ کو کس طرح خلق فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اے چچا جب خداوندِ عالم نے ہمیں خلق کرنے کا ارادہ فرمایا تو اس نے ایک کلمہ سے خطاب کیا اور اس سے ایک نور کی تخلیق کی۔ پھر خداوندِ عالم نے دوسرے کلمہ کو مخاطب کیا اور پھر اس سے ایک روح کو پیدا کیا بعد میں نور اور روح کو باہم مخلوط کیا اور اس سے مجھے خلق کیا پھر علی وفاطمہ وحسنؑ وحسینؑ (علیہم السلام) کو پیدا کیا۔ ہم اس وقت ربِّ جلیل کی تسبیح کر رہے تھے جب تسبیح کا وجود نہ تھا۔ اس وقت اسکی تنزیہ وتقدیس میں مصروف تھے جبکہ تقدیس، عالمِ وجود میں نہ تھی۔ جب خداوندِ عالم نے مخلوقات کو پیدا کرنے کا ارادہ کیا تو اس نے میرے نور کے دو ٹکڑے کئے اور اس سے عرش کو پیدا کیا۔ (پس معلوم ہوا) عرش میرے نور سے بنا ہے اور میرا نور خدا کے نور سے۔ اور میرا نور عرش سے افضل ہے۔ پھر اس نے میرے بھائی علیؑ کے نُور کو شق کیا اور اس سے ملائکہ کو خلق کیا (پس معلوم ہوا) ملائکہ علیؑ کے نور سے ہیں اور علیؑ کا نُور خدا کے نور سے ہے۔ اور اس طرح علی ملائکہ سے افضل ہیں۔ پھر خداوندِ عالم نے میری بیٹی کے نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور اس سے آسمان وزمین کو پیدا کیا۔ یوں آسمان

وزمین میری بیٹی فاطمہ سلامُ اللہِ علیہا کے نور سے بنے ہیں اور میری نور نظر (فاطمہ) کا نور خدا کے نور سے ہے اس طرح میری بیٹی فاطمہؑ آسمانوں اور زمین سے افضل ہے۔ خداوندِ عالم نے پھر میرے بیٹے حسنؑ کے نور کو دو حصوں میں تقسیم کیا اور اس سے آفتاب وماہتاب کو پیدا کیا۔ پس آفتاب وماہتاب میرے بیٹے حسنؑ کے نور سے بنے ہیں اور حسنؑ کا نور، نور خدا سے مشتق ہے۔ اس طرح حسنؑ مہروماہ سے افضل ہوئے پھر خدا نے میرے بیٹے حسینؑ کے نور کو شق کیا اور اس سے بہشت اور حورُالعین کو پیدا کیا۔ اس طرح بہشت اور حورُالعین میرے بیٹے حسینؑ کے نور سے ہیں اور میرے نورِ نظر حسینؑ کا نور خدا کے نور سے ہے۔ یوں میرا بیٹا حسینؑ بہشت اور حورُالعین سے افضل ہے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ جس طرح حسینؑ کا نام سن کر ہر مومن کی آنکھ سے اشک جاری ہوتے ہیں۔ اس طرح حسینؑ کا نام ہر مومن کے لئے مسرت وانبساط روح کا سبب ہے۔ اس صفت کی عجیب خصوصیت یہ ہے کہ چونکہ بہشت اور حورالعین حسینؑ کے نور سے پیدا ہوئے۔ اس لئے یہ نام خوشی ومسرت کا بھی سبب ہے۔ بہشت نے اس عظیم ہستی پر اس وقت گریہ کیا جب آپ کا بدنِ مطہّر خاک گرم پر پڑا تھا۔ اس مصیبت پر حورُالعین نے اَعلیٰ علیّین میں اپنے رُخساروں پر طمانچے مارے۔ سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ بہشت آپ ہی کی وجہ سے محزون ہوا اور آپ

ہی کے سبب مسرور بھی۔ جب بہشت نے عالمین کے پروردگار سے دعا کی کہ اسے زینت بخشے تو خدائے تعالیٰ نے ارکانِ بہشت کو حسنؑ و حسینؑ سے زینت دی۔ فَمَاسَتْ کَمَا تَمِسُ العروسُ فَرَحًا۔ "بہشت کو اتنی خوشی ہوئی کہ دلہن کی مانند کھل اٹھی"۔

عبادت میں آنجنابؑ کی خصوصیات
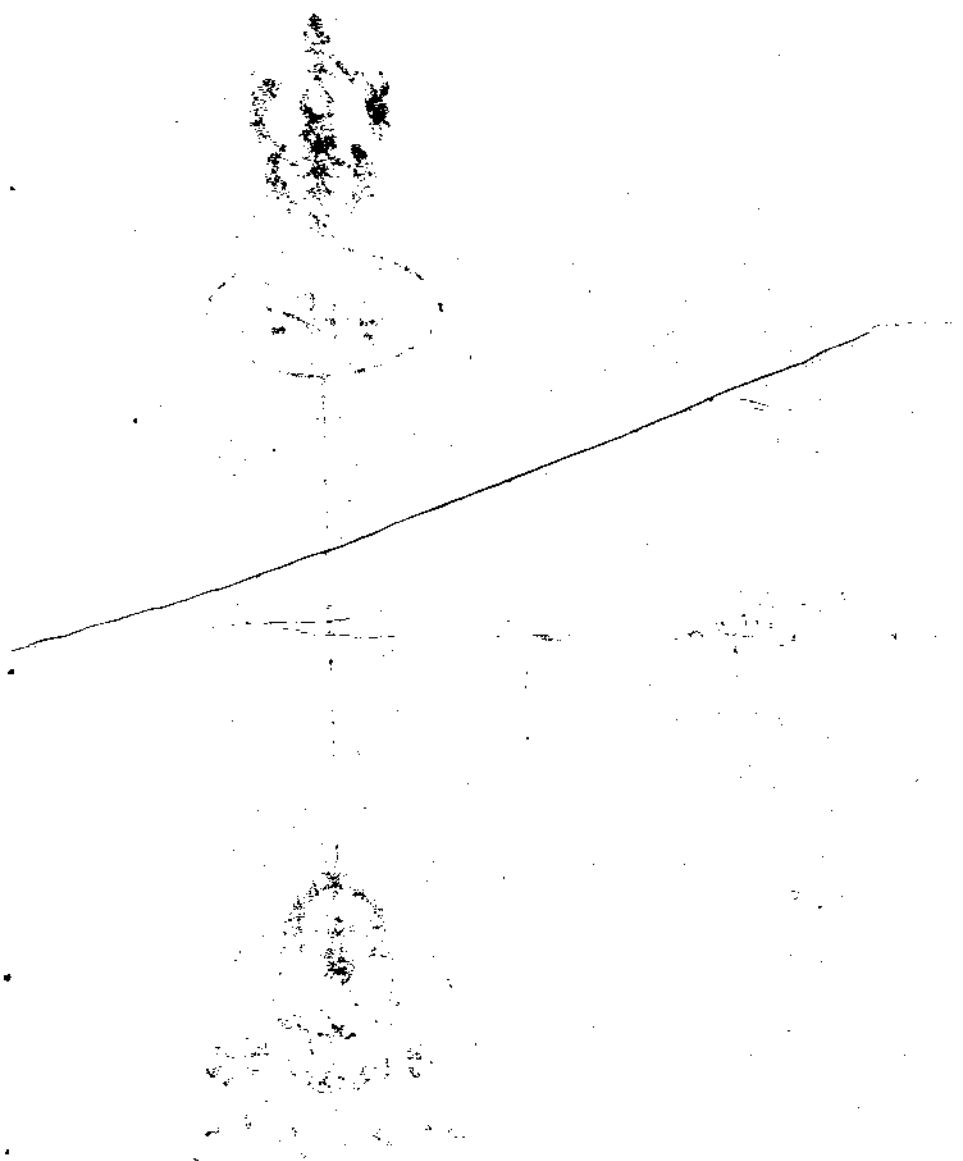
عبادت میں آنحضرتؑ کی خصوصیات

اس باب میں آپ کی ان عبادات کا تذکرہ کیا جائے گا جو روز عاشورا بجالائی گئیں۔ یہ وہ خصوصی صفات ہیں جو نہ صرف عبودیت کی انتہائی بلند منزل کو ظاہر کرتے ہیں بلکہ بارگاہ معبود میں سید الشہداء کے کمال تقرب کا بھی مظہر ہیں۔ آپ نے ایک دن ہی عبادت وبندگی کی وہ اعلیٰ مثال قائم کی جس کی بناء پر خصوصی الطاف کے مستحق قرار پائے۔ یہ وہ عبادت ہے جس کا بجالانا کسی فرد بشر کے لئے نہ آپ سے پہلے ممکن تھا اور نہ آپ کے بعد ممکن ہو سکے گا۔ یہ وہ جامع عبادت ہے جو ہر عبادت وبندگی کا خلاصہ اور ہر قسم کی بدنیہ عبادات منجملہ واجب ومندوب' ان کے ظاہر' ان کے باطن' ان کی صورت اور ان کی روح' سب پر محیط ہے۔ اکمل افراد کو اس عبادت کا صرف ایک ہی حصہ نصیب ہوا ہے۔ یہ عبادت ان تمام قلبی عبادات کا حاصل ہے جن میں واجبات ومندوبات بھی شامل ہیں۔ اس برگزیدہ انسان نے اس ایک دن میں خدا کی اس طرح عبادت کی کہ بندگی کے تمام مفردات ومرکبات کا حق ادا کردیا۔ آپ کے اس ایک دن کی عبادت جمیع مکارم اخلاق اور حسنہ صفات کی آئینہ دار تھی۔ اس اکمل انسان کو اپنے متضاد صفات کے حامل انسانوں کا سامنا تھا۔ ساتھ ہی اس دن ایسے عظیم مصائب بھی برداشت کرنے پڑے جسے ہربلا ومصیبت کا خلاصہ قرار دیا جاسکتا ہے۔ آپ نے ان مصائب پر انتہائی

درجے کے صبر و شکر کا مظاہرہ کیا۔ جس سے آپ کی فضیلت و مقام میں مزید اضافہ ہوا آپ نے بلاؤں کی شدت میں اس اعلیٰ درجہ کا صبر اختیار کیا جو بعض انبیاء ہی سے مختص تھا۔ آپ کو صبر و شکر کے اس کمال پر دیکھ کر خداوند عالم نے اپنے ملائکہ سے فخر کا اظہار کیا۔ سید الشہداء عبادت و بندگی کے اس مقام پر فائز ہوئے جس میں ان کا کوئی شریک نہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ربّ جلیل نے ان کے لئے خصوصی القاب کا استعمال کرتے ہوئے فرمایا: یَآ اَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیٓ اِلٰی رَبِّکِ۔ "اے نفسِ مطمئنہ اپنے پروردگار کی طرف واپس لوٹ آ کہ جس نے اپنے رب کی رضا و خوشنودی حاصل کر لی ہے"۔ خداوندِ عالم نے "رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً" کے الفاظ سے اپنی رضا کا اظہار فرمایا۔ یعنی خدا اور اس کی مرضی پر راضی ہو جانے والا۔ پروردگار عالم نے ایسے انسان کے لئے عبودیت خاصہ کو مختص کر کے جنت خاصہ کو اس سے منسوب کر دیا۔ اس کی طرف سے فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ کا ارشاد اسی امر پر دلالت کرتا ہے۔ یعنی بس میرے خاص بندوں میں شامل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو"۔ ایسی صورت میں ہم پر لازم آتا ہے کہ خدائے تبارک و تعالیٰ کی مدد کے سہارے اس عبارت کی تشریح کریں۔ بہ تحقیق کہ پروردگارِ عالم جلّ جلالہ، نے بندوں کو ان کے حسبِ مراتب درجات عطا کئے اور ان کے مصالح کے پیش نگاہ انہیں مختلف قرار دیا ہے۔

اس نے ہر پیغمبر کے لئے ایک شریعت اور دین کو مقرر کر کے تکلیف متعین کردی اور ان میں سے ہر ایک کے لئے ایک امت کو قرار دیا۔ نیز ہر پیغمبر اور ان کے اوصیاء کے لئے چند خصوصیات مختص کردی ہیں۔ بہ تحقیق کہ خدائے تبارک وتعالیٰ نے اس ملت حنیف کو ہمارے پیغمبر کے لئے قرار دیا ہے لیکن اس کے لئے کثیر صفات متعین کی ہیں۔ جن کی تعداد اکیس یا اس سے زیادہ ہے۔ ان کے اوصیاء کے لئے وہی کچھ قرار دیا جو امامت اور دین سے متعلق ہے۔ اس سلسلہ میں جو مخصوص احکام صادر کیے گئے ہیں اس کا اظہار اس آیۂ وافیٔ ہدایت سے ہوتا ہے جہاں فرمایا گیا۔ فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَھَّرَۃٍ، بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ ۔

ان میں سے ہر ایک کے لئے امر امامت میں ایک مخصوص تکلیف متعین کی ہے جس کی وضاحت اس مہر لگی ہوئی بارہ صحیفوں میں کی گئی ہے"۔ مہر لگانے کے لئے ایسے سونے سے بنی ہوئی بارہ انگوٹھیاں ہیں جسے آگ نے مس نہیں کیا۔ یہ صحیفہ جناب جبرئیل نے حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی وفات سے پہلے ان کی خدمت میں پیش کیا۔

وَقَالَ یَا مُحَمَّدُ ھٰذِہٖ وَصِیَّتُکَ اِلَی النُّخْبَۃِ مِنْ اَھْلِ بَیْتِکَ اور عرض کی یا محمدؐ یہ وصیت آپ کے برگزیدہ اہل بیتؑ کے لئے ہے قَالَ وَ مَاالنُّخْبَۃُ؟ فرمایا۔ نخبۃ (یعنی برگزیدہ افراد) کون ہیں۔ قَالَ عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ وَوُلْدُہٗ عرض کی علی بن ابی طالب اور ان کی

اولاد میں۔ فَدَ فَعَہُ النَّبِیُّ اِلٰی سَیِّدِ الْوَصِیِّیْنَ وَاَمَرَہٗ اَنْ یَّفُکَّ خَاتَماً مِّنْہُ وَیَعْمَلَ بِمَا فِیْہِ۔ پس پیغمبر نے اس وصیت نامہ کو سرورِ اوصیاء کے حوالہ کیا اور حکم دیا اس پر لگی ہوئی مہر کو کھول کر دیکھ لے اور جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے ان پر عمل کرے۔ پھر انہوں نے ایک وصیت نامہ اپنے فرزند حضرت حسن علیہ السلام کو منتقل کیا۔ انہوں نے لگی ہوئی مہر کو اٹھایا اور جو کچھ اس میں تحریر تھا اس پر عمل کیا پھر حضرت حسن علیہ السلام نے اسے اپنے بھائی حسین علیہ السلام کو دی۔ آپ نے جب اسے کھولا تو اس میں بھی انہیں ایک انگوٹھی کی مہر نظر آئی' اس میں تحریر تھا۔

اُخْرُجْ بِقَوْمٍ لِلشَّھَادَۃِ فَلَاشَھَادَۃَ لَھُمْ اِلَّا مَعَکَ وَاشْرِ نَفْسَکَ لِلّٰہِ عَزَّوَجَلَّ۔

"ایک قوم کو ساتھ لے کر شہادت کے لئے قیام کر۔ شہادت ان کے لئے نہیں مگر تیرے ساتھ ہے اور اپنے نفس کو خدائے عزّوجلّ کے ہاتھ فروخت کر دے"۔ آپ نے اس صحیفہ کو اپنے فرزند علی بن الحسینؑ کے سپرد کیا۔ انہیں بھی اس میں ایک انگوٹھی ملی جس میں عبارت تحریر تھی۔

اطرق وَاصمتْ وَالْزِمْ مَنْزِلَکَ وَاعْبُدْ رَبَّکَ حَتّٰی یَاْتِیَکَ الْیَقِیْنُ۔

"سکوت اختیار کر۔ اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے پروردگار کی عبادت میں

مصروف ہو جا یہاں تک کہ تجھے یقین حاصل ہو جائے۔ (یعنی آخری دم تک)"

حضرت حسین علیہ السلام کو جو ذمہ داری سپرد کی گئی تھی اس میں سے ایک یہ تھی کہ اپنے نفس کو خدا کے ہاتھوں فروخت کر دیا جائے۔ جس سے مراد یوم عاشورا کی جنگ تھی اس طرح اب شاید حسین علیہ السلام پر لازم آیا کہ وہ اس دن تمام عبادات منجملہ بدنی، قلبی، اختیاری، واجب، مستحبی اور اس کی تمام اقسام ان میں سے مشترکات و مختصات کو اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ایک مقام پر جمع کر دیں تاکہ خداوند عالم کے ساتھ اس معاملے کو حتمی شکل دی جائے اور اس کے عوض وہ تمام چیزیں حاصل کرلیں جن کا مخلوق کو دیا جانا ممکن ہے اور حق بھی یہ ہے کہ انہوں نے اپنا سب کچھ دے دیا اور اس کے صلہ میں خداوند عالم کی ظاہر و پوشیدہ الطافِ خاصّہ کو حاصل کیا۔ اس خرید و فروخت کی تفصیل اور عبادت کے بیان سے لازم آتا کہ اب ہم سید الشہداءؑ کی ان عبادات و خصوصیات کا ذکر کریں جو کتب فقہ میں لکھا ہے۔ اس کے بعد بیان کیا جائے گا کہ آپ نے ان عبادات پر کس طرح عمل کیا۔ پھر ان تمام خصوصیات کے باہم یکجا ہونے کا ذکر کیا جائے گا۔

طہارتِ ظاہری

جہاں تک سید الشہداء علیہ السلام کی خصوصی طہارتِ باطنی کا تعلق

ہے۔ آپ نے روز شہادت خصوصی طور پر وضو کیا اور وہ اس طرح کہ ہاتھوں کی مٹھی کو اپنے خون مبارک سے بھر کر اپنے چہرے کو دھویا اور پھر اپنے بالوں کو اسی خون سے خضاب کیا۔ تَیَمَّمَ صَعِیداً طَیِّباً مُبارَکاً۔ پھر پاکیزہ و مبارک مٹی سے تیمم کیا اور اس حالت میں اپنے چہرے کا مسح کیا جس سے دل تڑپ جاتا ہے۔ پھر پیشانی مبارک کو اس کی بارگاہ میں یہ بتانے کے لئے جھکا دیا کہ پروردگار میں نے اپنا سب کچھ تیری نذر کر دیا ہے۔

بابِ نماز

زیارتِ جامعہ میں مذکورہ ہے۔ وَاَقَمْتُمُ الصَّلٰوۃَ یعنی آپ نے نماز کو قائم کیا۔ جبکہ زیارتِ سید الشہداءؑ میں وَاَقَمْتَ الصَّلٰوۃَ کے الفاظ ہیں یعنی تو نے نماز قائم کی۔ نماز کا قائم کرنا ایسا امر ہے جو آپ ہی کی ذات سے مخصوص ہے۔ بہ تحقیق کہ آپ نے عاشورہ کے دن اور شبِ عاشورا چار مختلف حالتوں میں نماز ادا کی۔

۱۔ یہ نماز الوداعی نماز شب تھی کہ جب قومِ فاجر سے شبِ عاشور کی مہلت مانگی گئی۔

۲۔ دوسری نماز ظہر کی تھی جسے نمازِ خوف کی طرح ادا کیا گیا۔ نماز کو اس طرح ادا کرنا صرف سید الشہداءؑ ہی کا حق ہے۔ یہ نماز صلوٰۃِ عسفان، ذات الرقاع، بطن النخلہ اور نمازِ قصر سے مختلف تھی آپ کے بعض اصحاب نے

نمازِ قصر کو بھی قصر کیا۔ بایں معنی کہ ان میں سے بعض نماز ہی کے دوران زخموں سے چور ہو کر گر پڑے۔

۳۔ یہ قسم روح نماز سے عبارت ہے جو افعال، اقوال اور کیفیات نماز کے اسرار پر مشتمل ہے اس کی تفصیل کتاب "اسرار صلوٰۃ" میں درج ہے۔

۴۔ یہ نماز بھی سید الشہداءؑ ہی سے مخصوص تھی۔ اس نماز کی تکبیر، قرأت، قیام، رکوع، سجود اور تشہد کو خاص طریقے سے بجا لایا گیا۔ نماز کی تیاری اس وقت کی گئی جب آپ نے اِحرام باندھا اور گھوڑے سے زمین پر تشریف لائے۔ نماز کا قیام وہ تھا جب (صحرائے کربلا میں) پیادہ کھڑے تھے۔ اس نماز کا رکوع وہ تھا جب آپ خم ہو کر بار بار زمین پر گرتے اور پھر اٹھ کر کھڑے ہوتے۔ نماز کی قنوت وہ دعا تھی جب آپ بے یار ومددگار خدا سے اس طرح مخاطب تھے۔

اَللّٰھُمَّ مُتَعَالِ الْمَکَانِ، عَظِیْمَ الْجَبَرُوْتِ، شَدِیْدَ الْمِحَالِ، غَنِیًّا عَنِ الْخَلَائِقِ، اِنَّا عِتْرَۃُ نَبِیِّکَ وَوُلْدُ حَبِیْبِکَ، قَدْ غَرُّوْنَا وَخَذَلُوْنَا وَقَتَلُوْنَا......

"اے وہ خدا جو بلند مکان ہے، قہرِ عظیم کا مالک اور شدید سزا دینے والا اور تمام خلائق سے بے نیاز ہم تیرے نبیؐ کی عترت اور تیرے حبیبؐ کی اولاد ہیں۔ ہمارے ساتھی مغرور ہوگئے۔ مکر و حیلہ سے کام لئے گئے۔

ہمیں ذلیل کیا اور ہمیں قتل کیا گیا۔ اس نماز کی دعا اور سجدہ وہ تھا جب آپ نے اپنی پرنور پیشانی خاک پر رکھ دی تھی۔ تشہد و سلام کا وقت وہ تھا جب روحِ مقدس پرواز کرگئی۔ سرِ مطہرؑ کا نیزہ پر چڑھایا جانا گویا اس بات کا اعلان تھا کہ آپ نے سجدہ سے سربلند کیا اور پھر جب سرمبارک نیزے پر سورۂ کہف کی تلاوت اور دوسرے اذکار میں مصروف تھا وہ گویا اس نماز کی تعقیبات تھیں۔

بابِ صوم

سید الشہداءؑ اور اہلِ بیتِ اَطہارؑ کا روزہ

بہ تحقیق کہ روزہ کی بارہ شرائط ہیں۔ میں نے ان شرائط کی تفصیل کو ایک مستقل عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔ روزہ کی سب سے عظیم قسم وہ روزہ تھا جسے حضرت حسین علیہ السلام نے رکھا۔ جس دن آپ نے ہر قسم کی غذا اور پانی سے اجتناب کیا۔ خداوندِ عالم نے طے کیا کہ اب اس روزہ کو اپنے پیغمبر کے ہاتھوں افطار کرایا جائے گا۔ جبکہ حسین علیہ السلام اسی وقت افطار کا انتظار کر رہے تھے۔ آپ کے نورِ نظر جناب علی اکبر علیہ السلام نے بھی دمِ آخر اپنے والد بزرگوار سے یہی کہا تھا کہ هٰذَا جَدِّیْ بِیَدِہٖ کَاْسٌ مَذْخُوْرَۃٌ بابا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے جد گرامی کاسۂ آب لئے آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

تشییع جنازہ

ہر میت کو غسل وکفن اور حنوط دینا اور پھر اس پر نماز پڑھنا واجب ہے مگر جو شخص جہاد کرتا ہوا قتل ہو جائے اس پر نماز پڑھنا تو واجب ہے لیکن اس کے لئے حکم یہ ہے کہ شہید کو اس کے اپنے کپڑوں ہی میں دفن کردیا جائے۔ اسی طرح شہید کی تشییع جنازہ' میت کا اٹھانا اور میت سے متعلق دوسرے احکام کا بجالانا مستحب ہے لیکن حسین علیہ السلام اس قدر مجبور تھے کہ شہیدوں کے اجساد سے متعلق واجبات کو بھی ادا نہ کرسکے۔ آپ تمام شہیدوں کی لاشیں خیموں میں واپس نہ لا سکے۔ آپ نے بھرپور کوشش کی کہ لاشوں کو واپس لے آئیں تاکہ واجبات میں سے کمترین یعنی شہیدوں کی نماز جنازہ ہی پڑھ دی جائے۔ لیکن جہاں تک لاشوں کو دفن کرنے کا تعلق ہے' آپ نے تلوار سے طفل شیرخوار کی قبر بنائی جس کے گلے کو تیر جفا سے چھید دیا گیا تھا اور پھر اسے دفن کردیا۔ طفلِ شیرخوار کے دفن کی بعض ممکنہ وجوہات یہ ہوسکتی ہیں۔ (۱) ممکنہ طور پر ان مخصوص حالات میں شیرخوار کے دفن کی فرصت مل گئی ہو۔ (۲) دشمن معصوم کے سر کو تن سے جدا نہ کرسکیں۔ (۳) معصوم کی لاش تین دن تک زمین پر نہ پڑی رہے۔ (۴) گھوڑوں کی ٹاپوں اور اشقیاء کی پامالی سے بچایا جاسکے۔ (۵) شاید خود حسین علیہ السلام بچّے کی ماں اور دیگر اہلِ بیتؑ کے لئے بچے

کی لاش دیکھنے کا حوصلہ نہ ہوتا ہاں زین العابدین علیہ السلام کو اتنی فرصت مل گئی
کہ لاشوں کو یکجا کر سکیں۔ بلکہ آپ نے بعض لاشوں کو تلے اوپر رکھا۔
کبھی ایسا بھی ہوتا کہ لاشوں کو یہ نفسِ نفیس خود میدان سے اٹھا کر لاتے۔
اگر کوئی ساتھی میسر ہوتا تو کبھی جنازے کی مشایعت بھی ہو جاتی ورنہ
شہیدوں کی لاشوں کو قتل گاہ سے تن تنہا لے کر آتے۔ خود مشایعت بھی
کرتے اور تروتیجِ جنازہ کا فرض بھی بجا لاتے۔

راہِ خدا میں زکوٰۃ و صدقات

بہ تحقیق کہ یومِ عاشورا آپ نے بدن اور مال کی زکوٰۃ ادا کی۔ لیکن یہ
زکوٰۃ عشر و نقود کی زکوٰۃ نہ تھی جہاں زراعت کا دسواں یا مال کا ڈھائی
فیصد ادا کیا جاتا ہے۔ بلکہ اپنی کل ہستی پورا مال یہاں تک کہ پرانے
کپڑے تک جن کی کوئی قیمت نہ تھی راہِ خدا میں نثار کر دیا۔ شبِ عاشورا
اسیروں کو ہر بوجھ سے آزاد کرنے کے لئے وہ لباس تک دے دیئے گئے جن
کی قیمت ایک ہزار اشرفی کے برابر تھی۔

کتابُ الحج

حج کی ادائیگی

آپ کے حج کو دیگر خصوصی عبادات میں امتیازی مقام حاصل ہے۔

ہم اِنشاءَ اللہ متعلقہ عنوان کے ذیل میں اس موضوع کو بھی بہت جلد بیان کریں گے۔

بابِ جہاد

زیارتِ جامعہ میں فرمایا گیا۔ وَجَاهَدْتُمْ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ یعنی "آپ نے راہ خدا میں ایسا جہاد کیا جیسا جہاد کرنے کا حق ہے"۔ زیارتِ سید الشہداءؑ میں یہ جملہ وارد ہے۔ اَشْهَدُ اَنَّكَ قَدْ جَاهَدْتَ فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ نے راہِ خدا میں جہاد کیا جو جہاد کرنے کا حق ہے۔ جہاد کی خصوصیت سیدُ الشہداءؑ سے مخصوص ہو گئی ہے۔ ربِّ جلیل نے آپ کو جہاد کے ایسے خصوصی احکام تفویض کئے جو آپ سے پہلے کسی اور کو نہ دیئے گئے تھے جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ابتدائے اسلام میں جہاد کے لئے حکم تھا کہ ایک مسلمان دس کفار کا مقابلہ کرے۔ کچھ عرصہ بعد خداوندِ عالَم نے مسلمانوں کی کمزور صورتحال کے پیش نظر ایک فضل کیا اور ہر مسلمان کے لئے واجب قرار دیا کہ وہ دو کفار سے جنگ کرے۔ اس لحاظ سے جب مسلمانوں کی تعداد دشمنوں کے مقابلے میں صرف دس فیصد ہوتی تو ان پر جہاد واجب نہ ہوتا۔ لیکن سیدُ الشہداءؑ کے لئے کاتبِ تقدیر نے لکھ دیا تھا کہ انہیں تن تنہا تیس ہزار سے

زیادہ دشمنوں سے جنگ کرنی ہے۔

جہاد کا حکم بچوں اور بوڑھوں پر ساقط ہے۔ لیکن کربلا میں یہی جہاد جناب قاسمؑ اور عبداللہ بن حسنؑ جیسے بچوں پر بھی واجب تھا اور جناب حبیب بن مظاہرؓ جیسے بوڑھے مردوں پر بھی۔

شرائطِ جہاد میں سے ایک شرط یہ ہے کہ جنگ کرنے والے کی موت حتمی نہ ہو لیکن کربلا میں حسین علیہ السلام کے ہر جاں نثار کو یقین تھا کہ اسے قتل ہوجانا ہے۔ شبِ عاشورا سید الشہداءؑ نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔

اَشْهَدُ اَنَّكُمْ تُقْتَلُوْنَ جَمِيْعًا وَّلَا يَنْجُوْ اَحَدٌ مِّنْكُمْ اِلَّا وَلَدِیْ عَلِیٌّ۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ (کل) تم سب قتل کردیئے جاؤ گے اور میرے بیٹے علیؑ کے سوا کوئی اور زندہ نہ بچے گا"۔ اور جب جنگ کا موقع آیا تو اشقیاء نے جنگ اور جنگ کے قواعد سے متعلق خدائے تبارک وتعالیٰ کے تمام احکام کو نظرانداز کردیا۔ ان احکام میں سے ایک حکم یہ تھا کہ محترم شہروں میں جنگ نہ کی جائے لیکن کربلا جیسے قابلِ احترام شہر میں حسین علیہ السلام کے خلاف جنگ کی گئی۔

۲۔ احکامِ جہاد میں یہ بھی شامل ہے کہ کمسن بچوں اور عورتوں کو قتل نہ کیا جائے لیکن کربلا میں حسین علیہ السلام کے اطفال اور شیرخوار بچوں کو

بھی قتل کر دیا گیا۔ ان شیر خوار بچوں میں سے ایک کو اس وقت قتل کیا گیا جب آپ وداع ہوتے وقت اسے بوسہ دینا چاہتے تھے اور دوسرے کو اس وقت جب اس کے لئے پانی مانگا جا رہا تھا۔

۳۔ مسلمانوں کو جنگ کے وقت حکم دیا گیا تھا کہ کھلیانوں اور کھیتوں کو آگ نہ لگائی جائے لیکن کربلا میں اہل بیتؑ کے بعض خیموں کو سید الشہداءؑ کی زندگی ہی میں اور بقیہ خیموں کو آپ کی شہادت کے بعد اس ارادے سے آگ لگائی کہ اہلِ بیتِ اطہارؑ اس آگ میں زندہ جل جائیں۔

۴۔ احکامِ جنگ میں سے ایک حکم اتحاد کی حفاظت ہے۔ اور یہ کہ مدِّمقابل پر خواہ کافر ہی کیوں نہ ہو، یکبارگی حملہ نہ کیا جائے۔

۵۔ ظہر سے قبل جنگ کی ابتدا نہ کی جائے بلکہ جنگ کا آغاز وقت عصر کیا جائے تاکہ درمیان میں رات حائل ہو اور سپاہی خستگی محسوس نہ کریں۔

۶۔ اسلام نے معرکۂ قتال میں کُفّار کا سر کاٹنے اور اسے میدانِ جنگ میں ایک مقام سے دوسرے مقام تک منتقل کرنے کی اجازت دی ہے لیکن کسی کے لئے جائز قرار نہیں دیا کہ کٹے ہوئے سر کو گرچہ کافر ہی کا ہو، میدانِ جنگ سے باہر منتقل کرے۔

۷۔ قبیلہ کے بزرگ اور سردار کے لباس کو، ہرچند کافر ہو، نہ لوٹا جائے اور قتل کے بعد اس کے بدن کو عریاں نہ کیا جائے۔ جب ایمانِ کُل امیرالمومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام نے کُفرِ کُل یعنی عَمرو کو قتل کیا تو

آپ نے اس کی قیمتی زرہ کو ہاتھ تک نہ لگایا حالانکہ زرہ اسکے لباس کا جز نہ تھا۔ کسی نے جناب امیرالمومنینؑ سے اس امر کا سبب دریافت کیا تو آپ نے فرمایا۔ اِنَّہٗ کَبِیْرُ قَوْمِہٖ وَلَا اُحِبُّ ھَتْکَ حُرْمَتِہٖ وہ اپنے قبیلے کا سردار تھا مجھے پسند نہ تھا کہ اسکی توہین کی جائے۔ جب عمرو کی بہن اپنے بھائی کی لاش پر آئی اور اس نے دیکھا کہ اس کے لباس کو ہاتھ تک نہیں لگایا گیا تو اسے یقین ہوگیا کہ اس کے بھائی کا قاتل علیؑ ہے تو اس نے خوشی کا اظہار کیا جس کی دو وجوہات تھیں۔ پہلی وجہ یہ تھی کہ اس کے بھائی کا قاتل کفو کریم اور ایک معزز انسان تھا۔ اس بناء پر اس نے فی البدیہہ یہ شعر پڑھا ؎

لَوْ اَنَّ قَاتِلَ عَمْرٍو غَیْرَ قَاتِلِہٖ بَکَیْتُہٗ اَبَدًا مَادُمْتُ فِی الْاَبَدِ

"اگر عمرو کا قاتل علیؑ کے علاوہ کوئی اور ہوتا تو میں زندگی بھر اس پر گریہ کرتی۔" دوسری وجہ یہ تھی کہ جب اس نے دیکھا کہ بھائی کی لاش کی بے حرمتی نہیں کی گئی یہاں تک کہ اس کی قیمتی زرہ تک کو ہاتھ نہیں لگایا گیا تھا اس نے کہا۔ لارقت دمعتی ان اھرقتھا جب میں نے دیکھا کہ تیری لاش کی حرمت کا احترام رکھا گیا ہے تو میں تیرے قتل کی مصیبت کو بھول گئی۔ اس لئے اب میں تجھ پر نہ روؤں گی۔ بلکہ روایات میں یہاں تک وارد ہے کہ اس نے فرطِ مسرت سے یہ شعر پڑھا ؎

یَا اَخِیْ عِشْتَ طَوِیْلًا جَلِیْلًا مُکَرَّمًا ∴ وَقُتِلْتَ بِیَدِ جَلِیْلًا

مُختَرماً :

بھائی تم نے طویل عرصے عیش و آرام اور عزت سے بسر کیئے اور پھر ایک قابلِ احترام جلیل انسان کے ہاتھ قتل ہوئے۔ اس کے بعد اس نے دو شعر پڑھا جسے پہلے نقل کیا جاچکا ہے۔ اسی سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ اگر اس کے بھائی کا قاتل راعیہ معزی جیسے چرواہے کا بیٹا ہوتا جو برص کے مرض میں گرفتار اور پست ترین انسانوں میں سے تھا تو اس کے لئے کسی عظیم مصیبت کا باعث بنتا۔

۸۔ کُفّار کی لاشوں کا مُثلہ (ٹکڑا) نہ کیا جائے۔ امیرالمومنین علیہ السلام نے اولین و آخرین کے شقی ترین انسان ابن مُلجم کے لئے حکم دیا تھا کہ اِذَامِتُّ لَا تُمثلوا بِہٖ بَعْدِیْ میری موت کے بعد اس کی لاش کا مُثلہ (یعنی ٹکڑا) نہ کرنا۔ ایامِ جاہلیت کے کُفّار اور بُت پرست مسلمان مقتولین کی نسبت بھی اس حکم کو اپنے لئے قابل عمل سمجھتے تھے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ جب جنگِ اُحُد میں مسلمانوں نے فرار اختیار کیا تو ابوسفیان شہدائے اُحُد میں سے جناب حمزہ علیہ السلام کی لاش کے پاس آیا۔ اپنے نیزہ کو ان کے دھان مبارک پر رکھا اور ان کے قتل ہوجانے پر شماتت کرتے ہوئے کہنے لگا۔ ذُقْ یَا شَاقُ یَا عَاقُ۔ اے شاق اور اے عاق اب اس مصیبت کے ذائقہ کو چکھو۔ لیکن جب اس نے دیکھا کہ ان کی لاش کا مُثلہ کیا گیا۔ ان کی انگلیاں کاٹی دی گئیں اور شکم مبارک کو چیر کر کلیجہ باہر نکال

لیا گیا ہے تو اس نے بلند آواز سے پکار کر کہا۔ اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پیروکارو تمہارے مقتولین میں سے جن کی لاشوں کا مُثلہ کیا گیا ہے۔ وَاللّٰہِ مَا اَمَرْتُ بِھٰذَا وَلَا وَضِیْتُ بِہٖ۔ خدا کی قسم! میں نے ایسا کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور نہ ہی میں اس فعل قبیح سے راضی ہوں۔ لیکن اس فرزند زنا اور ابوسفیان کے خبیث نے پالک بیٹے ابوسفیان نے جو ظلم کیا وہ مُثلہ کرنے سے زیادہ بدتر تھا۔ اس نے عمر بن سعد کے نام خط میں یوں تحریر کیا۔

اِذَا قَتَلْتَ حُسَیْنًا فَاَوْطِئِ الْخَیْلَ ظَھْرَہٗ وَصَدْرَہٗ وَلَسْتُ اَرٰی اَنَّہٗ یَضُرُّ بَعْدَ الْمَوْتِ شَیْئًا لٰکِنْ عَلٰی قَوْلٍ قُلْتُ اِذَا قَتَلْتُہٗ فَعَلْتُ ذَالِکَ۔

یعنی حسین (علیہ السلام) کو قتل کرنے کے بعد ان کی پشت اور سینہ پر گھوڑے دوڑائے جائیں۔ مجھے معلوم ہے کہ مرنے کے بعد اس عمل سے ان کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچ سکتا۔ لیکن چونکہ میں پہلے ہی کہہ چکا تھا کہ ان کے قتل کے بعد ایسا کیا جائے گا اس لئے ان کے قتل کے بعد اس پر ضرور عمل کرانا چاہتا ہوں۔

۹۔ جب گرفتار کی عورتیں اسیر ہوجائیں تو انہیں ان کے وارثوں اور متعلقین کے کٹے ہوئے سروں کے پاس سے نہ گزرا جائے۔ جس وقت جناب صفیہؓ کو قید کرکے یہودی مقتولین کے کٹے ہوئے سروں کے نزدیک

لے جایا گیا تو اس منظر کو دیکھ کر جناب صفیہ لرزہ براندام ہو گئیں لیکن جب جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو آپ نے اس پر حضرت بلالؓ سے اپنی ناراضگی کا اظہار کیا لیکن آلِ محمد صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے اسیروں پر جو مصیبت نازل ہوئی وہ اس سے بدرجہا عظیم تر تھی۔ انہیں قیدی بنا کر قتل گاہ میں ان کے وارثوں کی لاشوں کے درمیان سے گزارا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کے وارثوں کے قاتلوں نے ایک مہینے سے زیادہ تک شہیدوں کے سروں کو ان کے روبرو رکھا۔

۱۰۔ اگر کافروں کی اسیر ہو جانے والی عورتیں سرداروں اور بادشاہوں کے خاندان سے ہوں تو انہیں فروخت کے لئے بازاروں میں نہ لایا جائے۔ اور دیگر کافر عورتوں کی مانند ملاء عام میں ان کا چہرہ ظاہر نہ کیا جائے۔ یہاں امام محمد باقر علیہ السلام کی ایک روایت نقل کی جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اِنَّہٗ اِذْ جَاءَ بِسَبَایَانَا اِلَی الشَّامِ مُکَشَّفَاتِ الْوُجُوْہِ قَالَ اَھْلُ الشَّامِ مَارَاَیْنَا سَبَایَا اَحْسَنَ وَجْھًا مِّنْ ھٰذِہِ السَّبَایَا۔

"جب ہم اسیروں کو بے حجاب شام میں لایا گیا تو اہلِ شام نے کہا ہم نے ان سے نورانی چہرے کے اسیر آج تک نہ دیکھے تھے"۔ مجلسِ یزید میں ایک شامی کا یہ کہنا کہ ھَبْ لِیْ ھٰذِہِ الْجَارِیَۃَ. اے امیر یہ کنیز مجھے

دے دے، شیعوں کے دلوں کو تڑپانے کے لئے یہی کافی ہے۔ یہ مصیبت کنیزوں کو بازار میں فروخت کرنے سے کہیں زیادہ عظیم ہے۔

اَمر بالمعروف و نہی اَز مُنکر

فروعات دین کے اس باب میں آپ پر کچھ ایسی خاص ذمہ داری عائد تھی جس کی ادائیگی پر آپ کے علاوہ کوئی اور مُکلّف نہ تھا۔ آپ پر یہ تکلیف اس لئے عائد تھی کہ آپ اس کے نقصانات اور ضرر رساں پہلوؤں سے سب سے بہتر واقف تھے۔ آپ نے اس ذمہ داری کو اس وقت بھی ادا کیا جب سر اقدس تن اطہر سے جدا کیا جا رہا تھا یعنی آپ نے قاتل کو دیکھ کر تبسم فرمایا اور پھر اسے نصیحت کی۔ اس طرح قتل کے بعد سر اطہر نے راہب کو اسلام کی طرف دعوت دی۔

مستحب عبادات، جیسے پانی پلانا اور اسکا ثواب

ظاہری طور پر پانی کا پلانا مستحب ہے لیکن اگر کافر پیاسا ہو یا حیوانات تشنہ ہوں تو ان کو پانی پلانا واجب ہے۔ یہی وہ اجر ہے جسے روز قیامت سب سے پہلے عطا کیا جائے گا۔ سید الشہداءؑ جب بھی کسی کو پیاسا دیکھتے تو فوراً پانی کا اہتمام کرتے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے دشمنوں اور ان کے جانوروں کو بنفسِ نفیس پانی پلایا۔ تاریخ نے اس واقعہ کو بھی رقم کیا جب آپ نے ذوالجناح کو مخاطب کرکے فرمایا۔ اِشْرِبْ وَاَنَا اَشْرِبُ

"اے رہوار پانی پی کر اپنی پیاس بجھا کہ میں بھی پانی پی لیتا ہوں"۔ کربلا میں سید الشہداءؑ نے ہر پیاسے کو پانی پلانے کی بھرپور کوشش کی۔ اپنے دست مبارک سے کنواں کھودا۔ کبھی پانی کے لئے اشقیاء کی طرف اپنا نمائندہ بھیجا اور کبھی اپنی زبان سے طلب آب کیا۔ دشمنوں سے پانی کی معمولی مقدار بلکہ ایک بوند پانی تک کا سوال کیا گیا لیکن وہ بھی نہ دیا گیا۔

کھانا کھلانے کی عبادت

سورۂ بلد میں قرآن مجید میں خدا ارشاد فرماتا ہے۔

اَوْ اِطْعَامٌ فِیْ یَوْمٍ ذِیْ مَسْغَبَۃٍ یَّتِیْمًا ذَا مَقْرَبَۃٍ اَوْ مِسْکِیْنًا ذَا مَتْرَبَۃٍ۔

"یا بھوک کے دن رشتہ دار یا یتیم یا نادار محتاج کو کھانا کھلانا"۔

بھوکے کو کھانا کھلانے کی اہمیت اس امر سے ظاہر ہے کہ خداوندِ عالم نے مذکورہ آیت میں اِطْعَام کے صلے میں ایک عذاب کو کم کرنے کا وعدہ کیا ہے لیکن حسین علیہ السلام کو روزِ عاشورہ ان امور سے بھی محروم رکھا گیا کیونکہ اس دن آپ کے پینے کے لئے پانی نہ تھا اور نہ کھانے کے لئے غذا۔ اس امر کی صداقت پر جناب سید سجّاد علیہ السلام کا یہ قول گواہ ہے جہاں آپ فرماتے ہیں۔

قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ جَائِعًا ، قُتِلَ ابْنُ رَسُوْلِ اللّٰہِ

عَطْشَانًا۔

یعنی فرزندِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو بھوکا قتل کیا گیا۔

فرزندِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کو پیاسا قتل کیا گیا لیکن چونکہ پیاس کی شدت ناقابلِ تصور تھی اس لئے بار بار اس کا سوال کیا گیا لیکن کسی تاریخ سے ثابت نہیں کہ ان میں سے کسی ایک نے بھی کبھی کھانا مانگا ہو کیونکہ کھانا مانگنا شرفاء کے لئے باعثِ ذلت ہے بلکہ اگر کبھی کھانا دیا بھی جائے تو اسے قبول نہیں کرتے۔ یہی وجہ تھی کہ جب اہلِ کوفہ اہلِ بیتؑ کے اطفال کو خرما اور اخروٹ دے رہے تھے تو مخدومۂ مکرمہ جناب ام کلثومؑ پکار پکار کر کہہ رہی تھیں۔ يَا اَهْلَ الْكُوفَةِ اِنَّ الصَّدَقَةَ عَلَيْنَا حَرَامٌ "اے کوفہ والو ہم اہلِ بیتِ رسولؐ پر صدقہ حرام ہے"۔ جناب ام کلثومؑ اور آپ کی ہمشیرہ جناب زینبؑ خاتون" ان دی گئی اشیاء کو بچوں سے لے کر ان کی طرف واپس کر رہی تھیں کیونکہ اس حالت میں غذا کا پیش کرنا اور وہ بھی صدقہ کی شکل میں ذلت و توہین کا باعث تھا اور ہر ایسی شے ان کے لئے حرام تھی۔

باب سلوک و مہربانی

والد کے لئے مستحب ہے کہ اپنی اولاد کے ساتھ شفقت و مہربانی کا سلوک کرے۔ خاص طور سے بیٹی کے ساتھ شفقت اور نیکی کرنا باعث

فضیلت ہے۔ سیدالشہداء علیہ السلام نے اس امر پر بہترین طریقہ سے عمل کیا۔ آپ اپنی چھوٹی بیٹی سکینہؑ سے بے حد محبت کرتے تھے۔ اسے دلاسا دیتے اور خوش رکھتے تھے۔ کبھی اسے بوسہ دیتے اور کبھی سر پر محبت بھرا ہاتھ پھیرتے تھے۔

دفعِ ظلم اور مظلوم کی مدد

یہ دونوں اُمور مستحباتِ دین میں شامل ہیں۔ آپ نے ان دونوں مستحبات کو جس انداز میں ادا کیا وہ آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے سزاوار نہ تھا۔ عصرِ عاشور جب اشقیاء نے اہلِ حرم کے خیموں کو گھیر لیا تو آپ نے دفعِ ظلم کے لئے انہیں مخاطب کر کے فرمایا۔ اُقْصُدُوْنِیْ بِنَفْسِیْ یعنی اے گروہِ اشقیاء اہلِ حرم کو نہ لوٹو اور اس کے بجائے مجھے اپنی تلواروں اور تیروں کی زد پر رکھو۔ لیکن جہاں تک مظلوم کی مدد کا تعلق ہے آپ نے یومِ عاشور اپنے بہترجاں نثاروں کی فریاد رسی کی۔ کربلا کا ہر شہید جب زخمی ہو کر گر پڑتا تو آپ کو اپنی مدد کے لئے پکارتا تھا اور آپ فوراً ہی زخمی ہونے والے کی بالین پر پہنچ جاتے۔ امامؑ جن افراد کی نصرت کو پہنچے ان میں سے بعض جاں نثاروں کا تعلق اہلِ بیتؑ سے تھا لیکن ان میں سے بعض کی نصرت امامؑ پر بے حد گراں تھی جن میں ان کے بھتیجے حضرت قاسم علیہ السلام شامل تھے۔ یہی وجہ تھی آپ فرماتے ہیں۔

عَزَّوَاللّٰہِ عَلٰی عَمِّکَ اَنْ تَدْعُوہ فَلَا یُجِیْبَکَ اَوْ یُجِیْبَکَ فَلَا یَنْفَعُکَ۔

"خدا کی قسم تیرے چچا پر وہ وقت کتنا سنگین ہے جب تو اسے مدد کے لئے پکارے اور وہ تیری مدد نہ کر سکے"۔ یا یہ کہ اس کی مدد تیرے کام نہ آ سکے۔ انشاءَ اللہ اس واقعہ کی تفصیل بعد میں بیان کی جائے گی۔

مومن کو خوش کرنا اور زیارتِ مومن

روایات کے مطابق ان دونوں کا تعلق افضل اعمال سے ہے۔ امام نے روزِ عاشور مومنین و مومنات کے دل کو بہلانے کے لئے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ کبھی تسلّی دیتے، کبھی محبت و شفقت فرماتے اور کبھی انہیں امر بہ صبر کرتے۔ لیکن چونکہ کربلا' بنیادی طور پر کرب وبلا کی سرزمین ہے اور یوم عاشورہ بھی بنیادی طور پر غم و اندوہ کا دن ہے' اس لئے ان کے دل مسرور نہ ہو سکے۔ لیکن جہاں تک زیارتِ مومن کا تعلق ہے' امام نے مختلف طریقوں سے اس کا حق ادا کر دیا۔

بیمار کی عیادت

روایات میں مومن کی عیادت کو پروردگار کی عیادت کے مثل قرار دیا گیا ہے۔ امامؑ نے اس امر کا حق اس طرح ادا کیا کہ کربلا میں جب

جاں نثار زخمی ہو کر آپ کو مدد کے لئے پکارتے تو آپ فوراً ان کی دادرسی کرتے اور ان کے سرہانے پہنچتے' ان کی عیادت کرتے اور پاس بیٹھ کر تسلی و تشفی دیتے۔ ان میں ایک حبشی غلام اور دوسرا ترک غلام بھی شامل تھا جنہوں نے آپ کی نصرت میں جان دیں لیکن جس وقت آپ ان کے سرہانے پہنچے ان کی رُوح عالَمِ بالا کی طرف پرواز کر چکی تھی۔ جن پکارنے والوں کی زندگی میں آپ ان کی مدد کو نہ پہنچ سکے ان میں آپ کا نوجوان بیٹا علی اکبرؑ بھی شامل تھا۔ جس نے باپ کے احترام کے پیش نظر انہیں مدد کے لئے نہیں پکارا۔ بلکہ صرف سلام کرنے پر اکتفا کیا۔ باپ کو بخوبی علم تھا کہ وہ اپنے نوجوان کو زندہ نہ دیکھ سکے گا۔ اور یہی ہوا۔ نوجوان بیٹے کی لاش پر پہنچ کر آواز دی۔ یَابُنَیَّ قَتَلُوکَ بیٹے تجھے ظالموں نے قتل کر دیا۔ آپ نے عیادت کی ایک اور مثال اس وقت قائم کی جب رخصت آخر سے پہلے بیمار بیٹے جناب سجادؑ کے سرہانے پہنچے۔ یہی آپ کی آخری عیادت تھی۔ اس واقعہ کی تفصیل کو باب شہادت کے ضمن میں بیان کیا جائے گا۔

تلاوت' ذکر اور دعا

حضرت حسین علیہ السلام گرچہ خود قرآنِ ناطق تھے لیکن روز و شب مسلسل تلاوت میں مصروف رہتے تھے۔ اس کے باوجود شوق کا عالم یہ تھا

کہ قومِ اشقیاء سے تلاوت قرآن اور دیگر امور کی ادائیگی کے لئے شب عاشور کی مہلت مانگی۔ تاریخ بتاتی ہے کہ عاشورا کی رات آپ کی تلاوت اور مناجات کو سن کر عمر بن سعد کے لشکر سے تیس سپاہی ضلالت و گمراہی کی راہ ترک کر کے لشکرِ حُسینؑ علیہ السلام سے ملحق ہو گئے۔ جنہوں نے بعد میں آپ ہی کے قدموں میں جان دی۔ سید الشہداءؑ نے روزِ عاشور متعدد مواقع پر قرآن کی تلاوت کی۔ آپ نے اس وقت بھی قرآن کی تلاوت کی جب نوجوان بیٹے نے شہادت کی اجازت طلب کی تھی۔ جس وقت سرِ انور کو نیزے پر بلند کیا گیا اس وقت بھی لوگوں نے اس سر کو سورۃ مبارک کہف کی تلاوت کرتے ہوئے پایا۔ جہاں تک اذکار کا تعلق ہے اس میں کوئی شک نہیں کہ عصر تاسوعا سے لے کر عصر عاشورا تک، جگر گوشۂ سرورِ کونینؐ کا ہر عمل، ہر قول اور ہر حرکت ذکرِ خدا اور ایفاءِ عہد و میثاق پر مبنی تھا۔ یہاں تک کہ انہوں نے امانت کو اس کے اہل کے سپرد کر دیا۔ اگرچہ مصیبت کے اس موقع پر زندگی کی ہر ضرورت حتیٰ کہ آب و غذا تک سے محروم تھے اور پیاس کی شدّت سے زبان مبارک خشک ہو چکی تھی لیکن اس کے باوجود ذکرِ خداوندِ رحمٰن میں مسلسل رطبُ اللّسان تھے۔

جہاں تک دعا کا تعلق ہے اس کے لئے شبِ عاشور مہلت مانگی اور اول شب سے لے کر صبحِ عاشور تک دعاؤں میں مصروف رہے۔ لیکن جب صبح کے آثار نمودار ہوئے تو یہ دعا پڑھی۔

اَللّٰھُمَّ اَنْتَ ثِقَتِیْ فِیْ کُلِّ کَرْبٍ وَّرَجَائِیْ فِیْ کُلِّ شِدَّۃٍ
وَاَنْتَ لِیْ فِیْ کُلِّ اَمْرٍ نَزَلَ بِیْ ثِقَۃٌ وَّعُدَّۃٌ کَمْ مِّنْ کَرْبٍ
یَضْعُفُ مِنْہُ الْفُؤَادُ وَتَقِلُّ فِیْہِ الْحِیْلَۃُ وَیَخْذُلُ فِیْہِ الصَّدِیْقُ
وَیَشْمَتُ فِیْہِ الْعَدُوُّ اَنْزَلْتُہٗ بِکَ وَشَکَوْتُہٗ اِلَیْکَ رَغْبَۃً
مِّنِّیْ اِلَیْکَ عَمَّنْ سِوَاکَ فَفَرَّجْتَہٗ وَکَشَفْتَہٗ فَاَنْتَ وَلِیُّ کُلِّ
نِعْمَۃٍ وَّصَاحِبُ کُلِّ حَسَنَۃٍ وَّمُنْتَھٰی کُلِّ رَغْبَۃٍ۔

"پروردگار تو ہر مصیبت میں میرے لئے جائے پناہ ہے اور ہر شدت
وسختی میں میرے لئے باعثِ امید' ہر پیش آنے والے امر میں تو ہی میرے
لئے دادرس ہے۔ میں تجھ ہی میں پناہ حاصل کرتا ہوں۔ ایسی کتنی مصیبتیں
اور بلائیں ہیں جن کے بالمقابل قلب کمزور ہے جس کے لئے کوئی چارہ
نہیں ملتا۔ جن میں دوست مدد سے بے بس ہیں اور دشمن شماتت کرتے
ہیں۔ میں تجھ سے رجوع کرتا ہوں اور تجھ ہی سے شکایت کرتا ہوں اس
چاہت کے سبب جو تجھ سے ہے۔ تیرے بغیر میرے لئے نجات نہیں۔ تو ہی
نے مجھ سے ہر مصیبت کو دور کیا ہے۔ تو ہر نعمت کا ولی اور کل نیکیوں کا
مالک اور ہر چاہت کی انتہا ہے"۔

جب آپ زمین گرم کربلا پر پڑے تھے اس وقت اس دعا کی تلاوت
فرما رہے تھے۔ اَللّٰھُمَّ مُتَعَالِ الْمَکَانِ...... اِنَّا عِتْرَۃُ

نَبِیِّکَ وَوَلَدُ حَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ۔

دعا اور اس کا مکمل ترجمہ باب نماز میں درج کیا جا چکا ہے۔

عبادات قلبیہ و صفات حمیدہ

حضرت سید الشہداء علیہ السلام نے روز عاشورا اپنے کردار سے بہترین مثالیں قائم کیں۔ اس لئے ہم سب سے پہلے ان کی سیرت و کردار کے ان نمونوں کو پیش کریں گے جو خداوند عالم کی طرف سے اپنے انبیاء و رُسل کے لئے مخصوص ہیں۔ روایات میں ان صفات کریمہ کی تعداد بارہ بتائی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

ا۔ یقین

حسین بن علی علیہ السلام یقین کی بلند منزل پر فائز تھے۔ حقیقت میں یقین کا تقاضا یہ ہے کہ نفس کو دنیا کی لذات اور شہوات سے کوئی دلچسپی نہ رہے۔ سید الشہداءؑ نے مدینے سے کربلا تک سفر کے دوران اپنے دوستوں کو جو خطوط تحریر کئے ان میں سے ایک خط اپنے بھائی اور خاندان بنی ہاشم کے دوسرے افراد کے نام تھا۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

مِنَ الْحُسَیْنِ بْنِ عَلِیٍّ اِلٰی اَخِیْہِ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِیٍّ وَمِنْ قِبَلِہٖ مِنْ بَنِیْ هَاشِمٍ اَمَّا بَعْدُ فَکَانَ الدُّنْیَا لَمْ تَکُنْ وَالْاٰخِرَةَ

لَمْ تَزَلْ ۔ "یہ خط حسینؑ بن علیؑ کی طرف سے اپنے بھائی محمد بن علی (حنفیہ) اور بنی ہاشم کے دیگر افراد کے نام۔ بہ تحقیق کہ یہ دنیا ایسی ہے جیسی کہ نہ تھی، جبکہ آخرت کو زوال نہیں"۔ پس معلوم ہوا کہ آپ کا دنیا کو عدم اور غیر موجود قرار دینا گویا اس بات کا اظہار ہے کہ آپ کا دل دنیا کی محبت سے خالی تھا۔

۲۔ رضا بہ قضا

یہ وہ صفت ہے جو آپ میں بدرجۂ اَتم موجود تھا۔ آپ مکہ معظمہ چھوڑتے وقت فرما رہے تھے۔

کَاَنِّیْ بِاَوْصَالِیْ تَقْطَعُهَا عُسْلَانُ الْفَلَوَاتِ بَیْنَ النَّوَاوِیْسِ وَکَرْبَلَا، رِضَی اللّٰهُ رِضَانَا اَهْلَ الْبَیْتِ۔

"گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ نواویس اور کربلا کے درمیان جنگل کے بھیڑیے میرے بدن کے ٹکڑے کر رہے ہیں۔ پس خدا جس چیز سے راضی ہے اس سے ہم اہل بیت" بھی راضی ہیں"۔ حسین علیہ السلام اس امر پر راضی تھے کہ راہِ خوشنودیٔ حق میں بدن کے اعضاء الگ الگ کر دیئے جائیں۔ جسم مبارک زخموں کی کثرت سے چور چور ہو اور بدن کی ہڈیاں ٹکڑے ٹکڑے کر دی جائیں۔

۳۔ سخاوت

حسینؑ علیہ السلام روزِ عاشورا سخاوت کے اس معراج پر تھے جہاں آپ نے نہ صرف جان و مال بلکہ اپنی پوری ہستی کو راہ خدا میں قربان کردیا۔

۴۔ شجاعت

سیدالشہداءؑ پیغمبراکرم صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شجاعت کے وارث تھے۔ روایات بتلاتی ہیں کہ آپ نے روز عاشورا ایسی بے مثال شجاعت کا مظاہرہ کیا جو لوگوں کے لئے ضرب المثل بن گئی۔ ہم دوسرے افراد کی طرح یہ نہیں کہتے کہ آپ اپنے والد بزرگوار جناب حیدرِکرارؑ سے زیادہ شجاع تھے بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار اور دیگر شجاعانِ روزگار کو کوئی ایسی جنگ درپیش نہ آئی جہاں ایسی شجاعت کا مظاہرہ کیا جاتا۔ عبداللہ بن عمار فرماتے ہیں۔

مَارَأَیْتُ مکثوراً قطّ قد قُتِلَ ولدُہٗ واھلُ بیتہٖ واصحابُہٗ اربط جاشاً منہُ

"میں نے کبھی ان سے زیادہ کسی ایسے مغلوب اور تنہا کو نہیں دیکھا جس کی اولاد، اہلِ بیتؑ اور ساتھیوں کو قتل کردیا گیا ہو۔ باوجود اس کے وہ اس قدر دلیر اور باوقار ہو"۔ تاریخ نے لکھا کہ اشقیاء کی تعداد تیس ہزار

سے زیادہ تھی۔ لیکن جب حسین علیہ السلام نے حملہ کیا تو دشمن کی فوج ٹڈیوں کی مانند پسپا ہو کر بکھر گئی۔ اگرچہ فوج کے فرار اور پسپائی میں آپ کی بیعت وصولت کا بھی دخل تھا لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ تیس ہزار سے زیادہ کی فوج پر تن تنہا حملہ کرنا آپ کے کمال شجاعت پر دلیل ہے۔

۵۔ حضرت حسین علیہ السلام کا وقار و اطمینان

روز عاشورا آپ وقار و اطمینان کی تصویر تھے۔ روایت کے الفاظ میں کُلَّمَا اشْتَدَّ الْاَمْرُ عَلَیْہِ یَوْمَ عَاشُورَاءَ کَانَ یَکْثُرُ وَقَارُہٗ وَیَزِیْدُ اطْمِیْنَانُہٗ وَیُشْرِقُ لَوْنُہٗ ۔ "روزِ عاشورا آپ کی مصیبت جیسے جیسے بڑھتی جاتی اسی طرح آپ کے وقار و حکمت میں اضافہ ہوتا رہتا اور چہرے کی تابندگی بڑھتی رہتی۔

۶۔ آپ کی رقتِ قلب

آپ مزاجاً "رقیقُ القلب" تھے۔ اپنے اصحاب کی مشکلات ومصائب کو دیکھ کر دل تڑپ اٹھتا اور ان کو درپیش مصائب ومشکلات کے حل کے لئے انتہائی کوشش کرتے لیکن کربلا میں خود آپ پر جو مصائب وارد ہوئے ہیں وہ خون کے آنسو رلانے کے لئے کافی ہیں۔ جس انسان کے رقت قلب کا یہ عالم ہو اس وقت اس کی کیفیت کیا ہوگی جب وہ اپنے بھتیجے کو میدانِ کارزار کی طرف جاتا ہوا دیکھ رہا تھا۔ جب آپ نے اپنے یتیم،

مصیبت زدہ اور پیارے بھتیجے کو مائل بہ جنگ دیکھا تو آپ پر رقت طاری ہوئی اور اتنا روئے کہ نزدیک تھا کہ غش کر جائیں اب آپ اندازہ لگائیں کہ ایسے انسان کی اس وقت کیا حالت ہوئی ہوگی جب اس نے دیکھا کہ بھتیجے کی لاش گھوڑوں کی ٹاپوں سے کچل کر ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہے۔

۷۔ حِلمِ حُسینی

آپ کے مقام حلم کو ظاہر کرنے کے لئے یہی کافی ہے کہ آپ نے تیر و شمشیر کے زخم پر زخم کھائے اور عظیم مصیبتوں کے باوجود ظالموں کے لئے بددُعا نہ کی لیکن جب آپ پر زبان کے ایسے زخم لگائے گئے جو تیر و شمشیر کے زخموں سے زیادہ کاری تھے تو آپ کا مزاج متغیر ہو گیا اور اس وقت آپ نے ان کے لئے بددعا کی۔ مالک بن یسر ان اشقیاء میں سے ایک تھا جس نے امام کو تلوار سے زخمی کیا لیکن امامؑ نے اسے بددُعا نہ دی لیکن جب اس نے ناسزا کہا تو اس پر نفرین کی۔ امامؑ کا یہ عمل حلم سے متصادم نہیں کیونکہ تذلیل برداشت کرنا حِلم نہیں بلکہ ذلتِ نفس ہے۔ یہی وجہ ہے کہ امامؑ نے فرمایا۔ اَلْمَوْتُ خَیْرٌ مِّنْ رُکُوْبِ الْعَارِ "شربتِ مرگ کا پینا ذلت و عار برداشت کرنے سے زیادہ بہتر ہے"۔

۸۔ حُسنِ خُلق سیدُالشہداء علیہ السلام

اگرچہ آپ زندگی بھر حسنِ خلق کے لئے مشہور تھے لیکن شبِ عاشورا

اور روزِ عاشورا میں آپ نے حُسنِ اخلاق کے جو نمونے دکھلائے وہ انہی سے مخصوص ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ انتشار ہوش وحواس کے تمام اسباب مہیا تھے، مگر اس کے باوجود آپ نے اصحاب، اہل وعیال، خدمت گزاروں، غلاموں اور کنیزوں سے جو بہترین سلوک کیا وہ ہر صاحبِ چشمِ بصیرت کے لئے باعثِ تعجب ہے۔ ان حالات میں سب کے لئے پانی مہیا کرنا اور جنّات کو اپنی نصرت سے روکنا عجیب واقعات ہیں لیکن ان سب سے زیادہ قابلِ تعجب وہ واقعہ ہے جب شمرِ لعین گفتگو کے لئے جناب سید الشہداء علیہ السلام کے پاس آیا۔ اصحاب میں سے کسی نے چاہا کہ اسے تیر سے ہلاک کردے تو آپ نے فرمایا۔

لَا تَرْمِهِ فَاِنِّیْ لَا اَبْدَأُ بِالْقِتَالِ۔ "خبردار تیر نہ چلانا کہ میں از خود جنگ کی ابتدا نہیں کرنا چاہتا۔"

۹۔ غیرتِ حسینیہ

اس موضوع پر آپ کے نفس اور اہل وعیال کی نسبت سے اشارہ کیا جائے گا۔ اشرفِ مخلوقات کے اس نورِ چشم نے اشقیاء پر حملوں کے وقت نظم اور نثر میں جو مطالب ارشاد فرمائے وہ آپ کی غیرت نفس پر دلیل ہیں۔ لیکن روزِ عاشورا کی وہ کیفیت قلب مومن کو پگھلانے کے لئے کافی ہے جب آپ صالح بن وہب ملعون کی ایک ضرب سے داہنے پہلو پر

گھوڑے سے زمین پر گر پڑے مگر جب شماتتِ اعدا اور اہل و عیال کا خیال
آیا تو دوبارہ اٹھ کھڑے ہوئے لیکن جسم مبارک پر زخموں کی شدت کی بناء
پر پھر زمین پر بیٹھ گئے۔ اس اثناء میں اشقیاء نے چاروں طرف سے گھیر لیا
اور تیروں اور تلواروں کے اتنے زخم لگائے کہ زمین کربلا پر بیٹھا بھی نہ
گیا۔ اس خیال سے کہ دشمن انہیں خاک پر پڑا دیکھ کر شماتت نہ کریں۔
بار بار اٹھتے تھے اور پھر گر پڑتے تھے لیکن اہل و عیال کی نسبت غیرت کا یہ
عالم تھا کہ انہیں محفوظ رکھنے کے لئے خیموں کے اطراف خندق کھدوا کر
اس میں آگ روشن کی۔ جس وقت آپ زخموں سے چور ہو کر زمین کربلا پر
پڑے تھے اور اعدا خیموں کا رخ کر رہے تھے تو کئی مرتبہ پکار کر کہا اے
اشقیاء ابھی حسینؑ زندہ ہے اور تم خیموں کو لوٹ رہے ہو! علاوہ ازیں
جب آپ نے حملہ آخر کیا اور فوجیں تتر بتر ہو کر دریا پر سے ہٹ گئیں تو
آپ نے مٹھی میں پانی لیا اور دھان اقدس کے نزدیک لے گئے مگر جب
کسی شقی کی یہ آواز آئی کہ اب خیموں کو لوٹ لو تو شدت تشنگی کے باوجود
پانی کو زمین پر گرا کر خیموں کی طرف متوجہ ہوئے۔

۱۰۔ قناعتِ حسینیہ

حسین بن علیؑ نے قناعت کی مثال قائم کرکے اہلِ دنیا پر حجت تمام
کردی۔ اہل و عیال کو ساتھ لے کر وطن کو ترک کیا۔ قناعت کی حد یہ تھی

کہ اپنا تمام مال و متاع راہِ حق میں نثار کر دیا اور وقت آخر صرف ایک بوسیدہ قمیص پر قناعت کی جس میں نہ کوئی کشش تھی اور نہ ہی قیمت۔

۱۱۔ صبرِ حسینؑ

یہ صفت آئمہ معصومین علیہم السلام کی امامت کی بنیاد ہے جس کی بنا پر خداوندعالم نے ان کے لئے اجر قرار دیا ہے۔ ربِ جلیل قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا۔ وَجَزَاهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا۔ (سورۂ سجدہ۔ آیت ۲۴، سورۂ دہر۔ آیت ۱۲)

"اور ہم نے ان کو امام قرار دیا جو ہمارے امر سے ہدایت کرتے ہیں۔ جب انہوں نے صبر کیا تو ان کے صبر کے بدلے (بہشت کے) باغ اور ریشم (کی پوشاک) عطا فرمائے گا"۔ مجمع الاخوان میں سندِ معتبر سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے۔ آپ فرماتے ہیں شبِ معراج حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر یہ وحی نازل کی۔

اِنَّ اللّٰهَ يَخْتَبِرُكَ بِثَلَاثٍ لِيَنْظُرَ كَيْفَ صَبْرُكَ۔

"بہ تحقیق کہ خداوندعالم تین چیزوں سے تمہاری آزمائش کرے گا تاکہ تمہارے صبر کی انتہا کا اندازہ ہو۔

فَقَالَ اُسَلِّمُ اَمْرَكَ وَلَا قُوَّةَ لِيْ عَلَى الصَّبْرِ اِلَّا بِكَ۔

"اس نے عرض کیا پروردگار تیرے امر پر سر تسلیم خم ہے لیکن مجھے صبر پر طاقت نہیں مگر تیرے سبب اور توفیق سے"۔

فَاَوْحیٰ اَنَّہٗ لَابُدَّ اَنْ تُؤْثِرَ فُقَرَاۃَ اُمَّتِکَ عَلٰی نَفْسِکَ۔

"پھر خداوندِ عالم نے وحی کی کہ اپنی امت کے فقراء کی راحت و آرام کو اپنے نفس پر ترجیح دینا ہوگا"۔ پیغمبرؐ نے جواب دیا۔

اُسَلِّمُ ذَالِکَ وَاَصْبِرُ "پروردگار تیرا امر تسلیم۔ میں اس پر صبر کروں گا"۔ فرمایا۔ وَلَا بُدَّ اَنْ تَتَحَمَّلَ الْاَذٰی وَالتَّکْذِیْبَ۔ "تجھے کفار کی اذیت و تکذیب کا سامنا کرنا ہوگا اور صبر و تحمل کرنا پڑے گا"۔ عرض کی۔ اُسَلِّمُ وَاَصْبِرُ۔ "مجھے منظور ہے میں صبر کروں گا"۔ فرمایا۔

وَلَا بُدَّ اَنْ تُسَلِّمَ لِمَا یُصِیْبُ اَھْلَ بَیْتِکَ فَاَمَّا اَخُوْکَ فَیُغْصَبُ حَقُّہٗ وَیُظْلَمُ وَیُقْھَرُ۔ "اپنے اہلِ بیتؑ پر مصائب کو برداشت کرنا ہوگا۔ تیرے بھائی کے حق کو غصب کیا جائے گا۔ اس پر ظلم و تعدّی روا رکھی جائے گی"۔

وَاَمَّا بِنْتُکَ فَتُظْلَمُ وَتُحْرَمُ وَتُؤْخَذُ وَتُضْرَبُ وَھِیَ حَامِلٌ وَیُدْخَلُ عَلٰی حَرِیْمِھَا بِغَیْرِ اِذْنٍ۔

"تیری بیٹی پر ظلم کیا جائے گا۔ اس کا حق چھینا جائے گا اور اس پر مارا جائے گا جبکہ وہ حاملہ ہوگی۔ ظالم ان کے گھر میں بغیر اجازت داخل

ہو جائیں گے؟"

وَاَمّا وَلَدَاکَ فَیُقتَلُ اَحَدُھُما غدراً وَیُسْلَبُ وَیُطْعَنُ وَالْاٰخَرُ تدعوہُ اُمَّتُکَ ثُمَّ یَقتُلُوہُ صَبْرًا وَیَقْتُلُونَ وُلْدَہٗ وَمَنْ مَعَہٗ مِنْ اَھْلِ بَیْتِہٖ ثُمَّ یَسْبُونَ حُرَمَہٗ۔

"تیرے دو فرزندوں میں سے ایک کو دھوکہ وفریب سے قتل کردیا جائے گا۔ اُسے لوٹ لیا جائے گا جبکہ دوسرے کو تیری امت اپنی طرف بلائے گی۔ پھر اسے اور اس کی اولاد کو گھیر کر قتل کردے گی۔ جو لوگ ان کے ساتھ ہوں گے وہ بھی قتل کردیے جائیں گے۔ اس کے اہل بیتؑ کو لوٹ لیا جائے گا"۔ جواب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔فَقَالَ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اُسَلِّمُ اَمْرِیْ اِلَی اللّٰہِ وَاَسْئَلُہُ الصَّبْرَ۔ "ہم اللہ ہی کے لئے ہیں اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ پروردگار تیرا امر تسلیم۔ میں اس پر صبر کی دعا کرتا ہوں"۔

اب مؤلف کہتا ہے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان تمام پر صبر کیا لیکن جب حسین علیہ السلام کا ذکر آیا تو آپ گریہ کو ضبط نہ کرسکے۔ یہاں گریہ صبر سے متصادم نہیں بلکہ محبت اور رقتِ قلب پر دلیل ہے۔ کبھی نہ دیکھا گیا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنی یا اپنے اہلِ بیتؑ کی مصیبتوں پر روئے ہوں۔ لیکن یہ ضرور تھا کہ جب بھی حسین علیہ السلام کا خیال آتا یا آپ انہیں دیکھتے تو گریہ غالب آجاتا۔

کبھی ایسا بھی ہوتا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حضرت امیرالمومنین علیہ السلام سے فرماتے تھے کہ حسین کو تھام لو۔ اس کے بعد حسین علیہ السلام کے گلوئے مبارک پر بوسے دیتے اور گریہ فرماتے۔ جب کسی نے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گریہ کا سبب پوچھا تو فرمایا: میں ان مقامات پر بوسہ دے رہا ہوں جہاں تلوار سے اذیت پہنچائی جائے گی۔

صرف یہی نہیں بلکہ جب بھی بڑے نواسے کو خوش یا محزون دیکھتے تو گریہ فرماتے۔ جب آپ نئے کپڑے زیب تن کرتے تب بھی گریہ کرتے۔ اس پر حضرت علی و فاطمہ و حسن سلام اللہ علیہم بھی رونے لگتے۔ یہ تحقیق کہ جب سید الشہداءؑ رخصتِ آخر کے لئے حرم سرا میں داخل ہوئے تو اپنے اہلِ بیتؑ کو صبر کی تلقین کی اور فرمایا میرے بعد اپنے گریبان کو چاک نہ کرنا۔ اپنا سر اور منہ نہ پیٹنا اور بددعا نہ کرنا۔ پھر فرمانے لگے میں رونے سے منع نہیں کرتا۔ لیکن ایک وقت ایسا بھی آیا جب اپنی چہیتی بیٹی سے فرمایا۔ "بیٹی نہ رو کہ تیرے رونے سے میرا دل تڑپ اٹھتا ہے۔"

لَا تُحرِقِی قَلبِی بِدَمعِکِ حَسرَۃً :: مَادَامَ مِنِّی الرُّوحُ فِی جُثمَانِی ::

فَاِذَا قُتِلتُ فَانتِ اَولٰی بِالَّذِی :: تَاتِینَہُ یَا خِیرَۃَ النِّسوَانِ ::

"بیٹی سکینہ جب تک میرے جسم میں روح باقی ہے اس وقت تک اپنے اشک حسرت سے میرے دل کو نہ تڑپاؤ۔ لئے عورتوں میں بہترین جب مجھے قتل کر دیا جائے اس کے بعد مجھ پر رونا زیادہ بہتر ہو"۔ لیکن سید الشہداءؑ کے صبر پر عقل بھی حیران ہے۔ روایت کے الفاظ کے مطابق وَلَقَدْ عَجِبَتْ مِنْ صَبْرِکَ مَلَآئِکَۃُ السَّمٰوٰتِ۔ "آپ کے صبر پر آسمان کے ملائکہ کو بھی تعجب ہوا"۔ اور اگر ان کے صبر کے مقام کو جاننا چاہو تو اس وقت کو یاد کرو جب آپ کا بدن مبارک کربلا کی جلتی ریت پر پڑا تھا۔ بدن اطہر بے شمار تیروں سے پارہ پارہ تھا۔ ضرب ہائے اعدا سے سر انور شق ہو چکا تھا۔ جبینِ مبارک شکست اور چشمِ اطہر تیرہائے سہ شعبہ سے فگار تھا۔ ایک تیر حلقوم پر اور ایک تیر گلوئے زیبا پر پیوست تھا شدت تشنگی سے زبان مجروح، جگر سوزاں اور گوہر صفت ہونٹ خشک ہو چکے تھے۔ چاروں طرف شہیدوں کی بکھری ہوئی لاشیں دیکھ کر کلیجے سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ بچوں اور مخدراتِ عصمت کے رونے کی آوازوں سے دل پریشان تھا۔ زرعہ بن شریک کی ضرب سے ایک ہاتھ کٹ چکا تھا۔ پہلوئے مبارک میں نیزہ پیوست تھا۔ سرِ انور اور محاسنِ مطہر خون سے خضاب تھے۔ ایک طرف سے اعدا کی شماتت اور ناسزا گوئی اور دوسری طرف اہل و عیال کے نالہ و فریاد کی صدا آرہی تھی۔ جب آنکھیں کھولتے تو شہیدوں کے کٹے اوپر رکھی ہوئی لاشوں پر نظر پڑتی تھی۔ ان تمام مصائب پر نہ آہ بھرتے اور

نہ آنکھوں سے اشک جاری ہوئے بلکہ اپنے پروردگار کی بارگاہ میں اس طرح مصروفِ مناجات تھے۔ صَبْرًا عَلٰی قَضَائِکَ لَا مَعْبُوْدَ سِوَاکَ یَا غِیَاثَ الْمُسْتَغِیْثِیْنَ۔ "پروردگار میں تیری قضا پر صبر کرتا ہوں نہیں کوئی معبود تیرے سوا اے فریادیوں کے فریاد رس"۔ زیارت کے الفاظ میں وارد ہے۔

وَقَدْ عَجِبَتْ مِنْ صَبْرِکَ مَلٰٓئِکَۃُ السَّمٰوٰتِ۔ جبکہ جناب سید سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں۔

کُلَّمَا کَانَ یَشْتَدُّ الْاَمْرُ کَانَ یُشْرِقُ لَوْنُہٗ وَتَطْمَئِنُّ جَوَارِحُہٗ فَقَالَ بَعْضُہُمْ اُنْظُرُوْا کَیْفَ لَا یُبَالِیْ بِالْمَوْتِ۔

"جیسے جیسے مصائب شدت اختیار کرتے۔ چہرے مبارک کی تجلی میں اضافہ ہوتا اور اعضاء وجوارح سے اطمینان جھلکتا تھا۔ ان میں سے ایک دوسرے کو کہتے تھے دیکھو اس انسان کو کہ اسے موت کا کوئی خوف نہیں"۔

گریہ سیدُالشہداء علیہ السلام

البتہ جہاں تک گریہ کا تعلق ہے سید الشہداءؑ نے کربلا میں چھ مقامات پر گریہ کیا۔ ہوسکتا ہے گریہ کا سبب درج ذیل وجوہات میں سے کوئی ایک ہو۔

ا۔ مصائب اہل بیتؑ پر رونا بنیادی طور پر عبادت میں شامل ہے۔

ب۔ آپ واضح طور پر محسوس کر رہے تھے کہ دین کو خطرہ درپیش ہے اور اگر آپ نے قیام نہ کیا تو دین مٹ جائے گا۔

یہی وجہ زیادہ مستند معلوم ہوتی ہے کیونکہ ان میں بشری فطرت کے تقاضے موجود تھے۔ انہیں بھوک اور پیاس کا بھی احساس ہوتا تھا جبکہ نازل ہونے والی مصیبتوں پر ان کا دل بھی تڑپتا تھا جناب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق روایت ہے کہ جب آپ کے فرزند نے وفات پائی تو آپ نے فرمایا۔

تَحْرِقُ الْقَلْبُ وَتَدْمَعُ الْعَيْنُ وَلَا نَقُولُ مَا يُسْخِطُ الرَّبَّ۔

"بیٹے کی موت پر قلب جل رہا ہے اور آنکھوں سے آنسو رواں ہیں مگر میں کوئی ایسی بات نہ کہوں گا جس سے میرا رب ناراض ہو جائے"۔

لیکن سید الشہداء علیہ السلام کے سلسلے میں کاش میں جان سکتا کہ کیا ان حالات میں بھی ان کے لئے ممکن تھا کہ وہ گریہ نہ کریں؟ جبکہ زمین اس وسعت کے باوجود ان پر تنگ کر دی گئی تھی۔ اصحاب و انصار و اولاد سب کو قتل کر دیا گیا تھا اور خود تنہا اپنے اہل و عیال کے ہمراہ خیموں میں محصور ہو چکے تھے۔ سب پر پانی بند کر دیا گیا تھا۔ بچے پیاس کی شدت سے بلک رہے تھے۔ ان میں عورتیں اور بیمار بھی شامل تھے۔ ایسے میں جب پیاس کی شدت اور مصائب کی فراوانی سے جان نکلی جا رہی تھی تو آپ نے

میدان میں نکلنے کا تہیہ کر لیا۔ اہلِ بیتؑ کو مخاطب کر کے فرمایا۔ تَهَيَّئُوا لِلْأَسْرِ "اب اسیری کے لئے تیار ہو جاؤ"۔ سب کو صبر کی تلقین کی۔ رونے پر تسلیاں دیں اور فرمایا نہ روؤ۔ سب کو خدا حافظ کہہ کر جب خیمے سے نکلنا چاہتے تھے تو آپ کی معصوم بچی فرطِ محبت سے مغلوب ہو کر برہنہ، ننگے پیر پیچھے سے دوڑتی ہوئی آئی اور عبا کے دامن کو پکڑ کر کہنے لگی۔ مَهْلاً مَهْلاً تَوَقَّفْ حَتّٰى اَتَزَوَّدَ مِنْ نَظَرِي اِلَيْكَ فَهٰذَا وِدَاعٌ لَا تَلَاقِيَ بَعْدَهٗ۔

"بابا! آہستہ آہستہ، رک رک کر چلیں۔ میں آپ کو جانے سے نہیں روکتی لیکن چاہتی ہوں کہ تھوڑی دیر کے لئے رک جائیں تاکہ میں جی بھر کر اپنے بابا کو دیکھ سکوں۔ مجھے معلوم ہے کہ یہ میری آپ سے آخری ملاقات ہے اور اب آپ سے دنیا میں ملاقات نہ ہو سکے گی"۔ امامؑ نے بچی کے دونوں ہاتھوں اور پیروں کو بوسہ دیا۔ خاک پر بیٹھ گئے۔ بچی کو گود میں بٹھایا اور بلند آواز سے شدید گریہ کیا۔ آستین سے آنسوؤں کو خشک کر کے فرمایا۔

سَيَطُولُ بَعْدِيْ يَا سُكَيْنَةُ فَاعْلَمِيْ ۞ مِنْكِ الْبُكَاءُ اِذِ الْحِمَامُ دَهَانِيْ ۞

"جانِ پدر سکینہ! یہ جان لو کہ میرے بعد جبکہ تیرے لئے کوئی جائے

پیاری بیٹی رو رہی ہے تو تمہارے رونے کی عزت بہت لمبی ہوگی"۔ اب بتائیں وہ کون سی آنکھ ہے جو ان حالات کا تصور کرکے گریاں نہ ہو۔ یہ وہ پہلی منزل ہے جہاں سید الشہداءؑ نے گریہ کیا۔

صبر کا دوسرا مقام..... دوسری مرتبہ آپ اس وقت روئے جب اپنے بھائی جناب عباس علیہ السلام کی لاش پر پہنچے۔ دیکھا مشک چھد چکی ہے اور دونوں ہاتھ کٹ کر ایک طرف پڑے ہیں۔ اس وقت آپ نے شدید گریہ کیا۔

تیسرا مقام..... جب جناب قاسمؑ نے میدانِ جنگ کی اجازت چاہی تو بھتیجے کی گردن میں ہاتھ ڈال کر اتنا گریہ کیا کہ قریب تھا کہ غش کر جائیں۔

چوتھا مقام..... جب جناب قاسم علیہ السلام کی لاش پر پہنچے۔ دیکھا لاش گھوڑوں کے سموں تلے پارہ پارہ ہو چکی ہے۔

پانچواں مقام..... جس وقت آپ کے نور نظر اٹھارہ یا انیس سالہ نوجوان جناب علی اکبر علیہ السلام نے جنگ کا ارادہ کیا تو آنکھوں میں اشک بھر آئے اپنی داڑھی کو ہاتھ میں لے کر خدا سے دعا کی۔

چھٹا مقام صبر..... وقت آخر اپنی بہن جناب زینب سلام اللہ علیہا کو تسلی و تشفی دے رہے تھے تو آنکھوں سے آنسو کے چند قطرے جاری ہوئے لیکن بعد میں اپنے گریہ کو ضبط کر گئے۔

کسی صاحب قلبِ سلیم کے لئے جس کے دل میں رحم کے احساسات

موجود ہوں' ناممکن ہے کہ ان واقعات پر گریہ نہ کرے۔ ان تمام مواقع پر سید الشہداءؑ کی جو کیفیت تھی اس میں خاص وجوہات کا دخل تھا۔ جس وقت اپنی چھوٹی بچی سے رخصت ہو رہے تھے۔ جس وقت ایک مشک پانی کی خاطر ہمت کرنے والے بھائی کے ہاتھوں کو کٹا ہوا دیکھا۔ جب بچے قاسمؑ نے طلبِ رخصت پر اپنے والدِ گرامی کا ذکر کیا تو اس وقت احساسات کی جو کیفیت طاری ہوئی اس کا فطری تقاضا تھا کہ گریہ کیا جائے۔

دو عجیب صفات عاشورا کے دن ظاہر ہو گئے

ہم سابقہ باب میں حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے صفات کردار اور عبادات عامہ پر گفتگو کر رہے تھے جبکہ اس باب میں صرف ان خصوصی صفات کو زیرِ بحث لا رہے ہیں جو روزِ عاشورا صرف سید الشہداء علیہ السلام ہی کا خاصہ تھے۔ ان تمام صفات کو دو عجیب صفات میں خلاصہ کیا جاسکتا ہے۔ جن میں سے پہلی صفت یہ ہے کہ آپ کی ذات میں صفات اور ان کی اضداد دونوں یکجا ہو گئی تھیں جس کی وجہ سے آپ کو تمام خلقت میں ممتاز مقام حاصل ہوا۔ زیرِ نظر سطور میں ہم ان اوصاف کو ان کے اضداد کے ساتھ بیان کر رہے ہیں۔

روزِ عاشور سید الشہداءؑ بعض امور میں بے حد مضطرب و پریشان تھے لیکن جیسے جیسے ان کی اضطرابی کیفیت میں اضافہ ہوتا جاتا اس طرح قلب

مبارک کو مزید اطمینان حاصل ہوتا اور اعضاء وجوارح پرسکون ہوجاتے۔
اس طرح اگر آپؑ ایک طرف مضطرب تھے تو دوسری طرف صاحب وقار
اور پرسکون بھی۔ جس طرح گذشتہ سطور میں بیان کیا جاچکا سید الشہداءؑ
نے متعدد مقامات پر گریہ کیا لیکن اس کے بعد باوجود آپ مقام صبر کی بلند
منزل پر فائز تھے۔ یہاں تک کہ آپ کے صبر کو دیکھ کر آسمان کے ملائکہ
تک کو تعجب ہوا۔ اسی طرح اگر آپ نے متعدد مقامات پر گریہ کیا تو
دوسری طرف آپ کو کمالِ صبر بھی حاصل تھا۔

آپ کربلا میں دشمنوں کے نرغے میں مکمل طور پر محصور تھے۔ لیکن
قلب مبارک نے کبھی کسی ضعف کا احساس تک نہ ہونے دیا۔ یعنی ایک
طرف تو آپ عددی اعتبار سے مغلوب تھے لیکن دوسری طرف انتہائی قوی
قلب کے مالک تھے۔ حسین علیہ السلام روزِ عاشور اصحاب وانصار واولاد
کے قتل کے بعد یکّہ وتنہا رہ گئے لیکن اس کے باوجود بھی قاتلوں سے خون
کا بدلہ مانگا یعنی تن تنہا ہونے کے بعد بھی قاتلوں سے انتقام کے طلبگار
تھے۔ تنہا ہونے کے باوجود آپ کے جلال و حشم کا یہ عالم تھا کہ جب آپ
نے دشمنوں پر حملہ کیا تو فوجِ اشقیاء اس طرح منتشر ہوکر بھاگی جس طرح
بھیڑیئے کے حملہ کے وقت بکریوں کا ریوڑ بھاگ نکلتا ہے۔ گویا آپ تنہا
بھی تھے اور صاحبِ لشکر بھی۔ گرچہ جاں کنی کے وقت آپ کے اہل
وعیال آپ کے پاس موجود تھے لیکن اس کے باوجود غریب کہلائے۔ اگرچہ

آپ اتمام حجت کے لئے مدد کے استغاثہ بلند کر رہے تھے۔ لیکن جیسے ہی کوئی ساتھی "آلاَ نَاصِرٌ" یا "آہ مَن عَبدِ اللّٰہِ" کی صدا بلند کرتا تو اس کی مدد کو دوڑ پڑتے۔ گویا آپ مدد کے طلبگار بھی تھے اور دوسروں کے مددگار بھی۔ کربلا میں جاں نثاروں نے امام کے قدموں میں اپنی جانیں قربان کردیں لیکن آپ کے شیعہ اور چاہنے والے قیامت تک خود کو آپ کے نام پر قربان کرتے رہیں گے یا یوں کہہ لیجئے کہ حسین علیہ السلام نے کربلا میں قوم کی ہدایت و نجات کی خاطر بارگاہ رب جلیل میں اپنی زندگی کا نذرانہ پیش کردیا۔ یعنی ایک طرف آپ نے قوم کے لئے اپنے نفس کی قربانی دی جبکہ دوسری طرف پوری قوم قیامت تک اپنے نام نامی پر اپنی جانیں نچھاور کررہی ہے۔

جس وقت آپ زخموں سے چور، زمینِ کربلا پر پڑے تھے اس وقت بھی اپنے اہلِ بیتؑ کی نجات کی فکر میں تھے۔ یعنی عالم بے چارگی میں بھی اہل بیتؑ کو بچانا چاہتے تھے۔ زبان مبارک پیاس کی شدت سے خشک ہوکر زخمی ہوچکی تھی مگر مسلسل اس فکر میں تھے کہ کسی نہ کسی طرح پیاسوں کو سیراب کردیا جائے۔ اشقیاء کی فوج پر حملے کے بعد جب آپ دریا پر پہنچے تو اپنی پیاس کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے بھی کوشش کی کہ ذوالجناح کسی طرح پانی پی لے۔ اس لحاظ سے آپ تشنہ کام بھی تھے اور ساقی بھی۔ اگرچہ آپ زمین کربلا پر عریاں پڑے تھے مگر آپ کا نورِ مبارک دیکھنے والوں کی

آنکھوں کو خیرہ کر رہا تھا۔ شدت نور سے دیکھنے والوں کو کچھ دکھائی نہ دیتا تھا۔ لہذا آپ عیاں بھی تھے اور مستور بھی۔ لیکن جس کسی نے آپ کو اس کیفیت میں دیکھا اس کا بیان ہے کہ مَا رَأَیْتُ قَتِیْلاً مُضَمَّخاً بِدَمِہٖ اَنْوَرَ مِنْہُ وَلَقَدْ شَغَلَنِیْ نُوْرُ وَجْھِہٖ عَنِ النَّظَرِ اِلٰی کَیْفِیَّۃِ قَتْلِہٖ۔

"میں نے آج تک خون میں نہائے ہوئے کسی ایسے مقتول کو نہیں دیکھا جس کے چہرے کے نور نے مجھے محو کر دیا ہو اس لئے آنحضرتؑ کے قتل کی کیفیت دیکھنے سے عاجز رہا"۔ گویا آپ کا وجود نورانی بھی تھا اور خاک آلود بھی۔ اشقیاء نے آپ کے لئے نہ کوئی جائے امن باقی چھوڑا اور نہ کوئی پناہ گاہ۔ لیکن اس کے باوجود ہر خوف زدہ آپ ہی میں پناہ ڈھونڈتا ہے جیسا کہ جناب عبداللہ بن حسن علیہما السلام اور دیگر افراد نے کیا۔ یعنی حسین علیہ السلام خود تو بے یار و بے پناہ تھے لیکن آپ کی ذات دوسروں کے لئے جائے پناہ تھی۔ آپ دوسروں کے رونے پر انہیں تسلی و تشفی دیتے تھے لیکن خود آنجناب نے کئی مقامات پر گریہ کیا۔ جب عبداللہ اور عبدالرحمن الغفار نے اذن جنگ طلب کیا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ آپ نے پوچھا۔ یَابْنَیْ اَخِیْ مَا یُبْکِیْکُمَا وَاَنَا اَرْجُوْ اَنْ تَکُوْنَا بَعْدَ سَاعَۃٍ قَرِیْرَیِ الْعَیْنِ۔ "میرے بھتیجو تم دونوں کے رونے کا سبب کیا ہے؟ مجھے امید ہے کہ چند گھڑی بعد تمہاری

آنکھیں شاد و مسرور ہوں گی"۔ جواب میں عرض کیا۔
مَا عَلَیٰ اَنْفُسِنَا نَبْکِیْ نَبْکِیْ عَلَیْکَ نَرَاکَ بِهٰذِهِ الْحَالَةِ۔
"ہمارا رونا قتل کے خوف سے نہیں بلکہ اس وجہ سے ہے کہ ہم دیکھ رہے ہیں تھوڑی دیر بعد آپ لشکرِ اَعدا میں تنہا رہ جائیں گے"۔ ایک وقت ایسا بھی آیا جب آپ کی بہن بی بی زینب خاتون کو یہ خبر ملی کہ کل سب قتل کر دیے جائیں گے تو آپ نے رونا شروع کیا اور ننگے پیر دوڑتی ہوئی بھائی کے پاس پہنچیں اور عرض کی یَا اَخِیْ هٰذَا کَلَامُ مَنْ اَیْقَنَ بِالْقَتْلِ۔ "اے میرے بھائی یہ ایسے آدمی کا کلام ہے کہ جسے قتل ہونے کا یقین حاصل ہو"۔ فرمایا۔ نَعَمْ یَا اُخْتَاهُ لَا یَذْهَبْ حِلْمُکِ وَاسْتَعْمِلِی الصَّبْرَ۔ "ہاں بہن ایسا ہی ہے مگر خبردار حلم اور صبر کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹنے پائے۔ بہن صبر سے کام لینا"۔ ساتھ ہی امام کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے۔

سید الشہداء نے تکلیفِ عمومی اور خصوصی پر عمل کیا

حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی ذات میں خلاصہ پانے والی دوسری عجیب صفت یہ ہے کہ آپ کے وجودِ اقدس میں دو ایسی تکالیف یکجا ہو گئیں جو بظاہر ایک دوسرے کے برعکس ہیں۔ اس امر کی تفصیل یوں ہے کہ احکامِ تکلیفی اور وضعی کے ضمن میں جناب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ

وسلم پر جو ذمہ داری عائد ہے وہ امت کو دیے جانے والے عمومی احکام سے مختلف ہے۔ یعنی دعوت دین اور جناب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شریعت کی حفاظت کے لئے ائمۂ معصومین علیہم السلام میں سے ہر ایک پر جو ذمہ داری عائد ہے وہ ان احکام سے مختلف ہیں جو امت کے لئے مقرر کئے گئے ہیں۔ یہ احکام ان کتب میں درج ہیں جسے قرآن مجید نے

فِيْ صُحُفٍ مُّكَرَّمَةٍ مَّرْفُوْعَةٍ مُّطَهَّرَةٍ بِاَيْدِيْ سَفَرَةٍ كِرَامٍ بَرَرَةٍ - کے نام سے یاد کیا ہے۔ ائمہ معصومین میں سے ہر ایک نے ان صحیفوں میں درج احکام پر عمل کیا۔ یہ ذمہ داریاں ان سونے کی انگوٹھیوں پر بھی درج تھیں جنہیں جبرئیل علیہ السلام جناب سید المرسلین کے لیے لائے تھے۔

گزشتہ صفحات میں اس موضوع کی طرف اشارہ کیا جا چکا ہے جناب سید الشہداءؑ متعلقہ صحیفہ کے مطابق جن احکام کے پابند تھے وہ ایسی ظاہری شریعت کے برعکس تھے جن پر باقی ائمہ علیہم السلام نے عمل کیا۔ پس معلوم ہوا جس اقدام کے نتیجہ میں ضرر اور قتل نفس یقینی ہوا ہے قابل اعتراض قرار نہیں دیا جا سکتا۔ یہی صورتحال بعض انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کو بھی درپیش تھی۔ انہوں نے جس ذمہ داری کو اپنے لئے پسند کیا اسکا تقاضا یہ تھا کہ تسلیم و رضا کی بلند حول پر فائز ہو کر تقرب پروردگار کو حاصل کیا جائے۔ سید الشہداء علیہ السلام پر جو تکالیف عائد تھیں۔ ایک

تکلیف ظاہری جس میں پوری امت شریک تھی اور دوسری تکلیف واقعی جس کی انجام دہی پر صرف امام ہی مکلف تھے۔ اس تکلیف کا تعلق جناب سید الشہداءؑ کی خصوصی صفات سے ہے۔ امام کا اپنے اور اپنے ساتھیوں کے قتل اور اپنے اور اہل و عیال کی اسیری پر اقدام کرنا اس تکلیف کے بموجب تھا جس پر آپ خود مکلف تھے۔ وجہ یہ تھی کہ اشقیائے بنی امیہ اور بالخصوصیت سے امیر معاویہ نے صورتحال کو اس طرح مشتبہ بنادیا تھا کہ لوگ خاندان اہل بیت کی طرف مائل نہیں ہوتے تھے۔ ان پر باور کرادیا گیا تھا کہ وہی حق پر ہیں اور علی بن ابی طالبؑ ان کی اولاد اور ان کے شیعہ (نعوذ باللہ ذالک) باطل پر ہیں۔ حد تو یہ ہے کہ نماز جمعہ میں لازم قرار دیا گیا تھا کہ حضرت علی علیہ السلام کو ناسزا کہیں۔ اس قبیح عمل پر ان کے اصرار کی شدت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ امیر معاویہ کے بعض خواہوں میں سے کسی نے نمازِ جمعہ کے خطبہ کے دوران فراموش کردیا تھا کہ اسے ناسزا بھی کہنا ہے اور اس کے فوراً بعد اس نے سفر اختیار کیا۔

اثنائے سفر میں جب اسے یاد آیا کہ اس نے سبّ و شتم نہیں کیا تو اس نے بیابان ہی میں مسجد بنانے کا حکم دیا اور اس مسجد کو سبّ و شتم اور ناسزا گوئی ہی کے لئے مخصوص کردیا۔ ایسی صورتحال میں اگر امام حسین علیہ السلام تقیہ کی رعایت ہی سے ان کی بیعت کرلیتے تو اس کا مفہوم یہ

ہوتا کہ آپ ان کے اقدامات پر راضی ہیں۔ اس طرح حق و صداقت کا وجود ختم ہو جاتا۔ اس وقت کیفیت یہ تھی کہ اکثریت کو یقین ہو چلا تھا کہ پوری امت میں اب ان کا کوئی مخالف باقی نہیں رہا اور وہی پیغمبرؐ کے برحق جانشین ہیں لیکن کربلا میں امام حسین علیہ السلام کے قیام اور پیغمبرؐ کے حرم کی اسیری سے مسلمانوں پر یہ بات عیاں ہو گئی کہ بنی امیہ سلاطین جور ہیں اور انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانشینی کا کوئی حق نہیں۔ یہیں سے شیعہ مذہب ابھر کر سامنے آیا۔

لیکن جناب سید الشہداء علیہ السلام کا تکلیف ظاہری اور واقعی دونوں پر مکلف ہونا اس طرح ثابت ہے کہ آپ نے ہر ممکن کوشش کی کہ خود کو اور اہلِ بیتؑ کو قتل اور اسیری سے بچالیں لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ دنیا آپ پر تنگ کردی گئی۔ آپ کو کسی ایک جگہ ٹھہرنے نہ دیا جاتا۔

جب یزید پلید نے مدینہ کے گورنر کو خط لکھا کہ حسین علیہ السلام کو قتل کردیا جائے تو آپ نے اپنے جد کے مدینے کو چھوڑنے کا فیصلہ کیا آپ کو مدینہ میں قتل کا خوف تھا اس لئے مدینہ سے نکلتے وقت فَخَرَجَ مِنْهَا خَائِفًا يَتَرَقَّبُ ..... آیت کی تلاوت فرمائی۔ بعد میں آپ نے حرمِ خدا میں پناہ لی جسے خداوندِ عالم نے محلِ امن قرار دیا ہے یہ وہ مقام ہے جہاں کافر اور نفوسِ محترم کو قتل کرنے والے افراد بھی امان میں ہیں۔ اس مقام پر اگر جنگل کے جانور بھی پناہ حاصل کرلیں تو انہیں شکار کرنے

کی اجازت نہیں یہاں تک کہ اس مقام کے درختوں اور اشجار تک کو قطع نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن جناب کے لئے یہی حکم تھا کہ حسین علیہ السلام کو گرفتار یا قتل کر دیا جائے۔ جس وقت آپ کو یہ خبر ملی کہ دشمن کے سپاہی آپ کو اس مقام پر قتل کرنا چاہتے ہیں تو اس وقت آپ حالت احرام میں تھے آپ نے فوراً حج کو عمرہ سے بدل دیا۔ چونکہ زمین آپ پر تنگ کر دی گئی تھی اس لئے آپ نے تکلیف ظاہری پر عمل کرتے ہوئے کوفہ کا سفر اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔ اس سے قبل اہل کوفہ نے اپنے متعدد خطوط میں آپ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی' انہوں نے آپ کو اپنی وفاداریوں اور اطاعت کا یقین دلایا تھا اس وقت تک ان سے کوئی خلاف واقع بات ظاہر نہ ہوئی تھی۔

خاص طور سے جب جناب مسلم بن عقیل نے آپ کو خط لکھ کر اپنے ہاتھ پر لوگوں کی بیعت کی خبر دی تو اب حسین علیہ السلام کے پاس کوفہ جانے کے علاوہ کوئی اور چارہ کار باقی نہ رہا۔ لیکن جب اہلِ کوفہ نے بدعہدی کرتے ہوئے اپنی بیعت توڑ دی تو اب سید الشہداءؑ کی واپسی کی تمام راہیں بند کر دی گئیں۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر حسین علیہ السلام واپس جانا بھی چاہتے تو کہاں جاتے؟ یا اگر کوفہ نہ آتے تو کیا کرتے؟

حقیقت یہ ہے کہ زمین اپنی تمام وسعتوں کے باوجود آپ جناب پر تنگ کر دی گئی تھی۔ امام متفکر و حیران تھے آپ کے لئے کوئی تدبیر' اور

کوئی راہ نجات باقی نہ بچی تھی۔ اس امر پر دلیل وہ واقعہ ہے جب آپ کے بھائی حضرت محمد بن حنفیہ نے عرض کی۔ مولا یمن چلے جائیں، کسی اور شہر چلے جائیں، یا کسی پناہ گاہ یا پہاڑوں میں نکل جائیں تو جواب میں فرمایا۔ لَوْ دَخَلْتُ فِیْ جُحْرِ هَامَّۃٍ مِنْ ھَوَامِّ الْاَرْضِ لَاَسْتَخْرَجُوْنِیْ حَتّٰی یَقْتُلُوْنِیْ۔

"(فرض کرو) اگر میں زمین کے اندر رہنے والے جانور کے بل میں داخل ہو جاؤں پھر بھی مجھے باہر نکال کر قتل کر دیا جائے گا"۔ اس طرح فرزدق نے بیرون مکہ آپ کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی۔ بِاَبِیْ اَنْتَ وَ اُمِّیْ یَا ابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ مَا اَعْجَلَکَ مِنَ الْحَجِّ۔ "فرزند رسول میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں، حج کو مکمل کرنے میں کیا چیز مانع تھی اور اتنی جلدی روانگی کی کیا وجہ ہے؟" تو آپ نے فرمایا۔ لَوْ لَمْ اَعْجَلْ لَاُخِذْتُ "اگر میں جلدی نہ کرتا تو مجھے گرفتار کر لیا جاتا"۔ اسی طرح مقام ثعلبیہ پر ابی ہرۃ الازدی نے عرض کی۔ مَا الَّذِیْ اَخْرَجَکَ مِنْ حَرَمِ اللّٰہِ وَحَرَمِ جَدِّکَ ؟

"کیا سبب تھا کہ آپ نے اللہ کے حرم اور اپنے جد محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حرم کو چھوڑ دیا" تو آپ نے فرمایا۔

وَیْحَکَ یَا اَبَاھِرَّۃَ اِنَّ بَنِیْ اُمَیَّۃَ اَخَذُوْا مَالِیْ فَصَبَرْتُ

وَشَتَمُوا عِرْضِیْ فَصَبَرْتُ وَطَلَبُوا دَمِیْ فَهَرَبْتُ۔ "اے ابا ہرّہ واے ہو تجھ پر بنی امیہ نے مجھ سے میرا مال چھینا۔ میں نے صبر کیا۔ مجھے اور میرے ناموس کو ناسزا کہا میں نے صبر کیا اور جب مجھے قتل کرنا چاہا تو میں نے ہجرت اختیار کی"۔ علاوہ ازیں عمرو بن بوذان سے آپ کی گفتگو بھی اس امر پر دلیل ہے کہ امام نے جو اقدام کیا اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی اور چارہ نہ تھا۔ عمرو بن بوذان کا تعلق بنی عکرمہ کے قبیلے سے تھا جس نے مقام عقبہ پر جناب سیّد الشہداء علیہ السلام کی خدمت میں پہنچ کر عرض کی۔ "اَیْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَیْنَ تُرِیْدُہٗ۔ فرزند رسولؐ کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا۔ اَلْکُوْفَۃَ یعنی کوفہ جا رہا ہوں۔ وہ کہنے لگا۔ اُنْشِدُکَ اللّٰہَ لِمَا انْصَرَفْتَ فَوَاللّٰہِ لَا تَقْدَمُ اِلَّا عَلٰی حَدِّ السُّیُوْفِ وَالْاَسِنَّۃِ وَاِنَّ ھٰؤُلَاءِ الَّذِیْنَ بَعَثُوْا اِلَیْکَ لَوْ کَانُوْا کَفَوْکَ مُؤْنَۃَ الْقِتَالِ اَوْ وَطَئُوْا لَکَ الْاَشْیَاءَ فَقَدِمْتَ عَلَیْھِمْ کَانَ ذَالِکَ رَایًا۔ "خدا کی قسم میں آپ سے کچھ نہیں چاہتا مگر یہ کہ واپس لوٹ چلیں۔ بخدا اگر آپ آگے بڑھیں گے تو آپ کو تلواروں اور نیزوں کا سامنا کرنا پڑے گا۔ آپ پہلے ان سے جنگ کریں جنہوں نے خطوط اور پیامبر بھیج بھیج کر آپ کو بلوایا تھا۔ ان کو اپنا مطیع بنا کر پھر دوسری طرف کا رخ کریں۔ یہ ایک اچھی تدبیر ہے"۔ امام علیہ السلام نے جواب دیا۔

يَا اَبَا عَبْدِاللّٰهِ لَيْسَ يَخْفٰى عَلَيَّ الرَّاْيُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى لَا يُغْلَبُ عَلٰى اَمْرِهٖ۔ "اے بندۂ خدا میں اس تجویز سے واقف ہوں لیکن خدا اپنے امر سے مغلوب نہیں ہوتا یعنی جو کچھ مقدراتِ عزیزِ علیم میں ہے اسے پورا ہونا ہے"۔ پھر فرمانے لگے۔ وَاللّٰهِ لَا يَدَعُوْنَنِيْ حَتّٰى يَسْتَخْرِجُوْا لَهٗ بِهٰذِهِ الْعَلَقَةِ عَنْ جَوْفِيْ۔

"خدا کی قسم یہ لوگ اس وقت مجھے نہ چھوڑیں گے جب تک میرے سینہ کو شگافتہ کر کے اس جمے ہوئے خون کو باہر نہ نکال دیں"۔ حسین علیہ السلام اس حقیقی درد کو بیان کر رہے ہیں جو ان کے سینہ میں ہے۔ وَاللّٰهِ لَا يَدَعُوْنَنِيْ "خدا کی قسم یہ لوگ مجھے نہیں چھوڑیں گے" کا جملہ ظاہر کرتا ہے کہ حسینؑ کو نہ واپس لوٹنا فائدہ پہنچا سکتا تھا اور نہ ہی گریز۔ عَلَقَہ یعنی جمے ہوئے خون کے الفاظ مصائب کی اس شدت کو ظاہر کرتے ہیں جن کی وجہ سے دل مبارک خون میں تبدیل ہو گیا۔ حالانکہ ابھی مصائب کی ابتدا تھی لیکن بفرضِ محال اگر حسین علیہ السلام بیعت قبول بھی کر لیتے تب بھی انہیں قتل کر دیا جاتا۔ اس امر پر ابن زیاد کا یہ قول دلیل کی حیثیت رکھتا ہے جس نے کہا تھا۔ يَنْزِلُ عَلٰى حُكْمِيْ وَحُكْمِ يَزِيْدَ یعنی انہیں چاہئے کہ اپنے نفس کو ہمارے حکم کے تابع قرار دیں۔ اس کے بعد ہی یا تو ہم انہیں قتل کر دیں گے یا انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیں گے۔ اس کے علاوہ شمر لعین نے بھی تقریباً انہی الفاظ میں کہا تھا۔ فَلْيُبَايِعْ

ثُمَّ نَرَیٰ فِیْہِ رَأیَنَا پہلے وہ ہماری بیعت کریں اس کے بعد ہم ان کے حق میں فیصلہ کریں گے کہ ہمیں کیا کرنا ہے۔ میرے ماں باپ قربان ایسے انسان پر جو کمزور بھی ہو، غریب بھی ہو اور تنہا۔ کوشش یہ تھی کہ ان سے اس طرح بیعت لی جائے جس طرح غلاموں سے لی جاتی ہے۔ یوم عاشورا سیدِ مظلومؑ نے اسی طرف اشارہ کیا۔ آپ فرماتے ہیں۔
وَاللّٰہِ لَااُقِرُّلَکُمْ اِقْرَارَ الْعَبِیْدِ وَلَا اُعْطِیْکُمْ بِیَدِیْ اِعْطَاءَ الذَّلِیْلِ۔ "خدا کی قسم میں غلاموں کی مانند ان کی تائید نہ کروں گا اور ذلیل بن کر ان کی بیعت کبھی نہ کروں گا"۔ یا ابا عبداللہ آپ پر میرے ماں باپ قربان۔ خدا کی قسم! میدان قتال میں نہایت مظلومی سے آپ کا اس طرح قتل ہوجانا ان کی بیعت کرنے سے بدرجہا بہتر تھا۔ کیونکہ آپ نے خود فرمایا کہ اِنَّ مُصَارَعَۃَ الْکِرَامِ اَحْسَنُ مِنْ مُصَارَعَۃِ اللِّئَامِ۔

"بے شک شریف لوگوں کا مقتل ذلیل افراد کے مقتل سے زیادہ بہتر ہے"۔ اور اگر آپ تکلیف ظاہری کی بناء پر تکیہ کرتے ہوئے ان کی بیعت بھی کرلیتے تب بھی وہ اس وقت تک آپ کو نہ چھوڑتے جب تک ذلت آمیز طریقے سے قتل نہ کردیا جاتا یہی وجہ تھی کہ آپ نے فرمایا۔ اَلْقَتْلَۃُ وَلَا الذِّلَّۃُ وَالْمِنَّۃُ وَلَا الدَّنِیَّۃُ۔

"میں ذلت اور منت ورسوائی کے بجائے قتل ہو جانے کو پسند کروں گا"۔ میری جان آپ پر قربان کہ آپ اپنی اس تکلیف خاصہ پر عمل کرتے ہوئے قتل ہو گئے اور اس طرح خود اور بندگانِ خدا کو نئی زندگی عطا کر دی۔

چوتھا باب

سیدالشہداء علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کے مخصوص الطاف
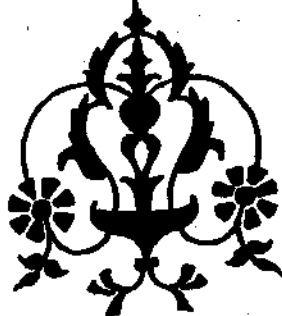
چوتھا باب

حضرت سید الشہداء علیہ السلام پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخصوص الطاف و اعزازات

اس باب میں ان الطاف و تکریماتِ الٰہی کا ذکر کیا جائے گا جو جناب سید الشہداء علیہ السلام کے لئے مخصوص ہیں جنہیں درج ذیل قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔

۱۔ سب سے پہلے سید الشہداءؑ کی نسبت لطفِ الٰہی کی تعبیر بیان کی جائے گی جس کے اسباب یہ ہیں۔

الف۔ متعدد معتبر روایات میں جناب سید الشہداءؑ کی خصوصیت کا اظہار کیا گیا ہے۔ کامل الزیارۃ میں امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپ نے فرمایا۔

كَانَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ فِي بَيْتِ فَاطِمَةَ وَالْحُسَيْنُ فِي حِجْرِهِ إِذْ بَكَى وَخَرَّ سَاجِدًا۔

"جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی دختر جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر تشریف فرما تھے اور امام حسین علیہ السلام

آپ کی آغوش مبارک میں تھے کہ یکایک جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گریہ شروع کیا اور پھر سجدہ میں گر گئے۔

ثُمَّ قَالَ یَا فَاطِمَۃُ اِنَّ الْعَلِیَّ الاَعْلٰی تَرائی لِی فِی بیتکِ ھٰذَا سَاعَتِی ھٰذِہٖ فِی اَحسنِ صُورَۃٍ وَّاَھیاءٍ ھیئَۃٍ۔

اس کے بعد فرمایا۔ "یا فاطمہؑ میں نے پروردگار بلند و بزرگ کو (یعنی رحمتِ کاملہ) ابھی اسی وقت تیرے گھر میں بہترین صورت و ہیئت میں دیکھا۔"

قَالَ لِی یَا مُحَمَّد اَتُحِبُّ الْحُسَیْنَ؟ فرمایا "اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کیا تم حسینؑ سے محبت کرتے ہو؟" جواب دیا۔ قُلْتُ نَعَمْ قُرَّۃُ عَیْنِی وَرَیْحَانَتِی وَثَمَرَۃُ فُؤَادِی وَجِلْدَۃُ مَابَیْنَ عَیْنِی۔ "میں نے عرض کی جی ہاں یقیناً وہ میری آنکھ کا نور، میرے قلب کا میوہ اور میری خوشبو ہے"۔ فرمایا۔

فَقَالَ لِی یَا مُحَمَّد وَوَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی رَاْسِ الْحُسَیْنِ علیہ السلامُ بُورِکَ مِنْ مَوْلُودٍ عَلَیْہِ مِنْ بَرَکَاتِی وَصَلَوَاتِی وَرَحْمَتِی وَرِضْوَانِی۔

"اپنا ہاتھ سید الشہداءؑ کے سرمبارک پر رکھا اور فرمایا تجھے یہ مولود مبارک ہو اس پر میری طرف سے برکات، صلواۃ، رحمت و رضوان ہے"۔

اَمَا اِنَّہٗ سَیِّدُ الشُّہَدَاءِ مِنَ الاَوَّلِیْنَ وَالآخِرِیْنَ فِی الدُّنیَا

وَالْآخِرَةِ وَسَيِّدُ شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْخَلْقِ اَجْمَعِيْنَ وَلَعْنَتِيْ وَسَخَطِيْ وَعَذَابِيْ وَخِزْيِيْ وَنَكَالِيْ عَلٰى مَنْ قَتَلَهٗ وَنَاصَبَهٗ وَنَاوَاهُ وَنَازَعَهٗ۔

"آگاہ ہو کہ وہی شہیدوں کا سرور و سردار ہے۔ اولین و آخرین میں بھی اور دنیا و آخرت میں بھی' وہی تمام مخلوق میں جوانان جنت کا سردار ہے۔ اس کے قاتل پر' اس کے دشمنوں اور اس سے جھگڑا کرنے والوں پر میری طرف سے عذاب و رسوائی و ذلت ہے۔

وَاَبُوْهُ اَفْضَلُ مِنْهُ وَخَيْرٌ فَاَقْرِأْهُ مِنِّي السَّلَامَ وَبَشِّرْهُ بِاَنَّهٗ رَايَةُ الْهُدٰى وَمَنَارُ اَوْلِيَائِيْ وَحَفِيْظِيْ وَشَهِيْدِيْ عَلٰى خَلْقِيْ وَخَازِنُ عِلْمِيْ وَحُجَّتِيْ عَلٰى اَهْلِ السَّمٰوَاتِ وَاَهْلِ الْاَرَضِيْنَ وَالثَّقَلَيْنِ۔

"ان کے والد کو ان پر فضیلت حاصل ہے۔ پس اسے میرا سلام پہنچا دو اور اسے بشارت دو کہ وہ ہدایت کا پرچم میرے اولیاء کا ہادی اور میری مخلوق پر میرا نگہبان و نگران' میرے علم کا خزانہ دار ہے اور آسمانوں اور زمینوں میں رہنے والوں اور جن وانس پر میری طرف سے حجت ہے"۔

اس روایت میں خداوند عالم نے ان سولہ الطاف کی طرف اشارہ کیا

ہے جو ربِ جلیل کی طرف سے سید الشہداءؑ کے لئے مخصوص کی گئی ہیں۔ جن میں سب سے اہم اور قابلِ تعریف یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے حسین علیہ السلام کے سر پر اپنا ہاتھ رکھا ہوا ہے۔ اس مقام پر وَضَعَ یَدَہٗ عَلٰی رَأْسِ الْحُسَیْنِ سے مراد خداوندِ عالم کی حسین علیہ السلام پر ان بے پایاں محبتوں کا اظہار ہے جسے دامنِ تصور میں سمیٹنا ناممکن ہے۔ پروردگارِ عالم نے شبِ معراج پیغمبرؐ کی پشت پر بھی اپنا ہاتھ رکھ کر آنحضرتؐ کی نسبت اپنے انتہائی لطف و کرم اور محبتوں کو ظاہر کیا۔ پس معلوم ہوا کہ پشت یا سر پر ہاتھ کا رکھنا فیوض اور رحمتوں کی انتہائی کا اظہار ہے درجِ بالا روایت میں سر یا پشت پر ہاتھ رکھنے میں خصوصی حکمت پوشیدہ ہے۔ حسین علیہ السلام کے سر پر خدا کا ہاتھ رکھنا۔ ان کی فضیلت پر دلیل نہیں بلکہ درحقیقت خداوندِ عالم کا حسین علیہ السلام کے سر پر یا جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی پُشت پر ہاتھ کا رکھنا ایک ہی مفہوم کو ظاہر کرتا ہے۔

توضیح

حدیث مذکورہ میں لفظ تراٰئی سے مراد غایت ظہور علمی رؤیت ہے۔ تراٰئی سے مراد خداوندِ عالم کی محسوس اور مجسم ہونا نہیں۔ بلکہ قدرت و رحمتِ خدا اس کا مفہوم ہے "وَضَعَ یَدَ" یعنی سر پر ہاتھ رکھنا اشارہ ہے کہ

حضرت امام حسینؑ پر فیوضات اور رحمتِ الٰہی نازل ہوئی۔

حضرت حسینؑ کا قبضِ روح مَلکُ الموت سے نہیں ہوا

۱۔ خداوندِ عالم نے سید الشہداء علیہ السلام کی روح کو خود قبض کیا اور ان کے لئے اپنی مخصوص رحمتوں کو قرار دیا۔ پس معلوم ہوا کہ حسین علیہ السلام خداوندِ عالم کی الطافِ خاصّہ کا محور تھے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ خداوندِ عالم نے اپنے انتہائی لطف وکرم کو جس سے زیادہ کا تصور نہیں کیا جاسکتا حسینؑ کے لئے مخصوص کردیا۔ ہم شیعہ بھی آنجناب سے توسّل برقرار کرتے ہوئے امید رکھتے ہیں کہ خداوندِ عالم ہماری نسبت اپنی الطاف کاملہ سے کام لے کر ہمارے دُنیوی اور اُخروی اُمور کی اصلاح فرمائے گا۔

۲۔ خداوندِ عالم نے تمام مخلوقاتِ عالم کو جو صفات عطا فرمائی ہیں، وہ صفات بدرجۂ اَولیٰ حسین بن علی علیہ السلام کے لئے مخصوص ہیں۔ یعنی ربِّ جلیل نے انہیں جو صفات خاصہ عنایت کی ہیں وہ اس کے اپنے صفاتِ خاصّہ کے مطابق ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ خداوندِ عالم نے انہیں اپنی صفات کی شبیہہ یا مثل قرار دیا بلکہ ہمارا کہنا یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے انہیں اپنے صفاتِ عالیہ کا نمونہ قرار دیا ہے جس کی کئی وجوہات ہیں۔

الف۔ خداوندِ عالم کی جملہ صفات میں سے ایک صفت یہ ہے وَاِنْ مِّنْ

شَیْءٍ اِلَّا یُسَبِّحُ بِحَمْدِہٖ "کائنات میں تمام اشیاء اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہیں"۔ یہی صفت سیدالشہداءؑ کو بھی عطا کی گئی ہے۔ مفسرین نے اس کے پانچ مختلف معانی بیان کئے ہیں۔ یعنی حسین علیہ السلام کے مصائب پر ہر ذی وجود نے گریہ کیا۔ یہ الگ بات ہے کہ ہم ان کے گریہ کا درک نہیں رکھتے کیونکہ ہر شے نے اپنے حالات کے مطابق گریہ کیا ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر شے ہماری اپنی مانند آنکھوں سے اشک جاری کرے۔ اس لحاظ سے آسمان سے خون کا ٹپکنا' آسمان کا رونا ہے جس پتھر کو اٹھایا جاتا ہے اس کے نیچے سے تازہ خون ابلتا۔ یہی زمین کا گریہ ہے۔ مچھلیوں نے پانی سے باہر آکر اس سیدِ مظلومؑ پر گریہ کیا۔ فضا کا تاریک ہونا' اس کے رونے کا اظہار تھا۔ سورج اور چاند میں گہن کا لگنا ان کے گریہ پر دلیل تھا۔ ہماری روایات ان جیسے متعدد واقعات سے پر ہیں۔

ب۔ وجود صانع کا اقرار ایک فطری امر ہے۔ ہر فرد بشر یہاں تک کہ بت پرست اور ہر دین کے پیروکار بھی اس کے وجود کا اقرار کرتے ہیں۔ زندیق اور ملحد اگرچہ اس کے وجود کا انکار کرتے ہیں لیکن ان کے انکار میں بھی اقرار کا عنصر پوشیدہ ہے۔ بالکل اسی طرح جناب سید الشہداءؑ کے مصائب پر ہر صاحب دل انسان نے بھی گریہ کیا۔ یہاں تک کہ ہندوؤں میں بعض طبقے جو انہیں نہیں پہچانتے اور اسلام سے ان کا کوئی واسطہ نہیں وہ بھی مجلسِ عزا کا اہتمام کرتے ہیں۔ تاریخ سے ثابت ہے کہ سیدؑ

الشہداءؑ کے مصائب پر دشمنوں نے بھی گریہ کیا۔ ابن سعد ملعون نے اس وقت گریہ کیا جب بی بی زینب خاتون نے قتل گاہ میں اس سے کلام کیا حالانکہ وہ اس سے قبل فرزندِ رسولؐ کے قتل کا حکم دے چکا تھا۔ جس شخص نے امام حسین علیہ السلام کی بیٹی جناب فاطمہؑ کے پازیب لوٹے اس نے بھی گریہ کیا۔ یہی بی بی روایت کرتی ہیں کہ جس وقت اسیروں اور کٹے ہوئے سروں کو یزید کے دربار میں پیش کیا گیا تو یزید اپنی تمام تر شقاوت کے باوجود اہلِ بیتؑ کی ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر رو دیا۔ اسی طرح امامِ اِنس وجان کے تمام قاتلوں نے اپنے اپنے مقام پر گریہ کیا ہے۔ تاریخ کربلا سے یہ بات ثابت ہے کہ بعد کربلا یزید راتوں کو اٹھ کر روتا تھا لیکن پوری تاریخ میں ابن زیاد شقی کے متعلق کہیں نہیں ملتا کہ اس نے گریہ کیا ہو لیکن جس وقت اس ملعون نے جناب سید سجادؑ علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا۔ آپ کی پھوپھی بی بی زینب خاتون نے بھتیجے کی گردن میں بانہیں ڈال دیں اور فرمایا۔ اِنْ قَتَلْتَہٗ فَاقْتُلْنِیْ مَعَہٗ اگر بھتیجے کے قتل کا ارادہ ہے تو مجھے بھی اس کے ساتھ قتل کرو۔ یہ صورتحال دیکھ کر ابن زیاد کا چہرہ متغیر ہو گیا اور اس ملعون نے کہا۔ دَعُوْہُ فَاِنِّیْ اَرَاہُ لِمَا بِہٖ اسے چھوڑ دو کہ اس کی جان لینے کے لئے اس کا مرض ہی کافی ہے۔

ج۔ حسین بن علیؑ خداوندِ عالم کی صفات سے بظاہر متصف ضرور تھے لیکن قادرِ مطلق کی تمام صفات میں بعینہٖ شریک نہ تھے۔ معصوم سے منصوص دعا

کے یہ الفاظ اس حقیقت پر دلالت کرتے ہیں جہاں فرمایا گیا۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ مِنْ بَهَائِكَ بِاَبْهَاهُ وَكُلُّ بَهَائِكَ بَهِیٌّ......

"(پروردگار میں تجھ سے تیرے نورانی ترین افراد کے واسطہ سے سوال کرتا ہوں۔ حالانکہ اس کا ہر مرتبہ نورانی ہے) بالکل اسی طرح اسماءِ الٰہی بھی اسی حکم کے ذیل میں آتے ہیں۔ بظاہر بعض ناموں کو اسم اعظم کہا جاتا ہے۔ یعنی خدا کا عظیم ترین نام۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ باری تعالیٰ کا ہر نام اعظم ہے۔ یہی خصوصیت امام حسین علیہ السلام میں بھی ہے کیونکہ نُرِیْدُ اَنْ نَذْكُرَ اَعْظَمَ مَصَائِبِهٖ وَكُلُّ مَصَائِبِهٖ عَظِيْمَةٌ۔ یعنی ہم نے ارادہ کرلیا ہے کہ ہم ان کے اعظم مصائب کا ذکر کریں حالانکہ ان کے تمام مصائب عظیم ہیں۔ اگر سید الشہداءؑ کے مختصر ترین مصائب پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ وہ عظیم ترین مصائب ہیں۔ اسی طرح جو مصائب عام انداز فکر میں نہایت ہی سہل شمار کئے جاسکتے ہیں در حقیقت وہ سخت ترین مصائب میں شامل ہیں۔

د۔ خداوند عالم نے اپنی بارگاہ میں تقرب کے حصول اور گناہوں سے مغفرت کے لئے بے شمار اسباب مہیا کردیے ہیں اور انسان کے عمل، طفیل اور نیت کو اس مقصد کی تکمیل کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ باری تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عمومی طور پر فیض پہنچانے کے لئے ایسی راہیں متعین

کردی ہیں جن کا ادراک نہیں کیا جا سکتا۔ پروردگارِ عالم نے امام حسین علیہ السلام کو ایسا ہی وسیلہ قرار دیا اور ان سے توسل میں نہ صرف اجر وثواب کو پوشیدہ رکھا بلکہ اسے اپنی عبادت کی شکل قرار دیا ہے تاکہ کوئی فرد واحد بھی باری تعالیٰ کے فیض سے محروم نہ رہ سکے۔ بندوں کی نسبت خداوندعالم کی شفقت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس نے بعض اوقات نیک عمل کی نیت ہی میں اس عمل کا ثواب پنہاں کر دیا ہے۔ پروردگار عالم نے امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو خواہ نزدیک سے بجا لائی جائے یا دور سے' باعث اجر وفضیلت قرار دیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ امام مظلوم پر رونا بھی اسی دائرۂ فضیلت میں داخل ہے۔ لیکن چونکہ گریہ کا تعلق رقت قلب سے ہے' اس لئے ہر قلب ہر مصیبت پر گریاں نہیں ہوتا۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی قلب سید الشہداءؑ کی غربت پر نہ روسکے لیکن وہی قلب ان کی پیاس کی شدت کے تصور سے رونے لگتا ہے۔ ممکن ہے کسی کو بدن اطہر کے زخمی ہونے پر رونا نہ آئے لیکن جب زخم پر زخم کا تصور ذہن میں آتا ہے تو آنکھوں سے اشک جاری ہو جاتے ہیں۔ بعض آنکھیں زخم پر زخم کے تصور سے نہیں روتیں لیکن جب کثرت ضربات سے استخوان ہائے مبارک کے ٹوٹنے کا تذکرہ ہوتا ہے تو دل تڑپ جاتا ہے۔ سید الشہداءؑ کے مصائب کی خصوصیت یہ ہے کہ گریہ خواہ مصائب کی کسی کیفیت پر ہو باعثِ اجر وثواب ہے۔ صرف اسی پر بس نہیں کیونکہ اگر

مصائب کی مختلف کیفیات اور ان کی شدت پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ امام مظلومؑ پر ہر قسم کی مصیبت بجا ہوگئی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ خداوند عالم نے ان مصائب پر رونے کو باعث فضیلت قرار دیا۔ مصائب کی شدت اتنی عظیم ہے کہ انہیں الگ الگ بیان کرنے کے لئے مستقل باب قائم کرنا پڑے گا۔ واللہ المستعان۔

ھ۔ جس طرح خدائے تبارک وتعالیٰ کے صفات میں کوئی شریک نہیں۔ اسی طرح سید الشہداء علیہ السلام کی صفات میں ان کے علاوہ کوئی اور شریک نہیں۔

و۔ باری تعالیٰ کی منجملہ صفات میں سے ایک صفت محبت ہے جس کا تعلق اسی سے مختص ہے۔ اس محبت کا موازنہ ہر محب کی محبت سے نہیں کیا جاسکتا۔ یہی خصوصیت امام حسین علیہ السلام کی محبت میں بھی شامل ہے۔ اس محبت کو سمجھنے کے لئے اس کا موازنہ کسی ایسے انسان کی محبت سے نہیں کیا جاسکتا جو فضیلت میں ان سے افضل یا ان کے برابر ہو۔

جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منقول ہے کہ

اِنَّ لِلْحُسَیْنِ فِیْ بَوَاطِنِ الْمُؤْمِنِیْنَ مَحَبَّۃً مَّکْنُوْنَۃً۔

"بے شک حسینؑ کی محبت مومنین کے دلوں میں پوشیدہ ہے"۔ جناب مقداد اس روایت کو بیان فرماتے ہیں۔

خَرَجَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ یَوْمًا فِیْ طَلَبِ الْحَسَنِ

وَالْحُسَيْنِ فَوَجَدَهُمَا نَائِمَيْنِ فِيْ حَدِيْقَةٍ عَلَى الْاَرْضِ فَبَدَأَ بِرَأْسِ الْحُسَيْنِ وَيَعْطِفُهُ وَجَعَلَ يَرْخِيْ لِسَانَهُ فِيْ فَمِهِ مِرَاراً حَتّٰى اَيْقَظَهُ۔

ایک دن جناب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم حسن وحسین علیہما السلام کو ڈھونڈنے نکلے۔ آپ نے دیکھا کہ وہ دونوں ایک باغ میں زمین پر محو خواب ہیں۔ آپ نے پہلے حسینؑ کا سر اٹھاکر (اپنے زانو پر رکھا) دست نوازش پھیرنے لگے۔ اپنی زبان مبارک کو بار بار حسینؑ کے ہونٹوں پر پھیرتے یہاں تک کہ حسینؑ کو بیدار کیا۔ اس پر جناب مقداد نے عرض کی۔ كَاَنَّ الْحُسَيْنَ اَكْبَرُ فَاَجَابَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِمَا ذُكِرَ۔ گویا ایسا لگتا ہے (حسنؑ کی نسبت) حسینؑ زیادہ بڑے ہیں جس کی وجہ سے آپ ان پر شفقت فرمارہے ہیں؟ جواب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے وہ حدیث بیان کی جسے اس سے قبل بیان کیا جاچکا ہے۔ یہ واقعہ حسین علیہ السلام کی اس منفرد خصوصیت کا آئینہ دار ہے۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دل میں بڑے نواسے کی نسبت حسینؑ کی محبت زیادہ پوشیدہ ہے۔ حالانکہ آپ مرتبہ اور مقام کے لحاظ سے حسینؑ سے افضل ہیں یا پھر مساوی۔ اس مقام پر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے حسینؑ سے محبت کے اظہار کے طور پر پہلے سر مبارک کو اٹھایا پھر اپنی زبان ان کے منہ میں دی یہاں تک کہ حسینؑ

بیدار ہو گئے یہی کیفیت ان مومنین کی بھی ہے جو ایمان میں خالص ہیں۔ ان مومنین کی پہچان یہ ہے کہ ان کے دل میں سید الشہداءؑ کی محبت پوشیدہ ہے۔ چونکہ سید الشہداءؑ کے جد بزرگوار جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مقام و مرتبے کے اعتبار سے یقیناً افضل ہیں اس لئے اس فضیلت کا تقاضا یہ ہے کہ ان سے زیادہ محبت کی جائے لیکن حقیقت یہ ہے کہ حسینؑ مظلوم کی محبت اور مقام افضلیت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ سید الشہداءؑ کی یہی وہ خصوصیت ہے جس کی بناء پر شیعوں اور محبت کرنے والوں کے دل ان کی طرف جھکتے ہیں۔ وہ نہایت ذوق و شوق سے ان کی زیارت سے مشرف ہوتے ہیں۔ صرف یہی نہیں بلکہ ان کی زیارت سے واپس آنے والے زائر کا استقبال، بیتُ اللہ اور دیگر ائمۂ انام کی قبور کے زائر کی نسبت زیادہ جوش و خروش سے کرتے ہیں۔ جناب سید الشہداءؑ کی محبت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جو شخص آپ کی اور دیگر ائمۂ معصومینؑ کی زیارت سے واپس لوٹتا ہے اس کے لئے یہی کہا جاتا ہے کہ وہ حسینؑ کا زائر ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص جناب امیرؑ، کاظمینؑ اور سامرہ میں ائمۂ معصومینؑ کی زیارت کا قصد رکھتا ہو یا زیارت کے بعد واپس آیا ہو اور اس سے اس بابت سوال کیا جائے تو وہ یہی کہے گا کہ میں امام حسین علیہ السلام کی زیارت کو جا رہا ہوں یا امام حسینؑ کی زیارت کرکے واپس آ رہا ہوں۔ آپ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ آپ کا نام چاہنے والوں کے

دلوں میں ایک عجیب رقت آمیز تاثر پیدا کرتا ہے۔ خود آپ کے پدرِ بزرگوار آپ کے لئے فرماتے ہیں۔ عَبْرَةُ كُلِّ مُؤْمِنٍ "اے حسینؑ تو تمام مومنین کے گریہ کا سبب ہے"۔ چنانچہ خود جناب سید الشہداءؑ اپنے لئے فرماتے ہیں۔ اَنَا قَتِيْلُ الْعَبْرَةِ لَا يَذْكُرُنِيْ مُؤْمِنٌ اِلَّا بَكٰى " مجھے رُلا رُلا کر قتل کیا گیا ہے۔ مومن کی خصوصیت یہ ہے کہ جب اس کے سامنے میرے نام لیا جائے گا تو وہ گریہ کرے گا"۔ آپ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ محرم کا چاند نظر آتے ہی دل مغموم ہو جاتا ہے۔ منجملہ دیگر خصوصیات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان ان مصائب کو سن سن کر اور مسلسل گریہ کرتے کرتے کبھی تھکن محسوس نہیں کرتا۔ مثلاً اگر دن میں ہزاروں بار بھی مصائب کا ذکر سنے' تب بھی جیسے ہی ان کی تشنہ کامی' سروتن کی جدائی اور اہلِ کوفہ وشام کے بالمقابل آپ کے استغاثہ کا تصور ذہن میں آئے گا' بے ساختہ گریہ کرنے لگے گا۔

۳۔ خداوندِ عالم نے سید الشہداء علیہ السلام کو جن خصوصی الطاف وتکریمات سے نوازا ان میں سے ایک یہ خصوصیت تھی کہ باری تعالیٰ خود ان سے ہمکلام ہوا۔ علاوہ ازیں خداوندِ عالم نے کلام مجید میں سید الشہداءؑ سے متعلق جو آیات مختص کی ہیں ان کو بیان کرنے کے لئے ایک مستقل عنوان درکار ہے جسے ہم انشاءَ اللہ اپنے مقام پر بیان کریں گے۔ پروردگارِ عالم نے سیدِ مظلومؑ کے مصائب کا ذکر حضرت آدمؑ' حضرت موسیٰؑ اور

سلسلہ انبیاء میں سے ہر ایک سے کیا۔ یہاں تک کہ مصائب کے ان واقعات سے حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو بھی باخبر کیا۔

باری تعالیٰ نے سید الشہداءؑ کی زندگی میں متعدد مواقع پر ان سے کلام کیا۔

انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ میں امام حسین علیہ السلام کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا کہ آپ اپنی جدہ گرامی جناب خدیجہ الکبریٰؑ کی قبر پر آئے۔ گریہ کیا پھر فرمایا اَنَس دور ہٹ جاؤ۔ اب اَنَس کہتا ہے۔

فَاسْتَخْفَیْتُ عَنْہُ فَلَمَّا طَالَ وُقُوفُہٗ فِی الصَّلٰوۃِ سَمِعْتُہٗ قَائِلاً۔

میں نے اپنے آپ کو ایک مقام پر چھپالیا۔ آپ کافی دیر تک نماز میں مصروف رہے۔ نماز کے بعد میں نے سنا کہ آپ قاضی الحاجات کی بارگاہ میں یوں مناجات کر رہے تھے۔

مناجات

یَارَبِّ یَارَبِّ اَنْتَ مَوْلَاہُ

اے میرا پروردگار اے میرا پروردگار تو میرا مولا ہے۔

فَارْحَمْ عُبَیْدًا اِلَیْہِ مَلْجَاہُ

اس بندہ حقیر پر رحم فرما جو تیری پناہ چاہتا ہے۔

یَا ذَاالْمَعَالِی اِلَیْکَ مُعْتَمَدِی

اے بلند مکان تجھ ہی پر تکیہ کرتا ہوں

طُوبیٰ لِمَنْ کنتَ انتَ مَوْلاہُ

کتنا خوش قسمت ہے وہ بندہ جس کا تو مولا ہے

طُوبیٰ لِمَنْ کَانَ نادِماً اَرِقاً

کتنا خوش نصیب ہے وہ بندہ جو پشیمان اور گریان ہے۔

یَشکُوالیٰ ذِی الجَلَال بَلْوَاہُ

اور رب ذوالجلال کی بارگاہ میں اپنے مصائب شکوہ کرتا ہے۔

مَابِہٖ عِلَّۃٌ وَلَا سَقَمٌ

اس کی کوئی بیماری کا شکوہ ہے نہ علت کی شکایت ہے

اَکْثَرُ مِنْ حُبِّہٖ لِموکاہُ

سوائے اس کے وہ اپنے مولا سے زیادہ محبت چاہتا ہے۔

اِذَا اشْتَکیٰ بثہٗ وَغُصتہٗ

جب بندہ اپنی مصیبت اور غصہ شکایت کرتا ہے۔

اَجَابَہُ اللّٰہُ ثُمَّ لَبَّاہُ

تو اس کا خدا فورا قبول کرتا ہے اور لبیک کہتا ہے۔

اِذَا ابتلیٰ بِالظَّلَامِ مُبتھلاً

جب وہ رات کی تاریکیوں میں گڑگڑاتا ہے۔

اَکْرَمَہُ اللّٰہُ ثُمَّ اَدْنَاہُ

تو خدا اس کا احترام کرتا ہے اور نزدیک بلاتا ہے۔

اس کے بعد غیب سے یہ ندا غش میں آئی۔

جواب مناجات

لَبَّیْکَ عَبْدِیْ وَاَنْتَ فِیْ کَنَفِیْ

لبیک اے میرے بندے تو میری پناہ میں ہے۔

وَکُلُّ مَاقُلْتَ قَدْ عَلِمْنَاہُ

جو کچھ تو نے کہا وہ میرے علم میں ہے۔

صَوْتُکَ تَشْتَاقُ مَلَائِکَتِیْ

میرے فرشتے تیری آواز کے مشتاق ہیں۔

فَحَسْبُکَ الصَّوْتُ قَدْ سَمِعْنَاہُ

تیری آواز ہی کافی ہے کہ ہم نے اسے سن لیا۔

دُعَاکَ عِنْدِیْ یَجُوْلُ فِیْ حُجُبٍ

تیری دعا میرے حجاب ہائے عظمت سے ٹکرا رہی ہے۔

فَحَسْبُکَ السِّتْرُ قَدْ سَفَرْنَاہُ

تیرے لئے کافی ہے کہ ہم نے درمیان سے پردے ہٹا دیئے

لَوْ ھَبَّتِ الرِّیْحُ مِنْ جَوَانِبِہٖ

جب ہماری رحمت کی ہوا تیری دعا کی طرف چلتی ہے۔

خَرَّ صَعِقًا لِمَا تَغَشَّاهُ

تو جلالت نور کی بناء پر پردے گر پڑتے ہیں

سَلْنِيْ بِلَا رَهْبَةٍ وَلَا رَهَبٍ

کسی ڈر اور خوف کے بغیر مجھ سے مانگ۔

وَلَا تَخَفْ إِنَّنِيْ أَنَا اللّٰهُ

ڈرو مت بیشک میں تمہارا معبود ہوں۔

عاشورا کے دن رب جلیل نے سید الشہداء علیہ السلام کو خصوصی اعزاز بخشا اور وہ اس طرح کہ آسمان سے آواز آئی۔

يَا أَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِيْ إِلٰى رَبِّكِ۔ "اے نفس مطمئن اپنے رب کی طرف واپس لوٹ آ۔ امام حسینؑ کے حق میں الطاف نبویؐ ۔ اس موضوع کو درج ذیل تین عنوانات کے تحت مختصر طور پر لکھا جا سکتا ہے۔

الف۔ الطاف نبویؐ کا تذکرہ تعداد کے اعتبار سے

۱۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے امام حسین علیہ السلام کو اپنا باطنی قلب قرار دیا۔ اس لئے ان سے خصوصی محبت فرماتے تھے۔

۲۔ پیغمبرؐ نے امام حسینؑ کو اپنا ظاہری قلب قرار دیا اس لئے فرماتے تھے۔ إِنَّهُ مُهْجَةُ قَلْبِيْ یعنی "حسین میرے دل کا خون ہے"۔

۳۔ اپنی روح عطا فرمائی۔ کیونکہ پیغمبرؐ ہی کا ارشاد ہے۔ اِنَّهُ رُوْحِي الَّتِي بَيْنَ جَنْبَيَّ "حسینؑ وہ روح رواں ہے جو میرے سینوں میں موجود ہے"۔

۴۔ اپنے دل کا میوہ قرار دے کر فرمایا۔ اِنَّهُ ثَمَرَةُ فُؤَادِيْ یعنی "حسینؑ میرے دل کا ثمر ہے"۔

۵۔ اپنی عقل عطا کی۔ اسی سبب سے آپ کو کمال اطمینان اور سکون حاصل تھا۔

۶۔ انہیں اپنی آنکھ قرار دیا اور فرمایا۔ اِذَا نَظَرْتُ اِلَيْهِ ذَهَبَ مَا بِيْ مِنَ الْجُوْعِ۔ "جب بھی میں حسینؑ پر نظر ڈالتا ہوں میری بھوک زائل ہوجاتی ہے"۔

۷۔ انہیں اپنا شامہ یعنی سونگھنے کی طاقت قرار دی اور فرمایا۔ هُوَ رَيْحَانَتِيْ وہ میرے سونگھنے کا خوشبودار پھول ہے۔

۸۔ سید الشہداءؑ کو اپنی دونوں آنکھیں قرار دیا کیونکہ آپ فرماتے تھے۔ هُوَ نُوْرُ عَيْنِيْ "حسینؑ میری آنکھوں کا نور ہے"۔

۹۔ اپنی آنکھوں کے درمیان کا پردہ قرار دیا اور فرمایا۔ هُوَ جِلْدَةُ مَا بَيْنَ عَيْنِيْ "حسینؑ میری آنکھوں کا پتلا ہے"۔

۱۰۔ انہیں اپنے کندھوں پر بٹھلا کر راکبِ دوش بنایا۔

۱۱۔ اپنے پشت مبارک پر سوار کر کے خود کو ان کی سواری قرار دیا۔

۱۲۔ اپنی گود کو ان کی تربیت گاہ قرار دیا۔

۱۳۔ حسینؑ کے لئے اپنا گود کو تربیت گاہ بنایا اور پیاس بجھانے کے لئے زبان مبارک حسینؑ کے منہ میں رکھتے تھے۔

۱۴۔ اپنی رحمت کی انگلیوں کو حسینؑ کے لئے مخصوص کیا۔ بایں معنی کہ جب بھی آپ کو بھوک محسوس ہوتی' اپنی انگشت شہادت کو ان کے منہ میں دے دیتے تھے اور غذا فراہم ہوتے تھے۔

۱۵۔ اپنے سینہ کو حسینؑ کے لئے خواب گاہ ٹھہرایا وہ اس طرح کہ آپ کو اپنے سینہ پر سلاتے تھے۔

۱۶۔ اپنے لب ہائے مبارک سے حسینؑ کو بوسہ دیتے تھے۔

۱۷۔ ذات رسالت نے اپنے کلام کو حسینؑ کے لئے مخصوص کردیا۔ ان کی تعریف و توصیف کرتے یا پھر ان کی مصیبتوں کا ذکر فرماتے اور مرثیہ پڑھتے تھے۔

۱۸۔ خود کو اپنے بیٹے حسینؑ کا فدیہ قرار دیا۔ مسلسل فرماتے تھے۔ فُدِیتُ مَنْ فَدَیتُہٗ بِابْنِیَ اِبراھیمَ۔ "میری جان اس پر قربان جس کے لئے اپنے بیٹے ابراہیم کو فدا کردیا"۔

ب۔ الطافِ نبوی کی دیگر تفصیلات

ختمی مرتبت کو اپنے نواسے حسینؑ سے جو گہری الفت تھی اس کا

اظہار اس وقت ہوتا تھا جب آپ نواسے کو بلا کر پاس بٹھاتے اور ان سے شفقت و محبت کا سلوک کرتے تھے۔ گرچہ والدین کی اپنے کمسن بچوں سے محبت ایک فطری امر ہے لیکن سرورِ کونین" حسینؑ کی نسبت غیر معمولی محبت فرماتے تھے۔ پیغمبرؐ کے مقام و جلالت کا یہ عالم تھا کہ تنہائی میں ہوتے جب بھی محسوس ہوتا کہ آپ کے اطراف خدم و حشم اور ایک لشکر موجود ہے۔ اصحاب کے درمیان ہوتے تو چہرے سے جلالت و بزرگی عیاں ہوتی۔ آپ کا وقار ہر دوسرے وقار سے ممتاز تھا۔ خداوند عالم نے آپ کو جو حمکنت و سکینہ عطا فرمایا تھا اس کی وجہ سے آپ کا لقب ہی صاحبِ وقار و سکینہ قرار پایا۔

ایسا پیغمبر جو ایسے جلالت و وقار و حمکنت کا مالک تھا جب دیکھتا کہ حسینؑ اس کی طرف آرہے ہیں تو اصحاب سے اپنی گفتگو کو قطع کرکے نواسے کے استقبال کو اٹھ کھڑا ہوتا۔ اسے اپنے شانوں پر بٹھا کر لاتا اور اپنے پاس جگہ دیتا۔ یا پھر گود ہی میں بٹھائے رکھتا۔ سب سے عجیب بات یہ ہے کہ اگر جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم خطبے کے دوران دور سے حسینؑ کو آتا دیکھ لیتے تو منبر سے اتر کر ان کا استقبال کرتے۔ جب کسی نے پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم سے ایسا کرنے کا سبب دریافت کیا تو آپ نے جواب دیا وہ باعث تعجب ہے۔ ابن عمر نقل کرتے ہیں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نفسی بِیَدِہٖ مَادَرَیْتُ اِنِّی نزلتُ مِنْ مِنْبَرِی۔

"اس ذات پاک کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مجھے پتہ ہی نہ چلا کہ میں کب منبر سے نیچے اترا"۔ اس جملے کا مفہوم ظاہری طور پر عیاں ہے لیکن در حقیقت یہ جملہ سید الشہداءؑ کی سبب سید کونینؐ کی شدید محبت کا اظہار ہے ان روایتوں میں سب سے زیادہ عجیب روایت وہ ہے جسے ابن ماجہ نے سنن میں اور زمخشری نے فائق میں نقل کیا ہے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں۔

قَالَ رَاَی النَّبِیُّ الْحُسَیْنَ علیہ السّلامُ وَھُوَ یَلْعَبُ مَعَ الصِّبْیَانِ فِی السِّکَّۃِ فَاسْتَقْبَلَ النَّبِیُّ اَمَامَ الْقَوْمِ فَبَسَطَ اِحْدٰی یَدَیْہِ فطفقَ الصَّبِیُّ یَفِرُّمَرَّۃً مِنْ ھٰھُنَا وَمَرَّۃً مِنْ ھٰھُنَا وَرَسُوْلُ اللّٰہِ یُضَاحِکُہٗ۔ ثُمَّ اَخَذَ فَجَعَلَ اِحْدٰی یَدَیْہِ تَحْتَ ذَقَنِہٖ وَالْاُخْرٰی عَلٰی فاسِ رَأْسِہٖ وَاَقْنَعَہٗ وَجَعَلَ فَاہُ عَلٰی فِیْہِ فَقَلَّہٗ۔ وَقَالَ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ وَحُسَیْنٌ مِنِّیْ۔ اُحِبُّ مَنْ اَحَبَّ حُسَیْناً ۔ حُسَیْنٌ سِبْطٌ مِنَ الْاَسْبَاطِ۔

"جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دیکھا کہ حسین علیہ السلام گلی میں بچوں کے ساتھ کھیل رہے ہیں۔ اتنے میں جناب رسول خداؐ تشریف لائے اور یہ حالت سب دیکھ رہے تھے اور اپنے دونوں ہاتھ

پھیلا دیئے۔ حسینؑ کبھی ایک طرف دوڑتے تھے اور کبھی دوسری طرف۔
جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم انہیں بہلا اور ہنسا رہے تھے۔
بعد میں پیغمبرؐ نے انہیں پکڑ لیا۔ ایک ہاتھ تھوڑی کے نیچے اور دوسرا ہاتھ
ان کے سر پر رکھا اور انہیں بلند کیا۔ حسینؑ کے لب ہائے مبارک کو
بوسہ دیتے رہے پھر فرمایا میں حسینؑ سے ہوں اور حسینؑ مجھ سے ہے۔ میں
اس کو دوست رکھتا ہوں جو حسینؑ سے محبت کرے کہ حسینؑ میری بیٹی کا
بیٹا ہے۔ ان دو راویوں کے علاوہ دیگر رواۃ نے بھی اس روایت کو نقل
کیا ہے۔ اس حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ
وسلم نہ صرف حسینؑ کو بلکہ حسینؑ کے چاہنے والوں کو بھی دوست رکھتے
تھے۔ آپ خدا کو گواہ کرکے فرماتے تھے۔
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُحِبُّهُمَا وَاُحِبُّ مَنْ يُّحِبُّهُمَا "پروردگار میں حسنؑ
وحسینؑ کو دوست رکھتا ہوں اور اسے بھی جو حسنؑ وحسینؑ کو دوست
رکھے"۔ آپ خدا سے دعا فرماتے تھے کہ پروردگار تو حسینؑ کے چاہنے
والوں کو بھی دوست رکھ۔ اور فرماتے تھے۔ اَحَبَّ اللّٰهُ مَنْ يُّحِبُّ
حُسَيْنًا "خدا اسے دوست رکھتا ہے جو حسینؑ سے محبت کرے"۔ ایک
دن آپ نے ایک بچے کو دیکھا جو راہ میں بیٹھا ہوا تھا آپ بھی اس کے
پاس بیٹھ کر اس سے محبت بھرا سلوک کرتے رہے۔ جب کسی نے وجہ
دریافت کی تو فرمایا۔

اُحِبُّہٗ لِاَنَّہٗ یُحِبُّ وَلَدِیَ الْحُسَیْنَ لِاَنِّیْ رَاَیْتُ اَنَّہٗ یَرْفَعُ التُّرَابَ مِنْ تَحْتِ اَقْدَامِہٖ وَیَضَعُہٗ عَلٰی وَجْہِہٖ وَاَخْبَرَنِیْ جِبْرَئِیْلُ اَنَّہٗ یَکُوْنُ مِنْ اَنْصَارِہٖ فِیْ وَقْعَۃِ کَرْبَلَا ۔

"اس بچہ کو دوست رکھنے کا سبب یہ ہے کہ یہ بچہ میرے بیٹے حسینؑ سے بے پناہ محبت کرتا ہے کیونکہ میں نے دیکھا کہ یہ بچہ حسینؑ کے قدموں کے نیچے کی مٹی اٹھا کر اپنے رخساروں پر مل رہا ہے۔ مجھے جبرئیل علیہ السلام نے خبر دی ہے یہ بچہ واقعہ کربلا میں حسینؑ کی نصرت کرنے والوں میں سے ہوگا۔ چونکہ ہم بھی حسینؑ سے محبت کرتے ہیں اس لئے ہمیں امید ہے کہ پیغمبرِ اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم بھی ہمیں دوست رکھتے ہیں اور چونکہ پیغمبرِ اکرمؐ کی دعا بارگاہِ ذوالجلال میں مقبول ہے اس لئے خدا بھی ہم کو دوست رکھتا ہے اور جب خداوندعالم ہمیں دوست رکھتا ہے تو وہ یقیناً ہمارے گناہوں کی مغفرت فرمائے گا۔

لیکن جہاں تک سید الشہداء علیہ السلام کا اپنے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم کے پشت مبارک پر سوار ہونے کا تعلق ہے تو گو کہ یہ ایک غیر معمولی واقعہ ہے لیکن صدرِ اسلام ایسے متعدد غیر معمولی واقعات سے پُر ہے۔ کبھی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم سجدہ میں ہوتے تو امام حسینؑ ان کی پُشتِ اَطہر پر سوار ہوجاتے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلّم نماز جماعت میں ہونے کے باوجود سجدہ کو اتنا طول دیتے کہ نواسہ اپنے

اختیار سے پشت سے اتر جائے۔ اصحاب نے اس واقعہ پر بھی تعجب کا اظہار کیا اور کہا هَلْ نَزَلَ وَحْیٌ ؟ کیا کوئی وحی نازل ہوئی تھی قَالَ لَا وَلٰکِنَّ ابْنِی ارْتَحَلَنِی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا نہیں چونکہ میرا بیٹا مجھے اپنا سواری بنایا ہوا تھا اس لئے میں نے سجدہ کو طول دیا۔

پیغمبرؐ نواسے کی نسبت ایسے کام کرتے تھے جسے عام حالات میں کوئی انسان نہیں کرتا۔ مظلوم نواسے کو شانوں پر بٹھا کر کوچہ وبازار میں نکل جاتے۔ اگر کبھی اصحاب میں سے کوئی شخص نواسوں میں سے کسی ایک کو اپنی گود میں لینا چاہتا تو فرماتے۔ نِعْمَ الرَّاکِبَانِ اَنْتُمَا "تم دونوں کتنے اچھے سوار ہو"۔ کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز میں مشغول ہوتے تو حضرت جبرئیلؑ بچے کو اٹھا لیتے۔ جہاں تک سید الشہداءؑ کی پرورش کا تعلق ہے تو سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی گود میں نواسے کی اس طرح پرورش کی جس طرح خواتین اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہیں۔ پیغمبرؐ کی گود میں پرورش کا آغاز اس وقت سے ہوا جب آپ کی ولادت واقع ہوئی۔ پکار کر کہا۔ یَا اَسْمَاءُ هَلُمِّی اِلَیَّ بِابْنِی "اسماء میرے بیٹے کو میرے پاس لاؤ"۔ اسماء نے عرض کی۔ فَقَالَتْ لَمْ تَنْظِفْهُ بَعْدُ "ابھی میں نے بچے کو صاف نہیں کیا"۔ فرمایا۔ اَنْتِ تَنَظِّفِیْهِ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ نَظَّفَهٗ وَطَهَّرَهٗ "اسماء بچہ کو تم

صاف کروگی؟ بیشک کہ خداوندِ عالم نے اسے پاک وصاف پیدا کیا ہے"۔
پیغمبرؐ نے بچے کو گود میں لیا اور اپنی انگشت شہادت سے اسے دودھ پلایا۔
رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم عورتوں کی مانند بچے کو بہلاتے اور
اس سے بچوں ہی کی زبان میں باتیں کرتے اور بچے کو اس طرح بہلاتے
کہ دیکھنے والوں کو عجیب لگتا۔ یہاں تک کہ جب بعض اصحاب نے سوال
کیا تو جواب میں فرمایا۔ مَاخَفِیَ عَلَیْکَ اَکْثَرُ "ابھی تو تم پر بہت
سی باتیں پوشیدہ ہیں"۔

پس معلوم ہوا کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ عمل پروردگار کے
حکم کی اطاعت میں تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اس عمل
کی توضیح میں فرمایا۔ اِنَّ اللّٰہَ اَمَرَنِیْ بِحُبِّھِمَا "پروردگار عالم نے
مجھے ان دو بچوں سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے"۔ اس طرح اب یہ بات
ثابت ہوگئی کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا سجدے سے سر نہ اٹھانا اور
سجدے کو طول دینا یہاں تک کہ نواسہ اپنے اختیار سے اتر جائے، حکم
رب کی اطاعت میں تھا۔ نواسوں کو کندھوں پر اٹھانا خدا کے حکم سے تھا۔
گلی میں حسینؑ کے پیچھے دوڑنے میں پروردگار کا حکم پوشیدہ تھا۔ اصحاب
کے درمیان سے اٹھ کر استقبال کرنا اللہ کے حکم کے بموجب تھا اور خطبہ
کو ادھورا چھوڑ کر حسینؑ کو گود میں اٹھانا رب کی مرضی کا آئینہ دار تھا۔
پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ عمل دو امور کو ظاہر کرتا ہے جنہیں

ء اللہ موضوع کی مناسبت سے بیان کیا جائے گا۔ اس پس منظر میں غور
جائے تو معلوم ہو گا کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا
ن کے لبوں کو بوسہ دینا بھی بے سبب نہ تھا۔ تاریخ نے لکھا ہے کہ
ر کونین دونوں بھائیوں کو گود میں لیتے اور آدھے گھنٹے تک بوسہ دیتے
ان کی خوشبو کو سونگھتے اور فرماتے تھے۔ ھُمَا رَیحَانَتَیَّ "یہ دونوں
ا میرے خوشبودار پھول ہیں"۔
کبھی حالت نماز میں ایک کو بوسہ دیتے اور دست مبارک کو تھامے
تے۔ لوگوں میں یہ واقعہ مشہور ہے کہ ایک دن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ
ہ وسلم نے امام حسنؑ کے لبوں پر اور امام حسینؑ کے گلے پر بوسہ دیا۔
پر امام حسینؑ آزردہ ہوئے اور اپنی والدۂ گرامی سے اس امر کی
ت کی۔ لیکن میں نے کسی معتبر کتاب میں یہ روایت نہیں دیکھی ہاں
معتبر کتب میں یہ روایت موجود ہے کہ سید کونین صلی اللہ علیہ وآلہ
کبھی امام حسینؑ کے گلے، کبھی پیشانی کو، کبھی شکم مطہر کو، کبھی دندان
ے مبارک کو، کبھی ہونٹوں کو اور کبھی بدن کے دیگر حصوں کو بوسہ دیتے
۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صرف ایک مرتبہ بوسہ نہیں
بلکہ متعدد موقعوں پر ایسا کیا۔ درحقیقت پیغمبرؐ کا جناب سید الشہداءؑ کو
طرح بوسہ دینا معجزہ تھا کیونکہ جب آپ بدن اطہر کو بوسہ دیتے تو
تے تھے۔ اُقَبِّلُ مَوضِعَ السُّیُوفِ وَاَبکِی "میں ان مقامات کو

بوسہ دے رہا ہوں جہاں تلواروں کے زخم لگیں گے اور یہی تصور مجھے رلا رہا ہے"۔ لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے کبھی دندان ہائے مُبارک اور جسم اطہر کو بوسہ دینے کا سبب نہ بتلایا لیکن کربلا کے بعد اس راز پر سے بھی پردہ اٹھ گیا۔

حضرت حسینؑ پر خصوصی محبت کی وجوہات

۱۔ سید الشہداءؑ کو ایک بلند مرتبہ اور عظیم مقام حاصل تھا۔

۲۔ سید الشہداءؑ کے احترام کی ہر بلند منزل، ان کے ہتکِ احترام کی کوششوں کے نتیجہ میں حاصل ہوئی۔ جس سے ان پر وارد ہونے والی عظیم مصیبت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے جو انسان احترام و مرتبہ کے اعتبار سے اتنا عظیم ہو کہ جنابِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس کی طفولیت کے باوجود اس کے استقبال میں اٹھ کھڑے ہوں، اس کے مصائب کی شدت بھی کتنی عظیم ہو گی۔ سنہ ہیر کی روایت کے مطابق حد تو یہ ہے کہ جب کاروانِ سید الشہداءؑ کربلا کی طرف عازم تھا تو اثنائے راہ میں ایسے افراد بھی ملے جو صرف اس خوف سے پاس آنے سے کتراتے تھے کہ کہیں حسین علیہ السلام ان سے اپنی نصرت کے لئے نہ کہیں۔ ایک ایسے ہی واقعہ میں جب قبیلۂ بنی اسد میں سے ایک شخص کو سید الشہداءؑ نے احوال پرسی کی غرض سے روکا تو وہ شخص راہ بدل کر دوسری طرف چل پڑا۔ لیکن

متکیے احترام کی ان کوششوں سے سید الشہداءؑ کے احترام و فضائل میں مزید اضافہ ہوتا رہا۔

۳۔ جب کبھی سید الشہداء علیہ السلام مغموم و متفکر دکھائی دیتے تو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اپنی مہربانی اور ملاطفت سے انہیں خوش کرنے کی کوشش کرتے۔ اس لئے ہم شیعوں کو بھی چاہیے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پیروی میں حسینؑ کے غم و حزن کو دور کرکے انہیں شاد و مسرور کریں۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ حسینؑ کی مصیبت پر گریہ کریں، انہیں سلام کریں اور ان کے استغاثہ کی آواز پر لبیک کہیں۔

۴۔ خداوند عالم نے سید الشہداء علیہ السلام کو جو بلند مرتبہ عطا کیا اس کی دلیل یہ ہے کہ اس نے حسینؑ کو پیغمبرؐ جیسی نعمت سے نوازا۔ اس کلام میں کوئی مبالغہ نہیں کیونکہ خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فرماتے ہیں۔ حُسَیْنٌ مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْنِ "حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں"۔

۵۔ یہاں اعظم مخلوقات یعنی عرش کی ان خصوصیات کو بیان کیا جائے گا جو سید الشہداءؑ کے لئے مخصوص ہیں۔ قیامت کے دن خداوند عالم عرش کے سائے میں حسین علیہ السلام کی مجلس برپا کرے گا۔ اس مجلس میں حسینؑ ان کے رونے والے اور ان کے زوار شریک ہوں گے۔ جب

بہشت سے حاضرانِ مجلس کی ارواح انہیں بلانے کے لئے پیغام بھیجیں گی تو وہ جواب میں یہ کہہ کر انکار کردیں گے کہ ہم حسینؑ کی مجلس کو چھوڑ کر نہیں آسکتے۔

خداوندِ عالم نے عالمِ برزخ میں ملحقِ عرش کو حسین علیہ السلام کا مسکن قرار دیا ہے اس موضوع کے تحت گزشتہ صفحات میں یہ حدیث بیان کی گئی کہ جناب سیدالشہداءؑ ملحقِ عرش پر ہوں گے۔ وہاں سے اپنے مقتل کی طرف نگاہ کریں گے اپنے زوّار اور رونے والے کو دیکھیں گے اور ان کے لئے طلبِ مغفرت کریں گے۔ ان سے گفتگو کریں گے اور اپنے جدِّ بزرگوار اور پدرِ معظّم سے ان کے استغفار کی سفارش کریں گے۔

۴۔ عظم مخلوقات عرش الٰہی پر مجلس حسینؑ

خداوندِ عالم عرش پر حسینؑ کی مجلس برپا کرے گا۔ اس حقیقت پر جناب سیدالشہداءؑ کی زیارت کے یہ الفاظ گواہ ہیں جہاں فرمایا گیا۔

اِنَّہٗ یَکُوْنُ مِنْ مُحَدِّثِی اللّٰہِ فَوْقَ عَرْشِہٖ۔ "حسینؑ کا زائر عرشِ الٰہی پر خدا کے روبرو حسینؑ کے مصائب کا ذکر کرے گا"۔ پس معلوم ہوا کہ عرش حسینؑ کی مجلس کے لئے مقام قرار پائے گا۔ بالائے عرش کی مجلس سے خدا خود خطاب کرے گا۔ جبکہ زیرِ عرش برپا ہونے والی مجلس سے سیدالشہداءؑ خطاب فرمائیں گے۔

خداوندِ عالم نے جس طرح عرش پر ملائکہ مقرّر کر رکھے ہیں اسی طرح

آپ کی قبر کے اطراف بھی ملائکہ متعین کر دیئے جو مستقل طور پر وہیں مقیم ہیں۔ اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔

حسین علیہ السلام کی ایک اعلیٰ خصوصیت یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے انہیں عرش عطا کیا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہا جاسکتا ہے کہ گویا عرش مکمل طور پر سید الشہداءؑ کے لئے مخصوص ہے یہی وجہ ہے کہ حسنین علیہما السلام دونوں عرش کی زینت قرار پائیں گے اور ہر دیگر شے ان شہزادوں کی زینت بنے گی۔ یا یوں کہئے کہ اگر خداوندِ عالم عرش کو تکلم کا اختیار دیتا تو وہ یہ فخریہ کہتا کہ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍؑ۔

۶۔ ان خصوصیات کا بیان جو اشرف مخلوقات یعنی بہشت کی نسبت سے حضرت سید الشہداءؑ کے لئے مخصوص ہیں۔ انہیں دو حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

الف۔ بہشت میں سید الشہداءؑ کے لئے ایک خاص شجر اور مخصوص قصر متعین ہے۔ ان کی خدمت کے لئے حورالعین کو مقرر کردیا ہے۔ حوریں بہشت میں حسین علیہ السلام کی مصیبت پر گریہ وبکاء کرتی ہیں اور اپنے رخساروں پر طمانچے مارتی ہیں۔ خداوندِ عالم نے بہشت میں سید الشہداءؑ کی خدمت کے لئے ایک مخصوص حورالعین کو خلق فرمایا ہے۔ بہشت میں پروردگار نے ایک مستقل دروازہ قائم کیا اور اس کا نام بابِ حسینؑ رکھا۔ یہ باب بہشت کا سب سے بڑا دروازہ ہے۔

ب۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام کے بارے میں یہ خصوصیات سابقہ خصوصیات سے ارفع واعلیٰ بھی رکھتے ہیں۔ خداوند عالم نے بہشت کو مکمل طور پر حسین علیہ السلام کی ملکیت قرار دیا۔ کیونکہ بہشت کی تخلیق حسین علیہ السلام کے نور سے ہوئی ہے۔ ایک صحیح روایت کے مطابق اگر خداوند عالم بہشت کو تکلم کا اختیار دے دیتا تو وہ اپنی زبان حقیقت سے کہتی کہ اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ "میں حسینؑ سے ہوں"۔

۷۔ ان مواہب کا اجمالی تذکرہ جنہیں پروردگارِ عالم نے اپنی مخلوقات کی نسبت سے حسینؑ کے لئے مخصوص کردیا۔ ان میں سے بعض خصائص کو بعد میں تفصیلی طور پر بیان کیا جائے گا۔ یہ خصائص درج ذیل ہیں۔

۱۔ ملائکہ کی نسبت سے۔

۲۔ پیغمبروں کی نسبت سے۔

۳۔ وہ خصوصیات جنہیں مختلف اَدْوَار میں سید الشہداءؑ کے لئے قرار دیا گیا۔ ان خصائص میں سے ہر ایک خصوصیت کو مستقل عنوان کی حیثیت حاصل ہے۔

۴۔ آسمان سے متعلق خصوصیات کا بیان۔

۵۔ ہوا اور فضا کے تعلق سے عطا کی جانے والی خصوصیات۔

۶۔ پانی کی نسبت سے سید الشہداءؑ کے خصائص۔

۷۔ درختوں کے تعلق سے سید الشہداءؑ کو عطا کی جانے والی خصوصیات۔

۸۔ نبیوں سے وابستہ خصوصیات۔
۹۔ دریاؤں کی نسبت سے عطا ہونے والے خصائص۔
۱۰۔ بنی نوع انسان کی خصوصیات۔
۱۱۔ جنات کو عطا کی جانے والی خصوصیات میں سیدا شہداء کا حصہ۔
۱۲۔ طیور و وحوش پر سیدا شہداء کا اقتدار۔
۱۳۔ پھاڑ کھانے والے جانوروں کا سیدا شہداء کے تابع فرمان ہونا۔
۱۴۔ پہاڑوں کا سیدا شہداء کے مصائب سے متاثر ہونا۔
۱۵۔ اور اس دارِ فانی کے ظاہری امور پر سیدا شہداء کا اقتدار۔

ہم ذیل میں سب سے پہلے آسمان کے تعلق سے سیدا شہداء کی صفات کو زیر بحث لائیں گے۔

آسمان اور سیدا شہداء علیہ السّلام

واضح ہو کہ خدائے تبارک و تعالیٰ نے آسمان کے بعض حصوں کو اس امر کے لئے مخصوص کر دیا تاکہ جناب سیدا شہداء علیہ السلام کی روح پاک شہادت کے بعد ان مقامات پر قرار پائے۔ آسمان اس واقعہ کے بعد سے سرخ ہو کر حسینؑ پر مسلسل خون کے آنسو بہا رہا ہے۔ جس طرح خداوندِ عالم نے حسینؑ کی برکت سے آسمان کو فیوضات عطا کئے اس طرح کربلا یعنی مقتلِ حسینؑ کو بھی ظاہری اور معنوی خصوصیات سے بہرہ مند

کیا۔ خالقِ کائنات نے ساتوں آسمانوں کے لئے جو خصوصیات عطا فرمائی ہیں حسینؑ کو ان سے افضل خصوصیات عطا کی گئیں۔ اسی طرح اگر ان آسمانوں کے صفاتِ معنوی اور ظاہری پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ سیدالشہداءؑ کے صفات ان کے صفات سے بدرجہ اعلیٰ وارفع ہیں۔ اس کی تفصیل جاننے کے لئے ہم سب سے پہلے آسمان کی مستقل معنوی صفات پر غور کریں گے۔

آسمان فیوضاتِ ربانی کا مخزن ہے۔ جبکہ حسینؑ بھی فیوضاتِ یزدانی کا مخزن ہیں۔ آسمان تک تو رسائی ممکن نہیں مگر حسینؑ تک رسائی آسان اور سہل ہے جبکہ اس کی تاثیر بھی آسمانی فیوضات سے قابلِ مقایسہ نہیں ہے۔ آسمان مقام واستجابتِ دعا ہے جبکہ حسینؑ کا نام بھی دعا کی قبولیت کا سبب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جناب آدمؑ جناب زکریاؑ اور دیگر پیغمبروں نے اپنی دعاؤں میں پنجتن پاک سلام اللہ علیہم اجمعین کو واسطہ قرار دیا۔ اسی کے سبب ان کی دعائیں قبول ہوئیں۔ جس طرح مظلوم کی پکار براہِ راست آسمان تک پہنچتی ہے اسی طرح کربلا کے مظلوموں کی آہ وفغاں سے عرشِ الٰہی کانپ رہا تھا۔ جس طرح یتیم کے رونے سے عرشِ خدا متحرک ہو جاتا ہے اسی طرح کربلا سے بلند ہونے والے یتیموں کے نالہ وشیون نے بطریقِ اولیٰ عرشِ ذوالجلال کو ہلا رکھا تھا۔ جس طرح آسمان میں موجود براق نے اپنے راکب کو قابَ قوسَین کے مرتبہ تک پہنچایا ہے اسی طرح کربلا کے

ذوالجناح نے اپنے راکب کو "اَنَا مِنْ حُسَیْنٍ" کے مرتبے پر فائز کیا۔ آسمان انبیاءؑ کے لئے معراج ہے جبکہ کربلا ملائکہ کی معراج ہے۔ آسمانوں میں تسبیح و تہلیل و تکبیر و تحمید الٰہی کی صدائیں گونج رہی ہیں جیسے قائمین، راکعین، ساجدین اور قانتین نے نعت بخشی ہے۔ لیکن کربلا یَا اَخَاہ یَا اَبَاہ، یَا وَلَدَاہ، وَ وَا اَبَاہ، وَ وَا اَخَاہ، وَ یَاسَیِّدَاہ، و یَا سَیِّدَاہ کی فریادوں سے لرز رہا ہے۔ لیکن جب انسان بندگی اور تسلیم ورضا کی منزل پر ہو تو اس وقت یہ آوازیں ملائکہ کی ان آوازوں سے زیادہ محبوب اور پسندیدہ بن جاتی ہیں جو آسمانوں پر تسبیح الٰہی میں مصروف ہیں۔ آسمان میں ملائکہ نے جناب آدمؑ کو سجدہ کیا لیکن کربلا کو یہ سعادت حاصل ہے کہ اس زمین پر تمام انبیاء اور ملائکہ نے جسدِ مطہرِ حسینؑ پر نماز پڑھی۔ جو شخص آسمانوں میں پناہ حاصل کرے اس کے لئے آسمان کو سَقْفِ مَحْفُوظ قرار دیا گیا۔ مُقرّبین کے درجات کو ظاہر کرنے کے لئے آسمان کو "مُسْتَقَرٍ رَافِع" کے نام سے مخصوص کیا گیا۔ خداوند عالم آسمان کے حوالے سے فرماتا ہے۔ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا "ہم نے آسمان سے پاک وطاہر پانی کو برسایا"۔ اِذْ بِهٖ یُنَزِّلُ الْغَیْثَ "پروردگارِ عالم حسینؑ کے صدقے سے پانی برساتا ہے"۔ کیونکہ جب حسین علیہ السلام نے دُعا کی تو ان کے سبب خداوند تبارک وتعالیٰ نے خشک سالی کو دور کیا اور اتنا پانی برسایا جس کی وجہ سے تمام انسان وحیوان

سیراب ہوگئے اور کھیتیاں اور باغات لہلہانے لگے۔ ربِ جلیل نے غمِ سیّدُ الشہداءؑ میں بہنے والے آنسوؤں کو معنوی لحاظ سے مُطہّرات میں شمار کیا ہے۔ یعنی ان آنسوؤں کے سبب نجاسات اور کثافات دور ہوتی ہیں۔ یہ آنسو شیطان کی نجاست کو پاک کرتے ہیں۔ اسی پانی کے سبب جہنم کی آگ بجھ جاتی ہے۔ ان آنسوؤں کی قدر و منزلت کا یہ عالم ہے کہ خداوندِ عالم نے اسے بہشت کے پانیوں میں سے قرار دیا ہے۔

گزشتہ سطور میں آسمان کی خصوصیات پر گفتگو کی جا رہی تھی۔ اب اس بحث کو جاری رکھتے ہوئے قرآن مجید کی اس آیت مبارکہ کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے جہاں فرمایا گیا۔ وَفِی السَّمَآءِ رِزْقُکُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ. خداوندِ عالم نے تمہارے جس رزق کا وعدہ کیا ہے وہ آسمان میں ہے جبکہ حسینؑ سے توسُّل میں دائمی حیات کا رزق پوشیدہ ہے۔

اب ہم حیثیاتِ ظاہری پر گفتگو کرتے ہیں۔ جو درجات کی بلندی کے ایک اور مقام کو ظاہر کرتا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْٓا اِلَی السَّمَآءِ فَوْقَھُمْ کَیْفَ بَنَیْنٰھَا وَ زَیَّنّٰھَا۔

"کیا وہ اپنے اوپر آسمان کی طرف نظر نہیں کرتے کہ ہم نے اسے کس طرح پھیلایا اور زینت بخشی"۔ جبکہ سیدالشہداءؑ کے لئے ارشاد ہوا۔

اَفَلَمْ یَنْظُرُوْا اِلَی الْحُسَیْنِ فِیْ اَرْضِ کَرْبَلَا کَیْفَ مَوْقِفُہٗ

وَشُهُودُ بِعِزَّتِهِ وَمَصَابِيحُ حَقِّهِ وَرُجُومُهُ بِقَتْلِهِ وَنُورُهُ وَجُمَانُهُ لِمُدْرِكِ الْبَصَرِ كَرَّتَيْنِ إِلَى حَالِهِ يَنْقَلِبْ إِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَهُوَ حَسِيرٌ وَتَشْعَهُ عَبْرَةً۔

"کیا تم کربلا میں حسینؑ کی طرف نظر نہیں کرتے کہ ان کا موقف کیا تھا؟ شہادت کا مقام کیا تھا؟ اس کی زینت اور اطراف کے چراغوں کو نہیں دیکھتے کہ انہوں نے کس طرح شیاطین کو کنکریاں ماریں اور ان کے وجود سے کس طرح نور ابل رہا تھا۔ اب ذرا نگاہ گھما کر دوبارہ ان کی حالت پر نظر کرو۔ پھر تصور کی آنکھ سے ان کے حالات پر غور کرو گے تو آنکھ تھک جائے گی اور آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب جاری ہو جائے گا۔"

اب ذرا آسمان، اس کے حالات، اس کی زیب و زینت، اس کے اثرات اور اس شے پر غور کرو جو اس میں تحلیل ہو گئی ہے۔ جب مقام تقابل پر سید الشہداء علیہ السلام کے حالات اور ان کے مدفن یعنی کربلا پر غور کرو گے تو معلوم ہو گا کہ آسمان ہی میں عرش عظیم کو قرار دیا گیا ہے جبکہ کربلا میں عرش عظیم کی زینت موجود ہے۔ آسمان ملائکہ کا مسکن ہے جبکہ حسینؑ کی زیارت گاہ "مُختَلَفِ ملائکہ" یعنی ملائکہ کی آمدورفت کا مقام ہے۔ پیغمبر آسمان پر جا کر عروج حاصل کرتے ہیں جبکہ ملائکہ اس میں اتر کر فخر کرتے ہیں۔ اگر آسمان صاحبِ بروج ہے تو حسینؑ بھی صاحبِ بروج ہیں۔ موجود روایات اس امر پر دلیل ہیں کیونکہ حسینؑ کو یہ فخر حاصل ہے

کہ وہ امام کے بیٹے، امام کے بھائی اور نو اماموں کے جدِ امجد ہیں۔ آسمان وہ مقام ہے جس کا ستر ہزار ایسے فرشتے روزانہ طواف کرتے ہیں جو دوبارہ پلٹ کر نہیں آتے۔ جبکہ قبرِ سید الشہداءؑ پر ایسے ستر ہزار فرشتے متعین ہیں جو کبھی بدلے نہیں جاتے۔ اس کے علاوہ ستر ہزار ایسے فرشتے بھی مقرر ہیں جو روزانہ تبدیل ہوتے ہیں۔ آسمان کے لئے ایک جنت مقرر ہے اور حضرت حسینؑ اس جنت کی زینت ہیں جبکہ حسینؑ کے نور سے تخلیق ہوئی۔ آپ کی قبرِ مبارک بہشت کے روضوں میں سے ایک روضہ ہے۔ آپ جنت کے جوانوں کے سردار ہیں۔ آسمان جبرئیلؑ کا مسکن ہے جبکہ کربلا جبرئیلؑ کے سرور و سردار کا مسکن ہے اور جناب جبرئیل علیہ السلام ان کے قبر پر نازل ہوتے ہیں۔ آسمان کے لئے ایک سورج مقرر ہے جس میں کبھی گرہن بھی لگتا ہے لیکن آفتابِ رُخسارِ سید الشہداءؑ کو وقتِ ظہر اس وقت گرہن لگا جب آپ کے مصائب عُروج پر تھے۔ روایت کے الفاظ کے مطابق۔ وَكَانَ كُلَّمَا قَرُبَ الْاَمْرُ اَشْرَقَ لَوْنُهُ "مظلوم کی کیفیت یہ تھی کہ جیسے جیسے شہادت کا وقت قریب آتا جاتا چہرۂ مبارک کا رنگ نکھرتا جاتا"۔ اگر آسمان وجودِ ماہ سے زینت پاتا ہے تو کربلا قمرِ بنی ہاشم کے وجود سے زینت پا رہا ہے۔ اس چاند کو اس وقت گرہن لگا جب اشقیاء کی فوجیں ان کے اور ان کے بھائی کے درمیان حائل ہو گئیں۔ اس لشکرِ بداختر نے بھائی کو بھائی سے الگ کر دیا۔ اگر آسمان کا چہرہ سرخی سے

خضاب ہے تو حسینؑ کا سر، چہرہ و بدنِ اقدس خونِ اطہر سے خضاب ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آسمان کی اس کیفیت کے وقت دعا مستجاب ہوتی ہے۔ اگر آسمان اپنے سات سیاروں سے زینت پا رہا ہے تو کربلا کو علی بن ابی طالب علیہ السلام کی سات اولاد نے زینت بخشی۔ شہیدوں کے بہتر سروں کو (سیاروں کی مانند) دیار بہ دیار پھرایا گیا۔ اندازہ ہے کہ آسمان پر بظاہر دکھائی دینے والے ستاروں کی تعداد ایک ہزار پچیس ہے لیکن نظر نہ آنے والے ستاروں کی تعداد بے شمار ہے جن میں سے ہر ستارے کے اثرات الگ الگ ہیں لیکن حسین علیہ السلام کے بدنِ اطہر پر تیروں، تلواروں اور نیزوں کے چار ہزار زخم گنے گئے۔ اس کے علاوہ جن زخموں کو گننا ناممکن تھا ان کی تعداد کا اندازہ نہیں لگایا جا سکتا۔ وارد ہے آنے والے زخموں میں سے ہر ایک کے الگ الگ اثرات تھے جو خداوندِ عالم کے خصوصی الطاف کا سبب قرار پائے۔ آسمان کے لئے ایک قطب ہے جس کے اطراف بنات النعش گردش کرتے ہیں کربلا میں آپ کے وجود مبارک کو امامت کے قطب کی حیثیت حاصل تھی جس کے اطراف بنات طاہرات حلقہ لگائے ہوئے نوحہ و گریہ و فغان میں مصروف تھیں۔ آسمان کے لئے ایک سر قرار دیا گیا جبکہ کربلا میں سرهائے شہداء نیزوں پر بلند کیے گئے۔ آسمان میں ایک مقام بیت المعمور ہے جو کعبہ کے بالمقابل واقع ہے۔ اس مقام کا ستر ہزار ایسے ملائکہ طواف کرتے ہیں جنہیں خداوندِ عالم روزانہ

خلق فرماتا ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے طواف کی دوبارہ نوبت نہیں آتی۔ حسین بن علی علیہ السلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے آپ کی قبرِ اطہر پر ایسے ملائکہ متعین کر دیئے ہیں جو مسلسل طواف میں مصروف ہیں۔ انشاء اللہ ملائکہ کے باب میں اس امر کی تفصیل بیان کی جائے گی۔ پروردگار نے آسمان میں کہکشاں خلق کیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ کہکشاں کا وجود اس دُنبہ کے سبب سے ہے جسے خداوندِ عزوجلّ نے جناب اسماعیل علیہ السلام کا فدیہ قرار دیا تھا۔ خالقِ کائنات نے حسینؑ کے لئے بھی کہکشاں کو قرار دیا جس کے اثرات آج تک باقی ہیں۔ یہاں تک کہ آپ روزِ محشر ان کے ساتھ محشور ہوں گے۔ محشر کی یہ کیفیت سیدالشہداءؑ کے خصائص میں سے ہے۔ خداوندِ عالم اس دن مظلوموں کے سیّد و سردار کے تصدق گناہگاروں کو عذاب سے نجات دے گا۔

زمین اور سیّدُ الشہداء علیہ السلام

خداوندِ عالم نے زمین کا ایک ٹکڑا جناب سیدالشہداءؑ کے لئے مخصوص کردیا جو خصوصیات کے اعتبار سے دوسری زمینوں سے ممتاز ہے۔ اس کا تفصیلی ذکر احترام مدفنِ سیّدُالشہداءؑ کے ذیل میں کیا جائے گا۔ خداوندِ عالم نے زمین کو جو خصوصیات عطا فرمائی ہیں ان کے مقابلے پر سیدالشہداءؑ کے لئے بھی چند خصائص مخصوص کر دیئے ہیں۔ زمین اپنے سینے میں سونے، چاندی اور جواہرات کے ذخائر کو چھپائے ہوئے ہے جبکہ

سید الشہداءؑ کو بھی دُر و یاقوت اور سونے چاندی کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ پروردگار عالم نے انہیں عوام الناس کے فائدے کے لئے ہر شے کا حوالہ بنا کر خلق کیا۔ جبکہ حسینؑ کے لئے بھی ایسی اشیاء خلق فرمائی ہیں جو ہر فرد بشر کا امتیاز مقام پر قرار دیتی ہیں۔ خداوند تبارک و تعالیٰ نے فرش زمین کو بچھایا تاکہ لوگ اس پر چلیں پھریں۔ زندگی میں رہنے کے لئے مکانات تعمیر کریں زندگی کے بعد موت کا سامان کریں۔ اس طرح پروردگار نے زمین پر حسینؑ کے لئے بھی ایک ابدی آرام گاہ قرار دیا ہے اور ان کی قبر کو شیعوں کے لئے ان کی زندگی میں بھی اور زندگی کے بعد بھی مقام امن و سکون قرار دیا ہے۔

فضاءِ عالم اور سیدالشہداء علیہ السلام

پروردگارِ عالم نے قبرِ مطہر سے لے کر آسمان تک کی فضا کو سیدالشہداءؑ کے اختیار میں دے دیا ہے۔ اس طرح قبرِ مطہر کے لئے چند خصوصیات قرار دی ہیں۔

۱۔ اس مقام پر ملائکہ مسلسل آمدورفت میں رہتے ہیں۔ آپ کے زائرین کے اعمال اس مقام سے عرش کی طرف پرواز کرتے ہیں۔ خداوند عالم کی طرف سے فضاؤں پر مامور فرشتہ "اسماعیل" روزانہ قبرِ مطہر مقیم ملائکہ کی احوال پرسی کرتا ہے۔

۲۔ جو اعمال عرش تک نہیں پہنچ سکتے وہ اس مقام کی برکت سے عرش

تک رسائی حاصل کر لیتے ہیں۔

۳۔ خداوند عالم نے اس مقام کو اپنی ان خصوصی رحمتوں کے نزول کا مرکز قرار دیا جو اس سے پہلے کسی کے لئے نازل نہ ہوئی تھیں۔

۴۔ اس مقام کی برکت سے اہل آسمان مسلسل فیض حاصل کرتے رہتے ہیں۔ یہ مقام ملائکہ کے لئے معراج ہے۔

پانی اور سید الشہداء علیہ السلام

کربلا میں سید الشہداءؑ پانی سے محروم کر دیئے گئے جو ہر انسان کا بنیادی حق ہے۔ اس لئے خداوندِ عالم نے پانی کی چار مختلف قسموں کو سید الشہداء علیہ السلام کے تصرف میں دے دیا۔

اس پانی کی پہلی قسم آبِ کوثر ہے جسے خداوندِ عالم نے حسینؑ کی ملکیت قرار دے دیا۔ پروردگار نے حسین علیہ السلام اور دیگر شہداء کی پیاس کے صلے میں شہادت سے قبل زندگی ہی میں انھیں آبِ کوثر سے سیراب کیا۔ یہ امر مقتل کی اس روایت سے ثابت ہے کہ وقتِ آخر جناب علی اکبرؑ اپنے پدرِ بزرگوار سے فرمارہے تھے کہ بابا میرے جد نے مجھے ایسے پانی سے سیراب کردیا کہ اب مجھے کبھی پیاس نہ ستا سکے گی۔ خداوندِ عالم روزِ محشر ہر اس شخص کو آبِ کوثر سے سیراب فرمائے گا جس کی آنکھیں سید الشہداءؑ کے غم میں اشکبار رہی ہوں اگرچہ روایات میں

آبِ کوثر کو اعمالِ صالحہ کی جزا قرار دیا گیا ہے لیکن جناب سید الشہداءؑ کی نسبت سے اس پانی کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ جناب حسین علیہ السلام پر رونے والا اس پانی سے سیراب ہو گا اور فرحت و مسرت کا اظہار کرے گا۔

پانی کی یہ قسم جنت میں پایا جانے والا آبِ حیوان ہے۔ معتبر روایات کے مطابق جب حسینؑ پر رونے والوں کے آنسوؤں کے قطرے اس پانی میں مل جائیں گے تو اس کی شیرینی میں مزید اضافہ ہو جائے گا۔

پانی کی تیسری قسم محبت کرنے والوں کے آنسوؤں سے عبارت ہے۔ روایاتِ معصوم میں آپ کے لئے صَرِیعُ الدَّمعَةِ وَاَنَّهٗ قَتِیلُ العَبرَةِ کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ یعنی آپ کو رلا رلا کر قتل کیا گیا۔ اسی لئے آپ کے نام میں وہ اثر پیدا ہوا کہ اسے سنتے ہی آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہی اثر آپ کے مصائب کے ذکر میں بھی ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ آپ کی قبرِ مطہر پر نگاہ ڈالنے اور آپ کی تربت کو سونگھنے کے اثر سے بھی آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ ان کی تفصیل گزشتہ ابواب میں بیان کی جا چکی ہے۔

پانی کی چوتھی قسم وہ عام ٹھنڈا پانی ہے کہ جسے جب حسینؑ کا چاہنے والا پیتا ہے تو وہ حسینؑ کی پیاس کو یاد کرتا ہے کیونکہ خود جناب سید الشہداءؑ نے روزِ عاشور فرمایا تھا:

شِیعَتِی مَا اِن شَرِبتُم مَاءَ عَذبٍ فَاذکُرُونِی۔

"اے میرے شیعو! جب تم صاف ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس کو یاد کر لینا"۔

قَالَ الصَّادِقُ عَلَيْهِ السَّلَامُ اِنِّىْ مَاشَرِبْتُ مَاءً بَارِدًا اِلَّا وَذَكَرْتُ الْحُسَيْنَ عَلَيْهِ السَّلَام۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے نہیں پیا ٹھنڈا پانی مگر یہ کہ حسینؑ کی پیاس کو یاد کیا۔

خیال کیا جاتا ہے کہ پانی کی ان چار قسموں پر سید الشہداءؑ کا تصرف درج ذیل وجوہات کی بناء پر ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ جناب سید الشہداءؑ پر پانی بند کر کے انہیں ان کے چار بنیادی حقوق سے محروم کر دیا گیا۔ پانی پر سید الشہداءؑ کا پہلا حق وہ تھا جس میں ہر انسان برابر کا شریک ہے۔ اسی طرح بیابان میں اگنے والی گھاس پر انسان برابر کا حقدار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی کی ملکیت میں واقع نہر سے پانی پینے کے لئے اس کے مالک کی اجازت ضروری نہیں۔ اسی لئے پیاسے کو پانی پلانا اگرچہ کافر ہی کیوں نہ ہو، مستحب قرار دیا گیا ہے۔ روایت ہے امام جعفر صادق علیہ السلام نے اثنائے راہ میں ایک نصرانی کو دیکھا جو پیاس کی شدت سے نڈھال تھا۔ آپ نے اسے پانی پلانے کا حکم دیا اور فرمایا۔ لِكُلِّ كَبِدٍ حَرَّاءَ اَجْرٌ "ہر ایسے پیاسے کو سیراب کرنا باعث اجر و ثواب ہے جس کا کلیجہ پیاس کی شدت سے جل رہا ہو"۔

۲۔ آپ ہر ذی روح کی طرح پانی پر برابر کے حقدار تھے۔ پیاسے کو پانی

پلانے پر شدید تاکید ہے۔ یہاں تک حکم شرع یہ ہے کہ اگر پانی محدود مقدار میں ہو اور جانور پیاسا ہو تو جانور کو پانی پلا کر تیمم پر اکتفا کرلیا جائے۔ اسی طرح صاحبانِ نفسِ محترم کے لئے بھی یہی حکم ہے کہ اگر وہ پیاسے ہوں تو انہیں سیراب کرکے خود تیمم پر گزارا کریں۔

آپ نے اہلِ کوفہ کو تین مختلف مواقع پر پانی پلا کر ثابت کردیا کہ پانی ہر انسان کا پیدائشی حق ہے۔ آپ نے پہلی مرتبہ اہلِ کوفہ کے لئے اس وقت پانی کا بندوبست کیا جب شہر کو قحط کی صورتحال کا سامنا تھا۔ دوسری مرتبہ جب جنگِ صفین میں معاویہ نے جناب امیرالمومنین کی فوج پر پانی بند کردیا تو آپ نے فرات پر حملہ کرکے گھاٹ پر قبضہ کرلیا اور اعلان کیا کہ اگرچہ دریا ہمارے قبضے میں ہے لیکن دشمن بلاخوف وخطر دریا سے پانی لینے میں آزاد ہے۔ آپ نے تیسری مرتبہ دشمن کو اس وقت سیراب کیا جب حُر کے لشکر نے قادسیہ پر آپ کا راستہ روکا۔ واقعہ کی تفصیل کتبِ مراثی میں درج ہے۔

خاص طور سے فرات کے پانی پر آپ کا خصوصی حق تھا اور وہ اس طرح کہ جب سیدۂ عالم صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کا علی بن ابی طالب علیہ السلام سے نکاح ہوا تو خداوندِ عالم نے اسی وقت سے پانی کو جناب سیدہؑ کے لئے اپنا علیہ قرار دیا لیکن اس قومِ دغاشعار نے اس حق کا ذرہ برابر بھی لحاظ نہ کیا۔ آپ نے اپنے طفلِ شیرخوار کے لئے جو شدتِ تشنگی

سے تڑپ رہا تھا' ایک قطرہ آب کا سوال کیا لیکن ظالموں کو رحم نہ آیا۔
اپنے لئے پانی مانگا وہ بھی نہ دیا گیا اور آخرکار تشنہ ہی شہید کردیا گیا۔

مَا خِلْتُ قَبْلَكَ بَحْرًا مَاتَ مِنْ ظَمَاءٍ
كَلاً وَلَا اَسَدًا تُرْدِيهِ اَجْمَالُ

آپ سے پہلے میرے خیال میں کسی ایسے دریا کا تصور نہ تھا جو پیاس کی شدت سے مرگیا ہو۔ نہ کوئی سوچ سکتا تھا کہ اونٹوں نے شیر کو مار ڈالا ہو۔

اعضاءِ مبارک پر پیاس کے اثرات

پیاس کا اثر سید الشہداءؑ کے چار اعضاء پر نمایاں تھا۔ لب ہائے مبارک پیاس کے اثر سے خشک ہوچکے تھے اور کلیجہ شدتِ تشنگی سے پارہ پارہ تھا۔ اس سے قبل کبھی آپ نے پیاس کا اظہار نہ کیا تھا لیکن وقت آخر جب معلوم تھا کہ اب زندگی کی چند گھڑیاں باقی ہیں تو آپ نے پیاس کی شدت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔ اَلْاٰنَ اسْقُوْنِیْ قَطْرَةً مِنَ الْمَاءِ فَقَدْ تَفَتَّتَتْ كَبِدِیْ مِنَ الظَّمَاءِ۔ "اب جبکہ تمہیں یقین ہوچلا کہ اب میں مزید زندہ نہ رہ سکوں گا تو کم از کم پانی کا ایک قطرہ ہی پلادو کہ میرا کلیجہ پیاس کی شدت سے ٹکڑے ٹکڑے ہورہا ہے"۔

اسی طرح زبانِ اقدس بھی پیاس سے خشک ہوکر زخمی ہوچکی تھی۔ یہ

وہ کیفیت ہے جس کا ذکر آمالی میں بھی موجود ہے۔

تشنگی کے اثر سے آنکھوں میں بھی اندھیرا چھا گیا تھا۔ روایت ہے کہ جناب جبرئیل نے حضرت آدم علیہ السلام سے عرض کی۔ وَلَوْ تَرَاهُ يَا آدَمُ وَهُوَ يَقُولُ وَاعَطْشَاهُ حَتّٰى يَحُولَ الْعَطَشُ بَيْنَهُ وَبَيْنَ السَّمَاءِ كَالدُّخَانِ۔

"یا آدم جب آپ اسے "ہائے پیاس" کہتا ہوا پائیں تو اس وقت اس کی پیاس کی شدت کا یہ عالم ہوگا کہ اس کے اور آسمان کے درمیان گویا دھواں حائل ہوگا۔ یعنی تشنگی اتنی شدید ہوگی کہ حجاب اس کی آنکھوں میں سیاہ ہو جائے گی۔ پیاس نے آپ کے ہر عضو بدن کو متاثر کر رکھا تھا۔ اس کے صلہ میں خداوندِ عالم نے پانی کی مختلف اقسام کو امام علیہ السلام کے اختیار میں دے دیا۔ پس معلوم ہوا کہ ہماری شرعی ذمہ داری ہے کہ کسی کو پانی پلانے میں بخل نہ کریں۔

ابكوا شهيداً بالدماء مرملاً

بكته م أعين المدي بقو

ابكوا الظلام مدّ جه لم يحص

لو كانت له حبوا بماه الا بحر

"خون کے آنسو روؤ خون و خاک میں ڈوبے ہوئے شہید پر۔ کہ جس پر سیدِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے گریہ کیا ہے۔ گریہ کرو ان پیاسے

لبوں پر اگر تمام دریا سیاہی بن جائیں جب بھی ان کی توصیف سے قاصر رہیں گے۔

درختوں اور دریاؤں پر شہادت کے اثرات

درختوں میں سب سے زیادہ فضیلت اس درخت کو حاصل ہے جس کے ذریعے ربِ جلیل نے حضرت موسیٰؑ کو خطاب کرکے فرمایا۔ اِنِّیْ اَنَا اللّٰہُ روایات سے ظاہر ہے کہ یہ درخت اس مقام پر تھا جہاں آج امام حسین علیہ السلام کی قبر واقع ہے۔ جبکہ خرما کے درختوں میں سب سے افضل وہ نخل تھا جس کے ذریعے ربّ العزت نے جناب مریم سلام اللہ علیہا کو وحی کی۔

وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا۔

"اور خرمے کی جڑ پکڑ کر اپنی طرف ہلاؤ تم پر پکے تازہ خرمے گر پڑیں گے"۔ اسی درخت کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے۔ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ درخت بھی سرزمینِ کربلا پر تھا۔

دو جہاں میں یہ خصوصیت صرف سیّدالشہداءؑ کو حاصل ہے کہ آپ کی شہادت کے بعد دریاؤں پر مامور فرشتے نے دریاؤں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ یَااَهْلَ الْبِحَارِ اِلْبِسُوْا ثَوْبَ الْحُزْنِ فَاِنَّ فَرْخَ الرَّسُوْلِ مَذْبُوْحٌ۔ "اے دریاؤ! غم و الم کا لباس پہن لو کہ فرزندِ رسول صلی اللہ

علیہ و آلہ وسلّم کو شہید کردیا گیا"۔

پہاڑوں پر مصیبت سیّد الشہداء علیہ السلام کے اثرات

پہاڑوں میں سب سے زیادہ شرف کوہِ جُودی کو حاصل ہے۔ روایات سے ثابت ہے کہ امام حسین علیہ السلام کی قبرِ مطہّر اسی مقام پر واقع ہے۔ یہ مقام کوہِ جُودی کی حیثیت رکھتا ہے کہ جہاں اہلِ عالَم کی کشتی نجات کے ساحل سے لگ جائے گی۔ اب اگر اہلِ دنیا کے حالات پر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ یہ حالات جناب امیرالمؤمنین علیہ السلام کے اس فرمان کے عین مطابق ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

اِنَّ الدُّنیا تمدُّ بِکم میدانَ السَّفینۃِ تعصفُھا الْعَواصِفُ فِیْ لُجَجِ الْبِحارِ فمَا غرِقَ منھا فلیسَ بمُدرَکٍ وَمَانَجٰی مِنْھا فَاِلیٰ مھلَکٍ۔

"دُنیا تمہیں اس کشتی کی مانند گھماتی ہے جسے تند و تیز ہواؤں نے سمندروں کے گرداب میں پہنچادیا ہو۔ پس جو غرق ہوجائے اسے دوبارہ نہیں پاسکتے اور جو نجات پاجائیں وہ ہلاکت کی طرف بڑھ رہے ہیں۔ ہمیں خود نہیں معلوم کہ کیا ہم اُغْرِقُوْا فَاُدْخِلُوْا نَارًا (غرق ہوجا اور پھر جہنم میں داخل ہوجاؤ) کے مصداق قرار پائیں گے اور ہلاکت کی سمت بڑھنے والی اس کشتی کا انجام کیا ہوگا؟ لیکن ہمیں یہ اطمینان حاصل ہے کہ

جب یہ کشتی حضرت حُسین علیہ السلام کی کوہِ جُودی پر ٹھہر جائے گی تو ہم نجات پا جائیں گے"۔

بنی نوعِ انسان پر شہادتِ حسینؑ کے اثرات

خداوندِ عالم نے حسین علیہ السلام کو ایسے جاں نثار ساتھی عطا کیے جن پر سیدا لشہداءؑ نے فخر کیا۔ شبِ عاشور آپ نے اَشقیاء سے ایک رات کی مُہلت طلب کی تو اور ساتھیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا۔

اَمَّا بَعْدُ فَاِنِّی لَا اَعْلَمُ اَصْحَابًا اَوْفٰی وَلَا خَیْرًا مِّنْ اَصْحَابِی وَلَا اَھْلَ بَیْتٍ اَبَرَّ وَاَوْصَلَ مِنْ اَھْلِ بَیْتِیْ فَجَزَاکُمُ اللّٰہُ عَنِّی خَیْرًا ۔ "جس طرح میرے اصحاب جیسے باوفا اور نیک ساتھی کسی کو نہ ملے اسی طرح میرے اہلِ بیتؑ جیسے نیک اور صلۂ رحم کا پاس رکھنے والے اہلِ بیتؑ بھی کسی کو نہ مل سکے۔ پس اے رفیقو! خدا تمہیں جزائے خیر دے"۔

خداوندِ عالم نے حُسین علیہ السلام کو ایسے چاہنے والے نصیب کیے جن کے دلوں میں ان کی محبت کُوٹ کُوٹ کر بھری گئی ہے۔ یہ افراد اس محبت کا اظہار اپنے مخصوص انداز سے کرتے ہیں۔ جن کا مقابلہ خدا رسیدہ افراد کے اعمال سے نہیں کیا جاسکتا۔ یہ افراد محبت کے اظہار میں اس طرح راسخ ہیں کہ اگر ان سے کہا جائے کہ تمہارا یہ عمل خداوندِ عالم کی

مصیبت تھے تو وہ اس پر دھیان نہ دیں گے اور اپنے ہی طور و طریقوں پر عمل کرتے رہیں گے۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو روزِ عاشورا اپنے منہ پر طمانچے مارتے ہیں اور بدن زخمی کرتے ہیں۔ عراق کے بعض شہروں میں شیعوں کا ایک گروہ ایسا بھی ہے جو روزِ عاشورا منہ پر طمانچے مارتے ہیں اور مخصوص طریقے سے ماتم کرتے ہیں۔ ان کا طریقہ یہ ہے کہ زمین پر ایک طویل گڑھا کھود کر اس میں لکڑیاں بھر دیتے ہیں پھر ان میں آگ لگا دیتے ہیں۔ جب لکڑیاں دھک کر سرخ ہو جاتی ہیں تو یہ ماتم کرتے ہوئے اس پر سے گزر جاتے ہیں۔ ان کا دعویٰ ہے کہ آگ انہیں نقصان نہیں پہنچاتی۔

جنات پر شہادتِ حسین علیہ السلام کے اثرات

پروردگارِ عالم نے جنوں میں بھی سید الشہداءؑ کو جانثار انصار عطا کئے۔ جب حسینؑ مدینہ چھوڑ رہے تھے اس وقت جنوں کا ایک گروہ نصرت کے ارادے سے خدمتِ امام میں حاضر ہوا۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔

اَلْمَوْعِدُ حُفْرَتِیْ وَبُقْعَتِیْ فَاِذَا وَرَدْتُھَا فَاْتُوْنِیْ۔

"میری قبر اور میرا بقعہ میری وعدہ گاہ ہے جب میں اس مقام پر پہنچ جاؤں تب میری نصرت کو آنا"۔ جنوں کا ایک اور گروہ روزِ عاشورا نصرت کے لئے کربلا میں اترا لیکن چونکہ سید الشہداء علیہ السلام نے لقائے رب

کو دنیاوی زندگی پر ترجیح دی تھی اس لئے انہیں جنگ کی اجازت نہ دی۔

جنوں کا ایک اور گروہ اس وقت آیا جب عاشورا کا سورج غروب ہو چکا تھا اور سید الشہداء شہید ہو چکے تھے۔ جنوں میں سے ان کے مردوں، ان کی عورتوں اور ان کی لڑکیوں نے کبھی کربلا میں جسدِ مطہر کے اطراف گھوم کر، کبھی بصرہ، کبھی کوفہ اور کبھی بیت المقدس میں جو بو کے نیچے رو رو کے اور ان کے مصائب کا ذکر کیا۔ جنوں ہی نے اطرافِ عالم میں حسین علیہ السلام کی شہادت کی خبر پہنچائی۔ کربلا میں شہادت کے بعد جنوں کی عورتوں نے جسدِ اطہر کے چاروں طرف گھوم کر ان الفاظ میں نوحہ پڑھا۔

نِساءَ الجِنِّ یَبکِینَ مِنَ الحُزنِ شَجِیّاتٍ

"اے جنوں کی خواتین سخت ترین غم پر گریہ کرو۔"

واسعِدنَ لِلنِّساءِ الهاشِمِیّاتِ

"آل ہاشم کی خواتین کی نصرت کرو۔"

ویَندُبنَ حُسَیناً عَظُمَت تِلکَ الرَّزِیّاتِ

"سب حسین پر گریہ کرو ان پر عظیم مصائب نازل ہوئے۔"

ویَلطُمنَ کَالدَّنانِیرِ النَّقِیّاتِ

"اپنے سفید چہروں پر طمانچے مارو"

ویَلبَسنَ الثِّیابَ السُّودَ بَعدَ القَصَبِیّاتِ

"سفید و لطیف ریشم کے لباس پہن چکیں اب سیاہ لباس زیب تن کرو۔"

حیوانات پر شہادتِ مظلومِ کربلا کا اثر انداز ہونا

واقعۂ کربلا کے بعد جانوروں نے بھی حسینؑ مظلوم پر گریہ کیا۔ جیسا کہ روایات سے ظاہر ہے کہ کربلا میں ایک ہرن نے جناب عیسیٰؑ بن مریمؑ سے گفتگو کی۔ یا پھر وہ واقعہ جس میں حضرت عیسیٰؑ نے ایک جانور کو دیکھا جو کربلا میں جسدِ اطہر کے پاس گردن زمین پر رکھ کر صبح تک گریہ کرتا رہا۔ ان واقعات کی تفصیل آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔

گھوڑے اور اونٹ پر شہادتِ حسینؑ کا اثر

حسین علیہ السلام کے پاس جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی سواری کا گھوڑا موجود تھا جس کا نام "مُرتَجِز" تھا۔ شاید یہی وہ راہوار تھا جو بعد میں ذوالجناح کے نام سے مشہور ہوا۔ اس جانور نے اس وقت تک پانی نہ پیا جب تک اس کا مالک پیاسا رہا۔ واقعہ یہ ہے کہ جب اللہ کے ولی کی اس پُرزور شدید جنگ کے بعد فرات کے ساحل پر گھوڑا ڈال دیا۔ تو ذوالجناح نے اپنا منہ پانی کے نزدیک کرلیا۔ امام نے فرمایا۔ اَنْتَ عَطْشَانٌ وَاَنَا عَطْشَانٌ وَاللّٰہِ لَا اَشْرَبُ حَتّٰی تَشْرَبَ۔

"ذوالجناح تو بھی پیاسا ہے اور میں بھی پیاسا ہوں لیکن خدا کی قسم میں اس وقت تک پانی نہ پیوں گا جب تک تو نہ پی لے"۔ (سبحان اللہ کیا شان ہے مولاؑ کی) حیوان نے یہ سن کر اپنا منہ پانی پر سے اٹھا لیا۔ یعنی وہ اپنی زبان بے زبانی سے کہہ رہا تھا۔ مولا میں اس وقت تک پانی کو لب نہ لگاؤں گا جب تک آپ سیراب نہ ہو جائیں۔ امام نے فرمایا۔

اِشْرِبْ فَاَنَا اَشْرَبُ یعنی "اگر یہ بات ہے تو میں پی لیتا ہوں اس لئے اب تو بھی پی لے"۔ اس کے بعد آپ نے پانی کی طرف ہاتھ بڑھایا اور وہ کچھ ہوا جو گزر چکا۔ یہ واقعہ بھی آخر میں بیان کیا جائے گا۔

حسین علیہ السلام کو یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ اَلظَّلِیْمَۃُ اَلظَّلِیْمَۃُ مِنْ اُمَّۃٍ قَتَلَتْ اِبْنَ بِنْتِ نَبِیِّھَا۔ "میں اظہارِ ظلم و ستم کی فریاد کرتا ہوں اس امت سے جس نے اپنے نبی کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کیا"۔

روایات کے مطابق اس قوم نے حسینؑ کی شہادت کے بعد ان کے اہلِ بیت کو پانی کے وارثوں کی حیثیت سے متعارف کروایا۔

کتب مقاتل میں ایک ایسے ناقہ کا بھی ذکر ہے کہ جس پر سید الشہداءؑ صبح عاشورا سوار ہوئے اور پھر ایک فصیح و بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ خطبہ کے بعد آپ سواری سے نیچے تشریف لائے اور عقبہ ابن سمعان سے فرمایا کہ اسے لے جاکر باندھ دو۔ عصر عاشورا حضرت سید الشہداء علیہ السلام کی شہادت کے بعد اس جانور نے اپنے سر کو اس قدر زمین پر مارا کہ اس کی

موت واقع ہوگئی۔

دنیوی نعمتوں میں سیدالشہداء علیہ السلام کا حصہ

اولیاء خدا کی خصوصیت یہ ہے کہ خداوندِ عالم نے انھیں دنیا کی محبت سے جدا پایا تو رکھا ہے انھیں دنیاوی نعمات سے مرغوب و متمتع نہ کیا لیکن سید الشہداء رب ذوالجلال کے ایسے ولی برحق تھے جنھیں آب و طعام جیسی بنیادی ضروریات سے بھی محروم رکھا گیا اور ان کی لاش کو دشتِ کربلا پر بے گور و کفن چھوڑ دیا گیا۔ چونکہ قومِ جفاکار نے انھیں تین بنیادی ضرورتوں سے محروم رکھا اس لئے خدائے تبارک و تعالیٰ نے انھیں انہی ہی تین نعمتوں سے نوازا۔ یعنی ان کی یاد میں پیاسے کو پانی پلانا اور بھوکے کو کھانا کھلانا باعثِ اجرِ عظیم قرار دیا گیا اور ان کے لئے قیامت تک کے لئے ایک ایسا مکان قرار دیا جو مرجعِ خلائق رہے گا۔

خداوندِ عالم نے شبِ عاشورا قبرِ مطہر کے نزدیک پیاسوں کو پانی پلانے میں عظیم ثواب پوشیدہ رکھا ہے۔ حدیث میں ہے کہ جو شخص عام طور پر ذات قبرِ سید الشہداء کے نزدیک پیاسوں کو پانی پلائے گویا اس نے لشکرِ حسین کو سیراب کیا ہے۔ اس حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پانی پلانے کا اجر انتہائی عظیم ہے۔ اس عمل کا ثواب قیامت کے دن اس وقت اور زیادہ ہوگا جب اہلِ محشر پیاس سے بے چین ہوں گے۔ یہی وجہ ہے کہ امام جعفر [illegible]

وجان کے شیعہ ہر مقام اور ہر شہر میں امام حسینؑ کی سبیل قائم کر کے پیاسوں کو پانی پلاتے ہیں بلکہ در حقیقت پانی کی سبیل امام حسینؑ ہی کے نام سے مخصوص ہو گئی ہو۔

بالکل اسی طرح سید کونینؐ کے نور نظر کی یاد میں کھانا کھلانا بھی عظیم ثواب کا موجب ہے۔ محرّم کا مہینہ آتے ہی عزاداری سید الشہداءؑ میں لوگوں کو کھانا کھلایا جاتا ہے۔ یہ سلسلہ مسلسل تمام سال جاری رہتا ہے۔ اگر سال بھر کے دوران عزائے سید الشہداءؑ میں کھانا کھلانے کے اخراجات کو ایام پر تقسیم کر دیا جائے تو ایک محتاط اندازے کے مطابق کوئی بعید نہیں اگر اس مد میں روزانہ تقریباً ایک کروڑ روپیہ خرچ ہو جاتا ہو۔

توضیح مطلب:

۱۔ واضح ہو کہ اخراجات کا یہ تخمینہ ۱۳۱۴ ہجری یعنی آج سے تقریباً ایک سو سال پہلے کا ہے یعنی جب اس کتاب کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا گیا تھا۔ جبکہ اصل کتاب ۱۳۰۷ ہجری سے پہلے لکھی جا چکی تھی۔ (مترجم)

چونکہ آپؑ کا جسدِ مطہر بے گور و کفن زمینِ کربلا پر پڑا رہا اس لئے خداوندِ عالم نے اس کے لئے بھی ایک اجر قرار دیا۔ اس سلسلے میں حضرت جبرئیل ربّ جلیل کی طرف سے یہ خبر لے کر آئے۔ جناب سید سجاد علیہ

السلام جناب بی بی زینب خاتونؑ سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا۔ خداوندِ عالم نے حسینِؑ مظلوم کو اس کے صلہ میں ایک ایسی عظیم المرتبت قبر و بارگاہ عطا کی جس کی رفعت و شوکت میں قیامت تک اضافہ ہی ہوتا رہے گا۔ ذرا غور تو فرمائیں کہ مکۂ مکرمہ اور دیگر مشاہدِ مشرفہ کا تعمیراتی کام ایک نہ ایک دن مکمل ہوکر رک جاتا ہے لیکن جناب سید الشہداءؑ کا مقبرہ تعمیر ہونے کے بعد ایک دفعہ متوکل کے ہاتھوں منہدم ہوا۔ لیکن پھر اسی نے اسے دوبارہ تعمیر کیا۔ اس کے بعد آنے والے خلفاء اور سلاطین اپنے اپنے زمانے میں مسلسل حرمِ مطہر کی تعمیر و تزئین میں مصروف رہے۔ کاریگر اور نقاش ہر دور میں اسے سونے اور آئینہ کاری سے زینت بخشتے رہے۔ جب میں نے اس مقدس سرزمین پر سکونت اختیار کی اس وقت میری عمر پانچ سال تھی اور اب میری عمر ساٹھ برس ہوگئی ہے، لیکن اس دوران میں نے کبھی دیکھا اور نہ سنا کہ تعمیری کام موقوف ہوا ہو۔ (۱۲۹۵ھ) جب میں کربلا میں عتبات عالیات کی زیارت کے لئے وارد ہوا اس وقت میری عمر تقریباً ۲۶ سال تھی۔ میں تقریباً ۱۰ برس تک کربلا میں مقیم رہا۔ اس کے بعد ۱۳۰۲ ہجری میں آذربائیجان واپس چلا گیا۔ اس تمام عرصے میں بارگاہِ عرش مکان میں مسلسل تعمیری کام جاری رہا۔ صحنِ مطہر کے سردابوں، چھوٹے صحن کا فرش، کاشی کاری، صحن کے بعد دروازے، حرم حضرت عباس علیہ السلام کے صحن اور گنبدِ مطہر پر یکے بعد دیگرے کام

ہوتا رہا) یہ تعمیراتی کام روزِ قیامت تک اسی طرح جاری رہے گا جیسا کہ سیّد السّاجدین علیہ السلام کو حضرت زینب سلام اللہ علیہا حدیث ام ایمن بیان کرتے ہوئے قتل گاہ میں فرماتی ہیں۔

زمانِ حمل سے قیامت تک کی خصوصیات

ان تکریمات و احترامات کا بیان جنہیں حضرت سید الشہداءؑ کے لئے حمل ولادت حتیٰ قیامت تک کے لئے مخصوص کردیا ہے۔ عنایات ربانی کی تجلی سب سے پہلے اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب آپ اپنے والدہ گرامی حضرت صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے بطنِ مطہر میں تھے۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کا یہ قول اس امر پر دلیل ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اِنِّیْ اَرٰی فِیْ مُقَدَّمِ وَجْھِکِ ضَوْءً وَسَتَلِدِیْنَ حُجَّۃً لِھٰذَا الْخَلْقِ۔ "بیٹی میں تیری پیشانی میں ایک نور دیکھ رہا ہوں۔ بہت جلد تیرے بطن سے اس خلقت کے لئے ایک حجت پیدا ہوگا"۔ جبکہ ایک اور مقام پر خود جناب صدیقہ طاہرہ فرماتی ہیں۔

کُنْتُ لَا اَحْتَاجُ اَیَّامَ حَمْلِیْ بِہٖ فِیْ بَیْتِ الْمُظْلِمِ اِلٰی مِصْبَاحٍ "جب تک یہ مولود میرے بطن میں رہا اس وقت تک مجھے گھر کی تاریکی میں چراغ کی ضرورت نہ تھی"۔ آپ فرماتی ہیں۔ کُنْتُ اَسْمَعُ التَّقْدِیْسَ وَالتَّسْبِیْحَ مِنْہُ فِیْ بَطْنِیْ "میں اپنے بطن میں اس مولود کی

تسبیح و تقدیس کی آوازیں سن رہی ہوں"۔ روایت میں جناب سیدہ کونین کا یہ قول بھی درج ہے جہاں آپ نے فرمایا۔ اِنّی کُلَّمَا نِمْتُ رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ شَخْصَینِ نورًا نِیَّینِ یَقْرَاٰنِ عَلَیَّ۔

"میں جب بھی سوتی تو خواب میں دو پُرنور چہروں کو دیکھتی جو مجھ پر قرآن کی تلاوت کرتے تھے"۔ جناب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم خود بھی پانی پر قرآن کی تلاوت کرتے اور اسے جناب سیدہؑ پر چھڑکتے تھے۔

ولادتِ حُسینؑ پر عالمِ بالا میں خُوشی اور مُبارکبادی

عرشِ الٰہی اس ولادتِ باسعادت کے موقع پر مسرور تھا۔ خداوندِ عالم نے اس موقع پر اپنی مخلوقات پر پانچ مرتبہ وحی کی جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ ربّ العزت رضوانِ جنت کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔
اَنْ زَخْرِفِ الْجِنَانَ وَطَیِّبْهَا کَرَامَةَ مَوْلُوْدٍ وُلِدَ لِمُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰہ علیہ وآلہٖ۔

"اس مولود کے احترام میں جنت کو آراستہ وپاکیزہ کرو جو میرے حبیبؐ کے لئے ہوا ہے"۔

۲۔ خداوندِ عالم نے حورالعین کو وحی کی۔ تَزَیَّنَّ وَتَزَاوَرْنَ لِکَرَامَةِ مَوْلُوْدٍ لِمُحَمَّدٍ "خود کو اور دوسروں اس کے احترام میں آراستہ کرو جسے ہم

نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے پیدا کیا ہے"۔

۳۔ ملائکہ کے لئے حکم ہوا۔

قُوْمُوا صُفُوفاً بِالتَّسْبِيحِ وَالتَّحْمِيدِ وَالتَّمْجِيدِ وَالتَّكْبِيرِ لِكَرَامَةِ مَوْلُودٍ وُلِدَ لِمُحَمَّدٍ "اے ملائکہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے لئے پیدا ہونے والے اس مولود کے احترام میں اٹھو تسبیح و تحمید و تمجید و تکبیر کے لئے صفیں باندھو"۔

۴۔ ربّ ذوالجلال نے حضرت جبرئیل علیہ السلام پر اس طرح وحی کی۔

اَنْ اهْبِطْ اِلَى النَّبِيِّ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ فِي اَلْفِ قَبِيلٍ وَالْقَبِيلُ اَلْفُ اَلْفِ مَلَكٍ عَلٰى خَيْلٍ اَبْلَقٍ مُسَرَّجَةٍ عَلَيْهَا قِبَابُ الدُّرِّ وَالْيَاقُوتِ مَعَهُمُ الرُّوحَانِيُّونَ بِاَيْدِيهِمْ حِرَابٌ مِنْ نُورٍ اَنْ هَنِّئُوا مُحَمَّداً لِمَوْلُودِهِ.

"اے جبرئیل" ایک ہزار ایسے قبائلِ ملائکہ کے ساتھ میرے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی طرف اترو جن میں سے ہر قبیلے میں ایک ہزار فرشتے ہوں وہ سب ابلق گھوڑوں پر سوار ہوں" ان کی زینیں دُرّ و یاقوت سے مرصّع ہوں" ان کے ساتھ ایسے روحانی فرشتے بھی ہوں جو اپنے ہاتھوں میں نور کے فانوس لئے ہوئے ہوں۔ سب مل کر میرے حبیب کو بچّے کی ولادت کی مبارکباد پیش کرو"۔ ذیل میں ان چند مواہب الٰہی کا ذکر

کیا جارہا ہے جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ خداوندِ عالَم اس مولود کو کتنا عزیز رکھتا ہے۔

حضرت حسینؑ پر الطافِ الٰہی۔ ایک مختصر نظر

۱۔ ولادت کے بعد جب نام رکھنے کی ضرورت پیش آئی تو خداوندِ جلیل نے حضرت جبرئیلؑ سے فرمایا۔ فَاَخْبِرْہُ اِنِّیْ سَمَّیْتُہُ الْحُسَیْنَ "میرے حبیب محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلمؐ) کو خبر کردو کہ میں نے اس مولود کا نام حسینؑ رکھا"۔ یعنی خداوندِ عالم نے خود اس نام کو پسند کیا۔ بہ تحقیق کہ ربِ جلیل نے اپنی کتاب میں بھی حسینؑ کا ذکر کیا اور ان کے لیے خصوصی اوصاف قرار دیئے۔ روایات سے ظاہر ہے پروردگار نے آسمانوں میں بھی سیدالشہداءؑ کے لئے مخصوص نام مقرر کیے ہیں۔

۲۔ خداوندِ عالَم نے جنابِ سیدالشہداءؑ کے مصائب کے بیان میں بھی خصوصی اہتمام برتا۔ ربِّ جلیل نے اس حدیث میں جہاں امام حسینؑ کا نام مقرر کیا، حضرت جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ زمین پر اُتر کر پہلے آسمانِ نبوت کے آفتاب کو اس ولادت پر مُبارکباد پیش کرو اور پھر اطلاع دو۔ عَزِّہٖ وَقُلْ اِنَّ اُمَّتَکَ سَتَقْتُلُہٗ "اور پہلے انہیں تعزیت پیش کرو پھر کہہ دو کہ آپ کی اُمّت جلد اسے قتل کردے گی"۔

۳۔ خداوندِ عالَم کو حُسین علیہ السلام کی خاطر اتنی عزیز تھی کہ اس نے

پیدائش کے وقت جنّت کی حُوروں میں سے بہترین حُور کو دیگر حوروں کے ساتھ قابلہ (دائی) بنا کر بھیجا۔

۴۔ بارگاہِ احدیت میں حسینؑ کے احترام کا یہ عالَم تھا کہ حسینؑ کا جھولا جھلانے والا فرشتہ بھی بارگاہِ ذوالجلال میں تقرّب کی منزل پر فائز تھا۔ جب ملک فطرس پر عتاب نازل ہوا تو اس نے حسین علیہ السلام کے گہوارہ میں پناہ حاصل کی۔

۵۔ خداوندِ عالَم نے حضرت میکائیلؑ اور دیگر ملائکہ کو حسینؑ کا گہوارہ ہلانے پر مقرر کیا۔

پروردگارِ عالَم کو حُسینؑ اتنا محبوب تھا کہ اس نے حضرت جبرئیل کو حکم دیا کہ اس وقت تک حسینؑ کو لوری سناتے رہو جب تک حسینؑ نہ سو جائیں۔

۶۔ جہاں تک حسینؑ کو دودھ پلانے کا سوال ہے اگرچہ جناب صدیقۂ کُبریٰ سیدۂ طاہرہ سلامُ اللہِ علیہا کا دودھ حسینؑ کے لئے انتہائی باعثِ شرف وفضیلت تھا لیکن مقامِ مُنتہیٰ مرتبت کی افضلیت کی بناء پر خداوندِ عالَم نے یہ اہتمام کیا کہ جب سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنی زبان اور انگشتِ مُبارک حُسینؑ کے منہ میں دی تو اس سے دودھ اور غذا جاری ہوگیا۔ اس موضوع کی تائید میں حضرت جابر کا وہ جملہ نقل کیا جاتا ہے جو سیدالشہداءؑ کی زیارت کرتے ہوئے ان کی زبان سے جاری ہوا۔

جابر فرماتے ہیں۔

غذتک ید الرحمۃِ ورضعت مِن ثدیِ الایمانِ وربیت فی حجرِ الاسلامِ۔

"تجھے رحمۃ للعالمین کے ہاتھوں سے غذا دی گئی۔ پیکرِ ایمان کے پستان سے دودھ پلایا گیا اور اسلام کی آغوش میں تربیت پائی"۔

اس بارے میں سید بحرالعلوم فرماتے ہیں۔

للّٰہِ مرتضعٌ لم یرتضعِ ابداً مِن ثدیِ انثیٰ ومِن طٰہٰ مراضعہٗ

"یہ قدرتِ الٰہی کا کرشمہ ہے کہ اس نے ایسا شیرخوار بچہ بھی پیدا کیا جس نے کبھی کسی ماں کا دودھ نہیں پیا بلکہ حضرت طٰہٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی زبانِ مبارک اور انگلیوں سے دودھ اور غذا فراہم کردی۔ (اللہ اکبر)

۷۔ خدائے تبارک وتعالیٰ نے مظلوم کے پہننے کے لئے جنت سے خصوصی پوشاک بھیجی۔ حضرت رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے اپنے ہاتھوں سے یہ لباس پہنایا اور فرمایا۔

ھٰذِہٖ ھدیّۃٌ اھداھا ربّی للحسینِ وانا البسہٗ ایّاہا وانّ لحمتھا مِن زغبِ جناحِ جبرئیل۔

"یہ لباس جسے میں پہنا رہا ہوں۔ حسینؑ کے لئے میرے پروردگار کی طرف سے ہدیہ ہے جسے جبرئیلؑ کے نازک پروں سے بنایا گیا ہے"۔

۸۔ قبرِ مطہر کو خداوندِ عالم نے یہ عزّت بخشی کہ دفن سے قبل حضرت آدمؑ سے لے کر جناب خاتم الانبیاءؐ تک ہر نبی نے اس قبر کی زیارت کی۔ سیّدا لشہداءؑ کے علاوہ کسی مولود کو تاریخِ عالم میں یہ سعادت حاصل نہ ہوئی کہ شہادت سے قبل ان کے قبر کی زیارت کی گئی ہو۔

۹۔ ہرنی اور اس کے بچے کا واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ خدا کی بارگاہ میں حسینؑ کی آنکھوں سے نکلے ہوئے آنسوؤں کو کتنی عظیم منزلت حاصل ہے۔ جلد ہی واقعہ کی تفصیلات بیان کی جائیں گی۔

۱۰۔ حضرت حسین علیہ السلام کا خون بارگاہِ ذوالجلال میں اتنا محترم ہے کہ خداوندِ عالم نے ایک فرشتے کو اس امر پر مامور کیا کہ وہ ایک شیشی میں مظلومِ کربلا کا خون جمع کرے۔

۱۱۔ جناب سیّدا لشہداء علیہ السلام کے مصائب پر بہنے والے آنسوؤں کی حرمت کا اندازہ اس امر سے لگایا جا سکتا ہے کہ پروردگار نے ملائکہ کو اس امر پر مقرر کیا کہ وہ غمِ حسینؑ میں بہنے والے آنسوؤں کو جمع کر کے جنت کے خزانوں کے سپرد کر دیں تاکہ وہ انہیں آبِ حیوان میں مخلوط کر دیں۔

۱۲۔ خداوندِ عالم نے حسین علیہ السلام پر رونے والی آنکھوں کے لئے قرار دیا کہ انہیں نہ کبھی تنگی دامن گیر ہوگی اور نہ ہی ذلت۔

۱۳۔ حسینؑ کے غم میں منعقد ہونے والی مجالس عزا کو بھی بے حد فضیلت حاصل ہے۔ اس کی تفصیل مجلس عزا کی خصوصیات کے ضمن میں بیان کی جائے گی۔

۱۴۔ خدائے تبارک وتعالیٰ نے حسین علیہ السلام کی شفاعت کو بے حد اہمیت دی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باری تعالیٰ نے پیدائش کے وقت انہیں ملائکہ کے لئے شفیع قرار دیا۔ جبکہ روزِ قیامت دیگر ائمہؑ معصومین علیہم السلام کی شفاعت بنی نوعِ انسان کے لئے مخصوص ہوگی۔ حسینِؑ مظلوم کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ انسانوں اور ملائکہ دونوں کی شفاعت کریں گے۔

۱۵۔ خداوندِ عالم نے حسینؑ مظلوم کی قبر کی مٹی کو محترم قرار دیا۔ روایات میں تربتِ سید الشہداءؑ کی حد تو کم سے کم ۲۵ گز اور زیادہ سے زیادہ چار فرسخ بتائی گئی ہے۔ یہ تربت قبرِ مطہر سے جتنی نزدیک ہوگی اس کی فضیلت بھی اتنی ہی زیادہ ہوگی۔ جب زمین تخلیق پارہی تھی تو آپ نے اس پاک زمین کو اپنی قبر کے لئے پسند کیا۔ آپ جس وقت سفر کے ارادے سے مدینہ چھوڑ رہے تھے اس وقت آپ نے اسی امر کی خبر دی تھی۔ اس پاکیزہ مٹی کی خصوصیات درج ذیل ہیں۔

تُربتِ قبر شریف کی خصوصیات

۱۔ اس کی فضیلت کعبہ سے زیادہ ہے۔ کعبہ اور کربلا کے تفاخر کی حدیث

سے ظاہر ہوتا ہے کہ کربلا کا مقام کیا ہے؟ کبھی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کربلا، نجف اشرف سے افضل ہے لیکن خود قبرِ مطہرِ امیرالمومنینؑ سے افضل نہیں۔

۲۔ سَنَدِ مُعتبر سے امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ خلاقِ عالم نے کربلا کی زمین کو خلقتِ کعبہ سے چوبیس ہزار سال پہلے خلق کیا ہے اور اس زمین کو پاک و مبارک قرار دیا۔

۳۔ اسی معصوم سے متعدد اَسناد کے ذریعے روایت کی گئی ہے کہ خدا نے تخلیق کائنات سے پہلے کربلا کی زمین کو ایک مقدس اور مبارک زمین کی حیثیت سے پیدا کیا۔ یہ زمین اس وقت تک اسی طرح مقدس و مبارک رہے گی جب تک خدائے تعالیٰ اسے بہشت کی زمینوں اور ہر مکان سے زیادہ افضل قرار دے۔ خدائے تعالیٰ بہشت میں اپنے اولیاء کو اسی مکان میں ٹھہرائے گا۔

۴۔ خدائے تعالیٰ نے اس پاک تُربت کو روضہ ہائے جنت میں سے ایک روضہ قرار دیا۔

۵۔ جنابِ سید سجّاد علیہ السلام فرماتے ہیں جب زلزلہ اور قیامت کے آثار برپا ہوں گے، خداوندِ عالم کربلا کی زمین کو اس کی نورانی اور پاک مٹی کے ساتھ اٹھا کر روضہ ہائے بہشت میں سے ایک بہترین روضہ میں قرار دے گا۔ یہ زمین جنت کے باغات میں اس طرح چمکے گی۔ جس طرح

ستاروں کے درمیان روشن ستارے چمکتے ہیں۔ اس کا نور اہلِ بہشت کی آنکھوں کو خیرہ کردے گا اور یہ زمین پکار کر کہے گی کہ میں خدا کی وہ پاک ومقدس زمین ہوں جو جوانانِ جنت کے سردار اور سید الشہداءؑ کے پاک واطہر جسد کو سمیٹے ہوئے ہے۔

۶۔ جو استغفار تربتِ سید الشہداءؑ کی تسبیح پر پڑھی جائے خداوندِ عالم اس کے ثواب کو ستر گنا بڑھا دیتا ہے۔

۷۔ اگر تربتِ سید الشہداءؑ سے بنی ہوئی تسبیح کے دانوں کو ذکر کے بغیر بھی گھمایا جائے تب بھی اس میں ذکر کا ثواب ہے۔ جیسا کہ سیّد بحرالعلوم اعلیٰ اللہ مقامہٗ اپنے منظوم کلام میں فرماتے ہیں۔

اَكْرِمْ بِهَا مِنْ سُبْحَةٍ مُسَبِّحَةٍ

عَنْ حَامِلٍ يَحْمِلُهَا مُسَبِّحَةٍ

"قابلِ احترام ہے تربت کی بنی ہوئی تسبیح کہ وہ اپنے حامل کی طرف سے خود تسبیح بجا لاتی ہے"۔

۸۔ جو شخص تربت کی تسبیح ہاتھ میں لے کر ایک مرتبہ یہ کہے۔

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَصْبَحْتُ اُسَبِّحُكَ وَاُمَجِّدُكَ وَاُهَلِّلُكَ وَاَحْمَدُكَ عَدَدَ مَا اُدِيْرُ بِهٖ سُبْحَتِيْ۔ "تو جب تک تسبیح اس کے ہاتھوں میں رہے گی اس کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا۔ جناب سیّد سجاد علیہ السلام سے روایت ہے کہ تربت کی تسبیح کو زیرِ سر رکھ کر اسی ذکر کو

پڑھے تو صبح تک اس کا ثواب اس کے نامۂ اعمال میں رقم ہوتا رہے گا"۔

۹۔ معاذ بن جبل نے یہ حدیث نقل کی ہے: اَلسُّجُودُ عَلٰی تُرْبَتِهَا تَخْرِقُ الْحُجُبَ السَّبْعَةَ۔ حضرت حسینؑ مظلوم کی قبر کی خاک پر سجدہ کرنے سے عالم بالا کے سات پردوں کو ہٹا دیا جاتا ہے"۔ یہاں شاید سات آسمانوں کے حجاب مراد ہیں۔ یا شاید وہ سات کبیرہ گناہوں کے حجاب مراد ہیں جو اعمال کو بارگاہِ قبولیت تک پہنچنے سے روکتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ قبر انور کی خاک پر سجدہ سات زمینوں کو نورانی بنا دیتا ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ ثواب صرف قبر اطہر ہی کی خاک پر سجدہ سے مختص ہے یا مروجہ سجدہ گاہیں جو کربلا کی خاک سے بنائی جاتی ہیں وہ بھی اس میں شامل ہیں؟ معاویہ بن عمار روایت کرتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس قبر مطہر کی خاک سے بھری ہوئی ایک تھیلی رہتی تھی۔ امام وہ خاک بچھا کر اس پر سجدہ کرتے تھے' اس سے ثابت ہوا کہ قبر مطہر کی خاک پر سجدہ کرنا مٹی کی افضلیت کی وجہ سے ہے جبکہ اس کے علاوہ دیگر خاک پر سجدہ کرنا استحباب کا درجہ رکھتا ہے۔

۱۰۔ مٹی کا کھانا حرام ہے بلکہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ مٹی کا کھانا سور کے گوشت کی مانند حرام ہے۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص مٹی کھا کر مرجائے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز نہیں لیکن امام حسین علیہ السلام کی قبر کی مٹی کی خصوصیت یہ ہے کہ اسے شفا

کی نیت سے کھایا جاسکتا ہے۔ ایسا کرنے میں نیت کو اہمیت حاصل ہے۔
ابن ابی یعفور امام جعفرصادق علیہ السلام سے یہ حدیث نقل کرتے ہیں کہ
میں نے حضرت امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی۔
یَأْخُذُ الْإِنْسَانُ مِنْ طِیْنِ قَبْرِ الْحُسَیْنِ عَلَیْهِ السَّلَام فَیَنْتَفِعُ بِهٖ
وَیَأْخُذُ غَیْرُهٗ فَلَا یَنْتَفِعُ بِهٖ۔

"کیا وجہ ہے کہ ایک شخص امام حسین علیہ السلام کی قبر کی مٹی اٹھاتا
ہے اور اس سے اسے فائدہ پہنچتا ہے جبکہ ایک دوسرا شخص وہی مٹی
اٹھاتا ہے جس کا اسے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ امام علیہ السلام نے
جواب میں فرمایا۔
لَا وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ مَا یَأْخُذُ اَحَدٌ وَهُوَ یَرٰی اَنَّ
اللّٰهَ یَنْفَعُهٗ بِهٖ اِلَّا نَفَعَهُ اللّٰهُ۔

"ایسا نہیں ہے۔ اس خدائے برحق کی قسم جس کے سوا کوئی اور
معبود نہیں جو شخص اس نیت سے اس خاک کو اٹھائے گا کہ خداوندِ عالم
اس کی برکت سے اسے فائدہ پہنچائے گا تو ایسا ہی ہوگا"۔ روایات سے
ظاہر ہے کہ اس خاک کا اثر اس وقت ختم ہوجاتا ہے جب جن و شیاطین
اسے مس کرتے ہیں اس طرح اس خاک سے سجدہ گاہ بنانے کا بھی
خصوصی طریقہ موجود ہے۔
۱۱۔ احادیث میں منقول ہے جو شخص امام حسین علیہ السلام کی قبر کی خاک

کو خوف سے محفوظ رہنے کی نیت سے تعویز اور حرزِ جاں بنائے رکھے گا وہ خوف سے نجات پائے گا۔

۱۲۔ احادیث اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ اگر اس پاک مٹی کو مالِ تجارت میں رکھ دیا جائے تو وہ مال تجارت میں برکت کا باعث بنے گا۔

۱۳۔ حدیث میں ارشا ہوا۔ حَنِّكُوْا اَوْلَادَكُمْ بِتُرْبَةِ قَبْرِ الْحُسَيْنِ عَلَيْهِ السَّلَام، فَاِنَّهَا اَمَانٌ۔

"یعنی اپنی اولاد کے منہ کے ذائقہ کا آغاز حسین علیہ السلام کی قبر کی خاک سے کرو۔ یعنی اپنے نومولود بچے کے منہ کے تالو پر حسینِ مظلوم کی تُربت مل جائے کہ وہ بچے کو ہر بلا و مصیبت سے محفوظ رکھتی ہے"۔

۱۴۔ اگر قبر میں میت کے ساتھ تُربت رکھ دی جائے تو وہ میت کے لئے عذاب سے نجات کا ضامن ہوگا۔ روایت ہے کہ ایک زناکار عورت اپنے پیدا ہونے والے بچوں کو جلادیتی تھی۔ اس کی موت کے بعد اسے جتنی بار بھی دفن کیا گیا قبر نے اسے باہر پھینک دیا۔ کسی نے یہ ماجرا امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کیا ان کی ہدایت پر اس کی قبر میں تُربت کی معمولی مقدار ساتھ رکھ دی گئی۔ اس کے بعد پھر قبر نے اسے باہر نہیں پھینکا۔

۱۵۔ کربلا کی تُربت کو حنوط کے ساتھ مخلوط کرنا مستحب قرار دیا گیا ہے۔

۱۶۔ کربلا میں میت کی تدفین جنت کی ضمانت ہے۔

۱۷۔ حورالعین زمین پر اترنے والے ہر فرشتے سے درخواست کرتی ہیں کہ انہیں کربلا کی تربت ہدیہ کی جائے۔

۱۸۔ ایک فرشتے نے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کو کربلا کی تربت ہدیہ کی۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم نے بہ نفسِ نفیس اس ہدیہ کو قبول کیا۔ کبھی کبھی جناب سید الشہداء بھی جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم سے اس خاک کو لے کر دیکھتے تھے۔ واقعہ کی تفصیل عنقریب بیان کی جائے گی۔

۱۹۔ معتبر روایات کے مطابق واقعۂ کربلا سے پہلے سرزمینِ کربلا پر دو سو پیغمبر، دو سو اوصیاء اور پیغمبروں کی دو سو اولاد دفن ہوئیں جو تمام دشمنوں کے مظالم سہہ کر شہید ہوئے۔

۲۰۔ اس خاک کی تاثیر یہ ہے کہ اسے سونگھنے سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ واقعۂ کربلا سے پہلے بھی جب بھی جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم یا حُسین علیہ السلام خود اس خاک کو سونگھتے تو آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہو جاتے۔ اس کی تفصیل "اسبابِ گریہ" کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

۲۱۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے وقت یہ خاک ہر مقام پر خون میں تبدیل ہو گئی۔ اس سلسلہ میں کتبِ مقاتل میں کثیر روایات موجود ہیں۔ ان میں سے ایک روایت جسے ہر خاص و عام نے بیان کیا ہے یہ ہے کہ

شب معراج جناب جبرئیلؑ نے اپنے ہاتھوں سے کربلا کی سرزمین سے یہ خاک اٹھائی اور اسے جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم کی خدمت میں پیش کیا۔ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلّم نے یہ خاک جناب اُمّ سلمہؓ کو دی اور فرمایا کہ اُمّ سلمہؓ اس خاک کی حفاظت کرنا۔ جس وقت یہ خاک خون میں تبدیل ہوجائے تو سمجھ لینا کہ میرا نورِ نظر حسینؑ قتل کردیا گیا۔ جناب ام سلمہؓ فرماتی ہیں۔ میں نے اس خاک کو ایک شیشی میں رکھا اور اسے ہر روز دیکھتی اور گریہ کرتی تھی۔ یہاں تک کہ دسویں محرم کو صبح کے وقت وہ خاک اپنی اصلی حالت پر تھی لیکن زوالِ آفتاب کے بعد جب میں نے نظر ڈالی تو وہ خاک تازہ خون میں تبدیل ہوچکی تھی۔ میں نے بلند آواز سے گریہ کیا۔ میں نے دیکھا شیشی میں تازہ خون ابل رہا تھا۔

مشاہدہ سے یہ بات ثابت ہے کہ کربلا غم واندوہ کی سرزمین ہے۔ یہ کیفیت خصوصیت سے اس وقت اور شدید ہوجاتی ہے جب قبر جناب سیدالشہداءؑ اور پائین پائے مبارک پر واقع شہزادہ حضرت علی اکبر علیہ السلام کی قبر پر نگاہ پڑتی ہے۔ روایات کے الفاظ میں اِنَّهُ يَرْحَمُهُ مَنْ نَظَرَ اِلٰی قَبْرِ اُبْنِهِ عِنْدَ رِجْلِهِ "جو شخص اس مظلوم کے نورِ نظر کی قبر پر جو پائے مبارک کے ساتھ واقع ہے۔ نگاہ ڈالے تو اس پر رحم کرتے ہیں" تو سوال یہ ہے کہ جب تم باپ اور بیٹے کی قبورِ مطہر پر نظر ڈالتے ہو

اور چشمِ تصور میں ان کی اس کیفیت کو مجسم کرتے ہو تو کیا تمہارے دل میں بھی رحم کے ایسے ہی احساسات پیدا نہیں ہوتے۔

۱۲۔ روایت میں وارد ہے۔ اِنَّ كُلَّ مَلَكٍ اَتٰى اِلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ كَانَ مَعَهٗ شَيْءٌ مِّنْ تُرْبَةِ كَرْبَلَا۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت کو اترنے والے تمام فرشتے کربلا کی خاک اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ اسی طرح کربلا کی زیارت کرنے والے ہر پیغمبر نے کربلا کی کچھ خاک تبرکاً ساتھ لی اور اپنے بدن کو اس پاک خاک سے مس کیا۔ پس معلوم ہوا کہ یہ زمین قیامت تک ہر پیغمبر کی زیارت گاہ تھی اور رہے گی۔

حضرت حسینؑ کی تذلیل کرنے والے خود ذلیل ہو گئے

بارگاہِ احدیت میں سید الشہداءؑ کے تقرب کا یہ عالم تھا کہ توہین کی ہر کوشش ان کی فضیلتوں میں مزید اضافہ کر دیتی۔ جب بھی کسی نے ان کی تذلیل کی سعی کی تو اس کا یہ عمل ان کی فضیلت کا باعث بنتا اور تذلیل کی یہ کوشش توقیر سے بدل جاتی۔ اسی مطلب کی تائید میں تقریباً چالیس واقعات مذکور ہیں۔

ان واقعات کی تفصیل جاننے کے لئے ان افراد کے حالات و واقعات کا مطالعہ کرنا پڑے گا جنہوں نے ہمیشہ ان کی تذلیل کی اور ان کے خلاف

جنگ کرنے کا کوئی موقع فروگزاشت نہ کیا۔ لیکن امرواقعہ یہ ہے کہ جناب سیدالشہداءؑ کی تضحیک و تذلیل ایک الگ موضوع ہے جبکہ ان کے خلاف قتال وجدال ایک دوسرا عنوان ہے۔ خداوندِ عالم کے الطاف واکرامِ خاصہ کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے اولیاء کو ایسی ذلت آمیز صورتحال سے دوچار نہیں کرتا جس کی وجہ سے دل ان سے متنفر ہو جائیں۔ اسی امر کے پیش نگاہ ربِّ جلیل نے ان ذواتِ مقدسہ کو صولت وہیبت اور وقار و حکمت عطا کی۔ یہ خصوصیات خاص طور سے مظلومِ کربلاؑ کے حوالہ سے انتہائی اہم ہیں۔ ذیل میں ان واقعات میں سے چند کی طرف سرسری طور پر اشارہ کیا جارہا ہے۔

۱۔ معاویہ امامِ مظلوم علیہ السلام کے دشمنوں میں سرفہرست تھا لیکن مرنے سے پہلے اپنے بیٹے یزید کے نام وصیت میں یوں کہتا ہے۔

اِنِّی اَخَافُ علیکَ مِنَ الْحُسینِ بْنِ علیٍّ لٰکِنْ اِذَا اظفرتَ بِهٖ رَاعِ حَقَّهٗ فَاِنَّهٗ فِلْذَةُ کَبِدِ رسولِ اللّٰهِ صلّی اللّٰهُ علیهِ وَاٰلِهٖ۔

"مجھے تیری نسبت حسین بن علیؑ سے خوف ہے۔ لیکن جب تو ان پر فتح پائے تو ان کے حق کا خیال رکھنا کہ وہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے جگر ٹکڑا ہیں۔

۲۔ مدینہ کا حاکم ولید وہ پہلا شخص تھا جس نے امام علیہ السلام کے قتل کا حکم دیا۔ وہ کہتا ہے۔ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَبْتَلِیَ بِدَمِهٖ "میں حسینؑ کا

خون بہانے سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں"۔

۳۔ عمر بن سعد ملعون خانوادہ رسالت کے خلاف جنگ سے متعلق اپنے اشعار میں کہتا ہے۔

ءَ أَترُکُ مُلکَ الرّیِ وَالرّیُ مُنیَتِی
أَو أَصبَحُ مَأثُوماً بِقَتلِ حُسَینٍ
وَفِی قَتلِہِ النّارُ الّتِی لَیسَ دُونَھَا
حِجَابٌ وَمُلکُ الرّیِ قُرّۃُ عَینٍ

"میرے سامنے دو راستے ہیں ایک تو یہ کہ میں ملک رے کی پیشکش کو قبول نہ کروں حالانکہ رے کی حکومت میری آخری آرزو ہے۔ دوسری راہ یہ ہے کہ میں حسینؑ کے قتل کا گناہ اپنے سر لے لوں اور ایسی آتشِ جہنم کا سامنا کروں جس سے بچنا ممکن نہیں۔ جبکہ رے کی حکومت میری آنکھوں کا نور ہے"۔

۴۔ شمر لعین نے ایک طرف کربلا میں حُسینِ مظلوم علیہ السلام پر حملے کا حکم دیا اور دوسری طرف مظلوم کربلا کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا۔

اِنّہٗ کُفوٌ کریمٌ لَیسَ القتلُ بِیَدِہٖ عاراً۔ "وہ ایک کریم و شریف انسان ہے اس کے ہاتھ سے قتل ہوجانا باعثِ عار و ذلت نہیں"۔

۵۔ تاریخ نے شمر ملعون کے وہ الفاظ محفوظ کر لئے جب وہ گردنِ اطہر پر

خنجر چلاتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

اَقْتُلُکَ وَاَعْلَمُ اَنَّ الْخَصْمَ الْعَلِیُّ الْاَعْلٰی "میں آپ کو اس یقین کے ساتھ قتل کر رہا ہوں کہ خداوندِ علیِّ اعلیٰ میرا دشمن بن جائے گا"۔

۶۔ جس شقی نے امامؑ کے کٹے ہوئے سرِ مبارک کو ابن زیاد کے سامنے پیش کیا وہ یہ اشعار پڑھ رہا تھا:

اِمْلَاءُ رِكَابِیْ فِضَّةً اَوْذَهَبَا

اِنِّیْ قَتَلْتُ السَّیِّدَ الْمُحَجَّبَا

قَتَلْتُ خَیْرَ النَّاسِ اُمًّا وَّ اَبًا

"میرے رکاب کو سونے یا چاندی سے بھردو کہ میں نے سیّدِ بزرگوار کو قتل کیا۔ میں نے اس انسان کو قتل کیا جو ماں اور باپ دونوں کی طرف سے انسانوں میں بہترین تھا"۔ ابنِ زیاد یہ سن کر غضبناک ہوا اور اس کے قتل کا حکم صادر کیا۔

۷۔ جن افراد نے فرزندِ رسولؐ کے قتل میں براہِ راست حصہ لیا اور استخوان ہائے بدنِ مطہر کو ریزہ ریزہ کیا انہوں نے بھی سیّدا لشہداء علیہ السلام کی مدح میں اشعار کہے۔

۸۔ یزید ملعون نے سیّدا لشہداء علیہ السلام کی اس وقت مدح کی جب سرِ انور طشت میں اس کے سامنے رکھا گیا تھا۔

درج بالا مواد وہ ہیں جہاں خود قاتلوں نے حسینؑ بن علی علیہ السلام کی مدح سرائی کی ہے۔ لیکن بے شمار مواقع پر ظالموں نے طنز وطعنہ اور الفاظ کے نشتروں سے سیدؑ الشہداءؑ کو اذیت پہنچائی۔

۹۔ ایسے ہی ایک موقع پر روزِ عاشورا ایک شقی نے مظلومؑ کی شان میں گستاخی کرتے ہوئے کہا۔ یَاحُسَیْنُ اَبْشِرْ بِالنَّارِ "یا حسینؑ میں تجھے آتشِ جہنّم کی بشارت دیتا ہوں"۔ جیسے ہی اس شقی نے اس توہین کا ارتکاب کیا۔ خداوندعالم نے اس کو سزا دی۔ اس کے گھوڑے کا پاؤں پھسلا اور وہ زین سے اس طرح گرا کہ اس کا پاؤں رکاب ہی میں پھنسا رہا۔ گھوڑا اسے گھسیٹے ہوئے بھاگتا رہا۔ یہاں تک کہ اسے اس خندق میں گرادیا جہاں آگ روشن تھی۔

۱۰۔ عاشورا ہی کے دن ایک اور ظالم نے جسارت کرتے ہوئے کہا۔ یَاحُسَیْنُ اَیُّ حُرْمَۃٍ لَکَ مِنْ رَّسُوْلِ اللّٰہِ اے حسینؑ جناب رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کے نزدیک آپ کی کیا حُرمت باقی رہ گئی۔ اس کے فوراً بعد جب وہ شقی رفعِ حاجت کے واسطے باہر آیا۔ ایک سانپ نے اسے کاٹا اور وہ کُفرِ معنوی اور نجاستِ ظاہری کی حالت ہی میں واصلِ جہنّم ہوا۔

۱۱۔ ایک اور ظالم نے سیدالشہداء علیہ السلام کی تضحیک کے ارادے سے کہا۔ اُنْظُرْ اِلَی الْمَآءِ فَلَا تَذُوْقُ حَتّٰی تَمُوْتَ عَطْشاً پانی کی

طرف تو دیکھو (کہ کیسی فراوانی سے بہہ رہا ہے) لیکن اس کا ایک قطرہ بھی نہ چکھ سکو گے اور پیاسے ہی موت آجائے گی۔ امام حسین علیہ السلام نے فوراً ہی اس کے لئے بددعا کی اور فرمایا۔ "اَللّٰھُمَّ اَمِتْہُ عَطْشَانًا" "پروردگار اس شخص کو پیاسا ہی ہلاک کردے"۔ فوراً ہی اس کی کیفیت یہ ہوئی کہ آواز دیتا ہائے پیاس۔ پھر ایک گھونٹ پانی پیتا اور دوبارہ پھر وہی آواز دیتا ہائے پیاس یہاں تک کہ پانی پی پی کر اس کا پیٹ پھول گیا اور وہ پیاسا ہی دم توڑ گیا۔

حضرت حسین علیہ السلام کیلئے بہشتی میوے اور غذا

مقام تقرب حسین سید الشہداء علیہ السلام کا عالم یہ تھا کہ جب بھی غذا یا میووں کی فرمائش کرتے' خداوند عالم بہشت سے انواع واقسام کی غذائیں اور میوے نازل فرماتا۔ منجملہ واقعات میں سے وہ واقعہ مشہور ہے جب خداوند منّان نے بہشت سے کھجوریں' پانی اور سیب کے تحفے بھجوائے۔ بلکہ امر واقعہ یہ ہے کہ جب کبھی بہشت سے آپ کے جدِّ بزرگوار جناب پیغمبر اکرمؐ' پدرِ گرامی علی مرتضیٰؑ' والدۂ معظمہ جناب سیدۂ کونینؑ اور بھائی حسنِ مجتبیٰؑ صَلَوَاتُ اللّٰہِ وَسَلَامُہٗ عَلَیْہِمْ اَجْمَعِیْن کے لئے خوان ہائے نعمت اترے وہ آپ ہی کی خواہش پر تھے۔ یا پھر خصوصاً آپ ہی کے لئے نازل ہوئے تھے۔

حضرت حسین علیہ السلام کیلئے بہشتی لباس کا ہدیہ

بارگاہِ الٰہی میں حسینِ مظلومؑ کے لباس کے لئے بھی خصوصی اہتمام تھا۔ خداوندِ عالم نے جنّت سے ان دو شہزادوں کے لئے متعدد مواقع پر مختلف رنگوں میں جن کی تفصیل کتابوں میں درج ہے، خصوصی پوشاک بھجوائی۔ خداوندِ عالم نے خیاطِ بہشت سے مظلومِ کربلاؑ کے لئے خصوصی پوشاک کا اہتمام کیا۔ جنابِ ختمی مرتبتؐ نے اپنے دست ہائے مبارک سے یہ لباس چھوٹے نواسے کو پہنایا۔ جناب اُمّ سلمہؓ فرماتی ہیں میں نے دیکھا کہ جنابِ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنے چھوٹے نواسہ کو ایسی پوشاک پہنائی جس کی نظیر دنیا میں موجود نہ تھی۔ میں نے اس لباس کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے فرمایا۔ یہ لباس خداوندِ عالم نے حسینؑ کے لئے ہدیہ کیا ہے میں اپنے ہاتھوں سے حسینؑ کو پہنا رہا ہوں اور خداوندعالم نے یہ لباس حضرت جبرئیلؑ کے نازک پروں سے تیار کیا ہے۔

بعد قتل بھی جب جناب سیّدالشہداءؑ کی لاش دشتِ کربلا میں عُریاں پڑی تھی، خداوندِ عالم نے ملائکہ کو حکم دیا کہ جنّت سے پوشاک لے جاکر حسینؑ کے زیب تن کی جائے۔ واقعہ کی تفصیل آئندہ صفحات میں نقل کی جائے گی۔

پانچواں باب
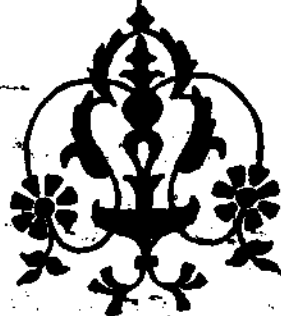
الطافِ خصوصی

پانچواں باب

الطافِ خصوصی

یہ باب ان اکرام و الطافِ ربانی کے بیان کے لیے مخصوص ہے جنہیں پروردگار نے حضرت حسین علیہ السلام ہی کا حصہ قرار دیا۔ اپنی التفات و رحمتِ خاصہ کا مرکز بنایا۔ ربِ ذوالجلال نے حضرت حسین علیہ السلام کے سر پر اپنی رحمتِ کاملہ کا ہاتھ پھیرا۔ پروردگارِ عالم نے اپنی اس التفات کا اظہار دو طریقوں سے کیا ایک لطفِ خصوصی' دوسرا لطفِ عمومی۔

لطفِ خصوصی کو براہِ راست اپنے فیض و اکرام کا مصدر بنایا جس کا بیان قلم و زبان سے احاطہ ممکن نہیں' نہ اس کا تصور کر سکتا ہے۔ ان الطافِ الٰہی میں سے ایک خصوصی لطف یہ ہے کہ نو امام آپ ہی کی ذُرّیت میں قرار دیے۔

الطافِ عمومی

دوسرا لطف و کرمِ الٰہی جو ذاتِ بابرکت حضرت سیدالشہداءؑ کی وجہ سے عوام الناس کو حاصل ہو رہا ہے اور دو جہاں میں لوگ فیض یاب ہو رہے ہیں۔ ربِ ذوالجلال نے حسین علیہ السلام کو وہ مخصوص مقام عطا کیا جس کے تصور و ادراک سے ہم عاجز ہیں۔ اس مقام کا ایک فروعی پہلو

یہ ہے کہ اس نے امامت کو سیدالشہداءؑ کی ذریت کی خدمت کے لئے مخصوص کر دیا۔

موتخرالذکر عام الطاف الٰہی کے نمونے بے شمار ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اس نے شفا کو تربت مطہر میں اور اجابت دعا کو ان کے گنبد کے نیچے قرار دیا۔ ان سب سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ اس نے اپنی رحمت عامہ کو اپنے تمام بندوں کے لئے مخصوص کر دیا۔ بلکہ یوں کہہ لیجئے کہ انسان کی تخلیق ہی اس لئے ہوئی تھی کہ اسے اپنے دامن فیض ورحمت میں جگہ دے۔ پھر اس نے ذات والا سے سیدالشہداءؑ کو اپنی رحمت کا ذریعہ قرار دیا۔ چونکہ خالق کائنات نے حسینؑ کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسینؑ سے قرار دیا اسی لئے جناب ختمی مرتبت فرماتے ہیں۔ حُسَيْنٌ مِنِّيْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَيْنِ پس معلوم ہوا کہ مظلوم کربلاؑ کی ذات، رحمت ایزدی کے نزول کا سبب ہے۔ وہ رحمت سے اور رحمت اس سے ہے۔ اسے دست رحمت نے غذا دی ہے۔ آغوش رحمت نے تربیت دی ہے۔ اس نے رحمت کی زبان سے دودھ پیا۔ اس کے خون اور گوشت وپوست نے رحمت سے نمو ونما پائی ہے۔ وہ رحمت کا نور نظر ہے۔ رحمت کی دو آنکھوں کا درمیانی پردہ ہے۔ رحمت کی خوشبو ہے۔ رحمت کا سینہ اس کے بیٹھنے کا مقام اور رحمت کے شانے اس کی سواری ہیں۔ رحمت کی پشت اس کا مرکب ہے۔

نفس کی بازگشت رحمت کی طرف ہے۔ وہ رحمت کا خصوصی معدن اور اسبابِ رحمت کا مقامِ اجتماع ہے۔ وہ رحمت کے وسائل کا جمع کرنے والا اور رحمت کے چشموں کا منبع ہے۔ رحمت کی شاخیں انہی سے پھوٹتی ہیں۔ رحمت کے اسباب اسی کے وجود سے تخلیق پاتے ہیں۔ وہی فیوضاتِ رحمت کی چھاؤں ہے۔ رب کی رحمت و مغفرت اور اس کی رحمتِ واسعہ میں مشمولیت اسی کی شفاعت کے بغیر نہیں۔ ذوالجلال کی صفت واسعُ الرّحمۃ کے زیرِ سایہ رہنے کے لئے ضروری ہے کہ اس مظلوم پر رحم کیا جائے۔ وہی رحمتِ موصولہ ہیں اور وہی رحمتِ مرحومہ بھی" تو کیا تمہارے دل میں بھی اس مظلوم کی نسبت رحم کے احساسات موجود ہیں؟ کیا تم نے بھی کبھی اس کی مصیبت پر آنسو بہائے؟ کیا کبھی تم نے کوشش کی کہ اس طرح تمہارا پروردگار تم پر رحمت و سلامتی نازل کرے؟ اور تمہارا رب تمہارے لئے یہ کہے:

صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا صَاحِبَ الرَّحْمَۃِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْکَ یَا رَاحِمَ الرَّحْمَۃِ۔

"اے صاحبِ رحم تیرا رب تجھ پر سلامتی بھیجتا ہے۔ اے رحمتِ خدا پر رحم کرنے والے تیرا رب تجھ پر صلوٰۃ نازل کرتا ہے"۔

سید الشہداءؑ وسیلۂ بزرگ رحمت الٰہیہ ہیں

اس موضوع کے تحت خداوند عالم کی ان رحمتوں اور برکات کا اجمالی ذکر ہوگا جو حسین علیہ السلام کے طفیل نازل ہوتی ہیں۔ ساتھ ہی ان برکات کی عمومیت کی وضاحت اور دینی و شرعی اعمال و خصوصیات سے ان کا تقابلی جائزہ پیش کیا جائے گا۔ لیکن بحث کے آغاز سے پہلے ہم اس سلسلے میں ایک تمہید باندھنا چاہتے ہیں جسے دو مرحلوں میں پیش کیا جائے گا۔

تمہید اوّل

خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے۔ أَيَحْسَبُ الْإِنسَانُ أَن يُتْرَكَ سُدًى ظاہری معنی یہ ہیں کہ "کیا انسان یہ گمان کرتا ہے کہ ہم نے اسے خود سر اور بے لگام چھوڑ رکھا ہے"۔ پس اے انسان یہ خیال ذہن میں نہ لانا کہ تیری خلقت عبث ہے اور تجھے بلا مقصد ہی دنیا سے چلے جانا ہے۔ تیرا پیدا کرنے والا حکیم، قادر اور غنی ہے۔ وہ اس امر سے منزہ ہے کہ کسی شے کو عبث خلق کرے۔ اے انسان ذرا اپنی تخلیق پر غور تو کر۔ کیونکہ جب کچھ نہ تھا تو ایک خطاب تکوینی کے ذریعے اول مخلوق وجود میں آئی۔ ایک امر کے ذریعے تو مٹی میں تبدیل ہوا اس کے بعد ایک خطاب کے ذریعے نباتات وجود میں آئے اس کے بعد غذا پیدا ہوئی۔ ایک خطاب نے تجھے نُطفَہ میں تبدیل کیا۔ ایک خطاب نے تجھے عَلَقَہ یعنی جمے ہوئے

خون میں بدل ڈالا پھر ایک امر سے تو مُضغہ میں تبدیل ہوا۔ ایک خطاب سے تیرے وجود میں ہڈیاں خلق ہوئیں۔ پھر ایک امر کے بموجب ان ہڈیوں پر گوشت چڑھا۔ ایک خطاب نے تجھے مکمل انسان کی شکل میں پیدا کیا اس کے بعد تجھے حس اور دیگر قویٰ عطا کیے گئے۔

پروردگارِ عالم کے یہ تمام خطابات تکوینی ہیں جن کا تعلق تیری خلقت سے ہے۔ جب ان خطابات کے بموجب تیری خلقت مکمل ہوئی تو پھر تجھ پر تکلیفی احکام عائد ہو گئے۔ ان تکلیفی احکامات کے ضمن میں تجھے الگ قسم کے فروعی احکامات کا بھی پابند کیا گیا۔ غرض یہ کہ تو اپنے بدن اور مال کے تعلق سے چند اعتقادات' صفات اور واجبات کی ادائیگی پر مکلف ہے۔ اسی طرح بعض خطابات کے بموجب تجھے بعض کردار' افعال' اقوال اور اموال سے اجتناب کا پابند بنایا گیا اور تاکید کی گئی کہ پہلے ان تعلیمات کو ذہن نشین کرے اور پھر اس پر عمل کرے۔ اس کے بعد ایک خطاب کی بناء پر تجھے ترغیب دلائی گئی تاکہ تو اطاعتِ رب اور نیکیوں پر عمل کرنے میں پیش قدمی کرے۔ خدا تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرے' اس راہ پر ثابت قدم رہے جو اسے معبود تک پہنچاتا ہے اور خدا کی طرف بلانے والے کی آواز پر لبیک کہے۔ خدا کو قرض دینے میں' خدا کا تقویٰ اختیار کرنے میں' خدا کی راہ میں مجاہدت اور اس کی مغفرت کی طلب میں کسی سے پیچھے نہ رہے۔ خداوندِ علیِ اعلیٰ اپنے کلامِ بلاغت نظام میں ان تمام

موارد کی طرف اشارہ کرتے ہوئے یوں حکم دیتا ہے۔ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ "پس نیکیوں میں تم ایک دوسرے سے سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرو"۔

وَابْتَغُوا إِلَيْهِ الْوَسِيلَةَ "اس تک پہنچنے کے لئے وسیلہ تلاش کرو"۔

اُدْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ "(عوام الناس کو) اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ"۔

أَجِيبُوا دَاعِيَ اللَّهِ وَآمِنُوا بِهِ "اللہ کی طرف بلانے والے کی پکار پر لبیک کہو اور اس پر ایمان لاؤ"۔

وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ "اور زادِراہ کا اہتمام کرو کہ بہترین توشہ تقویٰ اور پرہیزگاری ہے"۔

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا "خدا کو قرض دو قرضۂ حسنہ کے طور پر"۔

وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ "اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں"۔

قرآن مجید میں ایسی متعدد آیات موجود ہیں جن میں احکام کا تعین کیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ تجھے ایسے خطابات کا مکلف قرار دیا جو تکوینی ہیں۔ ان خطابات کا تعلق اس وقت سے ہے۔ جب تیری زندگی کا سورج ڈوب رہا ہو۔ اس کی تفصیل یوں ہے کہ قادرِ ذوالجلال تیری روح کو مخاطب فرمائے گا کہ اب تو اس جسد کو چھوڑ دے۔ اس خانۂ بدن کو ترک کر دے اسی وقت تیرا جسد بے روح ہو جائے گا۔ تیری تمام طاقتیں سلب ہو جائیں

گی۔ تیری آنکھ کی روشنائی تاریکی سے بدل جائے گی۔ تیرے کان سماعت سے اور تیری زبان گویائی سے محروم ہوجائیں گی۔ تجھے خطاب ہوگا کہ اپنے تمام مال واملاک کو، ان تمام چیزوں کو جنہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو اور جن پر تمہارا تصرّف واختیار ہے۔ یکایک چھوڑ دو۔ پس اس خطاب کے ساتھ ہی یہ تمام اُمور واقع ہوجائیں گے۔ تو پکارنے والے کی اس آواز سے قطع نظر کرنے پر قادر نہ ہوگا۔ اس کے بعد دوسرے خطابات تیرے شامل حال ہوں گے۔ ان کا تعلق بھی ان خطابات تکلیفی سے ہوگا جو تجھ پر عائد ہیں یہ خطابات تیری حالت کو تبدیل کردیں گے اور اس وقت عمل میں آئیں گے جب تیرے اجزائے ترکیبی بکھر چکے ہوں گے۔ تیرے جسم و رُوح کا تعلق ختم ہوچکا ہوگا لیکن خطاب ہوتے ہی تیرے اجزائے بدن دوبارہ یکجا ہوجائیں گے۔ تیری روح دوبارہ بدن میں داخل ہوجائے گی تو اپنی موجودہ کیفیت میں واپس آجائے گا اور پکارنے والے کی آواز پر فوراً عمل کرے گا۔ ساتھ ہی باری تعالیٰ تجھے یوں خطاب فرمائے گا۔ اِقْرَأْ كِتَابَكَ كَفَىٰ بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيبًا ظاہری معنی یہ کہ اپنے نامہ اعمال کو پڑھ ، آج تیرا نفس تجھ سے حساب لینے کے لئے کافی ہے۔ تو نامہ اعمال کو اپنے داہنے یا بائیں ہاتھ میں لے گا۔ یا پھر پشت سر لے گا اسے پڑھے گا یا پھر کہے گا"۔ يَا لَيْتَنِي لَمْ أُوتَ كِتَابِيَهْ وَلَمْ أَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ کاش میرا نامہ اعمال میرے ہاتھ میں نہ دیا ہوتا

اور میں اپنا حساب کتاب نہ جان سکتا یا تو یہ کہے گا ھَاؤُمُ اقْرَءُوْا كِتَابِيَهْ
اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلَاقٍ حِسَابِيَهْ۔ یعنی لو اور میرا نامہ اعمال پڑھو،
بہ تحقیق مجھے نہیں معلوم تھا کہ مجھے میرا حساب کتاب دکھلایا جائے گا۔
یہی وہ وقت ہے جب ربِّ جلیل تجھے خطاب فرمائے گا۔ ساتھ ہی
خداوندِ منّان عرصۂ محشر میں اپنے بعض بندوں کو خطاب کرکے فرمائے گا لَا
خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ اب نہ تمہارے لئے کوئی خوف
ہے نہ ہی حزن کا مقام۔ انسان کے ایک اور گروہ کو خطاب ہوگا وَامْتَازُوا
الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ اے گنہگارو! آج کے دن الگ ہو جاؤ۔
خداوندِ عالم اہلِ محشر پر مامور ملائکہ سے فرمائے گا۔ وَقِفُوْهُمْ اِنَّهُمْ
مَّسْئُوْلُوْنَ (اے ملائکہ) انہیں روکو ابھی ان سے (بعض مومنین کے
متعلق) کچھ پوچھنا باقی ہے۔ ملائکۂ رحمت کا جب ان سے آمنا سامنا ہوگا تو
وہ کہیں گے۔ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ "تمہیں
جنّت مبارک ہو، یہ وہی بہشت ہے جس کا تم سے وعدہ کیا گیا تھا۔ ذاتِ
واجب گناہگاروں کے گروہ سے مخاطب ہو کر فرمائے گا"۔ خُذُوْهُ
فَغُلُّوْهُ انہیں پکڑلو اور پھر زنجیروں سے جکڑ دو۔ پس وائے ہو اس کے
حال پر کہ جسے اس کے اہل و عیال اور عزیز و اقارب اس مصیبت سے نہ
بچا سکیں گے۔ پھر خطاب ہوگا۔ ثُمَّ الْجَحِيْمَ صَلُّوْهُ پھر انہیں دوزخ کی

آگ میں پھینک دو۔ اسی طرح خالقِ کُل ایک اور خطاب کے ذریعے فرمائے گا۔

ثُمَّ فِیْ سِلْسِلَةٍ ذَرْعُهَا سَبْعُوْنَ ذِرَاعًا فَاسْلُكُوْهُ

پھر اسے اس زنجیر میں جکڑ دو جس کی (لمبائی) ستر ہاتھ ہو کس دیا جائے۔ یہاں فَاسْلُكُوْهُ سے مراد زنجیروں میں جکڑنا نہیں جو عرف عام میں لئے جاتے ہیں بلکہ یہ کہ اس شخص کو زنجیر کے حلقوں کے درمیان کس دیا جائے۔ عالَمِ محشر میں ایسے افراد بھی ہوں گے جن کے لئے خطاب ہوگا۔

قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلَامٌ عَلَيْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خَالِدِيْنَ۔

جنت کے رکھوالے ان سے کہیں گے۔ سلام ہو تم پر، جنت میں داخل ہوجاؤ اور ہمیشہ وہیں رہو۔ اس کے بالمقابل کسی اور کے لئے خطاب ہوگا۔

خُذُوْهُ فَاعْتِلُوْهُ اِلٰى سَوَآءِ الْجَحِيْمِ ثُمَّ صُبُّوْا فَوْقَ رَاْسِهٖ مِنْ عَذَابِ الْحَمِيْمِ۔ اسے پکڑ لو اور جہنم کے درمیان لے چلو پھر کھولتے ہوئے پانی کا عذاب اس کے سر پر انڈیل دو۔ ایک اور خطاب میں جنّ وانس کی عاجزی اور ناتوانی کی طرف اشارہ کرکے خطاب ہوگا۔

يَامَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ۔ اے جنّوں اور انسانوں کے گروہ اگر تم میں باہر نکلنے کی استطاعت ہے تو زمین و آسمان کی حدود سے

باہر نکل جاؤ۔ دوسری طرف خطاب ہوگا۔ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَكُمْ، اَلْيَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُوْنِ اپنے نفوس کو باہر نکالو کہ آج کے دن رسوا کردینے والے عذاب کا مزا چکھایا جائے گا۔ اس کے بعد تحکمانہ خطابات کا سلسلہ شروع ہوگا۔ جیسے اِصْلَوْهَا فَاصْبِرُوْٓا اَوْلَا تَصْبِرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اِنَّمَا تُجْزَوْنَ مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ داخل ہو جاؤ جہنم کی آگ میں۔ اب تم صبر کرو یا نہ کرو تمہارے لئے دونوں برابر ہیں۔ بے شک تم جو کچھ کرتے رہے ہو اب تمہیں اس کی جزا دی جائے گی۔ یا پھر یہ کہ ذُقْ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ اب اس کا مزہ چکھو کہ تو عزیز و کریم ہے۔

درج بالا سات خطابات، پہلے بیان کئے جانے والے دو تکلیفی اور ارشادی خطابات کا حصہ ہیں۔ اس پس منظر میں اب اپنی حالت پر غور کرو اگر تمہاری زندگی احکام باری کی اطاعت و فرمانبرداری میں گزری ہو تو آخرت میں نجات پا جاؤ گے ورنہ ان قہریہ اور عتاب آمیز خطابات کا مصداق قرار پاؤ گے۔

اختتام اور خطاب

۱۔ اے انسان اگر تو ذرا تدبر سے کام لے تو تجھے معلوم ہوگا کہ تو بعض وجوہات کی بناء پر عظیم مصیبتوں میں گرفتار ہے۔ ان مصیبتوں کی پہلی نشانی

یہ جھکڑ اچھی طرح منتظر ہیں مختلف بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ گویا تو ایسی چکی میں پس رہا ہے جو مسلسل گردش میں ہے اور تجھے موت سے نزدیک کر رہی ہے۔ تو ہر گھڑی نزع کے عالم میں ہے۔ تم طوفان میں گھری ہوئی اس کشتی میں سوار ہو جو نہ معلوم کس وقت غرق ہو جائے۔ یہ تحقیق کہ تمہیں چار مصیبتوں اور بلاؤں نے اطراف سے گھیرا ہوا ہے۔ ان میں سے کوئی ایک کسی وقت تم پر غلبہ حاصل کر کے تمہیں موت کی نیند سلا سکتی ہے۔ یہ وہ دشمن ہیں جو تمہیں چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں اور ان میں سے ہر ایک تمہیں اپنی طرف کھینچ رہا ہے۔

۲۔ تیری سب سے عظیم مصیبت وہ ہے جس پر کبھی تم نے توجہ نہ دی لیکن جب مولائے متقیان امیرالمومنین علیہ صلوات اللہ الملک المنان کا ذکر کرتے تو روایت کے الفاظ میں۔ یَتَمَلْمَلُ کَتَمَلْمُلِ السَّلِیْمِ وَیَبْکِیْ بُکَاءَ الثَّکْلٰی تو آپ اس طرح مضطرب و بے چین ہوتے جس طرح سانپ کا کاٹا ہوا تڑپتا ہے۔ اس عورت کی طرح فریاد و بکا کرتے جس کا جوان بیٹا مر گیا ہو۔ یہ مصیبت بجز اس کے کچھ نہیں کہ سفر طویل ہے اور راہ پر خطر۔ تجھے خطرناک اور عظیم منزل درپیش ہے۔ زاد راہ قلیل ہے اور اس سفر کو پیادہ پا ہی طے کرنا ہے کہ تجھے کوئی سواری بھی میسر نہیں تیرے ہاتھ خالی اور راستہ خطرناک ہے۔

۳۔ اس میں شک نہیں کہ تیری مصیبتیں عظیم ہیں تو اپنی پیدائش (ابتدائی) حالات

میں جلتا ہے تو نے اپنی آگ خود مہیا کی ہے۔ معصیت کے شعلے تیرے دل، زبان بدن، پیٹ اور پیروں کو جلائے دے رہے ہیں۔ تو وہ انسان ہے جسے میدان معصیت میں قتل کیا گیا ہے۔ تو شیطان اور نفسِ امّارہ کا اسیر ہے۔ تیرے اعضاء جوارح آتشِ عصیان میں جل رہے ہیں۔ تیرے دل، پیٹ اور پشت میں آگ بھڑک رہی ہے۔ انسانیت کے اجزاء تیرے وجود سے ٹوٹ ٹوٹ کر بکھر چکے ہیں۔ تیرا بدن معصیت کے لاکھوں زخموں سے چور چور ہے۔ تجھے راہ ہدایت پر لانے والے اعضاء گمراہی و ضلالت کے گھوڑوں کے سموں تلے پامال ہو چکے ہیں۔

۴۔ تو جس عظیم مصیبت میں گرفتار ہے اس سے نجات کے لئے تیرے پاس کوئی چارہ کار نہیں۔ اس دار فانی میں تیری زندگی دو حالتوں سے خالی نہیں۔ یا تو تو مفلس و نادار رہے یا پھر تو تونگر و مالدار۔ اگر تو نادار ہے تو ظاہر ہے کہ بڑھاپے میں کسب معاش اور مشکل ہو جائے گا اور تیری مشکلات میں مزید اضافہ ہو گا اور اگر تو مالدار ہے تو بڑھاپے میں ان لذتوں سے بہرہ مند نہیں ہو سکے گا جو تیرے اختیار میں ہیں۔ تو ان لوگوں کا محتاج ہو جائے گا جو اس سے پہلے تیرے محتاج تھے۔ جن افراد کو تو انتہائی عزیز رکھتا تھا وہ تیری بیماری پہ افسوس نہیں کریں گے تو جن لوگوں کی زندگی کی تمنا کرے گا وہ تیری موت کے طلبگار ہوں گے۔ وہ سب تجھ سے نفرت کرنے لگیں گے اور تیری بات کے پیچھے پڑ جائیں گے۔ اگر تو اس دار فانی سے کوچ کرے گا تو

اس قبر کی راہ لے گا جس کے لئے تم نے کوئی اہتمام نہ کیا۔ اس آرام گاہ کے لئے عمل صالح کا بچھونا نہیں بچھایا۔

پھر جب اس تاریک مکان میں داخل ہوگے تو جب تک وہاں ہو چہرہ بجھا ہوا ہوگا' گوشت پوست گل سڑ جائے گا' اعضاء بدن بیکار ہو کر سیاہ پڑ جائیں گے۔ کیڑے مکوڑے تیرے مصاحب ہوں گے۔ وہاں سے اٹھ کر محشر کی طرف جاؤ گے جس کی زمین آگ سے عبارت ہوگی اور اوپر سے سورج کی حرارت جھلسا رہی ہوگی۔ تیری معصیت تیری آگ میں تبدیل ہو جائے گی۔ تیرے لئے نجات کی کوئی راہ باقی نہ بچے گی۔ اگر وہاں رکنا چاہے تو نہ رک سکے گا اور اگر وہاں سے نکلنا چاہے گا تو کہاں جائے گا۔ اگر تجھے یقین ہوتا کہ تجھے ان مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑے گا تو زندگی بھر سیاہ لباس پہنتا' خاک نشینی اختیار کرتا اور اہل و عیال اور مال اولاد سے ترک تعلق کر لیتا۔ مولائے متقیان جناب امیرالمومنین علیہ السلام فرماتے ہیں۔

اِنّکم لو تعلمون ما اعلم مِمّا طُوِیَ عنکم غیبہ اذاً لخرجتم اِلَی الصَّعدَاتِ تَلتَدِمُونَ علیٰ اَنفُسِکم وَتبکونَ علیٰ اَعمالِکُم وَلَتَرکتم اَموَالَکم لاحَارِسَ لَهَا وَلاَ خالفَ عَلَیهَا وَلهمّت کُلّ امرِءٍ نفسہٗ لاشتغلکم هٰذِہِ المُصِیبَۃِ من کلّ مُصیبۃٍ ولَوْ کانَ فی نفسِکَ و وُلدِکَ واخوانِکَ۔

"اگر تم ان باتوں کو جان لیتے جو تم پر تو پوشیدہ لیکن مجھ پر روشن ہیں

تو تم پہاڑوں پر نکل جاتے۔ خود کو پیٹتے' اپنے اعمال پر گریہ کرتے۔ اپنے مال و اموال کو چھوڑ کر اپنے اعمال پر آہ وبکا کرتے۔ اپنے مال سے اس طرح لاتعلق ہو جاتے کہ نہ اس کے لئے کسی محافظ کا بندوبست کرتے اور نہ ہی کسی کو اس کا وارث بناتے اور جب اپنے نفس کی فکر کرتے تو اس مصیبت کی یاد تمہیں اس فکر سے باز رکھتی ہر چند کہ یہ فکر اپنے لئے اپنی اولاد اور اپنے بھائیوں کے لئے ہوتی۔

اس مختصر تمہید کے بعد ہم اپنے موضوع کو اس بیان کے ذکر سے مسلسل کرتے ہیں کہ حضرت خامس آل عبا جناب ابی عبداللہ الحسین علیہ السلام نے باری تعالیٰ کے اس خطاب پر پوری طرح عمل کیا جسے باری تعالیٰ نے سیدالشہداءؑ کے لئے مخصوص صحیفہ میں لکھ دیا تھا۔ جناب جبرئیلؑ نے ربِ جلیل کی طرف سے یہ صحیفہ حضرت خاتم المرسلینؐ کو دیا۔ حضرت خاتم المرسلینؐ نے یہ صحیفہ جناب علی بن ابی طالب علیہ السلام کو منتقل کیا۔ انہوں نے اس صحیفہ کو امام حسنؑ کے سپرد کیا۔ امام حسنؑ نے بھی اپنی وصیت کے ذریعہ اس صحیفہ کو امام حسینؑ تک پہنچایا۔ سیدالشہداءؑ نے بھی اپنی ذات سے متعلق ذات باری کے خطاب کی پوری طرح اطاعت کی۔ سیدالشہداءؑ نے جب اپنی ذات سے متعلق مخصوص تکالیف پر عمل کیا تو ان پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹ پڑے۔ آپ سے متمسک رہنے والوں کے لئے خداوندعالم نے یہ اجر قرار دیا کہ انہیں آفات و مصائب سے محفوظ

مطابق اس کا ثواب خداوند عالم ایک ہزار مرتبہ قتل ہونے سے کے برابر ہے۔ یہی وہ فضیلت ہے جس کے سبب خداوند عالم نازل ہونے والی بلائیں مصیبتوں کو دور کرتا ہے جو تیرے لیے کئے گئی۔

لیکن تجھے اس کا احساس نہیں ہوتا کیونکہ تجھ سے وہ بلائیں دور ہو جاتی ہیں جو تجھے گھیرے ہوئی تھیں تو جس راہ پر لگے جد رہا ہے اس پر پیش آنے والے خطرات سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ یہی وہ عمل ہے جہاں انسان تکلیفی اور ارشادی خطابات پر عمل کرتے ہوئے ان صفات کا حامل بن جاتا ہے جسے خداوند عالم دوست رکھتا ہے اور وہ خطرات اور ہلاکتوں سے محفوظ ہو جاتا ہے۔ محرمات پر عمل کرنے کے نتیجہ میں جن گناہوں کا ارتکاب کیا گیا وہ معاف کردیے جاتے ہیں۔ جنت کے وہ دروازے اس پر کھول دیے جاتے ہیں جنہیں اس نے اپنے ہاتھ سے خود پر بند کرلیا تھا۔ اسی طرح جہنم کے وہ دروازے اس پر بند کردیے جاتے ہیں جنہیں اس نے اپنے ہاتھ سے خود پر کھول لیا تھا۔ اس کا انکار کرنے والی جہنم کی آگ بجھ جاتی ہے اور اس کے درجات میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ درجات کی بلندی کا دارومدار اس امر پر ہے۔ یہی امر ان بلند ترین درجات کا ضامن ہے جن کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ ہم اس موضوع کو مزید وضاحت سے بیان کرنا چاہتے ہیں۔ سننے والے کانوں کو چاہیے کہ اسے غور سے سنیں۔ پس توجہ کے ساتھ سنو کہ پروردگار نے کثیر خطابات کے ذریعے تجھے احکام

کا پابند بنایا۔ ہوشیار رہو کہ چند دنوں بعد قیامتِ صغریٰ کی گھڑی آنے والی ہے۔ اس وقت تجھے بعض خطابات کے موجب سخت اور دشوار صورتحال کا سامنا کرنا پڑے گا۔ ہوشیار، خبردار کہ اس کے بعد قیامتِ کبریٰ واقع ہوگی۔ یہ وہ وقت ہوگا جب تجھے قبر سے اٹھایا جائے گا۔ اس وقت تو مزید ہولناک اور دردناک تکلیفی خطابات کا مصداق قرار پائے گا۔ لیکن مظلومِ کربلا کی محبت اس مشکل مرحلہ کو آسان بنا دے گی۔

حُسَیْنٌ مِنِّی وَاَنَا مِنْ حُسَیْنٍ

(حدیثِ رسول)

حسینؑ مجھ سے ہے اور میں حسینؑ سے ہوں۔

الخصائص الحسینیۃ

(امام حسین علیہ السلام کی مخصوص خصوصیات)

جلد دوم

آیۃ اللہ العظمیٰ الشیخ جعفر شوستری رحمتہ اللہ علیہ

ناشر: مکتب اہل البیتؑ سی۔۱۲، رضویہ سوسائٹی

الخصائصُ الحُسینیہؑ

(جلد دوّم)

تصنیف :

آیۃ اللہ حاج شیخ جعفر شوستری

مترجم

سیّد محمد حسن رضوی

ناشر

مکتب اہل البیتؑ

C-12 رضویہ سوسائٹی۔ کراچی

کتاب : الخصائص الحسینیہ

تصنیف : آیۃ اللہ حاج شیخ جعفر شوستری

مترجم : سیّد محمد حسن رضوی

نظرثانی : مولانا سیّد محمد علی حسینی

کمپوزنگ : محمد یاسین جواہری

سرورق : رضا گرافکس

تاریخ طباعت : اوّل محرم الحرام ۱۴۲۸

قیمت : ▬ روپے

ناشر : مکتب اہل البیتؑ رضویہ سوسائٹی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تعارف!

مولانا سید محمد علی الحسینی (دام ظلہ) کی اقتداء میں سن ۹۷ء کی دہائی میں قائم کیا جانے والا ادارہ آج ایک مستحکم مدرسہ کی صورت میں بنام مکتب اہل البیت علیہم السلام رضویہ سوسائٹی میں گزشتہ دو دہائیوں سے زیادہ عرصے سے دینی تبلیغی ادارے کی حیثیت سے کام کر رہا ہے اس ادارے کے تحت بچوں کی دینی تعلیم و تربیت نماز کی عملی مشق دینی امتحانات کا انعقاد نوجوانوں کو تعلیمات محمد و آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روشناس کرانے کے لیے کتب و کیسٹ لائبریری کا قیام اور جید علماء کرام کے ہفتہ وار درس اخلاق و مسائل فقہ جو ہر جمعہ کو بعد نماز مغربین پابندی سے منعقد کیا جاتا ہے اور علاقے کے مومنین کافی تعداد میں شرکت کرتے ہیں جس میں علماء کرام مختلف الٰہی و دینی عنوانات پر خطاب فرماتے ہیں اور مسائلِ فقہ بھی بیان ہوتے ہیں جس کے ذریعے مومنین کی روحانی و دینی تسکین ہوتی ہے۔

چہاردہ معصومین علیہم السلام کے ایام مولادت و شہادت پر محافل و مجالس کا انعقاد کیا جاتا ہے۔

مدرسہ کے اخراجات پورا کرنے اور ادارہ کو خود کفیل بنانے کے لیے مختلف دینی و اخلاقی عنوان کی کتب فارسی زبان سے اردو میں ترجمہ کرا کے شائع کر رہا ہے اور یہ کتاب جو اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے اس سلسلے کی کڑی ہے اس سے قبل ادارہ آیت اللہ دستغیب شہید کی معرکتہ الآراء کتاب گناہانِ کبیرہ (۲ جلدوں میں ایمان اوّل دوم، مجالس دستغیب، دُعا، قرآنی معارف) کے تراجم بھی شائع کیئے گئے ہیں۔ جس کو مومنین نے بے حد سراہا اور اس کے کئی مرتبہ ایڈیشن شائع ہوئے مگر ہمیشہ نایاب رہی ہے۔ اس کے علاوہ مومنین کرام کا تعاون رہا تو ادارہ پُر امید ہے کہ مزید دینی و تبلیغی خدمات انجام دیتا رہے گا۔

دعا گو ہیں کہ خداوند متعال کے حضور ہماری کاوش مقبول ہو اور ائمہ طاہرین علیہم السلام خوشنود ہوں......والسلام

مکتب اہل البیت علیہم السلام

سی ۱۲ رضویہ سوسائٹی۔ کراچی

مقدمہ

کتاب الخصائص الحسینیہ علیہ السلام تحریر کرنے کا قصہ کچھ یوں ہے کہ جب جسم میں بندہ اپنے کے آثار دیکھے تو آخرت میں بے سروسامانی کا خطرہ محسوس ہوا کہ زندگی میں کچھ ایسا کام جو آخرت میں نجات کا ذریعہ ہو کیا نہیں لہٰذا حضرت امام زمانہ (عج) کے ظہور سے قبل خود کو اس قابل بنانے کیلئے کہ ان کے منتظرین میں شمار ہوں اپنے ایمان واعمال پر نظر کی تو مایوسی دیکھا ئی دی خود کو مخاطب کر کے کہا کہ بخشش کا سامان کرو میں نے اپنی کیفیت ایمان کو جانچا تو سوائے اس کے کہ میں پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اُمتی ہوں اور حضرت علیؑ کے شیعوں میں شمار ہوں کوئی قابل قدر خوبی مجھ میں نہیں پائی جاتی پھر فکر یہ لاحق ہوئی کہ اُمتی پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وشیعہ علی علیہ السلام ہونے کے لیے ان حضرات عالی جناب کی متابعت ضروری ہے۔

میرے ذہن میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میں نے اب تک کس چیز میں ان حضرات علیہ کی پیروی کی ہے کیونکہ خود علی علیہ السلام کا شیعہ کہلوانے کیلئے لازم ہے کہ کسی عمل یا صفت میں ان کی اطاعت کی گئی ہو اہلبیت اطہار علیہم السلام سے محبت کا دعویٰ کرنے کیلئے لازم ہے کہ مجھ میں کوئی اس کی نشانی تو موجود ہو یہ سوچ کر میں مضطرب و بے چین ہو گیا۔

جب میں نے آئمہ طاہرین علیہم السلام سے توسل پر غور کیا تو معلوم ہوا کہ ان حضرات سے توسل میں ثواب کا پہلو موجود ہے ان کی ذوات مقدسہ سرچشمہ فیض ہیں اور یہ جان کر خوشی ہوئی کہ ان کا وسیلہ مشکلات کو آسان بنا دیتا ہے اور یہ وسیلہ جنت کے جوانوں کے سردار اور نو اماموں کے جدّ بزرگوار سید مظلوم حضرت ابوعبداللہ الحسین علیہ السلام کا وسیلہ ہے کیونکہ آپ کیلئے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"بے شک حسین علیہ السلام ہدایت کا چراغ و نجات کی کشتی ہے۔"

اب میں متوجہ ہوا کہ بخشش کا سامان ہو سکے گا کیونکہ ذات حسین علیہ السلام نجات کا ذریعہ قرار دیے گئے ہیں آپ ایسی کشتی ہیں جو نفس کی رکاوٹوں کو تیز رفتاری سے کاٹتی ہے اس کا ساحل پر پہنچنا زیادہ آسان ہے یہ جان کر میں نے اپنے نفس کو پکارا کہ آ و حسینی علیہ السلام دروازہ کا قصد کرو اور یوں میں نے باب حسین علیہ السلام میں داخل ہونے کا مصمم ارادہ کرلیا کیونکہ میں نے اپنے نفس کو محبت حسین علیہ السلام کی طرف متوجہ کرلیا میرے دل میں آتش شوق اور روشن ہو گئی اب میری مایوسی اُمید میں بدل گئی اور جب حضرت کی حدیث خود اپنے بارے میں پڑھی کہ

"اَنَا قَتِیلُ العبرتِ مَا ذُکِرتُ عِندَ مُؤمِنٍ اِلَّا بکیٰ وَ اغتَمَّ لِمُصَابِی."

"میں آنکھوں کے آنسوؤں کا مقتول ہوں جب مومن کے سامنے میرا ذکر کیا جائے گا تو وہ گریہ کرے گا میری مصیبت پر غمگین ہوگا۔"

ہر سال ماہ محرم میں میری کیفیت گریہ و بکا والی یہ اطمینان دلاتی ہے کہ آئمہ طاہرینؑ سے محبت و عقیدت موجود ہے کیونکہ معصوم علیہ السلام فرماتے ہیں "ہمارے شیعہ ہمارے بہترین طینت سے خلق کیے گئے ان کا خمیر ہماری ولایت کے نور سے گوندھا گیا ہے وہ ہمارے مصائب پر مغموم ہو جاتے ہیں۔"

ایسی بے شمار روایات اس امر پر دلالت کرتی ہیں کہ جب بھی محرم کا چاند دکھائی دیتا ہے ہمارے ہر امام علیہ السلام پر حزن و ملال طاری ہو جاتا ہے۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی کیفیت یہ تھی کہ ایام عاشورہ میں کبھی کسی نے آپ کو تبسم میں نہ دیکھا۔ آپ ان دنوں مسلسل غمگین رہتے جب مجلس عزا میں تشریف لاتے خواتین کو پردے کے پیچھے بٹھاتے اگر کوئی شاعر ہوتا تو اُس سے حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر اشعار پڑھنے کا کہتے۔ جیسا کہ دعبل خزاعی کو حکم دیا۔ اگر کوئی نہ ہوتا تو خود حضرت امام مظلوم علیہ السلام کے مصائب بیان فرماتے۔

ریان بن شبیب روایت کرتا ہے کہ میں محرم کی پہلی تاریخ کو امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو امام نے فرمایا۔ "اے فرزند شبیب اگر تمہیں کسی پر رونا آئے تو حسینؑ پر گریہ کر لینا کیونکہ انہیں اس طرح ذبح کیا گیا جس طرح گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے اور ان کے ساتھ ان کے اہلبیت علیہم السلام میں سے اٹھارہ افراد قتل کر دیئے گئے۔"

ذکر حسین علیہ السلام مظلوم پر غمزدہ ہونا ایام عاشورہ محرم میں دل کا ملول ہونا آگے بڑھیں جب کربلا میں وارد ہوتے ہیں تو رنج والم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے جو اس بات کی دلیل ہے کہ امام حسینؑ کی محبت دل میں پائی جاتی ہے البتہ ایمان کے درجات جتنے بلند ہوں گے غم کی شدت بھی زیادہ ہوگی۔

حضرت آئمہ علیہم السلام جب وارد کربلا ہوتے تو اُن پر بھی یہی کیفیت طاری ہو جایا کرتی تھی اور جب خاک کربلا کو سونگھتے ہیں تو آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔

اب اِن کیفیات کا دل میں گزر ہونے سے اطمینان قلب حاصل ہوا اور خدمتِ بزرگوار میں کتاب لکھنے کی جستجو شروع کی۔

حضرت امام مظلوم علیہ السلام کی منفرد خصوصیت نے مجھے متوجہ کیا کہ آپ علیہ السلام کی محبت اعمال کی قبولیت پر دلیل ہیں۔ کیونکہ آپ کی محبت حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت کی بناء پر ہے اور حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ایمان کی علامت ہے۔

اکثر انبیاء کرام گریہ فرماتے جب کربلا سے گزر ہوتا یا امام حسین علیہ السلام کا ذکر سامنے آتا تھا۔

اس منفرد خصوصیت سے متاثر ہو کر قلم اُٹھایا اور کتاب الخصائص الحسینیہ علیہ السلام لکھنا شروع کی جسے پڑھ کر یقیناً محبان آلِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ایمان تازہ ہو جائے گا اُمید کرتا ہوں کہ میری بخشش کا سامان ہو جائے گا۔

حقیر جعفر شوستری

عرضِ ناشر

قارئین کرم،

سلام علیکم!

کتاب الخصائص الحسینیہؑ جلد دوّم کا اُردو ترجمہ مومنین کے ہاتھوں میں ہے ادارہ کیلئے یہ خوشی کا موقع ہے کہ مومنین خاصہ عرصے سے منتظر تھے لیکن اصل نسخہ (عربی) اور کچھ حصے کا اُردو ترجمہ مترجم کے ملک سے باہر چلے جانے کی وجہ سے گم ہوگیا تھا مولانا محمد علی حسینی صاحب نے پیرانہ سالی کے باوجود کوشش جاری رکھی اور ترجمہ کا کام مکمل کروایا نئے سرے سے ترجمہ کرانا اور نظرِ ثانی کی زحمت بھی آپ نے اُٹھائی الحمدللہ تمام کام خوش اسلوبی سے انجام پایا ہے ترجمہ میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی گئی ہے لیکن صاحب نظر قارئین کی جانب سے کسی بھی قسم کی کمی وبیشی کا مشورہ اصلاح کے لیے قابل قبول ہوگا۔

ادارہ مولانا سید محمد حسن تہرانی صاحب کا بے حد مشکور ہے کہ آپ نے کتاب الخصائص الحسینیہؑ کا ترجمہ کرنے کے لیے وقت دیا۔

ادارہ مومنین سے مولانا محمد علی حسینی موسس مکتب اہل البیتؑ کیلئے دعا کا طلب ہے۔

ادارہ اپنی سے کاوش کو زمانہ کے امام حضرت ولی عصر (ع) کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اُمید رکھتا ہے کہ آپ خوشنود ہوں گے اور حضرات آل محمدؑ ہماری شفاعت فرمائیں گے۔ (دُعا گو)

ادارہ

مکتب اہل البیتؑ

سی ۱۲ ارضویہ سوسائٹی۔ کراچی

فہرست

چنانچہ سید علی اور علامہ مجلسی کے روایت کردہ خواب سے ظاہر ہوتا ہے۔ مترجم: منتخب طریحی میں سید علی حسینی سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا: ہم بعض مومنین کے ساتھ مشہد مقدس میں روضۂ اقدس حضرت امام رضا علیہ السلام کے جوار میں قیام پذیر تھے یہاں تک کہ عاشور کا دن آیا ایک دوست مقتل (مصائب) کی کتاب پڑھنے لگا جب اس نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے منقول یہ روایت پڑھی کہ آپؑ نے فرمایا "جس کی آنکھ حضرت امام حسین علیہ السلام کی مصیبت پر آنسو بہائے چاہے وہ مکھی کے پر کے برابر کیوں نہ ہو خدا اس کے گناہوں کو بخش دے گا چاہے وہ سمندر کی تہہ کے برابر کیوں نہ ہوں۔"

مجلس سے ایک شخص اٹھا اور اس روایت کا انکار کرتے ہوئے اس نے کہا: یہ عقل کی رو سے درست نہیں ہے، اس پر اچھی خاصی بحث ہوئی اس کے بعد ہم چلے گئے اس شخص نے خواب دیکھا کہ قیامت برپا ہوئی ہے اور اس کو سخت پیاس لگ رہی ہے اس نے ہر طرف دیکھا، اسے ایک بہت بڑا حوض نظر آیا جو پانی سے بھرا ہوا ہے اور اس کا پانی برف سے بھی زیادہ ٹھنڈا ہے حوض کے نزدیک دو مرد اور ایک خاتون کالے لباس پہنے ہوئے غمگین حالت میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اس نے پوچھا یہ کون ہیں؟ کہا گیا یہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، علی علیہ السلام، اور فاطمہ علیہا السلام ہیں، وہ حضرت فاطمہ علیہا السلام کے پاس جا کر پانی مانگنے لگا، بی بی فاطمہ علیہا السلام نے اس کی طرف غضب ناک نظروں سے دیکھتے ہوئے فرمایا: تم (حسین علیہ السلام پر) گریہ کی فضیلت کے منکر ہو۔ اس پر وہ بیدار ہوا اور اپنی بات پر ندامت کا اظہار کرتے ہوئے استغفار کیا۔ (۱)

(۱) بحار ۴۴/۲۹۳، منتخب طریحی ۱/۸۳

یہ انکار آنحضرت ﷺ کے مقام کو گھٹانے اور آپؐ کے اجر میں کمی کے مترادف ہے، اس لیے کہ یہ ساری باتیں آپؐ کا اجر ہیں۔

مثال کے طور پر جب کبھی تمہارا دل بھر آئے اس تصور میں کہ آپؐ کو آوارہ وطن کیا گیا تھا اور اسی حالت میں تمہارے آنسو نکل آئیں اس صورت میں جو اجر تمہیں ملے گا وہ در حقیقت اس آنسو کا صلہ نہیں کہ جتنا ہو سکے بہائے جاؤ بلکہ وہ آپؐ کی غریب الوطنی کی کیفیت کا صلہ ہے جو امام حسینؑ سے ہی مخصوص ہے اس لئے کہ آپؐ کو دنیا میں کہیں بھی جانے سے روکا گیا۔ یہاں تک کہ آپؐ کے تن سے جدا کئے ہوئے سر مبارک اور پڑی ہوئی لاش کو رکھنے کی جگہ بھی نہیں دی گئی۔

اس طرح اگر تم آنحضرتؐ کی پیاس کو یاد کر کے آنسو بہاؤ گے تو وہ ان آنسوؤں کا صلہ نہیں اور نہ ہی آپؐ کی پیاس کا اجر ہے بلکہ آپؐ کا دل جلنے اور آپؐ کی زبان کے مجروح ہونے اور لبوں کے خشک ہونے کا اجر ہے اور اس بات کا صلہ ہے کہ آپؐ کے اور پانی کے درمیان وہ حائل ہوئے جس سے آپؐ کی آنکھیں دھندلانے لگیں نیز انہوں نے زبان کی چوٹ لگاتے ہوئے کہا تھا: ہم آپؐ کو پانی نہیں پلائیں گے اس وقت تک کہ آپؐ حمیم ــــ کا پانی نہ پئیں گے، یہ اس زخم کا صلہ ہے۔

اسی طرح کی کیفیت اس روایت میں کی ہے جس میں کہا گیا ہے کہ اگر آنسو کا وہ قطرہ جہنم میں گر جائے تو جہنم کی آگ بجھ جائے گی اس صورت میں یہ اس کے جلنے کا صلہ ہے نہ تمہارے آنسو کے ایک قطرے کا۔

اسی طرح اگر تمہارا دل آنحضرتؐ کے جسم پر لگنے والے زخموں سے متاثر ہو جائے اور تمہاری آنکھیں آنسوؤں سے بھر جائیں تو وہ ان زخموں کو برداشت کرنے کا اجر ہے۔ وہ زخم جو آپؐ کے بدن مطہر پر ایک کے اوپر دوسرا آ لگا تھا اس لئے کہ جس جسم کی لمبائی سات بالشت ہے اس کے سینے پر چار ہزار تیر لگے تھے نیز ستر سے زیادہ تلواروں کے اور ستر سے زیادہ نیزوں کے زخم لگے تھے، اس حالت سے خارج نہیں کہ ایک پر دوسری چوٹ لگی تھی،

لہٰذا اس پر اشک کے بجائے خون کے آنسو بہانے چاہئیں نیز جب آپؑ کے قتل پر صبر کی حالت کو یاد کر کے روؤ گے تو رونے کا صلہ صرف آپؑ کے قتل ہونے یا گوسفند کی طرح ذبح ہونے کا نہیں بلکہ کند دار سے ذبح کیے گئے (۱) جس طرح بھیڑ کی گردن چھری سے کاٹ لی جاتی ہے۔ "وَالهفاهُ علیک یا مظلوم" کس حد تک آپؑ کی مصیبت زمین و آسمانوں کے مکینوں پر بھاری ہے۔

(۱) مقتل الحسین خوارزمی ج ۲،ص: ۱۲۷۔ منتخب طریحی ص: ۱۳۰

ساتواں عنوان

حضرت امام حسین ؑ کی زیارت کی خصوصیات جو بہت بڑے حسینی فضائل میں سے ہے ان خصوصیات کو ہم بارہ ابواب میں بیان کریں گے۔

پہلا باب : حضرت امام حسینؑ کی زیارت کی خصوصیات

اس باب کے گیارہ پہلو ہیں :

پہلا : دیگر اعمال کی نسبت زیارت کی ہمہ گیری یا جامعیت ہے

خدائے علیم وحکیم نے حکمت ومصلحت کے تحت (اپنے بندوں کو) بعض واجبات و مستحب اعمال انجام دینے کا حکم دیا ہے، جن میں سے ہر ایک عمل قرب الٰہی حاصل کرنے میں خاص اہمیت ہے۔ جسم کے لئے مفید غذا اس کے ذائقے اور خصوصیات کی طرح اور ان میں سے ہر ایک عمل کا نتیجہ دوسرے سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے کسی فاضل نے کہا ہے: انسان کو ایک بہترین مستحب عمل پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے اس لئے کہ دوسرے اعمال کے فضائل اس کے ہاتھ سے چھوٹ جاتے ہیں۔

لیکن زیارت ایسا عمل ہے جس میں تمام عبادتوں کی خصوصیات پائی جاتی ہیں، چاہے وہ واجب عبادات ہوں یا مستحب اور قول سے متعلق عبادات ہوں یا عمل سے تعلق رکھنے والی عبادات اور چاہے جسمانی عبادات ہوں یا قلبی حیثیت رکھنے والی عبادات۔

---

(۱) بحار ۹۸/۸۳۔ کامل الزیارات باب ۸۳ ص ۱۵۴ (۲) بحار ۹۸/۱۸ کامل الزیارات باب ۵۶/۱۴۲، ۱۴۳

(۳) بحار ۹۸/۲۹۔۴۵ کامل الزیارات باب ۳۰، ۶۴، ۶۵، ۶۶/ ص ۱۵۴۔۱۶۴

(۴) بحار ۹۸/۸۷ کامل الزیارات باب ۷۰/ ص ۱۷۲

اگر چہ بعض مصلحتوں کے تحت ان کا ذکر یہاں نہیں کیا جا سکتا زیارت واجبات کے ترک کرنے کا باعث نہیں بنتی۔

جہاں تک نماز کا تعلق ہے یہ تمام اعمال سے بہتر اور دین کا ستون ہے، اور یہ زیارت کے ذریعے دو طریقوں سے حاصل ہوتی ہے۔

اول آپؑ کے مرقد منور کے نزدیک نماز پڑھنا، جس کے بے شمار ثواب ملتا ہے (۱) دوئم یہ ستر ہزار فرشتے حضرتؑ کے مرقد منور کے نزدیک نماز پڑھنے میں مصروف رہتے ہیں جن میں سے ہر ایک کی نماز ہزار ہزار انسانوں کی نماز کے برابر ہے، چنانچہ روایات میں نقل کیا گیا ہے اور ان تمام نمازوں کا ثواب زوّار کو ملتا ہے۔ (۲) رہی زکوۃ کی بات تو روایت میں ہے کہ زیارت میں ایک ہزار مقبول زکوۃ کا ثواب ہے جہاں تک حج کے ثواب کا تعلق ہے تو جو اعمال میں بہترین عمل اور حتی کہ نماز سے بھی بہتر ہے اس لئے کہ اس کے اعمال میں نماز بھی شامل ہے، روایت کی گئی ہے کہ زیارت امام حسینؑ عمرہ کے ساتھ ایک حج یا دو حج یا دس، بیس، بائیس، اسی، سو، حتی کہ ایک لاکھ حج کے برابر ہے۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ زائر کے ہر قدم کا ثواب ایک حج کے برابر اور اس کو اٹھانے کا ثواب ایک عمرے کے برابر ہے۔ (۳)

اور بشیر دہان سے منقول روایت میں زیارت عرفہ کی فضیلت میں کہا گیا ہے کہ جب انسان فرات کے پانی سے غسل کر کے آپؑ کے مرقد منور کی طرف روانہ ہوتا ہے اس حالت میں کہ آپؑ کے حق کی معرفت ہو، ہر قدم کے عوض جو وہ اٹھاتا ہے سو مقبول حج اور سو مقبول عمروں کا ثواب ملتا ہے۔ (۵)

اور بعض روایات کے مطابق آپؑ کی زیارت کا ثواب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک حج، بلکہ دو، دس، تیس پچاس یا سو حج کے برابر ہے بلکہ بعض روایات میں آیا ہے کہ خود رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کا ثواب ملتا ہے، چنانچہ سابقہ روایت میں حضرت عائشہ سے کی

(۱) بحار ۹۸/۵۶ کامل الزیارات، باب ۲۷، ص ۸۶

جانے والی روایت کے آخر میں کہا گیا ہے کہ زائر کو پیغمبر اکرمؐ کے نوے حج اور نوے عمرہ کا ثواب ملتا ہے۔(۱)

اور ان روایات کے اختلاف کا تعلق زائرین حضرت امام حسینؑ کے مقام و مرتبے سے ہے، جو ان کے ایمانی طاقت اور خدا و پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہارؑ خصوصاً حضرت سید الشہداؑ کی نسبت ان کی معرفت اور آپؑ کی فضیلت و خصوصیات پر یقین کے اعتبار سے مختلف ہوتے ہیں خاص طور پر اس فضیلت پر یقین رکھنے سے متعلق ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپؑ کے بارے میں فرمایا ہے: وانا من حُسَیْن (میں حسین سے ہوں) اس ضمن کہا گیا ہے کہ آپؑ کی زیارت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حج کے برابر ہے اور شاید اس وجہ سے ہو کہ زائر حضرت امام حسینؑ کی مودّت اور رسول اکرمؐ سے عقیدت کے جذبے میں زیارت کرنے جاتا ہے تو در حقیقت اس نے حقیقی بیت اللہ الحرام کی زیارت کی زیارت اس حالت میں کی ہے کہ اس کا دل حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قلب مبارک کی طرح محبت سے پر تھا، لہٰذا جب زائر آپؑ کے مرقد منور پر حاضری دیتا ہے یا دور سے اپنے دل کو حضرتؑ کی طرف متوجہ کرتا اور آپؑ پر پہنچنے والے مصائب کو یاد کر کے ٹوٹے ہوئے دل کے ساتھ آپؑ کی زیارت کرتا ہے تو گویا اس نے حضرت امام حسینؑ کی طرف حضور اکرمؐ کے دل کی نگاہ سے دیکھا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل اس وقت اداس ہوتا تھا جب آپؐ حالت میں سجدہ میں ہوتے اور حضرت امام حسینؑ آپ کی پشت مبارک پر سوار ہوتے تھے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپؑ کو اتارتے نہیں تھے بلکہ اس وقت تک صبر کرتے تھے جب تک کہ امام حسینؑ خود نہیں اتر جاتے، لہٰذا آپؑ کی زیارت کے وقت اگر زائر یہ تصور کرے کہ آپؑ صالح بن وہب مزنی کے نیزے کے وار سے زمین پر گرے تھے۔(۱)

اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت امام حسینؑ پر سلام بھیجنے کے ذریعے دلاسہ دے تو گویا خود حضور اکرمؐ نے آپؑ کی طرف توجہ کی ہے اور کیونکہ حضور اکرمؐ بیت اللہ الحرام سے افضل ہیں، اس راز کے مطابق جس کا ہمیں علم نہیں، حضور اکرمؐ کے نوے حج کا ثواب زائر کو ملے

گا۔

صدقے کا ثواب آپؑ کی زیارت بمطابق روایت صحیح ایک ہزار مقبول صدقوں کا ثواب رکھتی ہے۔(۲) اور روزوں کے تعلق سے حدیث صحیح کے مطابق آپؑ کی زیارت کا ثواب ایک ہزار روزوں کے برابر ہے۔(۳) زیارت سے خدا کی راہ میں مدد کرنے کا ثواب اس طرح سے ہے کہ زائر اس شخص کی مانند ہے جو خدا کی راہ میں ہزار افراد کو زین ولگام لگے ہوئے گھوڑوں پر سوار کر کے بھیجے۔ جہاد کے نقطۂ نگاہ سے زیارت امام حسینؑ کا ثواب (۴) شہدائے بدر کے ہزار شہیدوں کے برابر ہے۔(۵)

بلکہ زائر خود قیامت کے دن شہید محشور ہوگا۔(۶) اسی طرح امامؑ کی زیارت راہ خدا میں ایک ہزار غلاموں کو آزاد کرنے کے برابر ہے۔(۷) نیز روایات کی رو سے پیدل چلنے والے زائر کو ایک قدم اٹھانے یا رکھنے کے عوض اولاد اسماعیلؑ میں سے کسی کو آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔(۸)

ذکر درود اور تسبیح وتہلیل کے تعلق سے زائر کا ثواب اتنا ہے کہ خداوند عالم زائرین حضرت امام حسینؑ کے پسینے سے ستر ہزار سے فرشتے خلق فرماتا ہے جو خدا کی تقدیس و تسبیح میں مصروف رہتے ہیں۔(۹) اسی میں خدا کی یاد کرنے والے مقرب فرشتوں کا ثواب بھی شامل ہے۔ صلۂ رحمی اور مومنین کے ساتھ احسان ونیکی کے لحاظ سے بھی زیارت حضرت امام حسینؑ میں ثواب ہے، چنانچہ زیارت میں رسول خداؐ کے ساتھ ربط و صلہ ہے۔ کیونکہ آپؐ جد ہیں، اور زیارت آپؑ کے علاوہ حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت امام حسنؑ وامام حسینؑ سے حق مودّت کے مترادف ہے۔(۱)

زیارت حضرت امام حسینؑ میں یتیموں اور غریبوں کو کھانا کھلانے کا ثواب بھی ہے اور زیارت آپؑ کے اہل وعیال کو پانی پلانے اور کھانا کھلانے کے برابر ہے اور اگر یہ کہہ کر آپؑ کی زیارت کی جائے کہ سلام ہو اس امامؑ پر جس کا بے گور وکفن لاشہ صحرا میں پڑا رہا تو آپؑ پر یہ بھی ایک حق مودّت ہے۔

اس میں مومن کی زیارت بھی ہے مومن کا دیدار اس پر سلام بھیجنا اور اس کی عزت کرنا بٹھا کر اس کی تعظیم واحترام کرنا یہ ثواب کے باعث ہیں اور آپؑ کی زیارت مومنین کے سردار کی زیارت ہے جو آپؑ کی مودت و تعظیم کے مترادف ہے۔

زیارت حضرت امام حسینؑ سے قرض الحسنہ کا ثواب بھی ملتا ہے' چنانچہ ایک ضرورتمند مومن کو قرض دینا خدا کو قرض دینے کے برابر ہے، اور مومنین کے امامؑ کو قرض دینے کا کتنا ثواب ہوگا جو مضطر اور آوارہ وطن تھے، جن سے لوگوں نے منہ پھیرا، یہاں تک کہ آپؑ کے جسد مطہر کو زمین پر پڑا رہنے دیا گیا اور کوئی بھی آپؑ کے نزدیک نہیں جاتا تھا، لہذا جب بھی انسان آپؑ کی طرف متوجہ ہو کر زیارت کرے گا تو وہ خدا کو دیا جانے والا بڑا قرض ہوگا اور معلوم نہیں خدا اس کا صلہ کتنا گنا زیادہ دے، اور اس خداوند کریم کا اجر عظیم کتنا ہوگا جس نے وعدہ کیا ہے کہ ان لوگوں کو اجر دے گا جنہوں نے خدا کو قرض دیا ہے۔

زیارت سے بیمار کی عیادت کا ثواب بھی ملتا ہے، جو ایسا عمل ہے کہ اگر کوئی اس کو ترک کرے تو خداوند عالم محشر کے دن اس کی سرزنش کرے گا اور کہے گا کہ اے میرے بندے کیوں تو نے میری عیادت نہیں کی جب میں بیمار پڑ گیا تھا۔ (۲)

پس اگر ہم ذرا غور وفکر کریں گے تو معلوم ہوگا کہ زیارت حضرت امام حسینؑ، عبادت ہے لیکن نہ ایسے بیمار کی عیادت جو بخار یا سردرد میں مبتلا ہے بلکہ اس امامؑ کی زیارت ہے جو زخمی اور پیاسے تھے، بے کسی کی حالت میں تڑپتے رہے یا یوں کہئے کہ آپؑ کے اعضاء و جوارح کٹے ہوئے تھے بلکہ اعضاء پارہ پارہ ہو گئے تھے۔ چنانچہ روایت کی گئی ہے کہ کسی نے حضرت زہراؑ کو خواب میں دیکھا جو آپؑ کے مرقد منور پر اس طرح آہ وفغاں کر رہی تھیں۔

اے میری آنکھوں آنسو بہاؤ کربلا کے اس مقتول پر جس کے سینے کو توڑ دیا گیا اور اے آنسوؤ جاری ہو جاؤ اور خشک نہ ہونا۔ (۲) لہذا جب آپؑ کی زیارت کے مقصد سے جاؤ تو اس کا اثر روضۂ اقدس میں داخل ہونے کے بعد آپؑ کی ضریح اقدس پر نظر ڈالنے سے

محسوس ہوتا ہے آپ کی زیارت کی نیت کر دتا کہ بیمار کی تیمارداری اور عیادت کا ثواب بھی حاصل کر سکو زیارت امام حسین علیہ السلام سے مومن کی تجہیز و تکفین کا ثواب بھی ملتا ہے مومن آوارہ وطن مومن کے کفن دفن کے انتظام کی خاص طور پر بڑی فضیلت ہے، اسی لئے آپؑ کی زیارت، آپؑ کے جنازے کے تشیع اور بے غسل و کفن جسد کے غسل اور جب آپؑ کی ضریح اقدس کے نزدیک جا کر زیارت کرو گے تو گویا تم نے اپنے دل میں آپؑ کو دفن کر لیا ہے۔

مومنین کے دل کو خوشی و مسرت سے بھر دینا بہترین اعمال میں شمار ہوتا ہے جو قیامت کے خوف اور ڈر سے نجات کا سبب ہے۔ (۳)

اور زیارت کی فضیلت میں کہا گیا ہے کہ اگر زائر کو یہ علم ہوتا ہے کہ اس کی زیارت سے حضرت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ، امیر المومنین حضرت علی علیہ السلام، حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام، ائمہ اطہار اور شہدائے اہل بیتؑ کتنے خوش ہو کر اس کے حق میں دعا کرتے ہیں اور دنیا و آخرت میں اس کے لئے کتنے ثواب مقرر ہوتے ہیں تو وہ یقیناً ترجیح دیتا کہ روضہ اقدس کو اپنا گھر بنا لے اور کبھی اپنے گھر نہ لوٹے۔ (۱)

دوسرا پہلو : زائرین کو حالات کے مطابق حاصل ہونے والی فضیلتیں۔

زائر ہر حالت میں ایک فضیلت حاصل کرتا ہے جو دیگر فضائل سے بہتر ہوتی ہے۔

اور یہ ۱۶ فضیلتیں ہیں جو اخبار و احادیث سے جمع کی گئی ہیں :

پہلی فضیلت : زیارت کے لئے جانے کی نیت کی فضیلت: حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ خداوند عالم نے مرقد مطہر حضرت امام حسین علیہ السلام پر بعض فرشتوں کو مقرر کر رکھا ہے، جب انسان زیارت کے لئے جاتا ہے تو خدا اس کے گناہوں کو ان فرشتوں کے حوالے کرتا ہے اور جب وہ ایک قدم اٹھاتا ہے تو وہ ان تمام گناہوں کو مٹا دیتے ہیں اور زائر جب دوسرا قدم اٹھاتا ہے تو فرشتے ان کی نیکیوں میں اضافہ کرتے ہیں جس طرح وہ قدم اٹھاتا جاتا ہے، ہر قدم کے اٹھانے پر نیکیوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے یہاں تک کہ اس

کے لئے بہشت واجب ہو جاتی ہے۔

اور جب زائر زیارت کی نیت کرنے کے بعد غسل زیارت کرتا ہے تو حضور اکرمؐ اس کو آواز دیتے ہیں: اے خدا کے مہمان تجھے خوشخبری دیتا ہوں کہ تو بہشت میں میرا ساتھی ہوگا اور حضرت علی علیہ السلام اس کو خوشخبری دیتے ہیں: میں اس بات کی ضمانت دیتا ہوں کہ تیری حاجات روا ہو جائیں اور دونوں حضرات زائر کے دائیں بائیں ہوں گے جب تک وہ زیارت سے فارغ نہ ہو جائے۔ یہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی روایت کے الفاظ ہیں۔(۲)

دوسری فضیلت: زیارت کا سامان فراہم کرنے کی حالت جو آسمان کے مکینوں کی خوشی کا باعث بنتی ہے۔(۳)

تیسری فضیلت: اگر کوئی زیارت کا سامان فراہم کرتے وقت انفاق کرے تو ایک درہم کے بدلے اس کو، کوہ احد کے برابر نیکیاں ملیں گی اور اس کے بھی برابر اس کو لوٹا دیا جائے گا اور بلائیں دور ہو جائیں گی ابن سنان کی روایت میں ہے کہ آپؑ نے فرمایا کہ: ہر درہم کے بدلے زائر کو ایک ہزار درہم ملیں گے پھر دس مرتبہ ہزار ہزار درہم ملنے کی بشارت دی اور فرمایا: اور خدا کی خوشنودی پیغمبر اکرمؐ، امیر المومنینؑ اور ائمہ اطہارؑ کی دعائیں اس کے حق میں بہتر ہیں۔(۱)

چوتھی فضیلت: جب زائر اپنے گھر سے نکلتا ہے تو چھ سو فرشتے چھ سمتوں سے اس کو الوداع کہنے کے لئے آتے ہیں۔

پانچویں فضیلت: جب زائر چل پڑتا ہے تو اس کے ہر قدم کے حساب سے اس کے لئے (فرشتے) دعا کرتے ہیں(۲) اور ہر قدم کے بدلے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔(۳) اور اگر وہ کشتی میں اور کشتی متلاطم ہو جائے تو ندا آتی ہے کتنے خوش نصیب ہو تم بہشت تم کو مبارک ہو۔(۴) اور اگر زائر سواری پر ہو تو سواری کے ہر قدم کے بدلے اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔(۵)

چھٹی فضیلت : جب زائر پر سورج کی کرنیں پڑتی ہیں تو وہ اس کے گناہوں کو مٹا دیتی ہیں جس طرح آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔(۶)

ساتویں فضیلت : اگر سفر کے دوران گرمی یا چلنے کی وجہ سے زائر کو پسینہ آئے تو بحار کبیر میں نقل کی ہوئی روایت کے مطابق اس کے پسینے کے ہر قطرے سے ستر ہزار فرشتے تخلیق پاتے ہیں جو آپؑ کے زائرین کے لئے روز قیامت تک استغفار کرتے رہیں گے۔

آٹھویں فضیلت : جب زائرین فرات کے پانی میں غسل زیارت کرتے ہیں تو ان کے گناہ دھل جاتے ہیں اور حضور اکرمؐ ان کو ندا دیتے ہیں : مبارک ہو تم کو کہ بہشت میں میرے ساتھ ہو گے، اور امیر المومنینؑ فرماتے ہیں : میں تمہاری حاجات روا ہونے اور دنیا و آخرت میں تم سے بلائیں دور ہونے کی ضمانت دیتا ہوں، چنانچہ آگے روایت کی گئی ہے۔

نویں فضیلت : جب زائر غسل کرنے کے بعد روضۂ اقدس کی طرف بڑھتا ہے تو خدا اس کے ہر قدم کے عوض جو وہ اٹھاتا یا رکھتا ہے، سو مقبول حج، سو مقبول عمروں اور کسی نبی مرسل کے ہمرکاب ہو کر خدا کے سخت ترین دشمنوں سے جہاد کرنے کا ثواب لکھ دیتا ہے۔

دسویں فضیلت : جب زائر کربلائے معلیٰ کے نزدیک پہنچتا ہے تو ملائکہ کے مختلف جتھے اس کے استقبال کے لئے آتے ہیں ان میں وہ چار ہزار فرشتے بھی شامل ہیں جو عاشور کے دن کربلا میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی نصرت کے لئے آئے اور ان کو حکم ملا تھا کہ سرزمین کربلا پر ہمیشہ کے لئے رہ جائیں ان میں ستر ہزار فرشتوں کا ایک گروہ بھی شامل ہے ملائکہ کی تعداد کے بارے میں متعدد روایات ہیں جن کا ہم نے فرشتوں کے ذیل میں ذکر کیا ہے۔(۱)

گیارہویں فضیلت : حضرت امام حسین علیہ السلام زائر کی طرف دیکھتے ہیں پھر اس کے حق میں دعا کرتے ہیں اور اپنے والد گرامی اور نانا رسول خداؐ سے عرض کرتے ہیں کہ اس کی مغفرت کے لئے دعا کریں (۲)، اس کے بعد فرشتے اور پھر تمام انبیاء مرسلینؑ اس کے حق میں دعا کرتے ہیں اور اس کے لئے تمام عبادات کا ثواب لکھا جائے گا، جس کا ہم نے آگے

ذکر کیا ہے، ملائکہ زائر کے ساتھ مصافحہ کریں گے اور اس کے چہرے پر نورِ عرش کی ایک مہر لگائیں گے جس پر لکھا ہوگا، یہ قبرِ حسینؑ کا زائر ہے جو خاتم النبیینؐ کے فرزند اور سید الشہداء ہیں (۳)۔

بارہویں فضیلت : جب زائر اپنے وطن واپس جاتا ہے تو، اس کے ساتھ ملائکہ کے کئی گروہ چل پڑتے ہیں ان میں جبریل امینؑ، میکائیلؑ اور اسرافیلؑ قابلِ ذکر ہیں۔ نیز روضۂ اقدس میں حاضر چار ہزار فرشتوں کے علاوہ ستر ہزار فرشتوں پر مشتمل گروہ بھی شامل ہوگا۔ جن کا ہم نے آگے ذکر کیا آخر میں دو فرشتے اس کے نزدیک آکر کہیں گے : اے خدا کے دوست تمہارے گناہ پاک ہو گئے، اور تم خدا، رسول خداؐ اور اہل بیت اطہارؑ کی جماعت میں شامل ہو، خدا کی قسم تم (جہنم کی آگ) کو اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھو گے اور آگ تمہیں نہیں جلائے گی اور منادی آواز دے گا۔ کتنے خوش نصیب ہو تم، بہشت تمہیں مبارک ہو۔(۱)

تیرہویں فضیلت : زیارت حضرت امام حسینؑ سے واپسی کے ایک دو سال بعد اگر زائر انتقال کر جائے تو وہی فرشتے اس کے جنازے میں شریک ہوں گے اور اس کے لئے مغفرت کی دعا کریں گے (۲)۔ اور حضرت امام حسینؑ خود موت کے وقت یا قبر کی پہلی رات اس سے ملنے آئیں گے۔

پس اے لوگو جو قبر میں بے کس و تنہا ہو اور قبر کے خوف و وحشت میں مبتلا ہو اور کوئی تم سے ملنے نہیں آئے گا، بلکہ اگر کوئی آتا ہے تو تمہاری قبر کے نزدیک دو گز کے فاصلے پر مٹی اور گاڑے کے پیچھے کھڑا رہے گا تو اس حال میں اگر حضرت امام حسینؑ سے ملاقات کرو گے وہ بھی ایسی حالت میں کہ امام حسینؑ تمہارے سامنے ہوں گے اور تمہیں سلام کریں گے تو کیا تمہارے لئے قبر میں کسی قسم کی وحشت اور خوف باقی رہ جائے گا؟

اور جتنی زیادہ تم نے آپؑ کی زیارت کی ہے اور آپؑ کا عشق و ولولہ تمہارے دلوں میں اجاگر ہوا ہوا اتنے ہی بار حضرت امام حسینؑ تم سے ملنے آئیں گے اور تمہیں دلاسہ دیں

گے۔

چودھویں فضیلت : اگر کوئی زائر راستے میں مرجائے تو حضرت امام جعفر صادقؑ کی روایت کے مطابق فرشتے اس کے جنازے میں حاضر ہوجائیں گے اور وہ بہشت سے اس کے لئے کفن اور حنوط لائیں گے اس کے جنازے پر نماز پڑھیں گے اور بہشت کے ریحان اس کی قبر میں بچھائیں گے۔ اور اس کی قبر ہر طرف سے تین تین میل تک پھیل جائے گی اور اس کی قبر کی طرف بہشت کا ایک دروازہ کھل جائے گا جہاں روز قیامت تک بہشت کی خوشبو آتی رہے گی۔(۱)

پندرھویں فضیلت : اگر حضرت امام حسینؑ کے زائر کو راستے میں کسی قسم کی اذیت پہنچے، یا قید میں مبتلا ہوجائے تو حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ ہر روز کی قید یا غم کے بدلے اس کو قیامت کے دن ایک خوشی میسر ہوگی راوی نے عرض کی اکہ اگر قید کے دوران زیارت کی وجہ سے اس کو مارا پیٹا جائے تو اس کا اجر کیا ہوگا، آپؑ نے فرمایا : ہر ضرب کے عوض زائر کو ایک حور ملے گی اور ہر درد کے بدلے ہزار ہزار نیکیاں ملیں گی اس کے ہزار ہزار گناہ معاف ہوجائیں گے اور اس کا مقام ہزار ہزار مرتبہ بڑھ جائے گا اور وہ ان لوگوں میں شامل ہوگا جو قیامت کے دن اس وقت تک حضرت پیغمبر اکرم ﷺ کے ساتھ رہیں گے کہ جب تک لوگ حساب کتاب سے فارغ نہیں ہوجائیں گے عرش کے حاملین اس سے مصافحہ کریں گے اور اس سے مخاطب ہوکر کہیں گے : جس قسم کی حاجت ہو بتا دو پوری کی جائے گی اور اس کے مارنے والے کو حساب کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے گا اور بغیر کسی سوال و جواب کے اس کا بازو پکڑ کر ایک فرشتے کے پاس لے جائیں گے جو اس کو حمیم جہنم اور غسلین سے ایک گھونٹ پلائے گا، پھر اس کو آگ کے پہاڑوں پر بٹھائیں گے، اور اس سے کہیں گے کہ جو تم نے اپنے لئے ہاتھوں سے تیار کیا ہے اس کی سزا بھگتو، اس لئے کہ تم نے خدا اور رسول خدا ﷺ کے مہمان کو مارا ہے اور اس کو تکلیف پہنچائی ہے، اس کے بعد ظلم کے مارے اس زائر کو جہنم

کے دروازے پر لاکر اس سے کہا جائے گا کہ اپنی آنکھوں سے اپنی ضارب کو اور اس پر نازل ہونے والے عذابِ خدا کو دیکھو، کیا تمہارا کلیجہ ٹھنڈا ہو گیا؟ اور کیا تمہارا انتقام لیا گیا تو وہ کہے گا حمد وثنا اس خدا کی جس نے اس سے میرا اور اپنے رسولؐ کے فرزند کا انتقام لیا۔(1)

سولہویں فضیلت : اس زائر کے بارے میں جو زیارت کی خاطر قتل ہو جائے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس کے خون کے پہلے قطرے کے ساتھ اس کے تمام گناہ معاف کئے جائیں گے اور فرشتے اس کی اصل طینت کو دھولیں گے یہاں تک کہ اس کی طینت سے کفار کی طینت پاک ہو جائے گی جو اس سے ملی ہوئی تھی اور وہ انبیاءؑ کی طینت کی اس طرح پاک و پاکیزہ ہو جائے گی۔

اس کے دل کو دھویا پاک و پاکیزہ کیا جائے گا اور اس کا سینہ چاک کر کے ایمان سے بھر دیا جائے گا اور وہ تمام گناہوں سے اور برے صفات سے پاک و پاکیزہ ہو کر خدا سے ملے گا۔ خدا، اس کے اہل وعیال اور اس کے ہزار (ایمانی بہن) بھائیوں کے بارے میں اس کی شفاعت کو قبول کرے گا۔

فرشتے جبرائیلؑ و ملک الموت کے ساتھ آکر اس کے جنازے پر نماز پڑھیں گے اس کے لئے کفن اور حنوط جنت سے لائیں گے اور اس کی قبر کو وسیع کریں گے اور قبر میں دیئے جلائیں گے اور قبر کی طرف بہشت کا ایک دروازہ کھولیں گے فرشتے بہشت سے اس کے لئے تحفہ لائیں گے، اور اٹھارہ دن کے بعد اس کو بارگاہ قدس کی طرف لے جائیں گے اور وہ اولیاء خدا کے ساتھ رہے گا جب تک صور نہیں پھونکا جاتا ہے، دوسری پھونک کے ساتھ وہ قبر سے نکل آئے گا اس وقت اس کے ساتھ پہلے مصافحہ کرنے والوں میں سے رسول خداؐ ہوں گے، امیر المومنینؑ اور دیگر اوصیاءؑ اس کو بشارت دیں گے اور فرمائیں گے کہ: تم ہمارے ساتھ رہو، اس کے بعد زائر کو حوض کوثر پر لے جایا جائے گا، وہ کوثر کا پانی پئے گا اور جس کو چاہے پانی پلائے گا۔(1)

تیسرا پہلو :

حضرت امام حسینؑ کی زیارت انسان کو ایک خاص انداز میں گناہوں سے پاک کردیتی ہے، جس کا ذکر تقریباً چالیس احادیث شریف میں کیا گیا ہے احادیث میں کہا گیا ہے کہ خدا اس کے گذشتہ اور آئندہ کے گناہوں کو بخش دے گا(۲)، اور دیگر احادیث میں منقول ہے کہ زائر اس دن کی طرح پاک و پاکیزہ ہوجاتا ہے جس دن وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا(۳) یا وہ ایسے لباس کی طرح ہوتا ہے جس کو دھو کر صاف کیا گیا ہو۔(۴)

اور عجیب بات یہ ہے کہ ایک روایت کے مطابق یہ حالت زیارت کی ابتدا میں ہی حاصل ہوجاتی ہے اور اگلے مراحل میں زائر کی تطہیر کی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ مناجات الٰہی کے مرحلے تک پہنچتا ہے، خداوند عالم زائر سے فرماتا ہے : میرے بندے مجھ سے جو مانگنا چاہے مانگ لے میں عطا کروں گا، اور ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ نماز زیارت پڑھنے کے بعد ایک فرشتہ زائر کے پاس آکر کہتا ہے :

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تجھے سلام کے بعد فرمایا ہے : تمہارے گذشتہ گناہ معاف ہوگئے ہیں، پس تم اپنے عمل کو جاری رکھو۔

چوتھا پہلو :

حضرت امام حسینؑ کا زائر دوسرے لوگوں کی نجات کا ذریعہ بھی بن سکتا ہے، چنانچہ سیف تمار سے حضرت امام جعفر صادقؑ سے روایت کی ہے کہ جہنم کی سزا پانے والے سو افراد کے حق میں زائر کی شفاعت قبول ہوگی ہے(۱) اور دیگر روایات میں ہے : زائرین سے کہا جائے گا کہ جس کا چاہو ہاتھ پکڑ لو اور جنت میں داخل ہوجاؤ۔(۲)

پانچواں پہلو :

انسان کا ہر عمل ختم ہوجاتا ہے چاہے اس کا ثواب بہت زیادہ کیوں نہ ہو، لیکن زیارت حضرت امام حسینؑ کا عمل قیامت تک باقی رہے گا، صفوان نے حضرت امام جعفر صادقؑ

سے روایت کی ہے : جب کوئی شخص زیارت حسین علیہ السلام کی نیت سے گھر سے نکلتا ہے ستر ہزار فرشتے اس کو ہر طرف سے گھیر لیتے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں، جب وہ آپؑ کی زیارت کر لیتا ہے تو منادی کہتا ہے : تمہارے گناہ معاف ہو گئے ہیں اپنے عمل کو جاری رکھو اور جب زائر واپس جاتا ہے تو یہ فرشتے اس کو گھر تک چھوڑنے جاتے ہیں اور اس کو الوداع کہنے کے بعد بھی وفات تک اس سے ملنے کے لئے آتے رہتے ہیں اس کے بعد وہ روزانہ حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے لئے جاتے رہتے ہیں جس کا ثواب زائر کو ملتا ہے۔ (۳)

چھٹا پہلو :

زیارت حضرت امام حسین علیہ السلام ایسے امور کا بھی باعث بنتی ہے جو انسان سے سرزد ہونا ناممکن ہوتے ہیں جیسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہمراہ حج ادا کرنے کا ثواب جس کا ذکر بہت سی روایات میں کیا گیا ہے، ان میں سے ایک موسیٰ بن قاسم حضرمی کی روایت ہے، جنھوں نے کہا : جب حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام منصور عباسی کی خلافت کے ابتدائی دور میں نجف اشرف لے گئے، مجھ سے مخاطب ہو کر آپؑ نے فرمایا: اے موسیٰ شاہراہ کے نزدیک جا کر قادسیہ کی طرف دیکھتے رہو، ایک شخص اس طرف سے آئے گا اس سے کہہ دینا کہ رسول اللہؐ کی اولاد میں سے ایک شخص تجھے بلا رہا ہے، میرے پاس لے آنا، موسیٰ کہتے ہیں : میں شدید گرمی میں شاہراہ کے نزدیک کھڑا رہا، اور اس شخص کا انتظار کرتے کرتے تھک گیا، قریب تھا کہ میں آپؑ کی نافرمانی کرتے ہوئے واپس چلا جاؤں، اچانک میں نے دور سے کسی کو آتے ہوئے دیکھا، ایک شخص اونٹ پر سوار آ رہا تھا، جب وہ نزدیک پہنچا تو میں نے آپؑ کے پیغام سے اس کو آگاہ کیا اس نے اطاعت کی اور میرے ساتھ چل دیا آپ کے نزدیک پہنچ کر وہ اونٹ کو بٹھا کر آپؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوا، میں خیمے میں کھڑے ہو کر ان کی باتیں سنتا رہا۔ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: تم کہاں سے

آئے ہو؟ اس شخص نے عرض کیا: یمن کے دور دراز علاقے سے آ رہا ہوں، آپؑ نے فرمایا: فلاں شہر سے؟ وہ بولا: ہاں، آپؑ نے پوچھا کہ کس کام سے آئے ہو؟ عرض کرنے لگا: زیارت امام حسینؑ کی غرض سے آیا ہوں۔ حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے علاوہ کوئی اور قصد نہیں ہے؟ عرض کیا: ہاں میں اس لئے آیا ہوں کہ آپؑ کی زیارت کروں، آپؑ کے مرقد منور کے نزدیک نماز پڑھوں، آپؑ کو سلام عرض کرنے کے بعد اپنے اہل و عیال کی طرف واپس چلا جاؤں۔

حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: اس (زیارت) میں تجھے کیا نظر آتا ہے؟ اس یمنی شخص نے عرض کیا: جان، مال اور اہل عیال و اولاد اور معیشت میں برکت اور حاجت روائی نظر آتی ہے آپؑ نے فرمایا: کیا تمہارے لئے حضرت امام حسینؑ کی زیارت کی کچھ فضیلت بیان کروں؟ وہ عرض کرنے لگا: یابن رسول اللہؐ ارشاد کیجئے فرمایا: بے شک حضرت امام حسینؑ کی زیارت پیغمبر اکرم ﷺ کے ہمراہ ایک بار حج کرنے کے برابر ہے، اس پر اس نے تعجب کا اظہار کیا، آپؑ نے فرمایا: ہاں خدا کی قسم بلکہ رسول خدا ﷺ کے ہمراہ دو حج ادا کرنے کے برابر ہے، وہ ایک بار پھر متعجب ہوا تو آپؑ اضافہ فرماتے گئے یہاں تک کہ فرمایا حضور اکرمؐ کے ہمراہ تیس حج ادا کرنے کا ثواب ہے۔(۱)

ساتواں پہلو:

زیارت حضرت امام حسینؑ سے انسان اس مقام تک پہنچ سکتا ہے جو اپنی جگہ ناممکن ہے اور وہ یہ ہے کہ زائر کا حج، خود حضور اکرم ﷺ کا ادا کردہ حج بن جاتا ہے، اور یہ مفہوم زیارت میں آیا ہے، چنانچہ آگے حضرت عائشہ سے کی گئی روایت میں اس کا ذکر ہوا۔(۲)

آٹھواں پہلو:

خداوند عالم نے قسم کھائی کہ زائر کو مایوس نہ کرے، جس طرح حضرت امام محمد باقرؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جب حضرت امام حسینؑ کربلا میں قتل ہوئے تو آپؑ

پیاسے اور مضطر و غمگین تھے، اس موقع پر خداوند عالم نے قسم کھائی کہ اگر کوئی مضطر، غمگین، گناہگار، پیاسا یا کوئی دکھی اور بیمار آپؑ کے مرقد مقدس کے پاس جا کر دعا کرے اور آپؑ کو وسیلہ قرار دے تو اس کا غم و اضطراب دور کر دے گا، اس کی حاجت پوری کر دے گا، اس کے گناہوں کو معاف کر دے اور اس کے رزق میں اضافہ کرے گا۔(۱)

نواں پہلو :

زیارت حضرت امام حسینؑ کی ایک خاص فضیلت یہ ہے کہ ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی زائر روضۂ اقدس میں رات کو جاگتا رہے اور دن کو رنج و تکلیف میں مبتلا رہے تو خداوند عالم اس کی طرف ایسی نظر سے دیکھے گا جس کی وجہ سے زائر کے لئے بہشت واجب ہو جائے گی۔(۲)

دسواں پہلو:

زیارت میں کچھ خاص اثرات بھی ہیں ان میں عمر اور رزق میں اضافہ شامل ہے اور زیارت عرفہ میں کہا گیا کہ زیارت عقائد حقہ میں دل کے اطمینان کا باعث بنتی ہے اور یہ تمام اثر سے بڑھ کر ہے، اس لئے کہ تمام اعمال کا انحصار اسی بات پر ہے ان میں یہ اثرات بھی شامل ہیں کہ زیارت تمام برائیوں کو دور اور بری موت کو دفع کرتی ہے۔(۴) زیارت امام حسینؑ کو پیغمبر اکرم ﷺ کی ضمانت میں دے دیتی ہے، پندرہ روایات و احادیث میں بیان کیا گیا ہے کہ جس نے حضرت امام حسینؑ یا آپؑ کے والد گرامی، مادر گرامی اور برادر بزرگوار کی زیارت کی، حضور اکرم ﷺ اس بات کی ضمانت دیں گے کہ آپؑ قیامت کے دن اس زائر سے ملاقات کریں گے اور اس دن کی مشکلات سے اس کو نجات دلائیں گے۔(۵)

گیارہواں پہلو :

زیارت حضرت امام حسینؑ کے حیرت انگیز فضائل ہیں، ان میں سے ایک فضیلت یہ

ہے کہ آج کے دور میں آپؑ کی زیارت، ائمہ اطہارؑ کی زندگی میں ان کی زیارت کرنے سے افضل ہے، مثلاً حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام زندہ ہوتے اور تم ان کی زیارت کے لئے جاتے اور ان سے گفتگو کا شرف بھی حاصل کرتے، تو وہ زیارت آج کے دور میں حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت سے افضل نہ ہوتی، چنانچہ ابن ابی یعفور سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا: میں حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا:

آپؑ کی زیارت کے شوق سے میں زحمت و مشقت برداشت کر کے آپؑ کی خدمت میں پہنچا ہوں، آپؑ نے فرمایا: خدا سے شکوہ نہ کرو، کیوں اس کی زیارت کے لئے نہیں گئے جس کا حق تم پر میرے حق سے بھی زیادہ ہے۔

راوی کہتا ہے کہ: یہ بات میرے لئے اس بات سے زیادہ گراں گذری کہ آپؑ نے فرمایا تھا: خدا سے شکوہ نہ کرو، میں نے عرض کیا: وہ کون ہے جس کا حق میرے اوپر آپؑ سے زیادہ ہے، امامؑ نے فرمایا: وہ حسین بن علیؑ ہیں، اگر تم ان کی زیارت کے لئے جاتے اور دعا کرتے اور اپنی حال کی شکایت کرتے تو اچھا ہوتا۔(۱)

ان فضائل میں سے ایک حیران کن فضیلت یہ ہے کہ حضرت امام محمد باقر علیہ السلام خود زائرین سے ملنے جاتے تھے، حمران کہتے ہیں: میں روضۂ اقدس حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کر کے گھر واپس آیا تو حضرت امام محمد باقر علیہ السلام محمد بن علی بن عبداللہ بن علی کے ساتھ میرے پاس تشریف لائے اور مجھ سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے۔ اے حمران جس نے قرب خدا حاصل کرنے کے لئے شہدائے آل محمدؐ کی قبور کی زیارت کی وہ اس طرح گناہوں سے پاک ہو جائے گا جس طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔(۲)

اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے حیرت انگیز فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ زائرین حسین علیہ السلام کی نسبت خدا کی رحمت کے لحات کی ایک خاص کیفیت ہوتی ہے۔ روایت میں روزانہ رحمت خدا کے لحات کا ذکر کرنے کے بعد آیا ہے خدا اس خاص نظر رحمت کے ذریعے قبر حسین علیہ السلام کی زیات کرنے والے، اس کے گھر والوں اور روز قیامت جن کی وہ

شفاعت کرے گا چاہے وہ کوئی بھی ہوں اگرچہ مستحق جہنم کیوں نہ ہو، ان سب کے گناہوں کو معاف کرے گا زیارت حسینؑ کے حیرت انگیز فضائل میں سے ایک یہ بھی ہے کہ زائرین کے بہشت میں داخلے کی کچھ خصوصیات ہیں وہ دوسرے لوگوں سے چالیس سال پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔(۲)

اور ہر شئے آپؑ کے زائرین سے مس ہو کر متبرک ہونا چاہتی ہے، اور وہ زائرین کی طرف دیکھتی ہے اور اس کی طرف دیکھ کر خیر و خوبی کی امید کرتی ہے اس قصد سے کہ زائر نے آپؑ کے مرقد مطہر کو دیکھا ہے۔(۴)

ان حیران کن فضائل میں یہ فضیلت بھی شامل ہے کہ متعدد روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ ابھی لوگوں کے سامنے تمام فضائل زیارت بیان نہیں ہوئے ہیں، چنانچہ روایت صحیح میں نقل کیا گیا ہے کہ اگر لوگوں کو حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے تمام فضائل کا علم حاصل ہو جائے تو وہ فرط شوق سے مر جائیں گے۔(۵)

ایک اور روایت میں آیا ہے کہ اگر لوگوں کو فضیلت زیارت حسینؑ سے اچھی طرح سے آگاہی حاصل ہو تو وہ دور دراز کے علاقوں سے آپؑ کے روضے کی طرف بچوں کی طرح ہاتھ اور پاؤں سے چل کر آ جاتے۔(۶)

باب دوئم :

آنحضرت علیہ السلام کی زیارت کی خاص فضیلت

اس فضیلت کو اس کی امتیازی حیثیت کی وجہ سے علیحدہ طور پر بیان کرنا چاہیے۔ اور اس کو بیان کرنے کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے۔

نیک اعمال کے ثواب اور ان کی خصوصیات کے بارے جو کچھ بیان کیا جاتا ہے وہ سب دواؤں کی خصوصیات کی طرح اور ان میں سے ہر ایک کی راہ میں موانع بھی ہیں جو اس کے فوائد و اثرات کو روک دیتے ہیں، لیکن یہ اس کی افادیت کو ختم نہیں کر سکتے، مثال کے طور پر انگبین کا سرکہ، قاطعِ صفرا ہے، لیکن کبھی جسم میں پائے جانے والے ایک مانع کی وجہ سے وہ صفرا کو ختم نہیں کرتا، مثلاً کوئی ایسی بیماری ہے جس کی وجہ سے سرکہ یہ اثر نہیں دکھا سکتا۔ یا اس سے قبل یا بعد میں کھانے والی غذا کی کوئی قسم اس کے اثرات کو زائل کر دیتی ہے۔ اس کے باوجود اس کو قاطع صفرا کہتے ہیں۔ اسی طرح نیک اعمال کی خصوصیات ہیں، کیونکہ ہر اثر انداز ہونے والی خاصیت کے سامنے ایک ایسا مانع ہے جو کبھی اس خاصیت کو مکمل طور پر ختم کر دیتا ہے یا کبھی اس کے اثرات کو کم کر دیتا ہے۔

اس لئے حشر کے دن لوگوں کے حالات مختلف ہوں گے، چنانچہ بعض لوگ اپنے ایمان اور اعمال کی وجہ سے احتضار کی ابتدا میں ہی عذاب سے رہا ہو جائیں گے بعض لوگ عذاب احتضار کے بعد رہائی حاصل کریں گے اور کچھ لوگوں کو برزخ میں کچھ تکلیف دی

جائے گی اس کے بعد نجات حاصل ہو جائے گی، اور کچھ لوگوں کو محشر کی ابتداء میں یا اس کے دوران یا اس کے بعد تکلیف اُٹھا کر عذاب سے رہا کیا جائے گا اور بعض افراد جہنم میں داخل ہونے کے بعد نجات پائیں گے اور ایسے لوگ بھی ہوں گے جو ایمان زائل ہونے کی وجہ سے ابد تک جہنم میں رہیں گے، خدا ایسے انجام سے بچائے اور یہ بات تمام اعمال اور نیکیوں میں پائی جاتی ہے۔

اس تمہید کو سمجھنے کے بعد یہ جان لو کہ زیارت حسینؑ میں ایک خاص فضیلت ہے جو تمام فضائل سے بلند و برتر ہے، کیونکہ کہ زائر کے اندر اگر اس کے اثرات کو زائل کرنے والا کوئی مانع موجود ہو تب بھی وہ زیارت کے تمام اثرات کو ختم نہیں کرسکتا، بلکہ کم از کم شخص کی نجات کی حد تک اس کا اثر باقی رہے گا، کیونکہ اس میں نجات و فلاح کے بے شمار طریقے اور موارد ہیں، لہٰذا ان میں سے کسی ایک میں رکاوٹ پیدا ہو جائے تو کسی اور تاثیر رکھنے والے پہلو سے نجات کا راستہ نکل آئے گا اس طرح اگر کہیں کوئی اور رکاوٹ پیدا کرنے والا پہلو سامنے آئے تو نجات دلانے والا کوئی اور اثر ظاہر ہوسکتا ہے۔

اس کی وضاحت یوں کرسکتے ہیں کہ انسان کو نجات دلانے والے نیک اعمال میں سے ہر ایک کا اثر خداوند عالم نے برزخ یا آخرت کے کسی خاص مقام تک محدود کر رکھا ہے، لہٰذا اگر اس کے مقررہ مقام پر، ان اثرات کو زائل کرنے کا کوئی مانع آڑے آ جائے تو وہ اثر بالکل ختم ہو جائے گا اور دوسرے کسی مرحلے میں جہاں انسان کو نجات کی ضرورت ہو وہ اپنا اثر نہیں دکھا سکتا۔

لیکن زیارت حسینؑ کے اثرات ایک خاص مقام پر ختم نہیں ہوں گے، اور اگر انسان کے گناہ کسی مرحلے پر اس کی نجات کے سلسلے میں زیارت کے اثرات کی راہ میں حائل ہو جائیں تو یہ اثرات احتضار موت سے لے کر روز قیامت تک جہاں مغفرت پانے والوں اور عذاب پانے والوں کو بہشت یا جہنم میں داخل نہیں کیا جائے گا کسی اور کٹھن مقام پر انسان کے کام آئیں گے اگر حضرت امام حسینؑ کی زیارت کی فضیلت میں نقل کی گئی

روایات کو مدنظر رکھیں اور مجموعی طور پر ان روایات کے مفہوم کا جائزہ لیں تو یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ اور ایک روایت میں اس مطلب کی تاکید کی گئی ہے۔

جابر بن عبداللہ انصاریؓ نے اس مطلب کو اس وقت بیان کی جب اربعین کے دن زیارت حضرت امام حسینؑ کی غرض سے کربلا پہنچے اور مخصوص انداز میں آپؑ کی زیارت کی جس کا ذکر اپنی جگہ کیا جائے گا، جابرؓ نے زیارت کی فضیلت بیان کی ان میں سے ایک یہ ہے کہ اگر زائر حسینؑ یا محبّ حسینؑ کے قدم کسی مرحلے میں گناہوں کی وجہ سے ڈگمگانے لگیں تو کسی اور مقام پر وہ ثابت قدم ہو سکتا ہے۔ (۱)

اس بات کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ اگر زائر کو زیارت کے فوائد وثمرات حاصل ہو جائیں تو وہ اس دنیا سے اس طرح جائے گا کہ جس طرح وہ ماں کے پیٹ سے ابھی پیدا ہوا ہو، یا کہ وہ زائرین کے لئے مخصوص اعلیٰ درجات تک پہنچا ہو یا وہ اعلیٰ علیین میں کرّوبی فرشتوں کے مقام پر فائز ہوا ہو یا اسی طرح کا کوئی اونچا مقام اس کو حاصل ہوا ہو، کتنا خوش نصیب ہے وہ، اس سے بڑھ کر کوئی نعمت حاصل ہو سکتی ہے؟

اور اگر زائر میں گناہوں کی وجہ سے کوئی مانع ہو جس کے سبب وہ ان اعلیٰ مراتب کو حاصل نہ کر سکے اور گناہ کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو جائے، تو اس بات کی امید کی جا سکتی ہے حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے سبب نجات پائے اور اگر اس کے گناہوں کے بوجھ کی وجہ سے اس سے بھی تاخیر ہو جائے تو اس بات کی امید ہے کہ زائر کی استعداد و صلاحیتوں کے حساب سے آپؑ برزخ کے زمانے میں اس سے ملنے تشریف لائیں گے، اور اگر نجات کی راہ میں حائل رکاوٹوں کی شدت کی وجہ سے اس سعادت سے بھی وہ محروم رہ جائے تو قیامت کبریٰ کے دن پیغمبر اکرمؐ جبریل امینؑ کے ساتھ زائرین حسینؑ کو ڈھونڈنے تشریف لائیں گے جن کی پہچان پیشانی پر نور کی مہر سے ہو جائے گی، ان کی پیشانیوں پر لکھا ہوگا: یہ بہترین شہید (امام حسینؑ) کے مرقد کے زائر ہے، اس وقت آپؐ جبریلؑ کے ساتھ زائر کا بازو پکڑ کر، لے جائیں گے اور قیامت کے عذاب اور تکلیفوں سے اس کو نجات

دلائیں گے۔(۱)

اور اگر زائر کی یہ سعادت اس سے چھن گئی ہو اور گناہوں کی ظلمت کی وجہ سے پیشانی کی وہ علامت اور تحریر مٹ گئی ہو اور وہ محشر میں سرگرداں پھر رہا ہو تب بھی کسی اور طریقے سے اس کی نجات کی امید کی جاسکتی ہے، کیونکہ قیامت کے دن اعلان کیا جائے گا: آل محمدؐ کے چاہنے والے کہاں ہیں، اس پر ایک گروہ اٹھ کھڑا ہوگا جس کی تعداد کے بارے میں خدا کے سوا کسی کو بھی علم نہیں اس کے بعد پھر آواز دی جائے گی: حسین بن علی علیہ السلام کے زائرین کہاں ہیں، اس پر ایک گروہ اٹھ جائے گا ان سے کہا جائے گا جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لو اور بہشت میں داخل ہو جاؤ اس کے بعد ان میں سے ہر ایک جس کا چاہے ہاتھ پکڑ لے گا یہاں تک کہ کوئی اس سے کہے گا: میں ایک دن تمہارا احترام کیلئے کھڑا ہوا تھا، زائر اس کا ہاتھ بھی تھام لے گا اور کوئی اس کو منع نہیں کرسکے گا۔(۲)

اور اگر اس شخص میں یہ خاصیت بھی نہ ہو اور وہ اس بات کے قابل بھی نہ ہو کہ کوئی دوسرا اس کا ہاتھ تھام لے تب بھی ایک اور ندا کے ذریعے اس کی نجات کا امکان پایا جاتا ہے۔

چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے کہ قیامت کے دن منادی آواز دے گا حسین بن علی علیہ السلام کے زائرین کہاں ہیں؟ اس آواز کو سن کر بہت سے لوگ اٹھ کھڑے ہوں گے جن کی تعداد خدا کے سوا کسی کے علم میں نہیں ہے۔

ان لوگوں سے سوال کیا جائے گا: قبر حسینؑ کی زیارت سے تمہارا مقصد کیا ہے؟ وہ عرض کریں گے: ہم رسول خداؐ سے عقیدت، علی مرتضیٰؑ اور فاطمہ زہراؑ کی محبت کے سبب اور آنحضرتؐ پر پہنچے والی تکالیف پر ترس کھا کر آپؑ کی زیارت کے لئے گئے تھے ان کو ندا دی جائے گی: یہ محمدؐ، علیؑ و فاطمہؑ اور حسنؑ و حسینؑ حاضر ہیں آ کر ان سے مل لو اور رسول اللہؐ کے پرچم تلے آجاؤ، جو علیؑ کے ہاتھ میں ہے، اس پر وہ جا کر اس جھنڈے کے اردگرد جمع ہو جائیں گے۔(۱)

مصنف کہتے ہیں: اے گناہگارو، اگر زائرین حسینؑ ہو اور تمہاری وہ حیثیت نہیں ہے کہ حضور اکرمؐ جبریل امینؑ کے ساتھ تشریف لا کر تمہاری بازوؤں کو پکڑ کر لے جائیں یا تم کسی اور کے ہاتھ کو تھام کر بہشت میں داخل ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے ہو تو اس آواز پر لبیک کہو اور اس جھنڈے تلے چلے جاؤ چاہے تم کو سب سے آخری قطار میں جگہ ملے اور اگر تم لوگوں میں یہ صلاحیت موجود نہ ہو اور گناہوں کے بوجھ کی وجہ سے اپنی جگہ سے نہیں ہل سکتے ہو تب بھی حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے اثرات سے مایوس نہ ہوں، بلکہ روز محشر رونما ہونے والے کسی اور واقعے کے دوران نجات پانے کی امید رکھو جو سب سے بڑی امیدوں میں سے ہے۔ اور اس واقعے کی تفصیل یہ ہے کہ قیامت کے دن حضرت فاطمہ زہراؑ ایک خاص انداز میں محشر میں داخل ہوں گی، آپؑ ایک خاص لباس میں ہوں گی جس کا نام لباس کرامت ہے جو آبِ حیات میں گوندھ کر بنایا گیا ہوگا (۱)۔ اور اس لباس پر ہزار بہشتی لباس ہوں گے جن پر سبز رنگ کی تحریر ہوگی، آپؑ کے سر مبارک پر نور الٰہی ایک گنبد کی صورت میں چمک رہا ہوگا، جس کا ظاہر باطن کے اندر سے اور باطن ظاہر سے عیاں ہوں گا۔ اور اس پر نور کا ایک تاج ہوگا جس کے ستر ستون ہوں گے، اور ہر ستون پر در اور یاقوت جڑے ہوں گے، اور یہ ستاروں کی طرح چمک دمک رہے ہوں گے۔

خاتون محشرؑ ایک خاص انداز میں ایک بہشتی اونٹنی پر سوار ہوں گی جس کے پاؤں سبز زمرد سے بنے ہوئے ہوں گے اور اس کی دم مشک سے بنی ہوگی اور اس کی آنکھیں سرخ یاقوت کی بنی ہوں گی (۱)، آپؑ کی سواری کی لگام اور عماری بھی مخصوص ہوں گی، جہاں تک لگام کا تعلق ہے یہ یاقوت سے بنی ہوگی، جس کی لمبائی دنیوی اندازے سے ایک فرسخ ہوگی (۲) اور ساربان جبریلؑ ہوں گے، جو لگام کو پکڑ کر اونچی آواز سے پکار اٹھیں گے: (اے اہل محشر) اپنی آنکھیں بند کرو تا کہ فاطمہ بنت محمدؐ یہاں سے گذر جائیں، اور آپؑ کی عماری سونے کی بنی ہوگی، آپؑ کے استقبال کے لئے بارہ ہزار ایسی حوریں آئیں گی جو اس سے قبل نہ کسی کے استقبال کے لئے گئی ہوں گی اور نہ ہی بعد میں جائیں گی، یہ سب ایسی

بہشتی سواریوں پر سوار ہوں گی جن کے بال یاقوت کے کے بنے ہوں گے لگام مروارید سے اور زین موتیوں کے بنے ہوں گے اور ان پر ریشم کے تکیے ہوں گے سواریوں کی رکاب زبرجد کی بنی ہوگی، ان میں سے ہر حور کے ہاتھ میں نور کا ایک مجمر ہوگا اور ان کے سر پر جواہر کے تاج ہوں گے (۳)۔

پھر حضرت مریمؑ ستر ہزار حوروں کے ساتھ آپؑ کے استقبال کے لئے آئیں گی، اس کے بعد آپؑ کی والدہ حضرت خدیجہؑ ستر ہزار فرشتوں کے ساتھ استقبال کے لئے آئیں گی، ان فرشتوں کے ہاتھوں میں تکبیر کے جھنڈے ہوں گے اور پھر حضرت حوا اور حضرت آسیہ ستر ہزار حوروں کے ساتھ آپؑ کا استقبال کریں گی۔ (۴)

روز محشر حضرت فاطمہؑ کی اس مجلس کی بھی ایک خاص کیفیت ہوگی، چنانچہ آپؑ کے لئے روشنی کا ایک منبر رکھا جائے گا جس کی سات سیڑھیاں ہوں گی، ان سیڑھیوں کے درمیان ملائکہ کی قطاریں لگی ہوں گی۔ (۱)

اس وقت جو چیزیں حضرت فاطمہ زہراؑ کے ساتھ ہوں گی وہ بھی مخصوص ہوں گی، متعدد روایات میں کہا گیا ہے آپؑ خون میں رنگے ہوئے کپڑے لے کر تشریف لائیں گی اور بعض روایات میں نقل کیا گیا ہے کہ آپؑ اپنے ساتھ خون میں لت پت حضرت امام حسینؑ کی قمیض لائیں گی۔ (۲)

روز محشر حضرت فاطمہ زہراؑ کی طرف سے حضرت امام حسینؑ پر پہنچنے والے مظالم بیان کرنے کا انداز بھی خاص ہوگا، آپؑ محشر کے دن آ کر خداوند عالم سے عرض کریں گی: خدایا میں حسن و حسین کو دیکھنا چاہتی ہوں اس موقع پر حضرت امام حسینؑ کو ایسی حالت میں دکھایا جائے گا کہ آپؑ کے بدن مطہر پر سر مبارک نہیں ہوگا (۳) اور رگوں سے خون جاری ہوگا جب خاتون محشرؑ یہ منظر دیکھیں گی تو فریاد کرتے ہوئے (۴) اپنے آپ کو سواری سے نیچے گرا دیں گی۔ (۵)

روایت میں ہے کہ حضور اکرمؐ نے فرمایا: فاطمہؑ کی فریاد سن کر میں بھی فریاد کروں گا

اور ہماری فریاد سن کر ملائکہ بھی چیخ اٹھیں گے۔(۶)

بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ روز محشر حضرت امام حسینؑ خود حاضر ہوں گے ایسی حالت میں کہ اپنے سر مبارک کو ہاتھ میں لئے ہوں گے، اور جب حضرت فاطمہ زہراؑ آپؑ کو اس حالت میں دیکھیں گی تو ایسی فریاد کریں گی جس کو سن کر تمام اہل محشر جن میں مقرب فرشتے، پیغمبرانِ الٰہی اور مومنین او مومنات شامل ہیں سب رونے لگیں گے اس موقع پر حضرت فاطمہؑ خون حسینؑ کا قصاص لینے کے لئے آپؑ کی قمیض کو ہاتھ میں اٹھا کر عرض کریں گی: خدایا یہ میرے بیٹے کی قمیض ہے۔

مصنف کہتے ہیں: یہ کیفیت حضرت امام حسینؑ کی خصوصیات میں سے ہے، کیونکہ قیامت کا دن دنیا میں کیئے ہوئے اعمال کی جزا وسزا کا دن ہے، لیکن صرف حضرت امام حسینؑ اس حالت میں آئیں گے کہ آپؑ کے بدن پر سر نہیں ہوگا اور رگوں سے خون ٹپک رہا ہوگا بالکل اسی طرح جس طرح دنیا میں شہادت کے وقت آپؑ کی حالت ہوگئی تھی۔

یہی امر حضرت زہراؑ کا دل جلنے کا سبب ہوگا ستم بالائے ستم یہ کہ قمیض تلواروں، تیروں اور نیزوں کے وار سے چھلنی ہوگی، حتی کہ آپؑ کے جسم اطہر سے اس کو اتار دیا گیا تھا اور یہ ان زخموں سے زیادہ تکلیف دہ تھا (یہ ساری باتیں یاد کر کے خاتون محشرؑ فریاد کرنے لگیں گی)۔

اس وقت خداوند عالم قاتلانِ حسینؑ، ان کی اولاد اور اولاد کی اولاد سے جو اپنے باپ دادا کے اعمال سے راضی ہوں گے مختلف قسم کے عذاب کے ذریعے انتقام لے گا، چنانچہ ان کو کئی مرتبہ قتل کیا جائے گا، اور جہنم سے ایک کالا شعلہ نکل آئے گا جو ان کو اس طرح اپنی لپیٹ میں لے گا جس طرح پرندے اپنے بچوں کو پروں میں سمیٹتے ہیں اور ان کو جہنم کی طرف لے جائے گا۔(۲)

ان مواقع سے گذرنے کے بعد خاتون محشرؑ کو شفاعت کا ایک خاص مقام حاصل ہوگا جس کی ہمیں ضرورت ہے، اور اس بارے میں ہم نے حدیث بیان کی تھی۔

اس وقت حضرت زہرا علیہاؑ کو ندا دی جائے گی: اے فاطمہ جو چاہو طلب کرو، اس

وقت آپؑ پکار اٹھیں گی خدایا میرے چاہنے والے، اس پر خداوند عالم کہے گا: میں نے ان کو معاف کیا، بی بی فرمائیں گی، خدایا میرے بیٹے کے چاہنے والے اللہ تعالیٰ کہے گا: میں نے ان کو بھی بخش دیا، آپؑ بارگاہِ الٰہی میں عرض کریں گی: میرے شیعوں کے چاہنے والے خداوند عالم فرمائے گا: آگے بڑھئے جو آپؑ کی پناہ میں آئے وہ آپؑ کے ساتھ ہوگا، اس کے بعد حضرت فاطمہ بہشت کی طرف گامزن ہوں گی اور وہ سب آپؑ کے ساتھ ساتھ جنت میں جائیں گے۔(۱)

پس اے لوگو جنہوں نے خاتون جنتؑ کے فرزند کی زیارت کی ہے اور ان پر گریہ وبکا میں آپؑ کا ساتھ دیا ہے، اگر تمہارے اندر وہ قابلیت نہیں تھی کہ رسول خداؐ تمہارے ہاتھوں کو تھامیں یا پہلی ندا کے ساتھ تم میں اٹھنے کی سکت نہیں تھی تو تم اس مقام پر مشکلوں میں مبتلا نہیں رہو گے، جہاں فاطمہ زہراؑ شفاعت کے لئے موجود ہوں گی۔ جب مخدرہ عصمتؑ پکار اٹھیں گی: میرے چاہنے والے یا میرے بیٹے کے چاہنے والے تم لوگ ان میں شامل ہو گے اور اگر ان میں شامل نہ ہو سکو تو وہ فرمائیں گی میرے شیعوں کے چاہنے والے، ان میں تم لوگ شامل ہو گے اور اگر ان میں بھی شمولیت نصیب نہ ہوئی تو جب اللہ تعالیٰ حضرت زہراؑ کو مخاطب قرار دے کر فرمائے گا: جو آپؑ کی پناہ میں آ جائے وہ آپؑ کے ساتھ ہوگا، ضرور ان لوگوں میں تمہارا شمار ہوگا، اور حضرت زہراؑ میں گریہ وبکا حضرت امام حسین علیہ السلام سے متعلق امور کا اہتمام ہے، لہٰذا مجھے اس بات میں کوئی شک نہیں جب تم زائرین حسینؑ ہو تو قیامت میں پڑے رہو گے اور جب حضرت فاطمہؑ بہشت کی طرف چل پڑیں گے تو تم لوگ ان کے ساتھ جانے سے رہ جاؤ گے۔

اور اگر کثرتِ گناہ کی وجہ سے تم ڈرتے ہو کہ اس مرحلے پر بھی تمہیں نجات نہیں ہو سکتی اور اس بات کا امکان موجود ہو کہ تم محشر میں پڑے رہو گے اور خدا نہ کرے یقیناً واصلِ جہنم ہو جاؤ گے تب بھی مایوس نہ ہونا، اس لئے کہ یقیناً حضرت امام حسین علیہ السلام تشریف لائیں گے اور تمہیں جہنم سے نجات دلائیں گے اور یہ زائر حسین علیہ السلام کے لئے آخری مرتبہ آپؑ کی زیارت کا

موقع ہے، چنانچہ ایک روایت میں آپؑ سے نقل کیا گیا ہے: جس نے میری زیارت کی، میں موت کے بعد اس سے ملوں گا اور اگر اس کو جہنم میں پاؤں تو اس کو جہنم سے نکال لوں گا۔(۱)

اور یہ نجات کا آخری مقام ہے ان زائرین کے لئے جو کمترین درجے پر فائز ہیں اور ان کے گناہ بہت زیادہ ہیں۔

تیسرا باب :

زائرین کو حاصل ہونے والی خصوصی صفات

یہ صفات زیادہ ہیں۔

○ ان میں سے ایک صفت یہ ہے کہ خداوند عالم حاملین عرش اور مقرب فرشتوں پر فخر ومباہات کرتے ہوئے فرماتا ہے: دیکھو قبر حسینؑ کی زیارت کرنے والے کس شوق سے اس کی طرف بڑھ رہے ہیں۔(۱) اس روایت کو حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے نقل کیا گیا ہے۔

○ اور ایک صفت یہ ہے کہ زائر حسینؑ ان لوگوں میں سے ہیں جن کی طرف خداوند عالم رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے۔(۲)

○ زائر حسینؑ ہونا یا آپؑ کی زیارت کثرت کے ساتھ کرنا، حضرت امام حسینؑ سے محبت کی دلیل ہے۔(۳)

○ زائر حسینؑ ان لوگوں میں شامل ہوگا جن کو خداوند عالم عرش سے مخاطب قرار دے گا۔(۴)

○ زائر حسینؑ کا نام دس روایت کے مطابق علیین کے زمرنے میں لکھا جائے گا۔(۱)

○ زائر حسینؑ کی ایک صفت یہ ہوگی کہ وہ بہشت میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ اطہار علیہم السلام کے ساتھ ہوگا اور ایک ہی دستر خوان پر ان کے ساتھ کھانا کھائے گا۔(۲)

○ اگر زائر حسینؑ شقی و بدبخت ہوگا تو اس کو سعید اور خوشبخت میں تبدیل کیا جائے

گا۔(۳)

○ زائر حسینؑ اکرّوبیوں اور ملائکہ کے سرداروں میں شمار کیا جائے گا۔(۴)

○ زائر حسینؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ کا مددگار ہوگا کیونکہ آپؑ روزانہ حضرت امام حسینؑ کی زیارت کرتی ہیں۔(۵)

○ زائر حسینؑ کی ایک خاص صفت یہ ہے کہ اس کے اعضائے بدن، چہرے سے لے کر گالوں، آنکھوں اور دل تک سب حضرت امام جعفر صادقؑ کی دعاؤں کے مقام ہیں، چنانچہ آپؑ سجدے میں روتے ہوئے فرماتے تھے: خدایا ان چہروں پر رحم کر جو ضریح حسینؑ سے چھوئے ہیں، اور ان آنکھوں پر رحم فرما جن سے (غم حسینؑ میں) آنسو بہتے ہیں اور ان دلوں پر رحم فرما جو ہمارے لئے (یا ہماری آواز پر رحم فرما جو ہماری خاطر اٹھی ہے۔(۶)

○ زائر حسینؑ کو یہ خاص صفت بھی حاصل ہوگی کہ وہ خدا کے پاس حضرت امام جعفر صادقؑ کی امانت بن جائے گا۔

چنانچہ آپؑ کثرت سے فرمایا کرتے تھے: خدایا میں (زائرین حسینؑ کے) اجسام کو تیرے سپرد کردیتا ہوں تو ان کو حوض کوثر پر پیاس کے وقت مجھے لوٹا دینا (۷)۔

○ زائر حسینؑ، روایات کے مطابق اللہ اور اس کے رسول بھی زائر ہونگے۔(۸)

○ روز قیامت زائرین حسینؑ کو حاصل مخصوص عزت و تکریم کو دیکھ کر ہر وہ شخص جس کو ایک خاص درجہ و مقام حاصل ہوگا وہ بھی تمنا کرے گا کہ کاش میں بھی زائر امام حسینؑ ہوتا۔(۱)

چوتھا باب: اس مخصوص اجر اور مخصوص صفت کے بارے میں ہے کہ حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے سبب حاصل ہوں گے اور بہتر ہے کہ ان کو علیحدہ طور پر بیان کیا جائے۔

جہاں تک مخصوص اور عجیب اجر کا تعلق ہے، وہ اجر ہے جو معتبر اسناد کے ساتھ نقل کیا گیا ہے ایک روایت میں ذکر کیا گیا ہے، اس روایت کو شیخ صدوق، سید ابن طاؤس، کفعمی

اور مصنف المزار الکبیر نے نقل کیا ہے، روایت کا نچوڑ یہ ہے کہ نیک اعمال لکھنے والے فرشتے زائر حسینؑ کے لئے اس وقت سے نیکیاں لکھنا شروع کر دیتے ہیں جب وہ زیارت کا ارادہ کر لیتا ہے اور قیامت تک لکھتے رہیں گے۔ (۲)

اور زیارت صرف حکم و مصداق کے رو سے نیک عمل نہیں ہے بلکہ یہ حقیقتاً جاری رہنے والے نیک اعمال میں شمار ہوتی ہے۔ اور اس کے اثرات صدقۂ جاریہ یا کسی اور نیک عمل کے ذیلی اثرات کی طرح مصداق کے پہلو کے حامل نہیں بلکہ یہ حقیقتاً بہترین باقیات الصالحات میں سے ہے اور یہ ان خاص صفات کے علاوہ ہے جو زائر کو حاصل ہیں حتیٰ کہ اس کے ساتھ موت کے فرشتے کا بھی خاص برتاؤ ہوتا ہے۔ اور عقل دنگ رہ جانے والی زیارت کی فضیلتوں میں ایسی سولہ فضیلتیں ہیں جن میں سے ہر فضیلت سو فضیلتوں سے برتر ہے، ان میں سے ایک فضیلت یہ ہے کہ زیارت کے الفاظ میں سے ہر لفظ کے عوض زائر کو خدا کی رحمت کا ایک حصہ مل جاتا ہے (۱) اور حیران کن بات یہ ہے کہ یہ تمام زائر کے اجر و ثواب میں سے کچھ حصہ ہیں اور یہ زیارت شریفہ وہ ہے جو مندرجہ ذیل عجیب روایت میں نقل کی گئی ہے، مفضل یا جابر جعفی سے حضرت امام جعفر صادقؑ نے سوال کیا: تمہارے گھر اور روضۂ حسینؑ کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ راوی کہتا ہے میں نے عرض کیا: آپؑ پر میرے ماں باپ قربان، ایک یا کچھ دنوں کا فاصلہ ہے۔ حضرتؑ نے پوچھا: کیا تم حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاتے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں، آپؑ نے فرمایا: کیا تمہیں ایک خوشخبری دے دوں؟ کیا تمہیں زیارت حسینؑ کے بعض ثواب بیان کر کے تمہیں خوش کر دوں؟ میں نے عرض کیا: ہاں، میں آپؑ کے قربان جاؤں، اس پر آپؑ فرمانے لگے: تم میں سے کوئی شخص جب زیارت حسینؑ کے سفر کی تیاری کرنے لگتا ہے تو آسمان کے رہنے والے خوشی کا اظہار کرنے لگتے ہیں جب وہ سواری پر بیٹھ کر یا پیدل اپنے گھر سے نکلتا ہے تو خداوند عالم چار ہزار فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ گھر سے لے کر روضۂ امام حسینؑ تک اس پر درود بھیجتے رہیں۔

پھر آپؑ نے مفضل (یا جابر جعفی) سے مخاطب ہو کر فرمایا: جب روضۂ اقدس پر پہنچو تو

دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور ان الفاظ کا ورد کرو، تمہارے لئے ہر لفظ کے ساتھ رحمتِ خدا کا کچھ حصہ ملے گا روای کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: وہ الفاظ کیا ہیں، آپؑ نے فرمایا (زیارت کے) یہ الفاظ پڑھو۔

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ آدَمَ صَفْوَةِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ نُوحٍ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ مُوسٰی کَلِیْمِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ عِیْسٰی رُوْحِ اللّٰهِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ مُحَمَّدٍ حَبِیْبِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَآلِهٖ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ وَصِیِّ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ الْحَسَنِ الرَّضِیِّ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُوْلِ اللّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الشَّهِیْدُ الصِّدِّیْقُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّهَا الْوَصِیُّ الْبَارُّ التَّقِیُّ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَعَلَی الْاَرْوَاحِ الَّتِیْ حَلَّتْ بِفِنَائِکَ وَاَنَاخَتْ بِرَحْلِکَ اَلسَّلَامُ عَلٰی مَلَائِکَةِ اللّٰهِ الْمُحْدِقِیْنَ بِکَ اَشْهَدُ اَنَّکَ قَدْ اَقَمْتَ الصَّلٰوةَ وَآتَیْتَ الزَّکٰوةَ وَاَمَرْتَ بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَیْتَ عَنِ الْمُنْکَرِ وَعَبَدْتَ اللّٰهَ مُخْلِصاً حَتّٰی اَتَاکَ الْیَقِیْنُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَکَاتُهٗ۔"

اس کے بعد آپؑ نے فرمایا: پھر (ضریح اقدس کی طرف چلو) ہر قدم کے بدلے جو تم اٹھاتے یا رکھتے ہو تمہیں اس شہید کا ثواب ملے گا جو راہ خدا میں خاک و خون میں غلطان ہوا ہو۔

اور جب ضریح اقدس پر حاضر ہو جاؤ تو ضریح کو ہاتھ سے پکڑ کر کہو، اَلسَّلَامُ علیکَ یا حُجة اللّٰه فی سمائه و اَرضِه (سلام ہو آپ پر اے خدا کے آسمان اور زمین میں اس کی حجت) اس کے بعد نماز پڑھو، مرقد حسینؑ کے نزدیک پڑھی جانے والی نماز کی ہر رکعت کا ثواب ایک ہزار حج ایک ہزار عمرہ، ایک ہزار غلاموں کو آزاد کرنے اور کسی پیغمبر مرسلؑ کے ساتھ اللہ کی راہ میں ہزار مرتبہ جہاد کرنے کے برابر ہے، اور جب ضریح حسینؑ

سے فارغ ہو کر واپس جانے لگو تو ایک منادی ندا دے گا اور اگر اس کی باتوں کو سن لو گے تو عمر بھر روضۂ حسین علیہ السلام میں رہنے کے لئے دل کرے گا وہ آواز دے گا: اے خدا کے بندے مبارک ہو تمہیں نعمت مل گئی، تم نے سلامتی حاصل کی ہے: تمہارے تمام گناہ معاف کر دیئے گئے ہیں اپنا عمل جاری رکھو۔

اور اگر اسی رات یا اسی دن کو یا اسی سال میں وفات پائے تو خدا اس کی روح کو قبض کرے گا اور اگر وہ زندہ رہے تو فرشتے اس کے ساتھ ساتھ ہوں گے، اور اس کے لئے مغفرت طلب کرتے رہیں گے اور اس پر درود بھیجتے رہیں گے یہاں تک کہ وہ اپنے گھر پہنچے گا، اس وقت فرشتے خداوند عالم سے عرض کریں گے: خدایا تیرا یہ بندہ تیرے رسول کی بیٹی کے فرزند کی زیارت سے اپنے گھر لوٹا ہے، ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ ان کو ندا آئے گی: اس کے گھر ٹھہر جاؤ اور میری تسبیح و تقدیس میں مصروف ہو جاؤ، اور اس کا ثواب روز قیامت تک اس کی نیکیوں میں لکھتے جاؤ۔(۱)

جہاں تک زائر حسین علیہ السلام کی اس مخصوص صفت کا تعلق ہے، بہتر ہے اس کا بیان علیحدہ طور پر کیا جائے، اور وہ صفت روایت میں اس طرح بیان ہوئی ہے: "جس نے حسینؑ کی زیارت کی، اس نے عرش پر خدا کی زیارت کی۔(۲)

اور یہ اشارہ ہے خدا سے قربت اور ترقی و کمال کی طرف اور اس صفت سے بڑھ کر زائر کی ایک صفت ہے کہ زیارت حسین علیہ السلام کے ذریعے انسان خدا کی زیارت کرتا ہے، روایت میں کہا گیا ہے کہ خدا ہر جمعے کی شب حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کرتا ہے(۱)، اور جس نے جمعے کی شب آپؑ کی زیارت کی ایسا ہے کہ اس کو بھی خدا کی طرف سے امام حسینؑ کی زیارت اور امام حسینؑ کی طرف سے خدا کی زیارت کا ثواب ملے گا اور زیارت خدا سے مراد خدا کی خاص رحمت ہے، لہٰذا انسان کو زیارت کے وقت حاصل ہونے والی جس نے زیارت کے ذریعے اس رحمت تک رسائی حاصل کر لی وہ اس سے محروم نہیں رہ سکتا، اور اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ اس رحمت سے اس کو کوئی حصہ نہیں ملے گا، اور بندے کی

طرف سے خدا کی زیارت کا مطلب خدا سے قربت کی انتہا ہے اور اگر یہ دو سعادتیں ایک جگہ جمع ہو جائیں تو اس کو رحمتِ الٰہی میں شامل ہونے کا خاص موقع حاصل ہو جائے گا۔

ایک اور روایت میں کہا گیا ہے کہ جو شخص قیامت کے دن خدا کی طرف دیکھنا چاہتا ہے تو اس کو چاہئے وہ بہت زیادہ حضرت امام حسینؑ کی زیارت کو جائے۔(۲)

لہٰذا یہ تین باتیں ہوئیں ایک خدا کی زیارت، دوسری خدا کے ساتھ زیارت کرنا اور تیسری بات خدا کی طرف دیکھنا اور اس سے مراد وہ بلند ترین درجات ہیں جن کا مخلوق خدا کی طرف سے قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے تصور کیا جا سکتا ہے، اسی لئے اس صفت کے لئے ہم نے ایک علیحدہ باب قرر کیا۔

پانچواں باب:

حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے خصوصی احکام

اور یہ احکام بہت ہیں، ان میں سے ایک ہے کہ جو بھی واجب یا مستحب عمل ہو خوف او ڈر کے مقام پر وہ ساقط ہو جاتا ہے، لیکن زیارت کے بارے میں متعدد روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ساقط نہیں ہوتی ہے۔ چنانچہ بحار الانوار وغیرہ کتب میں معتبر اسناد کے ساتھ معاویہ ابن وہب سے نقل کیا گیا ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا: اے معاویہ خوف و ہراس کی وجہ سے زیارت امام حسین علیہ السلام کو ترک نہ کرنا، اس لئے کہ جو بھی زیارت کو ترک کرے، زائر حسینؑ کی قبر کی حالت دیکھ کر اس کے دل میں حسرت پیدا ہوتی ہے یا قیامت کے دن زائر کے مقام کو دیکھ کر حسرت پیدا ہوتی ہے اور کہتا ہے کہ: کاش میں قبر حسینؑ کے پاس رہ جاتا اور آپؑ کی زیارت کی حالت میں مجھے موت آ جاتی۔ (۱)

ایک اور روایت میں محمد بن مسلم نے حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے ان سے فرمایا: کیا تم قبر حسینؑ کی زیارت کے لئے جا رہے ہو؟ میں نے عرض کیا: ہاں یابن رسول اللہؐ میں خوف و ہراس کی حالت میں جا رہا ہوں، فرمایا: جتنا زیارت کا خوف زیادہ ہوگا، اتنا اس کا ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ اور جو بھی ہماری خاطر خوف و ہراس برداشت کر کے زیارت کے لئے جائے گا، خداوند عالم اس دن، اس کو خوف سے محفوظ رکھے گا جس دن لوگ اٹھیں گے، اور ان کے گناہ معاف کر دئے جائیں گے اور حضور اکرمؐ اس کی زیارت کے لئے آ کر، اس کے لئے دعا کریں گے اور وہ خدا کی نعمتوں اور فضل و کرم کے ساتھ

لوٹے گا اور اس کو، کوئی گزند نہیں پہنچے گا ایک اور روایت میں اصم بن بکیر نے حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے آپؑ سے عرض کیا، میں ارجان کا رہنے والا ہوں، میرا دل بہت چاہتا ہے کہ آپؑ کے جد امجد حضرت امام حسینؑ کی زیارت کروں، لیکن جب میں زیارت کی نیت سے نکلتا ہوں، اس وقت تک میرا دل سلطان اور اس کے کارکندوں کے خوف سے گھبراتا رہتا ہے جب تک واپس نہ آؤں۔

آپؑ نے فرمایا: اے بن بکیر کیا تم پسند کرتے کہ خدا تمہیں ہماری راہ میں خوف وہراس کا شکار ہوتا ہے، خدا اس کو اپنے عرش کے سائے میں جگہ دیتا ہے۔ اور وہ امام حسینؑ کے ساتھ عرش کے نیچے ہمکلام ہوگا اور وہ روز قیامت کی سختی سے محفوظ رہے گا جب سب لوگ سختی میں مبتلا ہوں گے، اور فرشتے اس کو قوت بخشیں گے، اور اس کے دل کو بشارت وخوشخبری کے ساتھ تسکین پہنچائیں گے۔

ارجان شیراز کے جنوب میں واقع ہے۔

چھٹا باب :

زیارت کی شرائط اور شرعی آداب کے بارے میں

جہاں تک شرائط زیارت کا تعلق ہے، بہت سی روایات کے مطابق، اہم ترین شرط خلوص نیت ہے۔ فخر و مباہات، دکھاوا یا شہرت کی خاطر نہیں بلکہ قرب خدا حاصل کرنے کے لئے کرنی چاہئے۔ نیز پیغمبر اکرمؐ کو صلہ دینے یا سید الشہداؑ پر رحم کی خاطر زیارت نہیں کرنی چاہیے۔

اور حضرت امام حسینؑ کی معرفت کے مراتب میں فرق کے لحاظ سے زیارت کے اثرات بھی مختلف ہوتے ہیں لہٰذا آپؑ کے حق کی معرفت کا حاصل ہونا ضروری ہے۔(۱)

رہ گئے آداب زیارت: بحار الانوار، ثواب الاعمال، تہذیب اور کامل الزیارات میں معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام جعفر الصادقؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ کی زیارت کے لئے جاؤ تو غمگین، مضطرب، غبار آلود اور بھوکے پیاسے ہو کر زیارت کرو، (۲) اس لئے کہ آپؑ کو غمزدہ، مضطرب غبار آلود اور بھوکے پیاسے شہید کر دیا گیا تھا۔(۳)

اور آپؑ نے فرمایا: مجھے بتایا گیا کہ کچھ لوگ زیارت حسینؑ کے لئے جاتے وقت اپنے ساتھ دستر خوان لے جاتے ہیں جس میں حلوہ اور لذیذ کھانے رکھتے ہیں جب کہ وہ اپنے اعزہ و اقارب کی قبور پر حاضر ہوتے وقت ایسی چیزیں نہیں لے جاتے۔(۱)

ایک اور روایت میں ہے کہ حضرت امام جعفر الصادقؑ نے ایک شخص کو مخاطب

قرار دے کر فرمایا: تم زیارت کے دوران اپنے ساتھ دستر خوان لے جاتے ہو؟ اس نے عرض کیا: جی ہاں، آپؑ نے فرمایا: جب تم اپنے ماں باپ کی قبور پر حاضر ہوتے ہو تو ایسا نہیں کرتے اس شخص نے آپؑ سے سوال کیا: (زیارت کے دوران) کیا کھا سکتا ہوں؟ آپؑ نے فرمایا: دودھ یا لسی کے ساتھ روٹی کھاؤ۔(۲)

کامل الزیارات میں معتبر اسناد کے ساتھ مفضل سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے کہا: حضرت امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا: کبھی تمہارا زیارت کے لئے جانا، نہ جانے آپؑ سے عرض کیا: یا ابن رسول اللہ ﷺ آپؑ کے اس کلام سے میری کمر ٹوٹ گئی، اس کے جواب میں حضرت امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص جب اپنے ماں باپ کی قبور پر حاضر ہوتا ہے تو وہ غمگین اور افسردہ ہوتا ہے لیکن حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے لئے جاتے وقت اپنے ساتھ دستر خوان لے جاتے ہو، زیارت حسینؑ ایسی حالت میں نہیں بلکہ غمگین و مضطرب حالت میں کرنی چاہیے۔(۳) اور آداب زیارت میں جابر بن عبداللہ انصاریؓ کی کیفیت زیارت بھی شامل ہے، چہلم کے دن جابر کی زیارت حسینؑ کی کیفیت بعد میں بیان کی جائے گی جس میں اہم ترین زیارت آب فرات میں غسل شامل ہے۔

ساتواں باب:

زیارت حسینؑ ترک کرنے کے اثرات

یہ اثرات بہت ہیں۔

پہلا اثر: حلبیؒ نے حضرت امام جعفر الصادقؑ سے نقل کیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: جس نے زیارت حسینؑ ترک کی، جبکہ وہ اس کو انجام دے سکتا تھا وہ عاق رسول خداؐ آئمہ اطہارؑ ہوگا۔(۱)

دوسرا اثر: عبدالرحمٰن بن کثیرؒ نے حضرت امام جعفر الصادقؑ سے روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: تم میں سے کوئی عمر بھر حج ادا کرتا رہے لیکن حسین بن علیؑ کی زیارت نہ کرے، اس نے رسول اللہؐ کے حقوق میں سے ایک حق کو ادا نہیں کیا ہے۔(۲)، ایک اور روایت میں آیا ہے: اگر کوئی شخص ہزار بار حج کے لئے جائے لیکن قبر حسینؑ کی زیارت نہ کرے، اس نے خدا کے حقوق میں سے ایک حق ادا نہیں کیا ہے۔(۳)

تیسرا اثر: محمد بن مسلمؒ نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کہ ہے کہ آپؑ نے فرمایا: ہمارے شیعوں میں سے جس نے قبر حسینؑ کی زیارت نہیں کی اس کے ایمان و دین ناقص ہیں(۴)، اس عبارت کے ساتھ متعدد دیگر روایات نقل کی گئی ہیں۔

چوتھا اثر: زیارت حسینؑ ترک کرنا، آپؑ پر ظلم روا رکھنا ہے۔ اس سلسلے میں متعدد روایات نقل کی گئی ہیں، ان میں سے ایک روایت حضرت امیر المومنینؑ سے منقول ہے کہ آپؑ نے فرمایا: میرا باپ حسینؑ پر قربان، کہ اس کو کوفے کے عقب میں قتل کریں گے، گویا

میں دیکھ رہا ہوں، کہ جنگل کے جانور اس کی طرف اپنی گردنیں کر کے صبح تک رو رہے ہیں، اور جب یہ واقعہ رونما ہو جائے تو خبردار اس پر جفا نہ کرنا یعنی زیارت حسینؑ ترک کر کے حسینؑ پر جفا نہ کرنا(۱)۔ اس بارے میں بھی بہت سی روایات منقول ہیں۔

پانچواں اثر: علی بن میمون صائغ نے روایت کی ہے کہ حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا: میں نے سنا ہے کہ ہمارے شیعوں میں سے بعض لوگ ایک سال تک بلکہ دو سال یا اس سے زیادہ عرصے تک زیارت حسینؑ کے لئے نہیں جاتے۔

راوی کہتا ہے کہ میں نے عرض کیا: میں آپؑ پر قربان، ایسا ہی ہے یا ابن رسول اللہؐ میں بہت سے ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جو طویل عرصے تک زیارت نہیں کرتے آپؑ نے فرمایا: خدا کی قسم ان لوگوں نے اپنی قسمت میں کمی کی ہے اور وہ خدا کے اجر اور جنت میں رسول خداؐ کی قربت میں رہنے سے دور ہو گئے ہیں۔

راوی نقل کرتا ہے: میں نے پوچھا اگر ان میں سے کوئی، کسی اور شخص کو زیارت کے لئے بھیجے تو اس کا اجر پائے گا؟ آپؑ نے فرمایا: ہاں اجر پائے گا لیکن اگر وہ بذات خود زیارت کے لئے جائے تو بہتر ہوگا اور خدا کے نزدیک اس کا زیادہ ثواب ہوگا(۲)۔

اس طرح کی اور بھی روایات ملتی ہیں جن میں زیادہ سے زیادہ تین سال تک ترک زیارت کی بات کی گئی ہے۔

چھٹا اثر: ترک زیارت حسینؑ عمر میں کمی کا باعث بنتا ہے۔ اس کا اظہار بہت سی روایات میں کیا گیا ہے، اور بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ ترک زیارت حسینؑ کے اثر سے انسان کی عمر میں سے یقیناً ایک سال کم ہوگا۔(۱)

ساتواں اثر: زیارت حسینؑ ترک کرنے والا اگر جنت میں داخل ہو جائے تو اس کا مقام دیگر مؤمنین سے پست تر ہوگا۔(۲)

اور ایک روایت کے مطابق وہ اہل بہشت کا مہمان ہوگا۔(۳)

اور چنانچہ سابقہ روایت میں کہا گیا ہے کہ تارکِ زیارت، جوارِ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے

دور ہوگا۔(۴)

آٹھواں اثر: زیارت حسین ؑ کو ترک کرنے والا شیعہ نہیں ہوگا، چنانچہ ایک روایت میں اس کی واضح دلیل ملتی ہے۔(۵)

نواں اثر: اگر کوئی شخص توہین اور ہلکی کی بنیادوں پر زیارت حسین ؑ کو ترک کرے تو وہ جہنمی ہوگا۔(۶)

(بلکہ روایت کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے اس کا اطلاق عام ہے) لہٰذا علامہ محمد باقر مجلسیؒ اور محمد تقی مجلسیؒ دونوں یہ نظر رکھتے ہیں کہ استطاعت وقدرت کی صورت میں عمر میں ایک بار زیارت حسین علیہ السلام واجب ہے۔(۷)

آٹھواں باب:

خاص مواقع پر حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت

یاد رکھو کہ حضرت امام حسینؑ کی زیارت ایک نیک عمل ہے، جس کو جی میں آئے کم انجام دے اور جو چاہے اس کو زیادہ انجام دے، اور زیارت کی دو قسمیں ہیں۔

ایک عام یا مطلق زیارت ہے جو تمام اوقات میں پڑھی جا سکتی ہے، اور اس پر ان تمام خصوصیات کا اطلاق ہوتا ہے اور تمام فضائل کی حامل ہے جن کا ہم نے پہلے ذکر کیا۔

دوسری قسم کی زیارات خصوصی زیارات ہیں جو خاص اور معین اوقات میں پڑھی جاتی ہیں، جن کی فضیلت معین اوقات و ایام کی وجہ سے عام و مطلق زیارات سے زیادہ ہے جب کہ وہ ان سے زیادہ تصور نہیں کی جاتیں اور اس طرح کی زیارات سے تقریباً تمیں ہیں جو خاص اوقات و ایام سے متعلق ہیں اور اجر کے لحاظ سے ان کا مخصوص ہونا ثابت ہے لیکن ان میں سے ہر ایک کا ایک خصوصی اثر ہوتا اور ہر ایک ایک خاص فضیلت کی حامل ہوتی ہے، ہم ان میں سے ہر ایک زیارت کو بیان کرتے وقت ان کے مخصوص اثرات و خصوصیات کا بھی ذکر کریں گے۔

پہلی مخصوص زیارت ہر جمعہ کے دن ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو روضۂ اقدس امام حسینؑ سے ایک دن یا اس سے زیادہ دنوں کے فاصلے پر ہیں اگر وہ لوگ اس زیارت کو ترک کریں تو انہوں نے سخت جفا کی ہے(۱) اس زیارت کی خصوصیات میں سے ایک یقیناً زائر کے گناہوں کی مغفرت ہے، نیز اس کے دل میں دنیا کی کوئی حسرت نہیں رہے گی اور

اس کی جگہ بہشت میں حضرت امام حسینؑ کے نزدیک ہوگی، چنانچہ داؤد بن (ابی) یزید کی اس روایت میں مذکور ہے جنہوں نے حضرت امام جعفر صادقؑ سے نقل کی ہے۔

دوسری زیارت ہر مہینے میں ایک مرتبہ ہے، حضرت امام جعفر صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جو ہر ماہ ایک مرتبہ حضرت امام حسینؑ کی زیارت پڑھتا ہے اس کے لئے ایک لاکھ شہداء کا ثواب ہے(۲)، اور جو شخص روضۂ اقدس کے قریب میں رہتا ہے اسے مہینے میں ایک بار زیارت کو جانا چاہیے(۳)، اور روضے سے نزدیک ہوتے ہوئے اگر کوئی ایک ماہ سے زیادہ زیارت ترک کرے، اس کے بارے میں خود آپ نے اپنی نسبت جفا کار کا نام دیا ہے یعنی اس نے حضرت امام حسینؑ کے ساتھ جفا کی ہے اس کا ذکر عقبہؒ سے نقل کی جانے والی روایت میں ہے۔(۴)

تیسری مخصوص زیارت: ہر سال دو مرتبہ زیارت ہے، حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ امیر شخص کے لئے سال میں دو مرتبہ زیارت کرنا ایک مسلمہ حق ہے(۵)

چوتھی مخصوص زیارت: ایک اور روایت میں کہا گیا ہے سال میں تین مرتبہ زیارت کرنا چاہیے(۶)

پانچویں: ہر سال ایک مرتبہ زیارت ہے، پندرہ احادیث میں کہا گیا ہے کہ وہ غریب شخص جو زیارت کے لئے جا سکتا ہے، اس پر سال میں ایک مرتبہ زیارت کرنا حق ہے، اگر وہ ایک سال زیارت کے لئے نہ جائے تو یہ حسینؑ پر کی جانے والی جفاؤں میں پہلی قسم کی جفا ہوگی۔(۸)

چھٹی زیارت ان لوگوں کے لئے مخصوص ہے جو کربلا سے دور ہیں، اور وہ تین برسوں میں ایک مرتبہ زیارت ہے ایسے اگر تین برسوں سے زیادہ زیارت کو نہ جائیں تو عاق رسولؐ ہوں گے۔(۹)

ساتویں مخصوص زیارت بعض روایات کے مطابق ہر عید کے دن کی زیارت ہے اور

اس میں نوروز یوم بعثت محمد و آل محمدؐ کے ایام ولایت وغیرہ شامل ہیں۔

آٹھویں مخصوص زیارات : مختلف مہینوں سے متعلق زیارات ہیں، ہم ہر ماہ کی زیارت علیحدہ بیان کریں گے۔ ان میں سے ہر ایک زیارت کے لئے بہت زیادہ فضائل بیان کئے گئے ہیں، لیکن ہم مخصوص زیارت کی خصوصیات ذکر کرنے پر اکتفا کریں گے۔

ماہ رجب میں چار یا پانچ خصوصی مواقع ہیں: پہلی تاریخ کی رات اور دن پندرہ رجب کی رات، اور پندرہواں دن (۲)، ان ایام کی زیارت کی مخصوص فضیلت میں سے ایک حد سے زیادہ ثواب ہے چنانچہ زائر کے تمام گناہ معاف کئے جائیں گے، جس طرح کہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔ اور پہلی تاریخ کی زیارت میں ایک خصوصیت دوسری زیارات کی نسبت زیادہ ہے اور وہ یہ ہے کہ خداوند عالم نے زائر کے گناہوں کو بخش دینا اپنے اوپر واجب کیا ہے۔ (۳)

ماہ شعبان میں تین مخصوص زیارات کے مواقع ہیں: تیسری تاریخ کا دن، پندرہ شعبان کے رات اور دن، ان زیارات کی مخصوص فضیلت ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروںؑ کے ساتھ مصافحہ ہے جن میں اولوالعزم پیغمبرؑ بھی شامل ہیں۔ (۴)

اور اگر کوئی شخص مسلسل تین برسوں تک پندرہ شعبان کو زیارت کرے تو گناہوں کی بخشش میں اس کا خاص اثر ہوگا۔ (۵)

اور نیمہ شعبان کی زیارت کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ منادی زائر کی مغفرت کے لئے اول شعبان سے ہی ندا دیتا رہے گا۔ (۶) اور ماہ رمضان میں دس مخصوص مواقع ہیں:

اوّل: عام طور پر ماہ رمضان میں زیارت حسینؑ ہے، چنانچہ ابن الفضلؒ نے روایت کی ہے: حضرت امام جعفر الصادقؑ کو میں نے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے: جس نے قبر حضرت امام حسینؑ کی ماہ رمضان میں زیارت اور راستے میں وفات پائی، اس سے حساب کتاب نہیں کیا جائے گا اور اس سے کہا جائے گا: امن وامان کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ (۱)

دوسری، تیسری اور چوتھی مخصوص زیارات اول رمضان المبارک کی رات، پندرہ

رمضان کی رات اور رمضان کی آخری تاریخ کی رات کی زیارت ہیں، ان کا ذکر حضرت امام جعفر الصادقؑ سے منقول ایک روایت میں ہوا ہے۔(۲)

اور رمضان المبارک میں زیارت حسینؑ کے چودیگر مخصوص مواقع میں تین شبہائے قدر اور ان دنوں کے مخصوص مواقع شامل ہیں۔

بہت سی روایت میں کہا گیا ہے کہ جب شب قدر ہوتی ہے تو عرش سے ساتویں آسمان تک ایک منادی ندا دیتا ہے: خداوند عالم اس شخص کے گناہوں کو معاف کر دیتا ہے جو قبر حسینؑ کی زیارت کرتا ہے۔(۳)

اور ماہ شوال کی مخصوص زیارات عید الفطر کی رات اور دن کی زیارت ہیں ان زیارات کی مخصوص فضیلت یہ ہے کہ زائر کے گذشتہ اور آئندہ تمام گناہ معاف کیئے جاتے ہیں۔(۴)

اور ماہ ذی الحجہ میں زیارت حسینؑ کے آٹھ مخصوص مواقع یہ ہیں: شب و روز عرفہ (نویں ذی الحجہ) عید قربان کی رات اور عید کا دن اور ایام تشریق یعنی گیارہویں، بارہویں اور تیرہویں تاریخیں، اور ہل اتی کا یوم نزول اور یوم مباہلہ و روز عید غدیر(۱)، اس بنا پر ہر عید کا دن آپؑ کی زیارات کے لئے مخصوص ہے۔ اور روز عرفہ زیارت حسینؑ کی خاص فضیلت یہ ہے کہ خداوند زائر کو صدیق یعنی سچے اور کروبی کے ناموں سے موسوم کرتا ہے۔

اور خود زیارت حسینؑ کا ثواب امام زمانہ (ع) کی معیت میں ادا کردہ ہزار حج اور رسول اللہؐ کے ہم رکاب ہو کر ادا کیئے جانے والے ہزار عمروں کے برابر ہے اور دس لاکھ غلاموں کو آزاد کرنے، نیز اراہ خدا میں دس لاکھ گھوڑوں پر سوار کر کے لوگوں کو راہ خدا میں جہاد کے لئے بھیجنے کے برابر ہے۔(۲) اور غسل زیارت کے بعد اٹھانے والے ہر قدم کے عوض سو حج کا ثواب ملتا ہے۔(۴) چنانچہ پہلے بیان کیا گیا تھا۔

عید قربان کے دن زیارت حسینؑ کا ثواب یہ ہے کہ زائر ایک سال تک تمام برائیوں سے محفوظ رہتا(۵) اور اس گذشتہ و آئندہ کے تمام گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔(۶)

اور محرم کے مہینے میں شب عاشور اور کی مخصوص زیارات ہیں اور بعید نہیں کہ تیرہویں محرم

کے دن کی زیارت بھی مخصوص زیارات میں شامل ہے، کیوں کہ یہ آپؑ کا روز دفن ہے۔

زیارت عاشور کی خاص فضیلت یہ ہے کہ زائر شہدا کے زمرے میں شامل ہوتا ہے اور وہ خون حسینؑ میں غلطاں ہو کر محشور ہوتا ہے اور اگر کوئی شخص شب عاشور حضرت امام حسینؑ کی زیارت کرے اور آپؑ کی ضریح اقدس کے نزدیک رات گذارے اور روضۂ اقدس میں لوگوں کو پانی پلائے تو وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے عاشور کے دن لشکر حسینؑ کو پانی پلایا ہو۔(۱)

اور ماہ صفر کی مخصوص زیارت بیس تاریخ کی زیارت ہے جو چہلم شہدائے کربلا کی مناسبت سے زیارت اربعین کے نام سے مشہور ہے۔ اور اس دن آپؑ کی زیارت کی فضیلت میں کہا گیا ہے کہ یہ ایمان کی علامتوں میں سے ایک ہے۔(۲)

یہاں پر ایک سوال پیش آتا ہے کہ ان میں سے کونسی مخصوص زیارت بہتر ہے۔ مصنف کہتے ہیں: میں نے ان زیارات میں سے ہر ایک کی فضیلتوں کو غور سے دیکھا تو مجھے ان میں بعض ایسی خصوصیات نظر آئیں جو ایک طرح کی نہیں ہیں اور ان میں سے کسی کو دوسری پر ترجیح نہیں دی جاسکتی ہے۔ اگر ان میں سے ہر ایک کو مد نظر رکھیں تو کہا جاسکتا ہے کہ یہ دوسری زیارات میں سے افضل ہے۔

اور بعض روایات کے مطابق نیمۂ شعبان کی زیارت یا نیمۂ رجب(۳) دیگر مخصوص زیارات سے افضل ہیں اور ہوسکتا ہے ایک خاص پہلو کے پیش نظر ایسا ہو۔

اور اگر تمام فضائل کو مد نظر رکھیں تو یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عرفہ کی زیارت اور زیارت عاشورہ افضل ہیں۔

کیوں کہ زیارت عاشورہ کی ایک فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ زائر قیامت کے دن خون حسینؑ میں نہلا کر محشور ہوتا ہے اور اس کا شمار شہدا میں ہوتا ہے اور یہ تمام فضائل میں بہترین ہے، حتیٰ کہ ہزار حج اور رسول اکرمؐ کی معیت میں ادا کئے جانے والے ایک لاکھ حج سے بھی یہ بہتر ہے کیوں کہ زیارت عاشور کی خصوصیت میں اس خصوصیت کے علاوہ ایک اور فضیلت بیان کی گئی ہے کہ زیارت حسینؑ، خدا کو عرش پر زیارت کرنے کے برابر ہے۔(۱)

نواں باب:

زیارت حسینؑ کے بدلے ملنے والی عطائیں

یہ عطائیں خداوند کے فضل وکرم سے ملتی ہیں کہ زیارت کی فضیلت فوت نہ ہو اور ان کی متعدد اقسام ہیں۔

پہلی قسم: زیارت حسینؑ کے لئے نائب مقرر کرنا ہے، چاہے شخص اپنے وطن سے کسی کو نائب قرار دے کر، کربلا بھیجے یا کربلا میں ہی کسی کو اپنی طرف سے زیارت کرنے کے لئے مقرر کرے، اس صورت میں بھی اس کو زیارت کا ثواب ملتا ہے، تاہم اگر وہ خود چل کر زیارت کے لئے جائے تو بہتر ہے۔ (۲)

دوسری قسم: زیارت حسینؑ کے لئے سامان فراہم کرنا، چاہے کسی ایسے شخص کے لئے زیارت کا خرچہ دے جو اس کا نائب نہ ہو، اصل بات اسباب زیارت فراہم کرنا اور اس کے لئے زادِ راہ، سواری وغیرہ تیار کرنا ہے۔ زائرِ حسینؑ کے لئے جن پر زائر کے سفر کا انحصار ہے، روایات کے مطابق اس عمل سے بھی زیارت کا ثواب ملتا ہے۔ (۱)

تیسری قسم: دور سے حضرت امام حسینؑ کی زیارت کرنا، اور یہ اجر وثواب کے لحاظ سے نزدیک سے زیارت کرنے کے برابر ہے۔ (۲)

یہ عمل اس شخص کے لئے ترک کی وجہ سے ہونے والی جفا کو ختم کرنے کا باعث ہے، جو زیارت کے لئے نہیں جاسکتا ہے۔

اور فضیلت کے لحاظ سے دور سے حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے چند طریقے ہیں:

پہلا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے گھر کی چھت پر جائے زیارت کی نیت سے۔

پھر اپنے دائیں اور بائیں طرف دیکھے اس کے بعد سر کو آسمان کی طرف اٹھائے اور حضرت امام حسینؑ کے روضے کی طرف رخ کر کے کہے:

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَااَبَاعَبْدِاللّٰہِ،اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَاابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ"۔ (۳)

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ وہ زیارت حسینؑ کی نیت سے اپنے گھر کے بلند ترین مقام پر جا کر دو رکعت نماز پڑھے اور روضۂ امام حسینؑ کی طرف انگلی کے اشارے کے ساتھ سلام کرے۔(۴)

"اَلسّلام علیک یا ابا عبد اللّٰہ، السّلام علیک یابن رسول اللّٰہ، السّلام علیک ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ"

تیسرا طریقہ: زائر کو چاہیے کہ وہ غسل زیارت کرے، اور اپنے بہترین اور پاکیزہ کپڑے پہن کر ایک بلند مقام پر چلا جائے یا صحرا کی طرف نکلے اور قبلہ رخ ہو کر یا روضۂ امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہو کر کہے :

"اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَوْلَایَ وَابْنَ مَوْلَایَ وَسَیِّدِیْ وَابْنَ سَیِّدِیْ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا مَوْلَایَ یَا قَتِیْلَ ابْنَ الْقَتِیْلِ، وَالشَّہِیْدَ ابْنَ الشَّہِیْدِ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ، اَنَا زَائِرُکَ یَابْنَ رَسُوْلِ اللّٰہِ بِقَلْبِیْ وَلِسَانِیْ وَجَوَارِحِیْ، وَاِنْ لَمْ اَزُرْکَ بِنَفْسِیْ وَالْمُشَاہَدَۃِ فَعَلَیْکَ السَّلَامُ، اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا وَارِثَ آدَمَ صَفْوَۃِ اللّٰہِ وَوَارِثَ نُوْحٍ نَبِیِّ اللّٰہِ وَوَارِثَ اِبْرَاہِیْمَ خَلِیْلِ اللّٰہِ وَوَارِثَ مُوْسٰی کَلِیْمِ اللّٰہِ وَوَارِثَ عِیْسٰی رُوْحِ اللّٰہِ وَ کَلِمَتِہٖ وَوَارِثَ مُحَمَّدٍ حَبِیْبِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَنَبِیِّہٖ وَرَسُوْلِہٖ وَوَارِثَ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَصِیِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ خَلِیْفَتِہٖ وَوَارِثَ الْحَسَنِ بْنِ عَلِیٍّ وَصِیِّ اَمِیْرِ

الْمُؤْمِنِينَ، لَعَنَ اللهُ قَاتِلَكَ وَجَدَّدَ عَلَيْهِمُ الْعَذَابَ فِي هٰذِهِ السَّاعَةِ وَكُلِّ سَاعَةٍ، أَنَا يَا سَيِّدِي مُتَقَرِّبٌ إِلَى اللهِ عَزَّ وَجَلَّ وَإِلَى جَدِّكَ رَسُولِ اللهِ وَإِلَىٰ أَبِيكَ أَمِيرِ الْمُؤْمِنِينَ وَإِلَىٰ أَخِيكَ الْحَسَنِ وَإِلَيْكَ يَا مَوْلَايَ عَلَيْكُمْ سَلَامُ اللهِ وَرَحْمَتُهُ بِزِيَارَتِي لَكَ بِقَلْبِي وَلِسَانِي وَجَمِيعِ جَوَارِحِي، فَكُنْ يَا سَيِّدِي شَفِيعِي لِقَبُولِ ذٰلِكَ مِنِّي وَأَنَا بِالْبَرَاءَةِ مِنْ أَعْدَائِكَ وَاللَّعْنَةِ لَهُمْ وَعَلَيْهِمْ أَتَقَرَّبُ إِلَى اللهِ وَإِلَيْكُمْ أَجْمَعِينَ فَعَلَيْكَ صَلَوَاتُ اللهِ وَرِضْوَانُهُ وَرَحْمَتُهُ"

اس کے بعد ذرا سا بائیں طرف مڑ کر حضرت علی اکبرؑ کی طرف متوجہ ہو جائے جو اپنے والد گرامی کے پائے مبارک کی طرف مدفون ہیں اور اسی طریقے سے آپؑ کو سلام کرے۔

اس کے بعد اپنی دینی و دنیوی حاجات خدا سے طلب کرے، پھر چار رکعت نماز زیارت پڑھے، بہتر آٹھ رکعت نماز زیارت ہے، یا چھ یا چار اور کمترین دو رکعت ہیں۔ اس کے بعد قبلے کی طرف منہ کرے اور آپؑ کی ضریح مبارک کی طرف متوجہ ہو کر کہو:

"أَنَا مُوَدِّعُكَ يَا مَوْلَايَ وَابْنَ مَوْلَايَ وَسَيِّدِي وَابْنَ سَيِّدِي وَمُوَدِّعُكَ يَا سَيِّدِي وَابْنَ سَيِّدِي يَا عَلِيَّ بْنَ الْحُسَيْنِ وَمُوَدِّعُكُمْ يَا سَادَاتِي يَا مَعْشَرَ الشُّهَدَاءِ فَعَلَيْكُمْ سَلَامُ اللهِ وَرَحْمَتُهُ وَرِضْوَانُهُ"۔(۱)

چوتھا طریقہ پس زائرین سے ملاقات سے اور ان کا استقبال ہے روایات کے مطابق اس عمل سے بھی آپؑ کی زیارت کا ثواب ملتا ہے۔(۲)

دسواں باب:

زیارت حسینؑ سے متعلق خصوصی خطابات

آپؑ کی زیارت کے بارے میں بعض مخصوص خطابات ہیں جو دیگر آئمہ اطہارؑ اور انبیائے کرامؑ کی زیارت کے سلسلے میں نہیں پائے جاتے ہیں اور ان کی چند قسمیں ہیں:

پہلی قسم شہادت کے وقت آپؑ کو پہنچنے والے مصائب و آلام کے صفات سے آپؑ کو مخصوص کرنا جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان کے لئے ایک خاص فضیلت ہے۔

دوسری قسم آپؑ کی وہ خصوصیات ہیں جن کی نسبت خدا کی طرف ہے، مثلاً ثار اللہ، قتیل اللہ اور ذبیح اللہ۔ (۳)

تیسری قسم: آپؑ پر سلام کرتے وقت انبیائے کرامؑ کو ان کے نام وصفات کے ساتھ سلام کرنا چاہیے اور شاید اس کا راز یہ ہے کہ آپؑ تمام انبیائے کرامؑ کے مظہر ہیں، جس کا ذکر ہم انبیاء کرامؑ کے عنوان کے ذیل میں کریں گے۔

چوتھی قسم: آپؑ کو تلبیہ کے ساتھ پکارنا ہے، چنانچہ بعض ماثورہ زیارت میں آپؑ کے سلام کے بعد کہتے ہیں: لَبَّیْکَ یَادَاعِیَ اللّٰہِ اور اس کو سات مرتبہ دہرانا چاہیے۔ (۱)

اور آپؑ کو لبیک کہنے کی وجہ یہ ہے کہ آپؑ اپنے نانا رسول اللہؐ کے بعد جو داعی اول ہیں خدا کی طرف دعوت دینے والے ہیں، آپؑ کے جد امجد نے لوگوں کو اسلام اور شہادتین کی دعوت دی اور خدا کی نصرت وخلق میں خوف پیدا کرنے کے ذریعے، نیز فرشتوں کی مدد اور

شیر خدا حضرت امام علی کی تلوار اور آپ کے ہمرکاب ہو کر جہاد کرنے والے بعض صحابہ کرام کی مدد سے آپ نے اسلام وشہادتین کی تبلیغ فرمائی اور حضرت امام حسین اسلام کی طرف دعوت دینے والے دوسرے داعی ہیں، آپ نے ایمان اور امام برحق وائمہ راشدین پر اعتقاد کی طرف دعوت دی اور اس دعوت کا ذریعہ آپ کی شہادت ومظلومیت اور آپ پر طاری ہونے والی مخصوص کیفیات تھیں، لہٰذا ایسے داعی کو قول وفعل دونوں سے لبیک کہنا چاہیے اسی لیے آپ کی زیارت کے موقع پر لبیک کہنا مستحب قرار پایا ہے۔

جہاں تک سات مرتبہ لبیک کہنے کا تعلق ہے، اس کے کئی اسباب ہیں: پہلا سبب یہ ہے کہ حالات کے مطابق جواب دینا چاہیے ہیں کیوں کہ اجابت جسم اور اس کے اعضاء ہاتھوں، زبان، کانوں اور آنکھوں کے ذریعے نیز دل سے اور قلبی ارادہ ورغبت اور چاہت سے ہونی چاہیے اور ہر بار لبیک کہنا ان میں سے ایک ذریعے کے حوالے سے ہے، چنانچہ زیارت کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سات مرتبہ لبیک یا داعِیَ اللّٰهِ کہنے کے بعد کہتے ہیں اگر آپ کے استغاثے کا جواب میرے جسم نے نہیں دیا، اور جب آپ نے نصرت کے لئے پکارا اس وقت میری زبان نے جواب نہیں دیا تو میرے دل کانوں اور آنکھوں نیز میرے ارادے اور چاہت ومحبت نے آپ کو لبیک کہا ہے۔

یعنی میرے دل نے آپ کی محبت کے ذریعے، میرے کانوں نے آپ کے مصائب سن کر اور میری آنکھوں نے آپ پر گریہ کے ذریعے آپ کا جواب دیا ہے اور میری توجہ آپ کے عمل کو پسند کرنے کے ذریعے اور میرا جسم جو آپ کی طرف آرہا ہے، نیز میری زبان آپ پر سلام بھیجنے کے ذریعے جواب دے رہی ہے۔

سات مرتبہ لبیک کہنے کی دوسری وجہ سات مقامات پر آپ کی صدائے استغاثہ کا جواب دینا بھی ہے۔

پہلی مرتبہ آپ نے مسجد الحرام سے جاتے وقت ایک خطبے میں نصرت کے لئے لوگوں کو پکارا، آپ نے فرمایا: جو اپنی جان خدا کی راہ میں اور ہماری نصرت کے لئے نچھاور کرنا

چاہتا اور خدا سے ملنے کا شوق رکھتا ہے میرے ساتھ چل پڑے اس لئے کہ میں صبح یہاں سے نکل رہا ہوں (۱)۔

دوسری بار آپؑ نے مکہ سے نکلتے ہوئے ان چار افراد کے جواب میں نصرت طلب کی جن میں سے ہر ایک کا نام عبداللہ تھا وہ عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن جعفرؓ، عبداللہ بن زبیر اور عبداللہ بن عمر جو آپؑ کو عراق کی طرف سفر کرنے سے روکنے کے لئے آئے تھے آپؑ نے ان میں سے ہر ایک کا علیحدہ طور پر جواب دیتے ہوئے فرمایا: مجھے ایسی ذمہ داری سونپ دی گئی ہے جس کو ہر حالت میں انجام دینا ہے، اس کے بعد آپؑ نے ان لوگوں کو اپنی نصرت کی دعوت دی، جس کے جواب میں عبداللہ بن جعفرؓ نے اپنے دو بیٹوں (عون و محمدؑ) فرزندان حضرت زینب کبریٰ علیہا السلام کو آنحضرتؑ کے ساتھ روانہ کیا اور عرض کیا: میں بھی جلد آپؑ سے ملوں گا۔(۱)

حضرت امام حسین علیہ السلام نے عبداللہ بن عمر کو مخاطب کر کے فرمایا: خدا سے ڈرو اور میری نصرت ترک نہ کرو انہوں نے ایک عذر بیان کر کے الوداع کہا، اس کے بعد عرض کیا، یا ابا عبداللہؑ مجھے وہ جگہ دکھایئے جس کو ہمیشہ رسول خداؐ بوسہ دیتے تھے، آپؑ نے سینہ مبارک کو کھولا، عبداللہ بن عمر نے آپؑ کے قلب مطہر کے بالائی حصے کو چوما اور رو کر الوداع کہا۔(۲)

تیسرا موقع حضرت امام حسینؑ مکہ سے کربلا تک کہ راستے میں لوگوں پر حجت تمام کرنے کی غرض سے جس سے ملتے، اس کو اپنی مدد کے لئے پکارتے تھے، کبھی آپؑ اپنی زبان مطہر سے ان کو دعوت دیتے تھے اور کبھی پیغام نصرت بھیجتے تھے، لیکن لوگ آپؑ کے اصحاب کی قلیل تعداد کو دیکھ کر کسی نہ کسی کا بہانہ بناتے تھے، کچھ لوگ تجارتی سامان اور لین دین کی بنا پر معذرت کرتے تھے اور بعض لوگ بیوی بچوں کی مجبوری کا عذر پیش کرتے تھے اور بعض افراد بعد میں ملحق ہونے کا وعدہ کرتے تھے۔

اور بعض لوگوں کو جب معلوم ہوتا تھا آپؑ کسی منزل پر پڑاؤ ڈالے ہوئے ہیں تو اپنا راستہ بدل دیتے تھے تاکہ حضرتؑ ان سے نصرت طلب نہ کریں۔ چنانچہ فزارہ اور بجیلہ کے

بعض باشندوں سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے کہا: حج کے بعد ہم حضرت امام حسینؑ سے ملحق ہوئے، ہم آپؑ کے ساتھ ساتھ چلتے لیکن آپؑ کے ساتھ ایک ہی منزل پر پڑاؤ ڈالنا پسند نہیں کرتے تھے، اور جب بھی آپؑ پانی کے ایک کنویں سے پانی لیتے تھے ہم دوسرے کنویں کی طرف جاتے تھے اور اگر آپؑ کے ساتھ ایک ہی منزل پر پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہوجاتے تو ہم اس جگہ سے پرے اپنا پڑاؤ ڈالتے تھے، تاکہ ایسا نہ ہو کہ آپؑ ہم سے نصرت طلب کریں۔(۱)

مصنف کہتے ہیں: اگر تم اس حالت پر غور کرو گے تو معلوم ہوگا یہ آپؑ پر پہنچنے والے عظیم ترین مصائب میں سے ہے اور اس سے بڑا المیہ یہ ہے کہ اگر کچھ لوگ دور سے آپؑ کو اپنی طرف آتے ہوئے دیکھتے تو راستے سے ہٹ جاتے اور دوسری طرف چلے جاتے تھے تا کہ حضرتؑ ان لوگوں کو پر اپنی نصرت کی ذمہ داری نہ ڈالیں، جس طرح کوفہ کے بعض باشندوں کے بارے میں روایت کی گئی ہے۔(۲)

اور اس سے بڑھ کر عبید اللہ بن حر جعفی کا قول ہے، جب آپؑ قصر بنی مقاتل کے مقام پر پہنچے تو دیکھا وہاں ایک خیمہ لگا ہوا ہے، آپؑ نے فرمایا: یہ خیمہ کس کا ہے؟ کہا گیا کہ یہ عبید اللہ جعفی کا خیمہ ہے، آپؑ نے حکم دیا: اس کو میرے پاس بلوائیں آپؑ کے قاصد نے عبید اللہ جعفی سے کہا حسین بن علیؑ تجھے بلا رہے ہیں، وہ کہنے لگا: اِنّا لِلّٰہِ وَاِنّا اِلَیہِ راجعُون، خدا کی قسم میں کوفہ سے اس لئے نکلا ہوں کہ میں نہیں چاہتا تھا کہ حسینؑ کے کوفے میں داخل ہوتے وقت میں شہر میں رہوں، خدا کی قسم میں چاہتا تھا کہ میں ان کو نہ دیکھوں اور نہ ہی وہ مجھے دیکھیں۔

جب آپؑ کو اس بات سے آگاہ کیا گیا تو آپؑ خود اٹھ کر اس کے پاس تشریف لے گئے اور سلام کر کے بیٹھ گئے اس کے بعد آپؑ نے عبید اللہ جعفی کو نصرت کی دعوت دی، اس موقع پر اس نے اپنی بات دہرائی اور معذرت کرلی۔ آپؑ نے فرمایا: اے شخص تم ایک خطاء کار اور گناہگار ہو، اگر تم اسی وقت اپنے کیئے پر خدا سے توبہ نہیں کرو گے تو خداوند عالم تمہارا

مؤاخذہ کرے گا۔

میری مدد کرو، تا کہ میرے نانا خدا کی بارگاہ میں تمہاری شفاعت کریں، عبید اللہ جعفی نے کہا یابن رسول اللہ خدا کی قسم اگر آپؑ کی نصرت کروں تو سب سے پہلے آپؑ کے قدموں میں اپنی جان قربان کردوں گا، لیکن مجھ سے درگذر کیجئے اور یہ میرا گھوڑا آپؑ کے لئے حاضر ہے، خدا کی قسم میں کبھی اس پر سوار نہیں ہوا ہوں، حضرتؑ نے انکار کیا اور فرمایا: مجھے اس کی ضرورت نہیں ہے اور اب جب تم میری مدد نہیں کرتے ہو تو ایسی جگہ چلے جاؤ جہاں تم ہماری آواز نہ سن سکو، اور ہمارے دشمن کا بھی ساتھ مت دو اس لئے کہ اگر کوئی ہم اہل بیتؑ کی بے کسی کی فریاد سننے کے بعد ہمارا جواب نہ دے اس کو خدا منہ کے بل جہنم کی آگ میں پھینکے گا۔(۱)

حضرتؑ اٹھ کر اپنے خیمے چلے گئے، عبید اللہ جعفی آپؑ کی شہادت کے بعد پچھتائے اور ندامت میں کچھ اشعار کہے(۲)۔

راہ کربلا میں نصرت ومدد کے لئے آپؑ کی باتوں کا اثر کسی پر نہیں ہوا سوائے زہیر بن القین (۳) کے، وہ فرارہ وبجیلہ کے لوگوں کے ہمراہ تھے جو آپؑ کے نزدیک پڑاؤ ڈالنے سے اجتناب کرتے تھے، ایک منزل پر پہنچ کر ان لوگوں نے حضرتؑ سے فاصلے اپنا پڑاؤ ڈالا، ان لوگوں نے روایت کی ہے: ایک دن ہم کھانا کھا رہے تھے کہ ایسے میں حضرت امام حسینؑ کا قاصد آیا، اور سلام کے بعد زہیر بن القین کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگا، اے زہیر بن القین مجھے حضرت ابا عبداللہ الحسینؑ نے تمہارے پاس بھیجا ہے، وہ تمہیں بلا رہے ہیں، ہم میں سے ہر ایک نے اپنا لقمہ نیچے رکھ دیا اور ہم حیران ہو کر بیٹھ گئے گویا ہمارے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہوں اس موقع پر زہیر کی بیوی نے جس کا نام سعید ابن طاؤسؒ کے مطابق دیلم یا دلہم بنت عمرو تھا زہیر سے مخاطب ہو کر کہا: سبحان اللہ، فرزند رسولؐ تجھے بلا رہے ہیں اور تم نہیں جا رہے ہو؟ جا کر دیکھو کیا کہتے ہو پھر واپس آ جاؤ۔ اس پر زہیر اٹھے اور امامؑ کے پاس چلے گئے، کچھ دیر کے بعد زہیر خوشی کے ساتھ واپس آئے، ان کا چہرہ نور سے چمک

رہا تھا زہیر نے اپنے خیمے کو سامان سمیت حضرت امام حسینؑ کی طرف لے جانے کا حکم دیا اور اپنی بیوی سے کہا: میں تجھے طلاق دیتا ہوں تم اپنے خاندان کے پاس چلی جاؤ۔ میں نہیں چاہتا میری وجہ سے تجھے کوئی تکلیف پہنچے، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے ساتھ رہوں اور اپنی جان ان پر قربان کر دوں، اس کے بعد زہیر نے بیوی کو اپنے چچا زاد بھائیوں کے سپرد کیا تا کہ اس کو اس کے خاندان تک پہنچا دیں، زہیر کی بیوی اٹھی اس نے رو کر زہیر کو الوداع کیا اور کہا: میں تمہاری خیر چاہتی ہوں، میری خواہش ہے کہ تم قیامت کے دن رسول اللہؐ کے پاس مجھے مت بھولنا زہیر نے اپنے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا: جو بھی میرے ساتھ نہیں جانا چاہتا اس سے یہ میری آخری ملاقات ہے لیکن میں یہاں پر ایک روایت نقل کرتا ہوں، ہم نے سمندر کے راستے جہاد کیا، خدا نے ہمیں فتح و نصرت عطا کی بہت سارا مال غنیمت ہمارے ہاتھ آیا، سلمان فارسیؓ نے ہم سے کہا: کیا تم اس فتح اور غنیمت پر خوش ہو؟ ہم نے کہا: ہاں ہم خوش ہیں، سلمانؓ نے کہا: جب بھی جوانان بہشت کے سردار حضرت امام حسینؑ کے ہمرکاب ہو کر جہاد کرنے کا موقع میسر آئے تو اس سے زیادہ خوش ہو جاؤ پھر زہیر بولے: میں تم لوگوں کو خدا کے سپرد کرتا ہوں یہ کہہ کر زہیر حضرت سید الشہداءؑ کی خدمت میں شرفیاب ہوئے اور اس وقت تک انہوں آپؑ کا ساتھ نہیں چھوڑا جب تک کربلا میں شہادت کے بلند درجے پر فائز نہ ہوئے۔(۱)

طلب نصرت کا چوتھا موقع بصرہ کے عمائدین کی طرف نصرت کے لئے حضرت امام حسینؑ کا خط لکھنا ہے۔ قاصد حسینؑ کا نام سلمان اور اس کی کنیت ابورزین تھی، اور خط کا مضمون یہ تھا:

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم"

یہ خط حسین بن علی کی طرف سے شرفائے بصرہ اور اس کے عمائدین کے نام ہے، میں تم لوگوں کو خدا کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں اس لئے کہ ان دونوں سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ختم کر دیا گیا ہے اور بدعت کو زندہ کیا گیا ہے اگر تم میری دعوت کو

قبول کرتے اور میرے حکم کی پیروی کرتے ہو تو میں رشد و ہدایت کی طرف تمہاری رہنمائی کرتا ہوں، والسلام

جب حضرت امام حسینؑ کا خط اہل بصرہ کو ملا یزید بن مسعود نہشلی نے بنی تمیم بنی حنظلہ اور بنی سعد قبیلوں کے افراد کو جمع کیا خطبہ پڑھا اور وعظ و نصیحت کے بعد ان سے مخاطب ہو کر کہا:

یہ حسین ابن علی فرزند رسول خداؐ صاحب شرافت و نجابت اور تدبیر و عقل ہیں، جن کے فضائل بیان کرنے سے زبان قاصر ہے آپؑ علم کے بے کراں سمندر ہیں (۲)، اور وہی اس امر (رہبری) کے لئے اولیٰ ہیں، ایمان، عمر، قدمت اور رسول اللہؐ سے قرابت کے لحاظ سے، آپؑ چھوٹوں پر رحم کرتے اور بڑوں کے ساتھ احسان کرتے ہیں، آپؑ ہی اس قوم کے بہترین رہبر و ملت کے امام ہیں جن کی اطاعت واجب ہے اور خدا کی حجت آپؑ پر تمام ہیں، آپؑ ہی وعظ و ارشاد کے اہل ہیں، تم لوگ واقعہ جمل میں (حضرت علیؑ کے خلاف خروج کر کے) گناہ کے مرتکب ہوئے ہو، لہٰذا فرزند رسولؐ کی نصرت کے ذریعے اپنے آپ کو گناہوں سے پاک کر لو۔

ان لوگوں نے یزید بن مسعود کی دعوت پر لبیک کہتے ہوئے روانگی کی تیاری کی لیکن روانہ ہونے سے پہلے آپؑ کی شہادت کی خبر ملی حضرت امام حسینؑ نے پانچویں مرتبہ خط کے ذریعے کوفہ کے ان عمائدین کو نصرت و مدد کی دعوت دی جن کے بارے میں آپؑ سمجھتے تھے کہ وہ آپؑ کے ہمنوا ہیں نصرت و مدد کی دعوت دی۔

خط کا مضمون یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ خط ہے حسین ابن علی کی طرف سے سلیمان بن صرد خزاعی، میتب بن نجبہ، رفاعہ بن شداد، عبداللہ بن وال اور مؤمنین کی جماعت کے نام۔

اما بعد، تم لوگوں کو معلوم ہے کہ رسول اللہؐ نے اپنی حیات طیبہ میں فرمایا تھا: جس نے

ایسے حاکم جور کو دیکھا جو حرام خدا کو حلال قرار دے، عہد خداوندی کو توڑے، سنت رسول خداؐ کا مخالف ہو، خدا کے بندوں کے ساتھ ظلم و ستم کا رویہ اپنائے اور اس کو کوئی نہ روکے قول یا فعل کے ذریعے خدا یقیناً اس کو، اس (حاکم جور) کے اعمال و کردار میں شریک قرار دے گا اور تمہیں معلوم ہو گیا کہ ان لوگوں (بنی امیہ) نے شیطان کی اطاعت قبول کر لی ہے اور وہ خدائے رحمان کی اطاعت سے روگرداں ہوئے ہیں وہ دل کھول کر برائیوں کے مرتکب ہو رہے ہیں اور خدا کی حدود و قیود کو پھلانگ رہے ہیں، مسلمانوں کے مال و جائیداد کو ہڑپ کر رہے ہیں، انہوں نے خدا کے حرام کو حلال اور حلالِ خدا کو حرام قرار دیا ہے اور بیشک رسول اللہؐ سے قرابت کی وجہ سے اس امر (خلافت) کا حقدار ہوں۔ اور تم لوگوں کے خطوط مجھے ملے اور تمہارے قاصد میرے پاس آئے کہ تم نے میری بیعت کی ہے (مجھے یقین ہے) تم مجھے اپنے حال پر نہیں چھوڑ گے اور مجھے رسوا نہیں کرو گے، اگر تم اپنی بیعت پر قائم رہو تو یقیناً تم نے ہدایت پا لی اور تمہاری ذات میری طرح اور تمہارے بیوی بچے میرے بیوی بچوں کی طرح ہوں گے اور تم نے میری پیروی کی ہے، اور اگر تم ایسا نہیں کرو گے اور اپنے عہد و پیمان توڑو گے اور بیعت واپس لو گے جو میری قسم تم لوگوں سے بعید نہیں جیسا کہ تم نے میرے باپ بھائی اور میرے چچازاد (مسلم) کے ساتھ کیا، اور مغرور وہ ہے جو تمہاری وجہ سے مغرور ہو اور اگر تم نے ایسا کیا تو تم نے اپنی قسمت تباہ کر لی ہے اور جو سیدھے راستے سے منحرف ہو گیا اس نے اپنا نقصان کیا اور خدا تم سے بے نیاز ہے۔

والسلام

اس کے بعد آپ نے خط کو لپیٹ دیا اور اس پر مہر لگا کر قیس بن مسہر صیداوی کے حوالے کیا، جب وہ کوفے کے قریب پہنچے، حصین بن نمیر تمیمی نے ان کا راستہ روکا اور اس کو گرفتار کر کے تلاشی لینا چاہی اس موقع پر قیس نے آنحضرتؑ کے خط کو پارہ پارہ کیا۔ (۱)

حصین بن نمیر نے قیس کو گرفتار کر کے ابن زیاد ملعون کے پاس بھیجا، قیس کو ابن زیاد کے پاس لایا گیا، اس ملعون نے پوچھا: تم کون ہو؟ قیس بولے: میں امیر المومنین علی بن

ابیطالبؑ اور آپؑ کے فرزند حسینؑ کے شیعوں میں سے ہوں۔

ابن زیاد نے پوچھا: تم نے خط کو کیوں پھاڑا؟ قیس بولے: تا کہ اس کے مضمون سے تم واقف نہ ہوسکو، ابن زیاد نے پوچھا: خط کس کا تھا اور کس کے نام لکھا گیا تھا، قیس نے کہا: حسین ابن علی علیہ السلام کی طرف سے کوفہ کے بعض لوگوں کے نام تھا جن کے نام مجھے معلوم نہیں ہیں۔

اس پر ابن زیاد غصے سے آگ بگولا ہو کر بولا: خدا کی قسم جب تک ان لوگوں کے نام نہیں بتاؤ گے میں تجھے نہیں چھوڑوں گا، یا یہ کہ تم منبر پر جا کر حسین بن علیؑ، ان کے باپ اور بھائی پر (نعوذ باللہ) لعنت کرو، ورنہ میں تمہارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا، قیس بولے: جہاں تک ان لوگوں کا تعلق ہے میں ان کے نام نہیں بتاؤں گا، رہا حسین بن علیؑ، ان کے باپ اور بھائی پر نفرین بھیجنے کی بات تو میں قبول کرتا ہوں، چنانچہ وہ منبر پر گئے پھر خدا کی حمد و ثنا کے بعد پیغمبر اکرمؐ اور آپؐ کے آل پر درود بھیجا، اور علیؑ و اولاد علیؑ پر درود و رحمت بھیجا اور ابن زیاد اور اس کے باپ پر لعنت بھیجی اور بنی امیہ کے سرکش لوگوں پر بھی اول سے آخر تک لعنت بھیجی۔

اس کے بعد قیس نے کہا: لوگو میں تمہاری طرف سے حسین بن علی علیہ السلام کا قاصد ہوں تحقیق حسین بن علی علیہ السلام بندگان خدا میں سب سے بہتر ہیں وہ فاطمہؑ دختر رسول خداؐ کے فرزند ہیں اور میں تمہاری طرف ان کا قاصد ہوں، میں منزل حاجر پر ان کو چھوڑ کر آیا ہوں ان کی طرف چل پڑو۔

ابن زیاد ملعون نے قیس کو محل کی چھت سے نیچے گرانے کا حکم دیا چنانچہ ان کے ہاتھوں کو باندھ کر محل کی چھت سے نیچے گرا دیا گیا قیس کی ہڈیاں چٹخ گئی تھیں لیکن ابھی وہ سانس لے رہے تھے کہ عبد الملک بن عمیر لخمی نامی شخص نے ان کا سر قلم کردیا لوگوں نے اس کی ملامت کی تو کہا: میں اس کو تکلیف سے نجات دلانا چاہتا تھا۔(۱)

چھٹا موقع وہ ہے جب حضرت امام حسینؑ نے آپؑ کے مد مقابل لڑنے کے لئے تیار

ہونے والے لشکر سے نصرت طلب کی اور یہ اتمام حجت کے لئے تھا سب سے پہلے آپؑ نے حر اور ان کے لشکر کو اس وقت مدد کے لئے پکارا جب ان لوگوں نے آپؑ کا راستہ روک کر واپس جانے سے منع کیا اور دوسری مرتبہ چھٹی محرم کی رات کو آپؑ نے ابن سعد ملعون سے بھی نصرت طلب کی۔

جہاں تک حر کا تعلق ہے جب لشکر حر آپؑ سے ملے تو ان لوگوں کو آپؑ نے پانی پلایا، وہ لوگ بھی آپؑ کے ساتھ ساتھ چلتے رہے، حر آپؑ کے ساتھ تھے، یہاں تک کہ نماز ظہر کا وقت ہوا، حضرت امام حسینؑ نے حجاج بن مسروق جعفی کو اذان کا حکم دیا، اور حجاج نے اذان دی، جب نماز جماعت کے لئے اقامت پڑھی گئی تو آنحضرت اپنے خیمے سے برآمد ہوئے اس وقت آپؑ ازار اور ردا پہنے ہوئے تھے، پاپائے مبارک میں نعلین تھیں، آپؑ اپنی تلوار ٹیکتے ہوئے آئے لوگوں نے آپؑ کا استقبال کیا، آپؑ نے حمد وثنائے الٰہی کے بعد لوگوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: لوگو میں تمہاری طرف اس وقت تک نہیں آیا جب تک تمہارے خطوط مجھے نہ ملے اور تمہارے قاصد میرے پاس نہ آئے کہ آپؑ ہماری طرف آیئے، ہمارا کوئی امام نہیں ہے، شاید خدا آپؑ کے ذریعے سے ہم کو ہدایت و حق پر جمع کردے، اگر تم اپنی بات پر قائم ہو تو میں آگیا ہوں، تم اپنے عہد کی پابندی کرو اور اپنے وعدوں پر عمل کرو تاکہ میں مطمئن ہوسکوں، اور اگر تم ایسا نہیں کرتے اور میرے آنے پر خوش نہیں ہو تو میں وہیں واپس چلا جاؤں گا جہاں سے تمہاری طرف آیا ہوں۔

آپؑ کا خطاب سن کر سب خاموش رہے اور کسی نے ایک لفظ بھی نہیں بولا، آپؑ نے موذن کو اقامت پڑھنے کا حکم دیا، اس نے نماز جماعت کے لئے اقامت پڑھی، حضرتؑ حر سے فرمایا: کیا تم اپنے ساتھیوں کو علیحدہ نماز پڑھانا چاہتے ہو؟ حر نے عرض کیا: نہیں بلکہ آپؑ نماز پڑھایئے اور ہم آپؑ کے پیچھے نماز پڑھیں گے۔

حضرت امام حسینؑ نے نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر آپؑ اپنے خیمے آئے آپؑ کے اصحاب وہاں جمع ہوئے اور حر اس مقام پر چلے گئے جہاں سے وہ آئے تھے، اور اپنے

خیمے میں داخل ہوئے، اور ان کے پانچ سو ساتھی وہاں آ کر جمع ہوئے دوسرے افراد اپنی ان صفوں میں واپس چلے گئے جہاں سے وہ آئے تھے، ان میں سے ہر ایک نے اپنے گھوڑوں کی باگیں ہاتھوں میں لے لیں اور گرمی کی شدت سے بچنے کے لئے انہی کے سائے میں بیٹھ گئے۔

پھر عصر کا وقت داخل ہونے پر حضرت امام حسینؑ نے اپنے اصحاب کو نماز کے لئے تیار ہونے کا حکم دیا، اصحاب تیار ہوئے اس کے بعد آپؑ نے اپنے منادی کو عصر کی نماز کے لئے اعلان کا حکم دیا، اذان و اقامت کے بعد آنحضرتؑ آگے بڑھے اور لوگوں نے آپؑ کی اقتدا میں نماز عصر پڑھی، سلام نماز کے بعد آپؑ نے مجمع کی طرف رخ کر کے حمد و ثنائے الٰہی کے بعد فرمایا: لوگو، اگر تم خدا سے ڈرو اور حقدار کا حق پہچانو تو خدا کی خوشنودی حاصل کرو گے ہم آل محمدؐ ہیں اور اس امر (امت مسلمہ کی قیادت) کے لئے ان لوگوں سے زیادہ حقدار ہیں جو آج اس منصب کے جھوٹے دعویدار بنے بیٹھے ہیں اور تم لوگوں پر جور و ستم کے ذریعے فرمانروائی کر رہے ہیں، اگر تم ہمیں پسند نہیں کرتے اور ہمارے حق کے معترف نہیں ہو اور آج تم اس رائے کے مخالف ہو جو تمہاری طرف سے مجھے وصول ہونے والے خطوط اور تمہارے قاصدوں کی باتوں سے ظاہر ہوتی تھی تو میں واپس چلا جاتا ہوں۔

اس پر حر عرض کرنے لگا: خدا کی قسم مجھے معلوم ہی نہیں کہ یہ خطوط کیا ہیں اور یہ قاصد کون ہیں جن کا تذکرہ آپؑ فرما رہے ہیں۔

حضرتؑ نے اپنے ایک صحابی (عقبہ بن سمعانؓ) سے فرمایا: وہ دو تھیلے لا دو جن میں ان لوگوں کے خطوط بھرے ہوئے ہیں، چنانچہ عقبہ خطوط سے بھرے ہوئے دو تھیلے لائے اور خطوط حر کے سامنے پھیلا دیئے حر نے عرض کیا: ہم ان لوگوں میں شامل نہیں ہیں جنہوں نے آپؑ کو خط لکھے ہیں ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ جہاں آپؑ سے مل جائیں اس وقت تک آپؑ کا ساتھ نہ چھوڑیں جب تک آپؑ کو کوفہ میں ابن زیاد کے سامنے پیش نہ کریں۔

حضرتؑ نے فرمایا: اس سے موت تمہارے لئے زیادہ نزدیک ہو گی۔ (۱)

جہاں تک عمر ابن سعد لعین سے نصرت طلب کرنے کا تعلق ہے حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس کے پاس کسی کو یہ کہہ کر بھیجا کہ تم سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ آج رات تمہارے اور میرے لشکر کے درمیان کے مقام پر مجھ سے ملو(۱)۔ عمر بن سعد ملعون بیس افراد کو لے کر خیمے سے نکلا، اسی طرح آپؑ بھی بیس اصحاب کی معیت میں تشریف لے گئے جب دونوں ملے تو آپؑ نے اپنے اصحاب کو وہاں سے دور ہونے کا حکم دیا وہ چلے گئے صرف آپؑ کے بھائی عباسؑ اور بیٹے علی اکبرؑ رہ گئے، عمر بن سعد نے بھی اپنے ساتھیوں کو چلے جانے کا کہا، صرف اس کا بیٹا حفص اور اس کا غلام وہیں رہے۔ آپؑ نے فرمایا: وائے ہو تم پر اے ابن سعد تم اس خدا سے نہیں ڈرتے جس کی طرف تمہیں پلٹ کر جانا ہے؟ تم مجھ سے لڑنا چاہتے ہو جب کہ تمہیں معلوم ہے میں کس کا بیٹا ہوں ان لوگوں (بنی امیہ) کو چھوڑ دو اور میرا ساتھ دو، یہ خدا کی بارگاہ میں تمہارے لئے بہتر ہے۔ عمر بن سعد ملعون بولا: میں ڈرتا ہوں کوفے میں میرے گھر کو تباہ و برباد نہ کر دیں اور مجھے ڈر ہے کہ وہ میرے کھیت پر قبضہ نہ کر لیں۔ امامؑ نے فرمایا: میں حجاز میں اپنی جائیداد میں سے اس سے بہتر تمہیں دوں گا۔ عمر بن سعد بولا: میرے گھر والے کوفہ میں ہیں، ان کے بارے میں ڈرتا ہوں، حضرتؑ نے فرمایا: میں ان کی سلامتی کی ضمانت دیتا ہوں۔ اس پر عمر بن سعد ملعون خاموش ہو گیا اور وہ کچھ بھی نہیں بولا حضرت امام حسین علیہ السلام یہ فرماتے ہوئے واپس تشریف لائے تمہیں کیا ہوا ہے؟ خدا بہت جلد تمہیں بستر میں ہلاک کر دے گا اور روز محشر تمہارے گناہوں کو معاف نہیں کرے گا اور خدا کی قسم مجھے امید ہے کہ تم عراق کی گندم میں سے تھوڑی سی مقدار کے علاوہ نہیں کھا سکو گے۔

ابن سعد نے آپؑ کی بات کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا: جو، گندم سے زیادہ کفایت کرتا ہے۔(۱)

ساتویں مرتبہ حضرت امام حسین علیہ السلام نے اس وقت نصرت طلب کی جب میدان کربلا میں آپؑ کا محاصر کیا گیا، گھوڑوں اور افراد کی تعداد تیس ہزار تک پہنچی، ان لوگوں نے آپؑ پر پانی بھی بند کر دیا، اس وقت حبیب بن مظاہرؓ نے آپؑ کی خدمت میں جا کر عرض کیا: یا بن

رسول اللہؐ یہاں سے نزدیک بنی اسد کی ایک بستی ہے، کیا اس بات کی اجازت دیں گے میں ان کے پاس جا کر ان کو آپ۔ کی مدد کے لئے بلاؤں؟ شاید دشمن کو دفع کرنے میں وہ کام آسکیں! آپؑ نے فرمایا: میری طرف سے اجازت ہے۔

حبیب بن مظاہرؒ رات کی تاریکی میں چھپ کر ان کے پاس گئے جب ان کو معلوم ہوا کہ وہ بھی بنی اسد سے ہیں تو انہوں نے حبیبؒ سے کہا: تم ہم سے کیا چاہتے ہو؟ حبیبؒ نے کہا: میں تمہارے پاس خیر و نیکی کے پیغام کے ساتھ آیا ہوں میں تمہیں تمہارے نبیؐ کے فرزند کی نصرت کی دعوت دینے آیا ہوں اس لئے کہ آپؑ مومنین کی ایک مختصر جماعت کے ساتھ ہیں جن میں سے ہر ایک، ایک ہزار آدمی سے بہتر ہے جو کبھی ذلت قبول نہیں کریں گے، اس وقت آپؑ عمر بن سعد لعین کے محاصرے میں ہیں، اور تم لوگ میرے قبیلہ و برادری سے تعلق رکھتے ہو اور میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں، آج فرزند رسولؐ کی نصرت و مدد میں میری اطاعت کرو تم کو دنیا میں عزت و شرف اور آخرت میں خیر و ثواب ملے گا، میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم میں سے کوئی فرزند دختر رسولؐ کے ساتھ خدا کی راہ میں قتل نہیں ہو گا مگر یہ کہ وہ اعلیٰ علیین میں رسول خداؐ کے ساتھ ہوگا۔

ان میں سے ایک شخص اٹھا جس کا نام عبداللہ بن بشیر تھا، وہ کہنے لگا: میں سب سے پہلے اس دعوت پر لبیک کہتا ہوں، اس نے رجز پڑھی اور نصرت حسینؑ پر آمادگی کا اظہار کیا، اس کے بعد دیگر افراد نے بھی آمادگی کا اظہار کیا جن کی تعداد نوے تک پہنچ گئی وہ سب نصرت حسینؑ کے لئے اٹھے، اس دوران بستی کا ایک فرد عمر بن سعد لعین کے پاس گیا اور اس کو حالات کی اطلاع دی، عمر بن سعد نے اپنے لشکر میں سے ایک شخص کو جس کا نام ازرق بن حرث صداوی تھا چار سو، سواروں کے ساتھ بنی اسد کی بستی میں بھیجا، ادھر بنی اسد کے لوگ رات کی تاریکی میں نصرت حسینؑ کے لئے تیار ہو کر حبیب بن مظاہرؒ کے ساتھ لشکر حسینی کی طرف رواں دواں تھے کہ دریائے فرات کے کنارے وہ لشکر ابن سعد سے ملے اس موقع پر دونوں طرف کے لوگ آپس میں گتھم گتھا ہو گئے اور ان کے درمیان سخت جنگ چھڑ گئی،

حبیب بن مظاہرؓ نے ازرق کو مخاطب کر کے کہا: وائے ہو تم پر ہمیں ہمارے حال پر چھوڑ دو، یہ شقاوت وظلم ہمارے ساتھ کسی اور کو کرنے دو۔

ازرق نے واپس جانے سے انکار کیا بنی اسد کو معلوم ہوا کہ وہ ان لوگوں کے ساتھ مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لئے بھاگ کر وہ اپنی بستی میں گیے۔ اس کے بعد وہ ابن سعد ملعون کے خوف سے رات کی تاریکی میں بستی چھوڑ کر چلے گیے۔(۱)

حبیب بن مظاہرؓ نے حضرت امام حسینؑ کی خدمت میں آ کر سارا واقعہ سنایا حضرت نے فرمایا: لا حول و لا قوۃ الا باللہ (۲)

یہ آخری موقع تھا کہ امامؑ نے لوگوں کو نصرت کے لئے پکارا اس کے بعد آپ مایوس ہو گیے اور معلوم ہوا کوئی بھی ان کی مدد کرنے والا نہیں ہے، اور یہ بھی جان لیا کہ وہ جہاد جس کے ذریعے فتح ونصرت اور دشمن پر غلبہ حاصل کیا جا سکتا ہے آپ کے ذمے سے ساقط ہو گیا ہے۔

اس کے بعد آپ اس مخصوص جہاد کی تیاری کرنے لگے جو قتل کیے جانے کی غرض سے جہاد کیا جاتا اور اور جنگ لڑی جاتی ہے۔

آپ نے اپنے اصحاب کو جمع کیا تا کہ ان کو بتایا جائے کہ آپ کی نصرت کرنے والا کوئی نہیں ہے، اور فتح ونصرت حاصل کرنے اور غلبہ پانے کے لئے ممکنہ جہاد کی ذمہ داری اٹھ گئی ہے اور اس طرح کی کوئی ذمہ داری ان پر عائد نہیں ہوتی ہے آپ اُٹھ کر خطاب کرنے لگے اس حال میں کہ آپ کا دل ٹوٹ گیا تھا اور مایوسی کے عالم میں امیدیں ختم ہو گئی تھیں، آپؑ فرمانے لگے:

امر واقعہ کو تم نے دیکھ لیا بے شک دنیا بدل گئی ہے (منہ موڑ چکی ہے) اور اس کی خوبیاں ختم ہو گئیں ہیں، آپ نے خطبہ جاری رکھا یہاں تک کہ آپؑ نے فرمایا اب مجھے کسی کی طرف سے نصرت ومدد کی امید نہیں رہی، بلکہ میں لوگوں کی نصرت سے مایوس ہو گیا ہوں سب نے مجھ سے روگردانی کی ہے، تم میں سے کسی پر میرے ساتھ فتح ونصرت اور دشمن پر

کامیابی و غلبے کے امکان کی غرض سے جہاد کرنے کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی ہے۔

بلکہ خداوند عالم نے قتل ہونا میرے اور میرے ساتھیوں کے مقدر میں لکھا ہے لہٰذا جو بھی میرے ساتھ قتل ہونا پسند کرتا ہے، میرے ہاتھ پر بیعت کرلے اور جو ایسا نہیں چاہتا وہ اس رات کی اس تاریکی میں چلا جائے ان لوگوں کو میرے علاوہ کسی سے کوئی غرض نہیں ہے۔

اس موقع پر آپؑ کے اصحاب میں سے ہر ایک نے عجیب انداز میں تقریریں کیں، جس کی تفصیل شہداء کے باب میں آئے گی اس موقع پر اصحابؓ نے ایک بار پھر آپؑ سے بیعت کی۔(۱)

تیسری وجہ :

حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے دوران سات مرتبہ لبیک کہنا، آپؑ کی طرف سے سات مرتبہ خاص اُمور سے متعلق استغاثہ کے لئے پکارنے کا جواب ہے جن کا کسی نے جواب نہیں دیا تھا۔

پہلا خاص امر: آپؑ نے اپنے اہل و عیال اور اصحاب کو پانی پلانے کا مطالبہ کیا۔(۲)

دوسرا موقع : آپؑ نے خواتین اور بچوں کو پانی پلانے کی درخواست کرتے ہوئے فرمایا: ان کا قصور کیا ہے (یہ تو تمہارے ساتھ نہیں لڑیں گے)۔(۳)

تیسرا خاص موقع: آپؑ نے صرف شیر خوار علی اصغرؑ کو پانی پلانے کا مطالبہ کیا، آپؑ نے فرمایا: کوئی ہے جو اس بچے کو پانی کا ایک گھونٹ پلائے؟

اس کے بعد آپؑ نے س بات پر اکتفا کیا کہ وہ لوگ خود بچے کو پانی پلائیں، چنانچہ ابن سعد لعین نے کہا: اس شیر خوار کو پانی پلاؤ (حرملہ کو تیر چلانے کا حکم دیا)۔(۱)

چوتھا خاص موقع : امامؑ نے لشکر کوفہ و شام کو شیعہ آل ابی سفیان قرار دیتے ہوئے مخاطب فرمایا کہ وہ اہل حرم کو لوٹنے سے باز رہیں، آپؑ نے فرمایا: مجھے اپنے حملے کا ہدف

قرار دو اور میرے اہل حرم کو چھوڑ دو (۲)

پانچواں خاص موقع : آپؑ نے ایک بار پھر یزیدی لشکر کی جانب سے اہل حرم کو لوٹنے کا کام کچھ دیر کے لئے مؤخر کرنے کے مطالبے کے ساتھ فرمایا: میرے قتل کے بعد جو چاہو کر لو۔ (۳)

چھٹی مرتبہ حضرت نے اس وقت دشمن کو پکارا، جب آپؑ زمین پر گرے ہوئے تھے آپؑ نے ان سے مطالبہ کیا کہ اہل حرم کو نہ لوٹیں اور خیام کو آگ نہ لگائیں۔ اس لئے کہ آپؑ نے شمر کو یہ کہتے ہوئے سنا: آگ لگاؤ تاکہ میں خیموں کو ان میں موجود لوگوں سمیت جلا دوں، اس موقع پر حضرتؑ نے شمر کو مخاطب کر کے فرمایا اے ذی الجوشن کے بیٹے کیا تم ہو جو آگ منگوا رہے ہو میرے اہل حرم کو جلانے کے لئے؟ (۴)

ساتویں مرتبہ حضرتؑ نے آخری سانس لیتے ہوئے ایک بوند پانی کے لئے پکارا اور اسی حالت میں آپؑ کا سر مبارک بدن سے جدا کیا گیا۔ (۵)

اور چونکہ امامؑ کے ان استغاثوں کا کسی نے جواب نہیں دیا ہے اس لئے کہ آپؑ کے چاہنے والوں کو چاہیے کہ ان استغاثوں کی تعداد کے مطابق لبیک کہیں، تاکہ ان کو، ان حالات میں آپؑ کے استغاثے کا جواب دینے کا ثواب مل جائے اگر وہ دل میں اس بات کا تصور کر لیں۔

چوتھی وجہ :

یہ ایک عجیب وجہ ہے، حضرتؑ کی زیارت کے دوران سات مرتبہ لبیک کہنے کا مطلب آپؑ کی ان صدہائے استغاثہ کا جواب دینا ہے جو سات مواقع پر مختلف حالات میں آپؑ نے بلند کی تھیں، اپنی حالت زار کو دیکھ کر لوگوں کی روگردانی ان کی بے رخی اپنے اضطراب بے وطنی اور بے کسی کو سامنے رکھتے ہوئے بغیر اس کے کہ لوگوں سے کوئی چیز مانگیں، جس کو حضرتؑ نے ''واعیہ'' کا نام دیا ہے، ان استغاثوں کے خاص اثرات ہیں ان میں سے ہر

ایک خاص محرکات واثرات کے باعث بنا اور ان کی وجہ سے کئی انقلابی تبدیلیاں رونما ہوئیں اور حالات میں خاص تبدیلیاں پیدا ہوئیں۔

لہٰذا ان استغاثوں پر کان دھرتے رہو اس لئے کہ آپؑ کی صداہائے استغاثہ آج بھی آپؑ کے چاہنے والوں کے کانوں تک پہنچتی ہیں اور اگر استغاثے کی آوازیں بلند ہوتی ہیں تو ان کو کان کھول کر سنو اور خدا کی طرف دعوت دینے والے کی آواز پر لبیک کہو خدا تم پر رحمت بھیجے۔

اس سلسلے کا پہلا استغاثہ وہ ہے جب آپؑ کے لشکر کا یزیدی لشکر سے آمنا سامنا ہوا تو خداوند عالم نے حضرتؑ پر فتح ونصرت نازل کی اور فتح کے جھنڈے آپؑ کے سر مبارک پر لہرانے لگے اور (آپؑ کو شہادت وفتح میں سے ایک کا انتخاب کرنے کا حکم ہوا تو) آپؑ نے لقائے الٰہی کو فتح ونصرت پر ترجیح دی(۱)، پھر آپؑ نے اتمام حجت کے لئے صدائے استغاثہ بلند کی (۲)، جس نے خاص انداز میں اصحاب حسینؑ کی ہمت باندھی اور ان کے عزم وارادے کو پختہ کیا۔ ان میں انقلابی دگرگونی پیدا ہوئی، چنانچہ وہ بے اختیار راہ خدا میں شہید ہونے کے لئے اضطراب وبکا کی حالت میں ایک دوسرے پر سبقت حاصل کرنے کے لئے بے چین ہو گئے اس کا ذکر ہم شہدا کے باب میں کریں گے۔

لہٰذا تم بھی شہداء کے نقش قدم پر چلتے ہوئے کہو: میرے مولا اگر شہداء کربلا کی طرح میرا جسم آپؑ کے استغاثے کا جواب نہیں دے سکا اور میری زبان آپؑ کی طلب نصرت کی آواز پر لبیک نہ کہہ سکی تو میرا دل ان کے عمل کی چاہت میں اور میری آنکھیں آپؑ پر گریہ کے ذریعے لبیک کہہ رہی ہیں، چنانچہ زیارت میں کہا گیا اگر تم نے اس طرح لبیک کہا تو دوسری صدائے استغاثہ سنو جب جنگ چھڑ گئی اور آپؑ مشکلات میں مبتلا ہوئے تو آپؑ نے آواز استغاثہ بلند کی، جب اصحاب شہید ہونے لگے تو خواتین مضطرب ہوئیں اور آپؑ طول ہو گئے تو آپؑ نے بلند آواز میں پکارا: کوئی ہے جو ہم سے دشمن کے شر کو دور کرے؟ اس آواز نے اس خواتین کو متاثر کیا جو آپؑ کے ہمراہ تھیں خواتین کی ہمت بندھی اور انہوں اپنی

اولاد، شوہروں اور بھائیوں کو راہ خدا میں قربان کیا یہی نہیں بلکہ ان میں سے بعض خود شہید ہو گئیں اس کا ذکر ہم شہدائے کے باب میں کریں گے۔

اور اس صدائے استغاثہ نے بوڑھی عورتوں میں جوش و ولولہ پیدا کیا، انہوں نے حضرتؑ کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی جان سے عزیز افراد یعنی اپنے جوان بیٹوں کو اور اپنے جگر کے ٹکڑوں کو راہ خدا میں قربان کر دیا تو اے زائر حسینؑ! جب تم زیارت کے لئے جاتے ہو اور اس حالت کا ذہن میں تصور کرتے ہو تو کیا تمہارے اندر بھی جوش و ولولہ پیدا نہیں ہوتا اور کیا یہ سزاوار نہیں کہ تم پہلی صدائے استغاثہ کا جواب پہلے لبیک کی صورت میں دو اور لبیک یا داعی اللہ اگر آپؑ کی آواز استغاثہ کا جواب میرا بدن نہیں دے سکا، اور میری زبان آپؑ کی آواز نصرت پر لبیک نہ کہہ سکی تو میرا دل جواب دے رہا ہے اے زائر اگر تم نے حضرتؑ کی دوسری صدائے استغاثہ کا جواب دیا ہے تو سنو تیسری آواز اٹھ رہی ہے:

تیسری صدائے استغاثہ: جب تمام اصحاب شہید ہوئے اور آپؑ بے کس ہو گئے تو لقائے الٰہی کی غرض سے خیمے سے نکل کر لشکر یزید کے سامنے کھڑے ہوئے اس وقت آپؑ گھوڑے پر سوار تھے، آپؑ نے دائیں طرف دیکھا کوئی نظر نہیں آیا بائیں طرف دیکھا تو کوئی نہیں تھا اور دیکھا کہ سامنے اصحاب اور اہل بیتؑ کے شہدا زمین پر پڑے ہوئے ہیں اور پیچھے خیمہ گاہ میں آپؑ کے اہل و عیال اور بچے بے یار و مددگار ہیں تو اس وقت آواز دی: کوئی ہے جو خدا کی خوشنودی کی خاطر ہماری آواز پر لبیک کہے؟ کوئی مدد کرنے والا ہے جو خدا کے نزدیک ہماری نصرت سے ثواب کا مستحق بنے؟(۱)

یہ صدائے استغاثہ آپؑ کے ساتھ موجود خواتین کے صبر و قرار چھیننے میں اتنی مؤثر رہی کہ وہ ہم آواز ہو کر نالہ و فریاد کرنے لگیں جب ان کی آواز حضرتؑ کے کانوں تک پہنچی تو آپؑ خیمے کی طرف واپس آئے اور فرمایا: چپ رہو، دشمنوں کو مجھے طعنہ دینے کا موقع نہ دو، ابھی تمہارے لئے رونے کے بہت سے مواقع آنے والے ہیں۔(۱)

اس صدائے استغاثہ سے آپؑ کے ساتھ موجود خواتین فریاد کرنے لگیں، جس سے

آپؑ مشکل میں مبتلا ہوئے اور ان کو چپ کرانے کے لئے واپس آنا پڑا لہٰذا کیا یہ مناسب نہیں کہ تم بھی اس صدائے استغاثہ پر لبیک کہتے ہوئے گریہ وزاری کرو، کیونکہ حضرتؑ اس پر خوش ہوں گے اور اس سے آپؑ کا دل بہل جائے گا آپؑ کی اس صدائے استغاثہ کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنی زبان سے: لبیک یا داعی اللّٰہ اور جب حضرتؑ پر حالات سخت سے سخت تر ہو گئے اور مصیبتیں یکے بعد دیگرے ٹوٹنے لگیں تو آپ۔ زمین پر گر پڑے۔

اس وقت آپ نے چوتھی بار صدائے استغاثہ بلند کی اس آواز نے سید سجادؑ کو بھی تڑپا دیا چنانچہ آپؑ بستر بیماری سے اٹھے، جب کہ آپؑ بیمار تھے اور اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے اور آپؑ پر جہاد واجب نہیں تھا، لیکن استغاثے کی اس آواز نے سید سجادؑ پر ایک خاص اثر چھوڑا، آپؑ نے ایک عصا ہاتھ میں اٹھایا اور اس حالت میں خیمے سے باہر نکلے کہ تلوار زمین پر کھینچی جارہی تھی، حضرت ام کلثومؑ آپؑ کے پیچھے پیچھے یہ کہتے ہوئے دوڑ پڑیں: بیٹے واپس آؤ، حضرت سجادؑ فرمانے لگے: پھوپھی اماں مجھے اجازت دیجئے کہ فرزند رسولؐ کے قدموں میں جہاد کروں، حضرت امام حسینؑ نے آواز دی: ام کلثومؑ اسے روکئے کہیں ایسا نہ ہو کہ زمین آل محمدؐ کی نسل سے خالی ہو جائے، چنانچہ ام کلثومؑ نے آپؑ کو واپس بلا لیا۔(۱)

تو اس چوتھی مصیبت کے وقت صدائے استغاثہ حسینؑ پر لبیک کہنے میں جلدی کرو اس لئے کہ آپ۔ پر یکے بعد دیگرے مصیبتیں ٹوٹ پڑیں اور ایک بار پھر آپؑ نے آواز دی اور پانچویں صدائے استغاثہ بلند ہوئی۔

آپؑ نے پانچویں صدائے استغاثہ اس وقت بلند کی جب آپؑ زخموں سے چور چور زمین پر پڑے ہوئے تھے، اس بار آپؑ کی آواز سے بچے متاثر ہوئے اور خیموں سے دو بچے آپؑ کی مدد کے لئے نکلے۔

ان میں سے ایک بچہ کے کانوں میں دو عدد گوشوارے تھے، وہ جب خیمے سے نکلا تو سہما ہوا تھا اور دائیں بائیں طرف دیکھتا جارہا تھا اور جب وہ خیموں سے ذرا فاصلے پر پہنچا تو

ہانی بن ثبیت ملعون نے اس کے سر پر ایک ضرب لگائی اور موقع پر ہی شہید کیا، اس کی ماں اس کی طرف خاموشی سے دیکھ رہی تھی، جیسے وہ مدہوش ہوگئی ہو۔(۲)

دوسرا بچہ جو حضرتؑ کی صدائے استغاثہ سن کر خیمے سے نکلا وہ عبداللہ بن الحسنؑ تھے اس وقت ان کی عمر ۱۱ سال تھی، جب انہوں نے اپنے چچا کو زمین پر پڑا ہوا مدد کے لئے پکارتے دیکھا تو ان کی مدد کے لئے خیمے سے نکلے۔

حضرت امام حسین ؑ نے اپنی بہن کو پکارا، بہن اسے روک لو وہ روکنا چاہتی تھیں کہ عبد اللہؑ بولے: خدا کی قسم میں اپنے چچا کو اس حال میں نہیں چھوڑوں گا، یہ کہتے ہوئے وہ آگے بڑھے اور حضرت امام حسینؑ کا دفاع کرنے لگے، یہاں تک کہ ایک ظالم نے ان کا ہاتھ کاٹا اور وہ شہید ہو گئے اس کی تفصیل اہل بیتؑ کے باب میں آئے گی۔

اور اے زائر اگر تم نے پانچویں مرتبہ آپؑ کو لبیک کہا ہے تو جلدی کرو، چھٹی صدائے استغاثہ سننے کے لئے۔(۱)

چھٹی صدائے استغاثہ حضرتؑ نے اس وقت بلند کی جب آپؑ زمین پر پڑے تھے اور دشمن آپؑ کو قتل کرنے کی تیار کرنے لگے اس بار صدائے استغاثہ حسینؑ نے آپؑ کی بہن زینبؑ کو مضطرب کیا اور فریاد کرتے ہوئے قتل گاہ کی طرف جانے پر مجبور کیا، کہتے ہیں کہ آپؑ پا برہنہ اور سر برہنہ خیمے سے نکلیں، اور اس سے بڑھ کر یہ کہ زینب کبری علیہا السلام ابن سعد ملعون سے مدد مانگنے لگیں، آپؑ نے فرمایا: اے پسر سعد کیا یہ مناسب ہے کہ ابا عبداللہ شہید ہو جائیں اور تم دیکھتے رہو؟ یہ حالت دیکھ کر عمر ابن سعد ملعون بھی رونے لگا، اس کے آنسو داڑھی پر جاری ہوئے لیکن اس نے منہ پھیر لیا اے زائر چھٹی آواز پر لبیک کہو، اس لئے کہ حضرت امام حسین ؑ نے اس وقت یہ آواز دی تھی جب آپؑ مشکل میں پڑے ہوئے تھے اور مصائب و آلام اپنی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔(۲)

ساتویں صدائے استغاثہ سب سے عظیم تھی جو شہادت عظمیٰ کے وقت ایک خاص انداز میں خاص عبارت کے ساتھ خاص طریقے سے اور خاص وقت اور سخت حالت (شہادت)

میں بلند ہوئی تھی۔ اس آواز نے دیگر صدائے استغاثہ صرف چند مخصوص لوگوں کو متاثر نہیں کیا بلکہ یہ تمام مخلوقات عالم میں اثر کر گئی اور ان کو جھنجوڑ کر رکھ دیا، اس نے پوری کائنات کو اور زمین و آسمان کے اندر اور درمیان میں پائی جانے والی اشیاء کو لرزہ کر رکھ دیا، اس کو سن کر ہر شے اپنی پناہگاہ سے باہر نکل آئی اور ہر ثابت چیز حرکت میں آ گئی حتی کہ عرش الٰہی، اس کے ارد گرد، اور اوپر نیچے تمام اطراف لرزنے لگے، بہشت و دوزخ اور ان میں موجود لوگ حرکت میں آ گئے اور ہر وہ چیز جو نظر آتی تھی یا مخفی تھی وہ لرزنے لگی (۱)۔ ان خصوصیات کی تفصیل باب شہادت میں بیان کی گئی ہے اور اس کو زبان و قلم سے بیان نہیں کیا جا سکتا۔ تو اے زائر حضرت امام حسینؑ کی ساتویں صدائے استغاثہ کا جواب ساتویں لبیک کے ذریعے دیتے ہوئے کہو: لبیک داعی اللہ اگر آپؑ کی صدائے استغاثہ کا جواب میرا جسم نہیں دے سکا تو اس وقت آپ کا جواب میں اپنے دل، کانوں، آنکھوں، ہاتھوں اور جسم کے دیگر اعضاء و جوارح کے ذریعے اور نالہ و فریاد، آہ و فغان، گریہ و زاری، اور چیخ و پکار کے ذریعے اور اپنے حالات کی دگرگونی اور اپنے پورے وجود کے ذریعے آپ کا جواب دے رہا ہوں۔ (۲)

اور جب تم ان سات صداہائے استغاثہ کے جواب میں سات بار لبیک کہو تو اس وقت ان حالات کو مدنظر رکھو جن سے حضرت امام حسینؑ دو چار ہوئے تھے تو جان لو ہر بار استغاثے کا جواب دیتے ہو لبیک کہتے ہو تو تمہارے لبیک کے جواب میں بھی تم لبیک کی آواز سنو گے اور تمہارے ہر جواب استغاثہ کا جواب ملے گا۔

اور تمہارے سات مواقع ایسے ہیں جن میں تم سات مرتبہ لوگوں کو مدد کے لئے پکارو گے لیکن کوئی تمہاری مدد کو نہیں آئے گا، اور تمہاری آواز سننے والا کوئی نہیں ہوگا ہاں اگر تم حضرت امام حسینؑ کو جواب دو گے اور اس تفصیل کے مطابق جس کو ہم نے بیان کیا آپؑ کی صدائے استغاثہ پر لبیک کہو گے تو حضرتؑ بھی تمہاری آواز کا جواب دیں گے بلکہ تمہارے سات استغاثہ کے مواقع پر تمہاری مدد کو پہنچ گے اور تمہاری آواز کا جواب دیں گے بلکہ تمہارے سات استغاثے کے مواقع پر تمہیں لبیک کہیں گے اور تمہاری مدد کریں گے اور

تمہیں ہلاکت سے نجات دلائیں گے۔

پہلی بار انسان مرض الموت کے وقت مدد کے لئے پکارتا ہے (اذا بلغت التراقی وقیل من راق وظن انہ الفراق والتفت الساق بالساق (۱)

اس حالت میں تم اپنے رشتے داروں، باپ دادا، اولاد، اعزہ واقارب، دوست احباب اور اطباء کو اپنی مدد کے لئے پکارو گے لیکن ان میں سے کوئی بھی تمہاری کسی قسم کی مدد نہیں کر سکے گا، لیکن اگر تم نے خدا کی طرف دعوت دینے والے (حضرت امام حسینؑ) کو لبیک کہا ہے تو امید ہے وہ تمہاری مدد کے لئے حاضر ہوں گے بغیر کسی استغاثے کے اور حضرت تمہارے لئے امان فراہم کریں گے، بلکہ تمہارے جواب میں اس طرح لبیک کہیں گے جو سچا جلد نجات دلانے والا اور تمہارے لئے مفید ہوگا (۱)

دوسری بار تم اس وقت لوگوں کو مدد کے لئے پکارو گے جب تم برہنہ حالت میں ذلیل و خوار اور اپنی پشت پر گناہوں کا بوجھ اٹھائے ہوئے قبر سے نکلو گے اور حسرت کی نگاہوں سے کبھی دائیں طرف اور کبھی بائیں طرف دیکھو گے اس وقت کوئی ایسا شخص نظر نہیں آئے گا جو تمہاری مدد کر سکے لیکن اگر تم نے خدا کی راہ میں شہید ہونے والے (حضرت امام حسینؑ) کی آواز پر لبیک کہا ہے تو امید ہے آپؑ تمہاری مدد کے لئے حاضر ہوں اور ہو سکتا ہے تم دیکھو گے وہ تمہیں ڈھونڈ رہے ہوں یا آپؑ کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھو جو جبرئیل امینؑ کے ساتھ تمہیں ڈھونڈ رہے ہوں تاکہ تمہارا ہاتھ پکڑ کر لے جائیں، اس وقت تمہیں دائیں بائیں طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔ (۲)

تیسری بار تم لوگوں کو اس دن مدد کے لئے پکارو گے جو پچاس ہزار برسوں کے برابر ہوگا۔ اس دن تمہیں سخت پیاس لگے گی اور تمام دن لوگوں کے سر پر سخت دھوپ پڑتی رہے گی اس دن کوئی مدد کرنے والا نہ ہوگا اور اگر تم نے ساقی کوثر کے بیٹے کو پیاس کی شدت کی حالت میں یاد کر کے لبیک کہا ہے تو وہ روز قیامت پیاس کے وقت تمہاری پکار کا جواب ضرور دیں گے اور تمہیں پانی کا ایسا گھونٹ پلائیں گے جس کے بعد تمہیں کبھی پیاس نہیں لگے

کی۔(۱)

چوتھی بار تم لوگوں کو پکارو گے جب تمہارے دشمن تمہارا محاصرہ کریں گے اور تم سے اپنے حق کا مطالبہ کریں گے تو تم ان سے بھاگ جاؤ گے بلکہ تم اپنے بھائی اور ماں باپ سے بھی فرار کرو گے جو لوگوں میں سب سے زیادہ تمہارے چاہنے والے ہیں، اس وقت تم مدد کے لئے پکارو گے، اور تم ہر ایک سے دلبرداشتہ ہو جاؤ گے اور ماں باپ سے بھی فرار ہونے کے بعد تم حیران ہو جاؤ گے کہ کس سے مدد لی جائے تو اگر تم نے صاحب مصیبت عظمیٰ کی آواز پر لبیک کہا ہے تو امید ہے وہ اس وقت تمہاری مدد کریں گے اور تمہارے خلاف شکایت کرنے والوں اور حقوق کا مطالبہ کرنے والوں کے ساتھ تمہاری صلح صفائی کرائیں گے حتی کہ تمہارے ماں باپ کے ساتھ۔(۲)

پانچویں مرتبہ تمہیں مدد کی ضرورت اس وقت پڑے گی جب خدا کا حکم آئے گا مجرمین کے لئے کہ وہ اہل تقویٰ سے الگ ہو جائیں (وامتازوا الیوم ایھا المجرمون) اور ہر مجرم کو امتیازی نشان دیا جائے گا تو زائر امام حسینؑ کی پیشانی پر لگی ہوئی نور حسینی کی مہر خدا کے حکم سے مجرمین کو ملنے والے نشان کو مٹانے اور استغاثے سے محروم ہونے سے بچنے کا باعث بنے گی۔(۳)

تمہاری پہلی صدائے استغاثہ: وہ ہوگی جب خدا اور جبار ملائکہ کو حکم دے گا کہ تجھے جہنم میں ڈال دیں یا جہنم کو حکم دے گا کہ تجھے لے لے، اس وقت امداد طلب کرنے سے زبان لاچار ہو جائے گی، اور اگر تو نے حضرت امام حسینؑ کی صدائے استغاثہ پر لبیک کہا ہے تو امید ہے کہ اس وقت تمہاری پکار کا جواب دیں گے جو تمہاری قلبی توجہ سے اٹھے گی اگر چہ تم زبان پر جاری نہ کر سکو گے ساتویں مرتبہ اس وقت تم پکارو گے جب خدا نخواستہ جہنم میں داخل ہو جاؤ گے اس وقت تم کبھی جہنم کے پہریداروں کو پکارو گے، کبھی (موت کے) فرشتے سے امداد طلب کرو گے اور کبھی ان متکبر و مغرور لوگوں سے استغاثہ کرو گے جو جہنم میں پڑے ہوئے ہیں لیکن ان میں سے کوئی بھی تمہاری مدد کو نہیں آئیں گے، بلکہ یہ پکار تمہارے عذاب میں اضافے کا باعث بنے گی۔

جہنم کے پہریداروں سے تم ایک دن (عذاب میں) کمی کرنے کی التجا کرو گے (موت کے) فرشتے سے موت کی خواہش کا اظہار کرو گے اور جہنم کے متکبرین سے تم اس لئے استغاثہ کرو گے کہ وہ خدا سے تمہارے لئے کچھ کرنے کی التجا کریں، چاہیں ایک گھڑی کے لئے سہی تم سے عذاب کو اٹھائے یا عذاب کو بدل دے لیکن کیونکہ حضرت امام حسینؑ نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے زائرین سے ملنے کے لئے تشریف لائیں گے، اگر بعض مصلحتوں کی بناپر اس وقت تک تم سے ملنے کے لئے نہیں آئے تھے تو اس لمحے تم سے ملنے ضرور آئیں گے یا بعض اثرات کی خاطر جن میں کوئی تغیر و تبدل نہیں۔

اور آپؑ کی تشریف آوری سے آگ ٹھنڈی ہو جائے گی، اس طرح ہر قسم کا عذاب تم سے اٹھا لیا جائے گا اور امامؑ تجھے اپنے ساتھ جنت الفردوس میں لے جائیں گے۔

حضرت امام حسینؑ کے اعضائے مبارک کی زیارت

پانچویں قسم:

ان خطابات کی ہے جو حضرت امام حسینؑ کی زیارت کے وقت آپؑ سے مخصوص ہیں۔

ان میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ کے اعضائے مبارک میں سے ہر ایک پر علیحدہ سلام کہا جائے کبھی چہرۂ انور پر اور کبھی لبہائے مبارک پر اور کبھی دانداں مطہر پر اور کبھی محاسن شریف پر سلام کہتے ہیں، کبھی آپؑ کے خون مطہر پر، کبھی سینہ مبارک یا پشتِ اطہر پر، کبھی قلب مبارک پر اور کبھی جگر اقدس پر سلام کہتے ہیں اور اس کیفیت کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ آپؑ کے ہر عضو پر سلام کہنے کی متعدد وجوہات ہیں، مثلاً آپؑ کے سرِ مطہر پر سلام کہتے کبھی کہتے ہیں سلام ہو اس پر جس کو نیزے سے اٹھایا گیا، کبھی کہتے ہیں اس پر سلام ہو جس کو نیزے پر چڑھایا گیا اور کبھی کہتے ہیں سلام ہو اس پر جس کو پشت سے کاٹا گیا اور کبھی کہا جاتا ہے وہ سر جس کو مجلس (یزید) میں رکھا گیا اور کبھی کہتے ہیں وہ سر جس کو لٹکا دیا گیا تھا۔ اور آپؑ کے گلوئے مبارک پر سلام کہتے وقت کہا جاتا ہے: وہ گلا جس کو نحر کیا گیا اور کبھی کہتے ہیں، وہ گلا جس کو کاٹا گیا اور کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ گلا جس پر تلوار چلی تھی۔

اور آپؑ کے بدن اطہر پر سلام کہتے وقت کبھی کہتے ہیں: وہ جسد جو خاک پر پڑا رہا، اور کبھی کہتے ہیں وہ جسد جس کو خون میں غلطاں کر دیا گیا، اور کبھی کہا جاتا ہے وہ جسد جو عریاں پڑا رہا، اور یہ بھی کہا جاتا ہے وہ تن: جس پر بے انتہا زخم لگے تھے، اور یہ بھی کہتے ہیں وہ بدن جس کو پارہ پارہ کر دیا گیا اور کبھی کہتے ہیں (اس بدن پر سلام ہو) جس کو گھوڑوں کی

ٹاپوں سے پامال کیا گیا۔

اور اس کیفیت کی خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے کئی اسباب تھے مثلاً جب کہتے ہیں: اس پر سلام ہو جس کو لٹکا دیا گیا تھا تو کبھی کہا جاتا ہے اس کو درخت پر لٹکا دیا گیا تھا، کبھی دروازۂ شام میں آویزاں کیا گیا تھا اور ایک مرحلے پر یزید کے محل کے دروازے پر لٹکا دیا گیا تھا۔

اور جب کہتے ہیں اس پر سلام ہو جو زمین پر رکھا گیا تھا تو کبھی کہا جاتا ہے اس کو یزید کے سامنے رکھا گیا، اور کبھی ابن زیاد کے روبرو رکھا گیا اور کبھی خولی کے تنور میں اور کبھی مسیحیوں کے عبادت خانے میں رکھا گیا اور کبھی گھوڑے کے گلے میں ڈال دیا گیا تھا۔

ان تمام سلام کا راز یہ ہے کہ ان میں سے ہر ایک مصیبت، حضرت امام حسینؑ کی طرف سے خداوند عالم کے حکم کے سامنے ایک خاص قسم کی تسلیم کی عکاسی کرتی ہے جو انبیاءؑ و اولیاءؑ میں سے ہے کہ خدا کی طرف سے اس کے بدلے ایک خاص رحمت قرار دی جائے اور سلام سے مراد یہ ہے کہ خداوند عالم نے جو چیز آپؑ کے لئے مقرر کی ہے وہ آپؑ کے حوالے کرے اور سلام کو اس شخص کے لئے حرم امن قرار دے جو آپؑ سے متوسل ہو جائے اور آپؑ کا دامن پکڑ کر اپنا شفیع قرار دے اور آپؑ سے وجود و تعلق رکھے اور یہی انبیاءؑ و اولیاءؑ پر سلام کے مفاہیم میں سے ایک ہے۔

سلام کی ایسی کیفیت میں ایک بڑی امید پائی جاتی ہے، جب ہم اس کیفیت کے ساتھ آپؑ کے اعضائے مبارک پر سلام کہتے ہیں اور ان میں سے ہر ایک پر گریہ کرتے ہیں تو امید ہے، ہر ایک سلام کی وجہ سے اپنے جسم پر گناہوں کی جو آگ ہم نے لگائی ہے اور اپنے پورے وجود کو گناہوں میں غرق کیا ہے ان میں سے آگ کا ایک شعلہ ہم بجھا سکیں گے۔

گیارھواں باب :

شہادت سے قبل آپؑ کی زیارت کرنے والوں کی خصوصیات

(شہادت سے قبل، اس کے بعد اور تدفین سے پہلے آپؑ کی زیارت کرنے والوں کی خصوصیات کے بارے میں دو نکتے بیان کیے جاتے ہیں:)

پہلا نکتہ : وہ زائرین جنہوں نے شہادت سے قبل آپؑ کی زیارت کی، ان کی چند قسمیں ہیں:

اوّل : ملائکہ چنانچہ حضرت امام جعفر الصادقؑ کی ایک روایت میں نقل کیا گیا ہے" ملائکہ نے میرے جد امجد (حضرت امام حسینؑ) کے کربلا پہنچنے سے ایک ہزار سال قبل کربلا کی زیارت کی

دوئم : انبیائے کرام، چنانچہ صحیح حدیث میں کہا گیا ہے کہ کوئی نبی نہیں تھا مگر یہ کہ اس نے کربلا کی زیارت کی ہے، اس سے قبل کی برج امامت کا ماہ منیر اس میں مدفون ہو جائے۔

سوئم : کشتی نوحؑ اور غالیچہ سلیمانؑ جو کربلا سے گزرے تھے، اسمٰعیلؑ کی بھیڑ بکریاں اور وہ ہرنیاں جنہوں نے حضرت عیسیٰؑ سے گفتگو کی تھی، ان سب نے مخصوص طریقوں سے کربلا کی زیارتؑ کی ہے، جن کی تفصیل ہم نے مجالس گریہ و بکا کے ضمن میں

بیان کی ہے۔

چہارم: آپؑ کے وہ اصحاب جنہوں نے شہادت کی تیاری کر کے اپنی جانیں آپؑ کے قدموں میں نچھاور کیں ان میں سے ہر ایک نے ایک خاص طریقے سے آپؑ کی زیارت کی، ان میں سے بعض سوار ہو کر اور کچھ اصحاب پیدل آپؑ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یوں سلام کہتے تھے: "السلام علیک یااباعبداللہ السّلامؑ علیک یابن رسول اللہ" اس کے جواب میں آپؑ فرماتے تھے: "وعلیک السلام، جاؤ ہم بھی بعد میں تم سے آملیں گے۔

اور اس زیارت کا راز یہ تھا کہ وہ چاہتے تھے کہ فیض شہادت حاصل کرنے سے پہلے اپنی زندگی میں آپؑ کی زیارت کا فیض بھی حاصل کر سکیں۔

اور بعض شہدا کی زیارتوں میں ایک خاص بات تھی مثلاً عبداللہ اور عبدالرحمٰن جو دو بھائی تھے اور ان کا تعلق قبیلۂ غفار سے تھا، یہ دو بھائی، جب آپؑ کی خدمت میں آئے تو انہوں نے کھڑے ہو کر دور سے سلام کیا، آپؑ نے فرمایا: آگے آؤ، وہ نزدیک آئے اور عرض کرنے لگے: سلام ہو آپؑ پر، ہم اس لئے آئے ہیں کہ آپؑ کے قدموں میں قتل ہو جائیں، یہ کہہ کر دونوں رونے لگے۔

امامؑ نے فرمایا: وعلیکما السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اسی طرح دو جابری برادران امام حسینؑ کی خدمت میں پہنچے اور آپؑ کے نزدیک آ کر زار زار رونے لگے، آپؑ نے فرمایا: اے میرے بھتیجو کیوں روتے ہو؟ امید ہے کچھ لمحوں کے بعد تمہاری آنکھیں روشن ہو جائیں گی انہوں نے عرض کیا: قسم خدا کی ہماری جان آپؑ پر فدا ہوں، ہم اپنے حال پر نہیں رو رہے ہیں بلکہ آپؑ کے حال پر گریہ کر رہے ہیں، اس لئے کہ دشمنوں نے آپؑ کا محاصرہ کر رکھا ہے ہم آپؑ کے لئے کچھ نہیں کر سکتے ہیں۔

امامؑ نے فرمایا: اس ہمدردی کے بدلے اور اپنی جانوں کو مجھ پر قربان کرنے کے بدلے خدا تم دونوں کو متقین کو دی جانے والی بہترین جزا دے اور اس طرح کی خاص

زیارت کی خصوصیت پانے والوں میں حضرت علی اکبرؑ بھی ہیں، آپؑ نے جہاد و مقابلے کے بعد جب زمین پر گرے تو اپنے والد گرامی کی زیارت کی، عرض کیا "یا ابتاہ علیکَ منّی السّلام" اس زیارت میں وقت، کیفیت اور جواب کے لحاظ سے ایک خصوصیت تھی، جہاں تک وقت کا تعلق ہے آپؑ نے سلام میں زمین پر گر پڑنے کے وقت تک تاخیر کی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ دوسرے شہدا جب جہاد کا ارادہ کرتے تو امامؑ کی خدمت میں جاتے تھے۔

اس وقت آپؑ خیموں کے نزدیک بیٹھے ہوتے یا کھڑے ہوتے اور وہ حسب معمول جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اپنی زندگی میں سلام کرتے تھے تا کہ زیارت کا ثواب حاصل کر سکیں، لیکن جب حضرت علی اکبرؑ نے ارادۂ جہاد کیا تو امامؑ خود آپؑ کے ساتھ چل پڑے اور اپنی جگہ پر قرار نہیں پائے تا کہ آپؑ کو سلام کریں۔

جہاں تک "السّلامُ علیکَ" کے بجائے "علیکَ السلام" کہنے کا تعلق ہے۔ یہ سلام، سلام وداع اور آخری سلام تھا، سلام تحیت نہیں تھا۔

رہی سلام کے جواب کی خصوصیت، وہ یہ ہے کہ امامؑ نے حضرت علی اکبرؑ کے اس سلام کا جواب نہیں دیا، اس کی دو وجوہات تھیں اول یہ کہ یہ تحیت کا سلام نہیں تھا، جس کا جواب ضروری ہے۔

دوئم یہ کہ (حضرت علی اکبرؑ کے) سلام کو سننے کے بعد آپؑ پر ایسی حالت طاری ہوگئی کہ آپؑ کی پوری قوت جاتی رہی اور آپؑ کا حال غیر ہو گیا آپؑ نے صرف یہی فرمایا: بیٹے تجھے قتل کر دیا گیا، اس کی تفصیلی حالت میں بعد میں بیان کی جائے گی انشاءاللہ۔

دوسرا نکتہ: ان زائرین سے متعلق جنہوں نے آپؑ کی شہادت کے بعد اور تدفین سے قبل آپؑ کی زیارت کی۔

شہادت کے بعد سب سے پہلے جس نے آپؑ کی زیارت کی وہ خداوند عالم ہے وہ اس طرح کہ اس وقت خدا نے آپؑ کی طرف خاص عنائتیں کیں۔

اس کے بعد رسول خداؐ ہیں، جنہوں نے حضرت امام حسینؑ کے نزدیک آ کر آپؑ کو

اس جام سے سیراب کیا، جس کے بارے میں آپؑ کے بیٹے حضرت علی اکبرؑ نے خبر دی تھی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؑ کی شہادت سے قبل وہ جام رسول خداؐ کے دست مبارک میں تھا اور شہادت کے بعد فوراً اس سے آپؑ کو پلایا اور اگر رسول اللہؐ آپؑ کی زیارت کو آئے تھے تو یقیناً حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت امام حسنؑ بھی آپؑ کے ساتھ آئے تھے۔
اس کے بعد فتح و نصرت پر مامور فرشتے آپؑ کی زیارت کو آئے اور ان کو حکم ملا کہ آپؑ کی قبر مطہر کے نزدیک رہ کر روز قیامت تک زیارت میں مصروف رہیں، اس کی تفصیل ملائکہ کے عنوان میں بیان کی گئی۔

اس کے بعد ذوالجناح نے آپؑ کی زیارت کی، پھر دن کو پرندوں نے زیارت کی اور صحرا کے وحشی جانوروں نے رات میں آپؑ کی زیارت کی اسی طرح جنات اور ان کی عورتوں نے بھی زیارت کی، ان میں سے ہر ایک نے اپنے خاص انداز میں آپؑ کی زیارت کی۔

(زندہ) انسانوں میں سب سے پہلے حضرت امام حسینؑ کی زیارت حضرت سید الساجدینؑ اور حضرت زینب کبریٰؑ سمیت دیگر اسیران اہل بیتؑ نے کی جن میں گیارہ چھوٹے بچے بھی شامل تھے یہ تمام زائرین جمع ہو کر آپؑ کی زیارت کو آئے ان تمام آداب زیارت کی رعایت کے ساتھ جن کا ذکر ہم نے آداب زیارت میں کیا ہے۔ یعنی غبار آلود، بھوکے پیاسے، غمگین، گریہ وزاری اور آہ وفغاں کرتے ہوئے، ننگے پاؤں، بلکہ ننگے سر یعنی بے مقنع و چادر اور ان میں سے بعض نے گردنوں میں طوق اور بازوؤں میں رسن، بندھے ہوئے امامؑ کی زیارت کی۔ لیکن حضرت علی اکبرؑ نے شہادت کے وقت جزدی زیارت کی تھی، جب حضور اکرمؐ آپؑ کی زیارت کے لئے تشریف لائے تو زیارت کے بعض آداب وہ بجا نہ لا سکے، جیسے آب فرات سے غسل اور زیارت کے لئے وضو، لیکن اس کے بدلے انہوں نے شہید کربلا کے خون سے تیمم کیا اپنے چہروں اور ہاتھوں پر خون حسینؑ سے مسح کیا

(۱) بحار الانوار ج۹۸ ص ۱۹۵ علی ابن ... کی نوادر احادیث کے ضمن کی ۱۳۳ ویں حدیث

اور یہ عمل آپ فرات میں غسل سے زیادہ فضیلت رکھتا تھا۔ نقل کیا گیا ہے یعنی پیغمبر اکرمؐ، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہؑ اور حضرت امام حسنؑ پر سلام سے شروع ہوئی اور آخر میں آپؑ پر سلام کہا گیا اصل میں زیارت زینب کبریٰؑ نے پڑھی، اور اہل بیتؑ کے دیگر افراد آپؑ کے ساتھ ساتھ دہراتے گئے، اس موقع پر حضرت امام زین العابدینؑ سے زیارت کا کوئی جملہ نقل نہیں ہوا ہے اور اس کا سبب شاید یہ ہوگا کہ آپؑ بیمار تھے، گردن اطہر پر طوق پڑا ہوا تھا اونٹ سے نیچے اترنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی اور آپؑ پر ایسی حالت طاری ہوگئی تھی کہ بدن مطہر سے جان نکلنے والی تھی، چنانچہ آپؑ کی پھوپھی حضرت زینب کبریٰؑ نے آپؑ کی یہ حالت دیکھ کر آپؑ کو تسلی دی اس کی تفصیل آگے چل کر بیان ہوگی، اس لئے آپؑ نے حسب معمول یعنی اپنے والد گرامی کو مخاطب کر کے سلام نہیں کیا اور اہل بیتؑ کے دوسرے افراد نے یہ عمل انجام دیا، تاہم دشمنوں نے ان کو زیارت مکمل کرنے نہیں دی، بلکہ سواریوں کو تیار کر کے زبردستی ان کو شہدا کے اجساد مطہر سے جدا کیا، اور ان کو سواریوں پر بٹھا کر کوفہ کی طرف روانہ کیا۔

بارھواں باب

وہ زائرین جنہوں نے دفن کے بعد سید الشہداؑ کی زیارت کی

ان لوگوں کی کئی اقسام ہیں :

ان میں سے بعض زائرین روز قیامت تک شب و روز زیارت میں مصروف ہیں وہ ملائکہ کا خاص گروہ ہے جن کا ذکر ہم نے کیا۔

اور بعض ایسے زائرین ہیں جو ہمیشہ ایک خاص وقت میں زیارت کرتے ہیں : خداوند عالم جو مقام اور چلنے سے بے نیاز ہے اور حالات کی تبدیلی کا اثر اس پر نہیں ہوتا ہر شب جمعہ آپؑ کی زیارت کرتا ہے یعنی اپنی خاص رحمتیں آپؑ پر نازل کرتا ہے۔

انبیائے کرامؑ و اولیاء خدا بھی ہر شب جمعہ آپؑ کی زیارت کرتے ہیں۔ تمام انبیائے کرامؑ ہر سال پندرہویں شعبان کی رات اور شب قدر آپؑ کی زیارت کے لئے آتے ہیں اور جبرائیلؑ و میکائیلؑ خاص اوقات میں آپؑ کی زیارت کرتے ہیں۔

اس نشاط (دنیوی) میں جس نے سب سے پہلے حضرت امام حسینؑ کی زیارت کی وہ حضرت امام زین العابدینؑ تھے، آپؑ تین دن بعد بنی اسد کے ایک گروہ کے ساتھ شہدا کی تدفین کے لئے آئے تھے جس کی تفصیل بعد میں خصوصی تدفین و تجہیز کے عنوان میں بیان کریں گے۔

حضرت سید الساجدینؑ نے قبر مطہر کو ہموار کرنے کے بعد اپنے والد گرامی قبر مطہر پر

ایک خاص انداز میں ہاتھ رکھ کر سلام کہا جس کی تفصیل اسی عنوان میں آئے گی۔

حضرت سید الساجدینؑ کے بعد ان قبائل نے امامؑ کی زیارت کی جو کربلا کے اردگرد رہائش تھے، حتی کہ روایت کی گئی ہے ایک یا دو سال کے اندر ایک لاکھ ایسی عورتوں نے آپؑ کی زیارت کی جو بانجھ تھیں (یا بچے پیدا نہیں کر سکتی تھیں) (۱)

حضرت امام حسینؑ کی تدفین کے چند روز بعد عقبہ بن عمرو بھی آپؑ کی زیارت کو آئے، کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے شاعر ہیں جس نے حضرت امام حسینؑ کا مرثیہ کہا، وہ آئے اور قبر مطہر پر کھڑے ہو کر مرثیہ پڑھا جس کا مطلع یہ ہے کہ

مَرَرْتُ علی قبرِ الحسین بکربلا ففاض علیہ من دموعی غزیرھا

(میں کربلا میں قبر حسینؑ پر پہنچا تو میری آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب بہہ گیا)

اور سب سے پہلے دور کے مقام سے حضرت امام حسینؑ کی زیارت کو آنے والے جابر بن عبداللہ انصاریؓ تھے، ان کی زیارت کا ایک خاص انداز تھا جس کا ذکر اپنے موقع پر ہم کریں گے۔ انشاءاللہ

بعد میں خداوند عالم نے آپؑ کی محبت و مودّت کی آگ لوگوں کے دلوں میں بھڑکائی چنانچہ بنی امیہ کے دور میں شیعیان علیؑ اطراف و اکناف سے آپؑ کی زیارت کو آنے لگے، ان ملعونوں نے ان کو زیارت سے منع کیا اور اس کام کے لئے پہرے بٹھائے اور زائرین کو قتل کرنے اور پھانسی دینے کا حکم دیا آپؑ کی زیارت کرنے والوں کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے گئے لیکن اس سے زائرین کی تعداد میں اضافہ ہونے کے علاوہ کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔

یہاں تک کہ عباسی خلیفہ متوکل کا دور آیا، جو خاص طور پر حضرت فاطمہ زہرا علیہا اور آپؑ کی اولاد سے شدید دشمنی رکھتا تھا، چنانچہ اس نے لوگوں کو زیارت حضرت امام حسینؑ کو جانے سے سخت منع کیا۔ لیکن جب دیکھا اس سے کوئی فرق نہیں پڑا تو مرقد مطہر کو مسمار کرنے کا حکم دیا اور جب اس کا بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا تو قبر مطہر کا نشان مٹانے اور روضۂ اقدس کو کھیت میں تبدیل کر کے وہاں ہل چلا کر پانی سے سینچنے کا حکم دیا، لیکن حضرت امام حسینؑ کی

خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ جس ملعون نے قبر مطہر کو منہدم کر کے اس کا نشان مٹایا اور کھیت میں تبدیل کر کے پانی بہا دیا تھا، اسی نے دوبارہ مرقد مطہر کی تعمیر کا حکم دیا اور لوگوں میں اعلان کروایا جو بھی حضرت امام حسینؑ کی زیارت کو جانا چاہے گا، اس کو اجازت ہے اخبار و روایات کی رو سے اس واقعے کی تفصیل کچھ یوں ہے کہ عباسی خلیفہ ملعون متوکل نے جو اہل بیت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے شدید دشمنی و عناد رکھتا تھا اپنے کارندوں کو حکم دیا کہ مرقد مطہر کو بنیادوں سے ڈھا کر اس کے نشانات مٹا دیئے جائیں اور روضہ اقدس میں نہر علقمہ کا پانی چھوڑ دیا جائے، یہاں تک کہ اس کا کوئی نشان نہ رہے اور یہ بھی حکم دیا کہ اس بات کا کسی کو علم نہ ہو، پھر اعلان کیا جو بھی مرقد اطہر کی زیارت کرے گا اس کو قتل کر دیا جائے گا، اس مقصد کے لئے اس نے اپنی فوج کے پہرے دار مقرر کیے اور ان کو تاکید کی ہر اس شخص کو قتل کریں جو حضرت امام حسینؑ کی زیارت کا ارادہ رکھتا ہے، اس طرح کے لوگ اپنی ان کاروائیوں سے نور خدا کو بجھانا اور ذریت پیغمبر اکرمؐ کے آثار کو مٹانا چاہتے ہیں۔

یہ خبر ایک نیک صالح شخص تک پہنچی جس کا نام زید مجنون تھا وہ ایک عاقل و دانا انسان تھے لیکن مجنون اس لئے کہلاتے تھے کہ بحث و جدل میں سب پر غالب آتے اور ہمیشہ مخالفین کو لاجواب کر دیتے تھے اور جواب سے چھکتے نہیں تھے، اسی وجہ سے ان کو مجنون کا لقب دیا گیا تھا، جب انہوں نے سنا کہ حضرت امام حسینؑ کے مرقد منور کو منہدم کیا گیا ہے اور اس جگہ پانی چلایا گیا ہے تو ان پر گراں گذرا اور مصیبت میں مبتلا ہوئے اس وقت وہ مصر میں رہتے تھے۔

روضہ اقدس حضرت امام حسینؑ کو کھیت میں تبدیل کرنے کی خبر سے زید مجنون کے غم و اندوہ میں حد سے زیادہ اضافہ ہوا وہ حالت جنون میں مصر سے نکلے اور خدا کی بارگاہ میں شکوہ و نالہ کرتے ہوئے حزن و ملال کے ساتھ پیدل چلتے ہوئے کوفہ پہنچے، اس وقت بہلول دانا کوفہ میں تھے، جب زید مجنون ان سے ملے تو سلام کیا، بہلول نے سلام کا جواب دیا اور پوچھا: تم نے مجھے کیسے پہچانا جب کہ اس سے قبل تم نے مجھے دیکھا نہیں تھا، زید نے کہا: اے بھائی جان لو کہ مومنین کے دل ایسے لشکر کے افراد کی طرح ہیں جو بغیر کسی تعارف کے آپس

میں ہل چلاتے ہیں اور بغیر کسی تنازعے کے مخالفوں کو بھگا دیتے ہیں۔

بہلول بولے: اے زید تم اپنے وطن سے بغیر کسی جانور اور سواری کے کیسے نکلے؟

کہا: واللہ میں شدت حزن و ملال کی وجہ سے وطن سے نکلا ہوں جب میں نے سنا اس ملعون (متوکل) نے قبر حسینؑ پر ہل چلانے اس کی بنیادیں ڈھا دینے اور زوار حسینؑ کو قتل کرنے کا حکم دیا ہے، میں آوارہ وطن ہو گیا ہوں میری زندگی تلخ ہو گئی ہے میرے آنسو بہنے لگے ہیں اور میری نیند حرام ہو گئی ہے بہلول بولے واللہ میری بھی یہی حالت ہے پھر کہا: اٹھو چلتے ہیں کربلا اور اولادِ علی مرتضیٰؑ کی قبور کو دیکھتے ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے ہاتھ تھام کر چلے یہاں تک کہ مرقد مطہر حضرت امام حسینؑ پر پہنچے، تو انہوں نے دیکھا قبر مطہر اسی حالت میں ہے اس کی شکل نہیں بدلی ہے اگرچہ روضے کو بنیادوں سے گرا دیا گیا تھا انہوں نے یہ بھی دیکھا کہ وہ قبر مطہر میں پانی چھوڑنے کی کوششیں کرتے ہیں لیکن قدرت خدا سے پانی قبر کے اردگرد حیران گھومتا رہتا ہے اور اس کا ایک قطرہ بھی قبر تک نہیں پہنچتا ہے جب پانی قبر کے نزدیک پہنچتا ہے تو قبر اذن خدا سے اونچی ہو جاتی ہے، زید مجنون نے متعجب ہو کر بہلول دانا سے کہا: دیکھو وہ لوگ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دینا چاہتے ہیں لیکن خدا اپنے نور کو مکمل کرنا چاہتا ہے چاہے مشرکین پسند نہ کریں۔

(بہلول) بولے: متوکل بیس برسوں سے مرقد منور حضرت امام حسینؑ پر ہل چلانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن قبر اپنی حالت میں ہے، اس میں کوئی تبدیلی نہیں آتی اور پانی کا ایک قطرہ بھی قبر تک نہیں پہنچتا۔

ہل چلانے پر مامور شخص نے ان دونوں کو دیکھ کر کہا: میں خدا اور محمد رسول خدا ﷺ پر ایمان لاتا ہوں، میں حیران و پریشان ہوں اب خدا کی قسم صحرا کی طرف بھاگ نکلوں گا قبر حسینؑ فرزند دختر رسول خدا ﷺ میں ہل نہیں چلاؤں گا۔ کیونکہ میں بیس برسوں سے یہاں خدا کی نشانیوں اور اہل بیت پیغمبر ﷺ کی کرامات کو دیکھ رہا ہوں پھر بھی مجھ پر اثر نہیں ہوتا اور میں عبرت حاصل نہیں کرتا تھا۔

یہ کہہ کر اس نے بیلوں کو کھول کر ہل کو چھوڑ دیا اور زید مجنون کے نزدیک جا کر وہ کہنے لگا: اے شیخ تم کہاں سے آئے ہو؟ زید بولے: میں مصر سے آیا ہوں، کہا: یہاں کیوں آئے ہو؟ مجھے ڈر ہے تجھے قتل کر دیں گے، یہ سن کر زید نے روتے ہوئے کہا: جب میں نے مرقد حسینؑ پر ہل چلانے کی خبر سنی، تو مجھ پر شدید غم و اندوہ طاری ہوا وہ شخص زید کے قدموں میں گر کر اس کے پیر چومتے ہوئے کہنے لگا: میرے ماں باپ تجھ پر قربان، جب سے تم یہاں آئے ہو مجھ پر رحمت برسنے لگی اور میرا دل خدا کے نور سے منور ہوا ہے میں اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آیا ہوں، میں بیس برسوں سے اس زمین پر ہل چلا رہا ہوں، لیکن جب بھی مرقد حسینؑ کی طرف پانی چھوڑتا ہوں تو پانی قبر تک نہیں پہنچتا اور ان کے اطراف میں جمع ہو جاتا ہے قبر مطہر تک ایک بوند پانی نہیں پہنچتا، میں خواب غفلت میں تھا لیکن تمہارے یہاں آنے سے میں جاگ گیا ہوں اس شخص کی باتیں سن کر زید مجنون روتے ہوئے کچھ المیہ اشعار پڑھنے لگے جن کا مفہوم یہ ہے: اگر بنی امیہ نے فرزند دختر رسولؐ کو شہید کیا تھا تو بنی عباس آپؑ کی قبر کو شہید کر رہے ہیں، اور کیونکہ ان کے ہاتھ آپؑ تک نہیں پہنچ پاتے دل میں یہ حسرت لئے ہوئے ہیں کہ آپ کو قتل نہیں کر سکے ہیں، اسی لئے آپؑ کے جسد مطہر کو گزند پہنچانا چاہتے ہیں۔

اس موقع پر وہ شخص رویا اور کہا: اے زید تم نے مجھے خواب غفلت سے بیدار کیا ہے اب میں سامرہ میں جا کر متوکل کو صورتحال سے آگاہ کروں گا چاہے وہ مجھے قتل کر دے یا چھوڑ دے زید نے کہا: میں بھی تمہارے ساتھ چلتا ہوں اور اس امر میں تمہاری مدد کروں گا۔

جب وہ دونوں متوکل کے دربار میں پہنچے تو اس شخص نے آگے جا کر بیس برسوں کی مدت میں مرقد مطہر حضرت امام حسینؑ پر جو کچھ کرامات و شواہد دیکھے تھے ان سے متوکل کو آگاہ کیا اس بات سے اہل بیت رسولؐ کیلئے متوکل کے بغض و عناد میں اضافہ ہوا اور اس نے غصے میں آگ بگولا ہو کر اس شخص کو قتل کرنے کا حکم دیتے ہوئے کہا اس کے پاؤں میں رسیاں ڈال کر منہ کے بل بازاروں میں گھسیٹا جائے پھر مجمع عام میں اس کو پھانسی دی جائے تا

کہ دوسرے لوگ اس سے عبرت حاصل کریں اور اہل بیت عظامؑ کا ذکر خیر نہ کر سکیں جب اس محب حسینؑ کو پھانسی دی گئی اور زید مجنون نے یہ حالت دیکھی، تو ان کے غم واندوہ میں اضافہ ہوا وہ غمگین ہو کر زار زار رونے لگے اور اس کے جنازے کو تختہ دار سے اتارنے کا انتظار کرتے رہے یہاں تک کہ اس کی میت کو کوڑے کے ایک ڈھیر میں پھینک دیا گیا اس وقت زید اس محب حسینؑ کے جنازے کو اٹھا کر دریائے دجلہ کے کنارے لے گئے، اس کو غسل دیا گیا تکفین کی۔ نماز جنازہ پڑھائی اور سپرد خاک کیا، اس کے بعد تین دن تک اس کی قبر پر قرآن تلاوت کرتے رہے۔

ایک دن زید نے آہ وفغاں اور نوحہ و بکا کی آواز سنی، دیکھا کہ بہت سی عورتیں گریہ وزاری کرتے ہوئے گریباں چاک کرتے ہوئے اپنے چہروں کو نوچتے ہوئے آ رہی ہیں اور مردوں کے حالات دگرگوں ہیں اور وہ ایک جنازے کو اٹھا کر لے جا رہے ہیں، جنازے سے آگے بہت سے علم لہرا رہے ہیں، لوگوں کا اتنا ازدحام ہے کہ مرد اور عورتیں راستہ چل نہیں سکتی تھیں زید کہتے ہیں میں نے سوچا شاید متوکل مر گیا ہے، میں نے ایک شخص سے پوچھا یہ کس کا جنازہ ہے؟ تو اس نے کہا یہ متوکل کی کنیز کا جنازہ ہے یہ ایک کالی حبشی کنیز تھی جس کا نام ریحانہ تھا اور متوکل اس کو بہت چاہتا تھا۔

کنیز کی میت کی بڑی شان وشوکت کے ساتھ تدفین کا بندوبست کیا گیا، چنانچہ اس کو ایک نئی قبر میں سپرد خاک کیا گیا جس میں پھول بچھایا گیا اور قبر کو مشک وعنبر سے معطر کیا گیا اس کے بعد قبر پر ایک شاندار گنبد تعمیر کیا گیا۔

جب زید نے یہ حالت دیکھی تو وہ بہت غمگین ہوئے اور فرط جذبات سے چہرے پر مارتے ہوئے گریباں چاک کرنے لگے اور سر پر خاک ڈال کر فریاد کرنے لگے: آہ واویلا یا حسینؑ! آپؑ کو یکہ وتنہا کر کے غربت میں کربلا کے میدان میں پیاسے شہید کیا گیا، آپؑ کی خواتین، بیٹیوں اور بال بچوں کو اسیر کر لیا گیا، بچوں کو شہید کیا گیا لیکن آپؑ پر کوئی رونے والا نہیں تھا پھر بے غسل وکفن دفن کیا گیا، اس کے بعد آپؑ کی قبر پر ہل چلا گیا تاکہ آپؑ

کے نور کو بجھادیں جب کہ آپؑ علی مرتضیٰؑ وفاطمہ زہراؑ کے فرزند ہیں لیکن ایک حبشی کنیز کی موت پر اس طرح کا شاندار اہتمام کیا جاتا ہے جب کہ محمد مصطفےٰ ﷺ کے فرزند پر عزاو گریہ کرنے والا کوئی نہیں، اسی طرح نوحہ وگریہ کرتے ہوئے زید پر غشی طاری ہوگئی، لوگ جمع ہو کر ان کو دیکھنے لگے، ان میں سے بعض کو ان پر ترس آیا...... ہوش میں آ کر آگے آگے بہت سے علم لہرا رہے ہیں اور لوگوں کا ایک جم غفیر وہ کچھ اشعار پڑھنے لگے جن کا مفہوم اس طرح ہے :

حسین بن علیؑ کی قبر پر تو ہل چلایا جاتا ہے جب کہ اولاد زنا کی قبروں کی تعمیر کرتے ہیں امید ہے کہ دنیا میں ایک انقلاب آئے گا اور حقدار کو اس کا حق مل جائے گا خدا مفسدوں پر اور ان لوگوں پر لعنت کرے جو دنیا کو آخرت پر ترجیح دیتے ہیں اور اس پر مطمئن ہیں، اس کے بعد زید نے ان اشعار کو ایک ورق پر لکھ کر متوکل کے دربانوں میں سے کسی کو دیا جس نے یہ اشعار متوکل کو دیئے، متوکل ان اشعار کو پڑھ کر سخت بپھر گیا، اس نے زید کو پیش کرنے کا حکم دیا، جب زید کو لایا گیا تو انہوں نے متوکل کو وعظ وتنبیہ کی کچھ باتیں سنائیں جس پر برہم ہو کر اس نے زید کو قتل کرنے کا حکم دیا، جب زید کو متوکل کے روبرو کیا گیا تو اس نے زید سے تحقیرانہ انداز میں حضرت علی علیہ السلام کے بارے میں سوال کیا کہ ابوتراب کون ہیں؟

زید بولے : خدا کی قسم تم خود ان کو جانتے ہو، ان کی فضیلت وکرامت اور حسب ونسب تم پر پوشیدہ نہیں ہیں اور کافر کے سوا ان کی فضیلت کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اور منافق کے سوا کوئی ان سے دشمنی نہیں رکھتا، اس کے بعد زید آپؑ کے فضائل ومناقب بیان کرنے لگے۔

متوکل نے زید کو قید کرنے کا حکم دیا، جب رات کی تاریکی چھا گئی اور متوکل سو گیا تو کسی منادی نے اس کو ندا دی جس نے اس کے پاؤں کو ہلا کر کہا : اٹھو اور زید کو قید سے رہا کرو ورنہ بہت جلد خدا تجھے ہلاک کر دے گا، متوکل سہما ہوا اٹھا، اس نے زید مجنون کو قید سے رہا کیا اور گراں قیمت خلعت سے نوازتے ہوئے ان سے کہا : جو چاہو مجھ سے مانگ لو میں تمہاری حاجت پوری کروں گا۔

تیرھواں باب :

آٹھواں عنوان : قرآن مجید سے متعلق آپؑ کی خصوصیات

اس باب کے (چھ) مقاصد ہیں :

پہلا مقصد : اس بارے میں ہے کہ آپؑ کا وجود مبارک کلام خدا کی طرح ہے۔

دوسرا مقصد : اس موضوع سے متعلق ہے کہ آپؑ شریک قرآن ہیں، اور خداوند عالم نے اس سلسلے میں آپؑ کو قرآن مجید کی خصوصیات اور صفات سے نوازا ہے۔

تیسرا مقصد : آپؑ کے سوگ میں اترنے والی قرآنی آیات سے متعلق ہے۔

چوتھا مقصد : اس بات سے متعلق ہے کہ خدا نے حضرت امام حسینؑ کو سورۂ فاتحہ کی خصوصیات عطا کی ہیں اور وہ سبع مثانی ہیں پورے جو قرآن مجید اور اس کی صفات کے برابر ہیں ، نیز خدا نے آپؑ کو بسم اللہ کی خصوصیات سے نوازا ہے جو قرآنی سورتوں کا سرنامۂ کلام ہے۔

پانچواں مقصد : ایک لطیف و مقدس اور جامع مقصد ہے جس کا تعلق تمام قرآن مجید سے ہے۔

چھٹا مقصد : ایک منفرد مقصد ہے جس میں ہم قرآنی سورتوں کی ابتدا سے لے کر آخر تک ان باتوں کا ذکر کریں گے جن کا تعلق حضرت امام حسینؑ سے ہے۔

پہلا مقصد

آپؑ کا وجود مبارک کلام اللہ مجید کی طرح ہے۔

درحقیقت آپؑ قرآن اور حقیقی قرآنِ ناطق ہیں ، آپؑ کا وجود مبارک قرآن مجید

کے وجود مبارک کی طرح ہے، آپ قرآن مجید کے شارح ہیں جو قرآنِ صامت ہے اور قرآن و امام حسینؑ ایک دوسرے سے جدا نہیں ہیں اور یہ وہ دو بھاری چیزیں ہیں جن کو رسول خداؐ نے اپنے پیچھے چھوڑا اور امت مسلمہ کے حوالے کیا تھا۔

امت کے ہاتھوں ودیعت کرنے سے متعلق حضرت امام حسینؑ کا مختلف پہلوؤں کے مدنظر ایک مخصوص مقام ہے چنانچہ آپ کو حضور اکرم منبر پر لے گئے اور اصحابؓ کو مخاطب کر کے فرمایا: "لوگو یہ حسین بن علی ہے، اس کو پہچان لو اور دوسروں پر اس کو فضیلت دو۔" پھر آپؐ نے فرمایا: "خدایا میں اس (حسینؑ) کو تیرے اور اپنی امت کے نیک لوگوں کے حوالے کرتا ہوں۔"

لہٰذا حضرت امام حسینؑ تمام امت کے پاس نبی اکرمؐ کی امانت ہیں حتیٰ ان لوگوں کے پاس جو اس دور میں نہیں تھے اور ہمارے لئے بھی آپ رسول خداؐ کی امانت ہیں تو اے امت محمدؐ کے افراد ذرا دیکھو پیغمبر خداؐ کی اس امانت کی تم لوگوں نے کیسے حفاظت کی۔

دوسرا مقصد

تمام صفات، خصوصیات اور فضائل ہیں آپؑ قرآن مجید کے شریک ہیں۔

پہلے ان میں سے ہر ایک کی تفصیل جان لو، اس کے بعد اچھی طرح سے ان کی حضرت امام حسینؑ سے مطابقت پر غور کرو۔

قرآن مجید اسلام کی طرف لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ اور ہدایت و فرمان کی دلیل ہے جب کہ حضرت امام حسینؑ لوگوں کو ایمان کی طرف ہدایت کرنے کا ذریعہ ہیں اس بات کو ہم نے پہلے تفصیل سے بیان کیا ہے، اسی طرح آپؑ خلفائے جور کے سامنے احتجاج کرنے اور آپؑ کے روز شہادت (عاشور) کی وجہ سے حق و باطل کے ماننے والوں کے درمیان تفریق اور ہدایت کی دلیل ہیں۔

قرآن مجید، شب قدر میں نازل ہوا (جس میں ملائکہ نازل ہوتے ہیں) اور حضرت امام حسینؑ کی شب ولادت میں بھی ملائکہ اور روح اپنے پروردگار کے اذن سے اس امر

کے لئے نازل ہوئے اور طلوع فجر تک سلامتی رہی اور اللہ نے جبرئیل امینؑ کی زبانی سلام تہنیت پہنچایا۔ قرآن مجید ؛اس شخصیت کی شفاعت کرتا ہے جو قرآن کی تلاوت کو جاری رکھے حضرت امام حسین علیہ السلام ان لوگوں کی شفاعت کریں گے جو آپؑ کی زیارت کرتے اور آپؑ پر روتے ہیں۔

قرآن مجید اپنی فصاحت اور مفاہیم کے طرز و اسلوب کے لحاظ سے معجزہ ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام اپنے سر مبارک، بدن مطہر، خون مطہر اور تربت پاک کی وجہ سے معجزہ ہیں، چنانچہ ان میں سے ہر ایک سے مختلف مواقع پر کرامت ظاہر ہوتی رہتی ہیں قرآن مجید ہمیشہ تر و تازہ رہتا ہے اور اس کی آیات کا تکرار تھکانے والا نہیں ہوتا۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا غم بھی ہر سال نیا ہوتا ہے اور ذکر مصیبت کی تکرار لوگوں کو تھکا نہیں دیتی۔

قرآن مجید کی تلاوت اور سماعت دونوں عبادت ہیں، اسی طرح قرآن کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے مصائب بیان کرنا اور سننا، آپؑ کی مجلس عزا میں بیٹھنا، مجالس کا اہتمام کرنا اور آپؑ پر رونا، رلانا اور رونے والے سے مشابہت بھی عبادت ہے، آپؑ کی زیارت اور دور سے آپؑ کو سلام کرنا اور آپؑ کے زائرین سے ملنا اور آپؑ کے ساتھ شہادت کی تمنا کرنا بھی عبادت ہے، قرآن کے بارے میں کچھ احکام ہیں، اس کا احترام ضروری ہے اس کو لپیٹ کر نہیں رکھنا چاہیے۔ اس پر دھول نہیں پڑنی چاہیے اور قرآن کو پاکیزہ لوگوں کے علاوہ کوئی مس نہیں کر سکتا اور دنیوی سامان کی طرح قرآن کی خرید و فروخت نہیں کرنی چاہیے۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کا احترام اس کے بارے میں بھی کچھ احکام ہیں، لیکن ان پر عمل نہیں کیا گیا، بلکہ آپؑ کی توہین کی گئی اور خاک و خون میں غلطاں کر دیئے گئے اور لوگوں نے آپؑ کو قتل کرنے کے ذریعے اپنے دین کو فروخت کر دیا اس کے بدلے معمولی سی قیمت

حاصل کی گئی اور رے کی حکومت حاصل کرنے کے لئے اتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا گیا جو ان کے ہاتھ نہ آئی۔

قرآن اللہ کی خاموش کتاب ہے۔

جب کہ حسینؑ قرآن ناطق ہیں۔

قرآن مجید کریم و شریف کتاب ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام بھی کریم، شریف، مجید اور شہید ہیں۔

قرآن میں انبیاء کرامؑ کی حکایات ہیں، اس میں ان کے حالات اور جو کچھ ان پر مصائب پہنچے ہیں بیان کئے گئے ہیں۔

اور حضرت امام حسینؑ کے حالات میں ہر نبیؑ کی حکایت ملتی ہے اور یہ آشکارا طور پر ان کے حالات کے مطابق ہیں۔

قرآن مجید کی آیات کی تعداد چھ ہزار چھ سو ساٹھ (۶۶۶۶) ہے جب کہ حضرت امام حسینؑ کے بدن مطہر پر ظاہری طور پر ایک ہزار نو سو زخم تھے اور یہ بھی کہا گیا ہے زخموں کی تعداد چار ہزار تھی اور اگر ہر زخم پر لگنے والی مزید زخموں کو گن لیا جائے اور گھوڑوں کی ٹاپوں سے پامال ہونے کی وجہ سے پہنچنے والے زخموں کو بھی شمار کیا جائے تو آیات قرآنی کی تعداد کے برابر آپؑ کے بدن مطہر پر زخم لگے ہیں۔

قرآن مجید کے ۱۱۴ (ایک سو چودہ) مقامات پر ''بسم اللہ'' ہے، اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام کے بدن مطہر پر تلواروں کے زخموں کی تعداد ۱۱۴ تھی قرآن مجید کے کئی جز و اور متعدد سورتیں ہیں اس کی بہت سی سطریں الفاظ و حروف، نقطے اور اعراب ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے بدن مطہر پر بھی تلواروں کے زخموں کے سطریں، نیزوں کے اثر کے مطابق الفاظ اور تیروں کے نشانات کے حساب سے نقطے اور اعراب تھے قرآن

(۱) "وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَا اِلَيْكَ رُوحًا مِنْ اَمْرِنَا مَا كُنْتَ تَدْرِي مَا الْكِتَابُ وَلَا الْاِيمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنَاهُ نُورًا نَهْدِي بِهِ مَنْ نَشَاءُ مِنْ عِبَادِنَا وَاِنَّكَ لَتَهْدِي اِلٰى صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ"

مجید کی سورتوں کی چار قسمیں ہیں : طول (طویل سورتیں جیسے بقرہ اور آل عمران) لیکن (جن کی آیات کی تعداد ۱۰۰ ہے) مثالی (جو متین والی سورتوں سے چھوٹی ہیں) اور مفصل (ایک قول کے مطابق سورتیں جو سورۂ محمدؐ کے بعد ہیں) حضرت امام حسینؑ کے جسم مطہر کے بھی چار حصے ہو گئے، پہلا حصہ سر مبارک ہے جو نیزے پر چڑھا کر (کوفہ و شام تک) لے جایا گیا اور بدن مطہر جو کربلا میں پڑا رہا جبکہ خون مطہر سے پرندوں کے پر رنگین ہو گئے اور کچھ سبز شیشی میں خداوند عالم کی بارگاہ میں پہنچا اور آپؑ کے جسم کے اطراف میں موجود چھوٹے اعضا، بدن اطہر سے جدا ہو کر صحرا میں بکھر گئے جن کو اعضائے مفصل کہہ سکتے ہیں۔

قرآن مجید کے تیس پارے ہیں جن میں سے ہر ایک کو نصف کرنے سے قرآن ھشت پارہ بن جاتا ہے، لیکن حضرت امام حسینؑ پر معلوم نہیں اس قرآنی خصوصیت کی کس طرح مطابقت کروں۔

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے بتیس ناموں سے پکارا ہے، اسی طرح وہ اسمائے مبارک حضرت امام حسینؑ پر بھی صادق آتے ہیں، ہم کہتے ہیں کہ قران مجید کو خداوند عالم نے مبارک کا نام دیا اور کہا'' ھٰذا ذِکر'' مبارک'' ''(یہ ایک مبارک ذکر ہے) اسی طرح اس مقام کو جہاں حضرت موسیٰؑ سے گفتگو ہوئی تھی خدا نے بقعۂ مبارکہ کا نام دیا ہے اور آیۂ نور میں زیتون کے درخت کو مبارک قرار دیا ہے، حضرت عیسیٰؑ کو بھی مبارک کے نام سے پکارا گیا ہے ''وجعلنی مبارکاً'' (خدا نے مجھے (عیسیٰؑ) کو مبارک قرار دیا ہے) بارش کے پانی کو قرآن میں مبارک کہا گیا ہے ''وَنَزّلنا مِنَ السَّمَآءِ ماءً مبارکاً'' (ہم نے آسمان سے مبارک پانی کو نازل کیا) اسی طرح شب قدر کو مباک کہا گیا ہے ''فِی لَیلۃٍ مُبارکۃٍ'' (ایک مبارک رات میں)۔

حضرت امام حسینؑ کو بھی بلا واسطہ کلام وحی میں مبارک کا نام دیا گیا ہے، یہ نام ایک عجیب حدیث میں دیا گیا ہے جو ایک حیران کن فضیلت کی غمازی کرتی ہے جس کی عبارت کچھ اس طرح ہے'' مبارک ہے یہ مولود اس پر میرا درود میری برکتیں اور رحمتیں ہوں'' اس

کا بیان ہم نے باب الطاف الٰہیہ میں کیا ہے قرآن مؤمنین کے لئے شفا اور رحمت ہے، اور حسین علیہ السلام باطنی امراض کے لئے شفا کے باعث ہیں جب کہ آپؑ کی تربت، ظاہری امراض کے لئے شفا بخش ہے، اور آپؑ مؤمنین کے لئے رحمت ہیں، چنانچہ ان کی اکثر کامیابیاں آپؑ ہی کے ذریعے حاصل ہوتی ہیں۔

قرآن مجید نور ہے، اسی طرح حسین علیہ السلام بھی نور ہیں اگر چہ آپؑ کا بدن مطہر خاک وخون میں غلطاں کیا گیا تھا۔

قرآن مجید پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور تمام لوگوں کے لئے روح ہے جس طرح آیۂ شریفہ میں ذکر ہوا ہے۔(۱)

اور جس طرح حدیث نبویؐ شریف میں ہے حضرت امام حسین علیہ السلام رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خوشبودار پھول اور لوگوں کے لئے آرام وراحت کے باعث ہیں۔ قرآن مجید دلوں کا علاج کرنے والا حکیم ہے اور ان کو اطاعت خدا کی طرف ہدایت کرتا ہے، حسینؑ بھی حکیم ہیں آپؑ نے ایک قوم کو اطاعت خدا کی طرف ہدایت کرتے ہوئے علاج کیا اور گنہگاروں کا شفاعت کے ذریعے علاج کیا۔

قرآن کتاب مبین ہے، جبکہ حسین علیہ السلام امام مبین ہیں، آپؑ نے حق اور باطل کی پیروی کرنے والوں کے درمیان فرق کو ظاہر کر دیا۔ قرآن ہر مؤمن کیلئے ذکر ہے، اور حضرت امام حسینؑ پیغمبر اکرم کی پوری عمر کے لئے اور تمام لوگوں کے لئے ذکر ہیں۔

قرآن میں آیت الکرسی اور آیۂ نور ہیں، اور حضرت امام حسین علیہ السلام کے وجود مبارک میں بھی کرسی ہے جو علم الٰہی کا خزانہ ہے اور آپؑ کے وجود مبارک میں ایک نور ہے جو رات کی تاریکیوں میں اور روشن اور خاک وخون میں غلطاں ہونے کے باوجود نہ بجھ سکا۔

قرآن مجید میں آیات شفا، آیات امید اور آیات رحمت ہیں حضرت امام حسین علیہ السلام کے وجود مبارک میں بھی شفا کی آیات وصفات امید کے وسائل اور رحمت کے اسباب وعلل موجود ہیں۔

قرآن مجید کی ابتدائے وجود سے لے کر بہشت میں استقرار ہونے تک چودہ منازل ہیں، درحقیقت قرآن ایک جلیل القدر شخصیت کی حامل مخلوق ہے جس کے کلام میں اور اس کے نزول کی منازل ہیں اور شفاعت و عظمت کی حامل ہے اور اس کی منازل یہ ہیں :

پہلی منزل، قرآن کی تخلیق اور لوح میں اس کے ایجاد کی منزل ہے۔

دوسری منزل، اسرافیلؑ کا دل ہے جو لوح پر نظارت رکھتے ہیں۔

تیسری منزل، میکائیلؑ کا دل ہے جو اسرافیل سے جلوہ حاصل کرتے ہیں۔

چوتھی منزل، قلب جبرئیل امینؑ ہے جو میکائیل سے حاصل کرتے ہیں۔

پانچویں منزل، شب قدر کو بیت معمور میں اس کا نزول ہے۔

چھٹی منزل، یکم رمضان المبارک کو مکمل طور پر قرآن کا قلب پیغمبر پر نزول ہے تا کہ خود آنحضرتؐ اس کو جان سکیں لوگوں کے لئے اس کی تلاوت نہیں ہوئی۔

ساتویں منزل، بعثت نبویؐ کی ابتدا میں تلاوت کے لئے آپؐ پر قرآن کا نزول ہے۔

قرآن کا آٹھواں نزول ہر شب قدر کو امام زمانہ (عج) پر اس کا نزول ہے۔

(سلام" هِیَ حتی مطلعِ الفجر)۔

قرآن کی نویں منزل، (قرآن سننے والوں کے) کان ہیں۔ اور دسویں منزل، ان کی زبانیں ہیں جن پر قرآن کی قرأت ہوتی ہے، گیارہویں منزل کاغذوں میں قرآن کی تحریر ہے۔

قرآن کی بارہویں منزل لوگوں کے دلوں میں ہے۔ اور تیرہویں منزل، روز محشر جہاں قرآن مجید دلکش انداز میں اترتا ہے اور چودھویں منزل، بہشت میں قرآن کی منزل ہے، اس منزل کے کئی درجات ہیں جہاں قارئین قرآن سے کہا جائے گا پڑھو اور اوپر اٹھو، ان تمام منزلوں کا تعین اخبار و احادیث کی رو سے کیا گیا ہے اور ان کی تفصیل بیان کرنے کے لئے علیحدہ باب اور زیادہ تحقیق کی ضرورت ہے، ان میں سے بعض حقائق کا میں نے

کتاب روضات الجنات میں ذکر کیا ہے یہاں پر مقصود یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے فضائل کی بھی چودہ منازل ہیں اور آپؑ کے مصائب کے بھی چودہ منزلیں ہیں، پہلے توفیق الٰہی سے ابتدائی (فضائل کی) چودہ منازل بیان کریں گے اس کے بعد دیگر (مصائب کی) منازل کی تفصیل بتائیں گے۔فضائل کی چودہ منازل حسب ذیل ہیں۔

پہلی منزل : مخلوقات کی تخلیق سے قبل آپؑ کونور کی صورت میں خلق کیا گیا۔

دوسری منزل : عرش میں آپؑ کی منزل ہے، جہاں آپؑ کے مختلف حالات تھے۔ کبھی آپؑ عرش کا طواف کرتے تھے، کبھی عرش کے دائیں اور کبھی اس کے اوپر ہوتے اور کبھی عرش کے حاملین میں ہوتے اور کبھی اس کے سامنے ہوتے اور کبھی عرش کے سائے میں ہوتے اور کبھی عرش کا گوشوارہ وزینت ہوتے تھے،ان سب منازل کو ہم نے روایات سے بیان کیا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کے فضائل کی تیسری منزل جنت سے متعلق ہے جہاں آپ کی مختلف کیفیات ہیں،ایک کیفیت یہ ہے کہ آپؑ جنت کا ایک درخت ہیں اور کبھی درخت کا پھل اور ایک مرحلے پر آپؑ حضرت فاطمہ زہراؑ کے کان کا گوشوارہ ہوں گے اور ایک موقع پر آپؑ بہشت کی زینت ہوں گے یا اس کا گوشوارہ ہوں گے یا ارکان بہشت کی زینت ہوں گے۔

چوتھی منزل : آپؑ پاک پشتوں میں نور کی حیثیت رکھتے تھے،آپؑ کی فضیلت کی پانچویں منزل پاکیزہ رحموں میں نور کی صورت میں آپؑ کا وجود ہے خاص طور پر اس وقت جب آپؑ زہرائے اطہرؑ کے رحم میں مستقر ہوگئے خاتون جنت فرماتی تھیں :جب حسینؑ میرے بطن میں ٹھہرے تو تاریک راتوں میں مجھے چراغ کی ضرورت نہیں پڑتی تھی۔

فضیلت حسینؑ کی چھٹی منزل وہ موقع ہے جب آپؑ کے ہاتھوں میں پہنچے، جو حورعین کے ساتھ آپؑ کی دائی بن کر آئی تھیں۔

آپؑ کے فضائل کی ساتویں منزل پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جسم اطہر پر ہے،اس منزل

کے کئی مقامات ہیں، کبھی آپ پیغمبر اکرمؐ کی گردن مطہر پر سوار ہوتے تھے اور کبھی پاک شانوں پر کبھی دامان مبارک میں بیٹھتے اور کبھی سینہ اطہر پر چڑھتے اور کبھی پشتِ اطہر پر سوار ہوتے تھے، ان میں سے ہر ایک مرحلے کی خاص کیفیت ہوتی تھی جس کا ذکر اپنے مواقع پر ہم نے کیا ہے اسی طرح حضرت امام حسینؑ کے بدن اطہر پر، حضور اکرمؐ کے اعضائے مبارک کی کئی منازل تھیں، آپ کی زبان مطہر کی منزل حضرت امام حسینؑ کا دہن مبارک تھا جس سے آپؐ اپنے نواسے کو دودھ پلاتے تھے، آپ کی مبارک اشارے کی انگلی کی منزل حلق مطہر حسینؑ ہے جس کے ذریعے آپؐ، حضرت امام حسینؑ کے حلق میں غذا ڈالتے تھے، جہاں تک آپؐ کے لبہائے مبارک کا تعلق ہے، بدن مبارک حضرت امام حسینؑ پر ان کی کئی منازل تھیں، ان میں سے ایک مقام حضرت امام حسینؑ کی پیشانی مبارک ہے، کبھی آپؐ گلوئے مبارک حسینؑ کا بوسہ لیتے تھے یہی مقام حضور اکرمؐ کے لبہائے مبارک کی منزل تھی، تیسری منزل آپ کی پاک ناف ہے جس کو خاص طور پر پیغمبر اکرم ﷺ بوسہ دیتے تھے۔

فضائل حسینؑ کی آٹھویں منزل حضرت زہرا مرضیہؑ کا سینہ اطہر ہے۔

نویں منزل حضرت علیؑ کے دستہائے مبارک ہیں جب آپؑ حضرت امام حسینؑ کو اپنے ہاتھوں میں اٹھاتے تھے اور پیغمبر اکرمؐ آپؑ کے تمام اعضا کو چومتے ہوئے گریہ کرتے تھے، اس وقت حضرت امام حسینؑ عرض کرتے تھے: ابا جان آپؐ کیوں رو رہے ہیں؟ فرماتے تھے: میں تلواروں کے وار کے مقامات کو بوسہ دیتے ہوئے رو رہا ہوں۔

فضیلت حسینؑ کی دسویں منزل جبرئیل امینؑ کے شانے اور گردن ہیں جن پر کئی دفعہ جبرئیلؑ نے رسول خداؐ سے آپؑ کو اٹھاتے وقت بٹھاتے تھے۔

گیارھویں منزل منبر رسولؐ ہے، آپؐ نے کسی کو منبر پر نہیں بٹھایا سوائے حضرت علیؑ کے جن کو غدیر خم میں منبر پر اٹھایا اور فرمایا: من کنت مولاہ فھذا علی" مولاہ (جس کا میں مولا ہوں، یہ علیؑ اس کا مولا ہے) لیکن حضرت امام حسینؑ کو آپؐ اپنے ساتھ منبر پر لے

گئے اپنے ساتھ یا اپنے دامن میں آپؑ کو بٹھایا پھر فرمایا: لوگو یہ حسین بن علی علیہ السلام ہے، اس کو پہچان لو اور اس کو دوسروں پر فضیلت دو خدا نے اس کو فضیلت دی ہے اس کے بعد آپؐ نے اپنے اصحاب کو قتل حسینؑ کی خبر دی اور آپؑ کے قاتل اور توہین کرنے والے پر لعنت بھیجی پھر آپؑ کو امت کے تمام افراد کے سپرد کر دیا حتی کہ تم لوگوں کے بھی حوالے کئے گئے ہیں چنانچہ آپؐ نے اپنی حدیث میں عمومیت کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ہے : ''خدایا میں اس (حسینؑ) کو تیرے اور نیک و مؤمن لوگوں کے حوالے کرتا ہوں۔''

یہ سن کر اصحاب رسولؐ رونے لگے آپؐ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا: تم لوگ اس پر رو رہے ہو لیکن کیا اس کی مدد نہیں کرو گے؟

مصنف کہتے ہیں : تم لوگ یہ حدیث سن کر بھی خاموش بیٹھے ہوئے ہو؟

بارہویں منزل : قلب مبارک پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس میں حضرت امام حسینؑ کو ایک خاصہ جگہ اور خاص موقع حاصل ہے، چنانچہ خود حضور اکرمؐ نے بیان کیا ہے کہ کسی اور کو اس طرح کا مقام قلب پیغمبرؐ میں حاصل نہیں ہے۔

تیرہویں منزل : سینۂ اطہر رسولؐ ہے ایک خاص وقت میں یعنی جب آپؐ حالت احتضار میں تھے، اس وقت حضرت امام حسین علیہ السلام آپؐ کے سینۂ اطہر پر بیٹھے ہوئے تھے۔

چودہویں منزل : رسول خداؐ کا قلب مطہر ہے جو اس حالت میں بھی آپؑ کے لئے مضطرب تھا چنانچہ آپؐ نے احتضار کے وقت حضرت امام حسینؑ کے حالات کو یاد کر کے فرمایا یزید کو مجھ سے کیا کام ہے، خدا اس کے لئے مبارک نہ کرے، اسی حالت میں رسول اکرمؐ کی روح مطہر قفس عنصری سے نکل کر خالق حقیقی سے جا ملی۔

پندرہویں منزل : مؤمنین کے دل ہیں جن میں حضرت امام حسینؑ کی ایک ایسی محبت موجزن ہے جس کے بارے میں رسول اکرمؐ نے فرمایا ہے'' (یہ محبت) ان کے باطن میں پوشیدہ ہے'' تم اپنے دل کی طرف توجہ کرو، تمہیں یقین آ جائے گا کہ رسول اللہؐ نے سچ

(۱) مصنف نے پہلے چودہ منزلوں کا ذکر کیا تھا۔ لیکن پندرہویں منزل کا یہاں اضافہ کیا ہے۔ (مترجم)

کہا ہے۔

اب آیئے مصائب حسینؑ کی منازل یا مصائب کو ان کی منزلوں کے حساب سے بیان کریں گے۔

پہلی اور اصلی منزل مدینۂ منورہ ہے جس کو چھوڑ کر چلے جانے پر آپؑ کو مجبور کیا گیا، جو آپؑ پر بہت گراں گذرا اسی لئے پہلے بارگاہ الٰہی میں شکایت کرتے ہوئے آپؑ نے فرمایا "خدایا ہم تیرے نبی کی عترت ہیں، ہمیں اپنے وطن سے نکال دیا گیا" اور پھر رسول خداؐ سے گلہ کرتے ہوئے روضۂ اقدس پر حاضر ہو کر فرمایا: "میں حسین ہوں (تیری بیٹی) فاطمہؑ کا فرزند، امت نے میری توہین کی اور عزت کا خیال نہیں رکھا۔"

مصائب حسینؑ کی دوسری منزل مکۂ مکرمہ ہے جہاں انسانوں سے لے کر، جانوروں چرند پرند، جنگلی حیوانات، درختوں اور نباتات تک کے لئے جائے امن ہے لیکن یہ حرم امن آپؑ کے لئے مقام خوف میں تبدیل ہو گیا، کیونکہ لوگوں نے آپؑ کو وہاں قتل کرنا چاہا، اسی لئے آپؑ وہاں سے بھی چلے گئے۔

تیسری منزل مکۂ مکرمہ اور کوفہ کے درمیان کا راستہ ہے، جس کے مختلف مقامات پر لوگ آپؑ کو، کوفہ جانے سے منع کرتے اور آپؑ کی نصرت و مدد سے انکار کرتے تھے مصائب حسینؑ کی تیسری منزل کربلا تھی جہاں قیام کرنے اور وطن بنانے کی نیت سے آپؑ وارد ہوئے تھے۔

امامؑ نے اپنے کارواں کے ساربانوں سے مخاطب ہو کر ایک شعر پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے: لوگو یہاں سامان اتار دو اور مجھے چھوڑ کر چلے جاؤ، میں یہاں سے نہیں جاؤں گا۔"

پانچویں منزل: میدانِ جنگ کا مرکز تھا، جب آپؑ لڑتے لڑتے تھک جاتے تو اس جگہ پر چلے جاتے اور وہاں کھڑے ہو کر کہتے تھے: "لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ العلی العظیم"

چھٹی منزل قتل گاہ جس کے بارے میں آپؑ نے فرمایا: میرے لیے مقتل کا انتخاب

کیا گیا ہے، آپؑ قتل گاہ میں سے گرے اور تین یا چار دنوں تک اس جگہ پر پڑے رہے، اس کے بعد مقتل کی مٹی کے اندر دفن ہوئے جہاں آپؑ کا مرقد مطہر ہے۔

ساتویں منزل : آپؑ کا سر مبارک کو رکھنے کی جگہ ہے گیارہویں محرم کی رات کو، خولی بن یزید کے گھر میں رکھا گیا، حدیث میں ہے کہ سر مبارک کو کپڑا دھونے کے برتن میں رکھا گیا تھا، لیکن زبانوں پر یہ بات رائج ہے کہ سر مبارک کو تنور میں رکھا گیا تھا جس میں نور نازل ہوا۔

آٹھویں منزل : مصیبت سر مبارک حضرت امام حسینؑ کو دربار ابن زیاد میں لے جانے کی منزل ہے، چنانچہ سر مبارک کو اس ملعون کے سامنے ایک طشت میں رکھا گیا ہے، اس وقت ابن زیاد سر مبارک کو دیکھ کر خوش ہوا، اس سے بڑی مصیبت یہ ہے کہ جب اس ملعون نے دیکھا کہ سر مبارک اپنے سامنے رکھا ہوا ہے تو مسکرانے لگا، اور یہ مسکراہٹ، چوب خیزران سے مارنے اور آپؑ کی مقدس ناک اور آنکھوں کی بے ادبی کرنے سے بھی زیادہ بھاری ظلم تھا۔

نویں منزل : کوفہ میں درخت پر سر مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کو لٹکانے کا مرحلہ ہے۔

دسویں منزل : مصیبت کوفہ و شام کے راستے میں سر مبارک کا سفر ہے جو کبھی نیزے پر چڑھایا جاتا اور کبھی صندوق میں رکھا جاتا ہے، اس کے علاوہ معلوم نہیں کہ مختلف شہروں میں کن مقامات پر سر مبارک کو رکھا گیا تھا، جس منزل میں سر مبارک حضرت امام حسین علیہ السلام کو رکھا گیا تھا وہاں ایک خاص نشانی پائی جاتی ہے۔

گیارہویں منزل : سر مبارک کو دیر راہب میں رکھنے کی منزل ہے اس منزل پر سر مبارک کی تکریم و تعظیم کی گئی ایک نرم بچھونے پر رکھا گیا اور مہمان کی حیثیت سے مشک و عنبر اور کافور سے اس کو معطر کیا گیا اور تحیت و سلام کہا گیا اور سر مبارک سے اس کا جواب ملا، انشاء اللہ اپنے مقام پر ہم اس کی تفصیل بتائیں گے۔

بارہویں منزل : شام میں یزید ملعون کے دربار میں سر مبارک حسین علیہ السلام کو سونے کے

طشت میں رکھنے کی منزل ہے، اس منزل میں سرِ حسینؑ پر بہت زیادہ مصائب و آلام پہنچے جو بیس مصیبتوں کے قریب ہیں، ان میں سے بعض مصائب اس دربار میں آپؑ پر پہلی بار پہنچے اور بعض مصیبتوں کا تکرار ہوا، اس کی تفصیل اپنے مقام پر بیان ہوگی۔

تیرھویں منزل : یزید کے محل کے دروازے پر سر مبارک حسینؑ کو لٹکا دینے کی منزل ہے یہ حالت یزید کی بیوی سے دیکھی نہیں گئی اور مضطرب ہو کر ننگے سر محل سے نکلی اور یزید کو کوسنے لگی : ''حسین فرزند فاطمہؑ کا سر میرے گھر کے دروازے پر آویزاں ہے'' یزید نے اٹھ کر اس کے سر کو ڈھانپا اور محل میں لوٹا دیا، اس نے سر مبارک کو وہاں سے ہٹانے کا حکم دیا اور سند سے کہا : فرزند رسول خداؐ کا اور قریش کے سردار کا غم مناؤ۔

چودھویں منزل مصیبت وہ ہے کہ سر مبارک حضرت سید الشہداء علیہ السلام کو دمشق کے دروازے پر آویزاں کر دیا گیا، اس منزل پر حضرت امام زین العابدین علیہ السلام کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا، حالانکہ اس وقت جب سر مبارک کی چوب خیزران سے بے ادبی ہوتے ہوئے دیکھا آپؑ خاموش رہے تھے، لیکن جب آپؑ کو معلوم ہوا کہ سر مبارک کو شہر کے دروازے پر لٹکایا گیا ہے تو فرمایا : اے یزید کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ فاطمہؑ کے لختِ جگر کا سر تمہارے شہر کے دروازے پر آویزاں رہے درحالانکہ وہ رسول خداؐ کی امانت ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کی اپنے مدفن کے لحاظ سے بھی ایک خاص منزل ہے اور روز محشر آپؑ کی منزل بھی خصوصی انداز کی حامل ہے اور آخری منزل جنت الفردوس میں آپؑ کا مخصوص مقام اور وہ درجات ہیں جن کے بارے میں آپؑ کے نانا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے : ''اور تمہارے لئے ایسے درجات ہیں جن پر شہادت کے بغیر فائز نہیں ہوسکتے۔'' اور سب سے اعلیٰ درجہ چنانچہ حدیث میں بیان کیا گیا ہے یہ ہے کہ خداوند عالم آپؑ کو پیغمبر اکرمؐ کی منزلت و مقام اور اعلیٰ درجے سے ملحق کرے گا جس کی تفصیل اپنے مقام پر آئے گی۔ انشاء اللہ

تیسرا مقصد

ان قرآنی آیات سے متعلق ہے جن میں آپؑ کا غم منایا گیا ہے

پہلی آیت آپؑ کے حمل اور ولادت باسعادت سے متعلق ہے، ارشاد خداوندی ہے :

وَوَصَّیْنَا الانسانَ بِوالِدَیہِ اِحساناً حَمَلَتْهُ اُمُّهُ کُرْهاً وَوَضَعَتْهُ کُرْهاً وحَمْلُهُ وفِصالُهُ ثلاثُونَ شَهراً حتیٰ اِذا بَلَغَ اَشُدَّهُ وَبَلَغَ اَربَعِینَ سَنةً قالَ رَبِّ اَوْزِعنی اَنْ اَشکُرَ نِعمَتَکَ الَّتِی اَنعَمتَ عَلَیَّ وعلیٰ والِدَیَّ واَنْ اَعمَلَ صالحاً تَرضاهُ واَصلِحْ لِی فِی ذُرِّیَّتِی اِنِّی تُبتُ اِلَیکَ واِنِّی مِنَ المسلمین"

(سورۂ احقاف ۱۵)

کامل الزیارات اور بحار الانوار میں معتبر اسناد کے ساتھ روایت کی گئی ہے کہ جب حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کے بطن مبارک میں آپؑ کا حمل ٹھہرا تو جبرئیلؑ نازل ہوئے اور حضور اکرمؐ سے مخاطب ہو کر عرض کیا: اے محمدؐ خداوند عالم نے آپ کو سلام کہا ہے اور آپؐ کو بشارت دی ہے کہ فاطمہؑ کے ہاں ایک ایسا مولود پیدا ہوگا جس کو آپؐ کے امتی آپؐ کے بعد قتل کر دیں گے، حضورؐ نے فرمایا: میرے پروردگار پر سلام ہو، مجھے ایسے مولود کی ضرورت نہیں ہے جو فاطمہؑ کے بطن سے پیدا ہو جس کو میرے بعد میرے امتی قتل کر دیں گے۔ جبرئیل امینؑ اوپر چلے گئے، پھر نازل ہوئے اور عرض کیا: خدا نے آپؐ کو بشارت دی ہے کہ اس نے آپ کی ذریت میں امامت، ولایت اور وصایت قرار دی ہیں نبی اکرمؐ نے فرمایا: (اب) میں خوش ہوں، اس کے بعد آپؐ نے حضرت فاطمہ زہرا علیہا السلام کو وہ پہلا پیغام پہنچایا جو جبرئیلؑ لائے تھے، سیدۂ عالمؑ نے بھی فرمایا: مجھے ایسے مولود کی ضرورت نہیں، جس کو آپؐ کے بعد آپؐ کے امتی قتل کر دیں، اس کے بعد رسول خداؐ نے جبرئیل کی لائی

ہوئی خوشخبری سنائی تو حضرت فاطمہ زہراؑ نے کہا: (اب) میں (بھی) خوش ہوں۔

جہاں تک آیۂ شریفہ میں بچے کے حمل اور ولادت کے وقت تکلیف سہنے کی بات کی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت امام حسینؑ کے قتل کیے جانے کی خبر پر حضرت فاطمۂ زہراؑ مغموم رہتی تھیں اور آپؑ کے حمل، ولادت اور شیر خوارگی کی مدت تیس مہینوں کی تھی اور حضرت فاطمہ زہراؑ دعا کرتی تھیں "میری ذریت میں سے صالح و پرہیز گار اولاد قرار دے" اور اگر آپؑ یہ دعا کرتیں: "میری اولاد کو صالح و پرہیز گار قرار دے" تو آپؑ کی پوری ذریت امامت کے منصب پر فائز ہو جاتی۔

حضرت امام حسینؑ نے حضرت فاطمہ زہراؑ سمیت کسی عورت کا دودھ نہیں پیا، لیکن آپؑ کو پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں لے جاتے تو آنحضرتؐ اپنے اشارے کی انگلی کو دہن مبارک میں رکھتے تو آپؑ انگشت مبارک کو چوس لیتے تھے، اس سے دو یا تین دن تک کی غذا مل جاتی تھی، اس طرح حضرت امام حسینؑ کا گوشت پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے گوشت سے بنا اور آپؑ کا خون حضور اکرمؐ کا خون ہے، اور کوئی بچہ دنیا میں چھ ماہ کا پیدا نہیں ہوا سوائے یحییٰ بن زکریاؑ اور حضرت امام حسینؑ کے۔

جان لو، کُرھاً سے مراد یہاں وہ غم واندوہ ہے جس کا آپؑ کے حمل، ولادت، پرورش، دودھ پلانے کے ایام، تربیت، بچپن میں آپؑ کے ساتھ کھیلنے، اور آپؑ کے نانا، والد اور والدہ کی طرف سے آپؑ کو خوش کرنے کے دوران احساس ہوتا تھا چنانچہ آپؑ کے نانا آپؑ کے بارے میں غمگین و ملول حالت میں رحلت فرما گئے، اسی طرح آپؑ کی والدہ والد اور بھائی بھی آپؑ کا غم مناتے ہوئے وفات پا گئے چنانچہ یہ سب ہستیاں رحلت کے وقت غمگین تھیں اور آپؑ کی بہن حضرت زینب کبریٰؑ قتل گاہ میں آپؑ سے وداع کے وقت غمگین و ملول تھیں، وہ بھی کیسی سختی، کیسا غم، کیسا افسوس اور کیسی فریاد اور چیخ و پکار ایسی جس کا بیان ناممکن ہے۔ دوسری آیت جو مدینۂ منورہ سے آپؑ کے خروج کی تعبیر ہے، ارشاد خداوندی ہے۔ "أُذِنَ لِلَّذِينَ يُقَاتَلُونَ بِأَنَّهُمْ ظُلِمُوا وَإِنَّ اللَّهَ عَلَىٰ نَصْرِهِمْ لَقَدِيرٌ" اَلَّذِينَ

اُخرِجُوا مِنْ دِیَارِھِم بِغَیرِ حَقٍّ اِلَّااَنْ یَقُولُوا رَبُّنَا اللّٰہُ"(سورۂ حج آیات ۳۹۔۴۰)

حضرت امام جعفر الصادقؑ سے روایت ہے کہ آیت حضرت علیؑ، جعفر طیارؓ اور حضرت حمزہؓ کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور حضرت امام حسینؑ کے حالات سے مطابقت رکھتی ہے اس کی تشریح یہ ہے کہ حضرت علیؑ، حضرت جعفر طیارؓ اور حضرت حمزہؓ کو اپنے وطن سے نکال دیا گیا اور بے جرم و بے خطا اور وہ بغیر کسی ایسے حق کے جس کی وجہ سے ان کو قتل کیا جاتا، قتل کئے گئے، صرف اس وجہ سے کہ انہوں نے کہا کہ اللہ ان کا پروردگار ہے اور اس پر ثابت قدم رہے، یہ حالت ایک مخصوص انداز میں حضرت امام حسینؑ پر بھی جاری ہوئی، چنانچہ آپؑ کو وطن سے نکال دیا گیا بلکہ ہر مقام سے آپؑ کو نکال دیا گیا یہاں تک کہ آپؑ کے لئے کوئی ملجا و ماویٰ نہ رہا، اور آپؑ نے فرمایا: ''اگر میں زمین کے جانوروں میں سے کسی جانور کے بل میں چلا جاؤں تو یہ لوگ مجھے اس سے نکال کر قتل کر دیں گے، اس کے بعد آپؑ کو ایک خاص انداز میں قتل کیا گیا، آپؑ پر اور آپؑ کی اولاد، اہل و عیال اور بچوں پر منفرد انداز سے ظلم کیا گیا اور حضرت امام زمانہ (عج) کے ہاتھوں آپؑ ہی کے نصرت و مدد کے ذریعے خدا کی قدرت کا اظہار ہوگا۔

تیسری آیت کا اطلاق آپؑ کے اصحاب کی قلیل تعداد پر ہوتا ہے، ارشاد رب العزت ہے: "اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ قِیْلَ لَھُم کُفُّوا اَیْدِیَکُم وَ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَ آتُوا الزَّکَاۃَ فَلَمَّا کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ اِذَا فَرِیْقٌ مِّنْھُم یَخْشَوْنَ النَّاسَ کَخَشْیَۃِ اللّٰہِ اَوْ اَشَدَّ خَشْیَۃً وَ قَالُوا رَبَّنَا لِمَ کَتَبْتَ عَلَیْنَا الْقِتَالَ لَوْلَا اَخَّرْتَنَا اِلٰی اَجَلٍ قَرِیْبٍ''

حسن بن زیاد عطار نے حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام سے روایت کی ہے کہ انہوں نے آپؑ سے اس آیت کے بارے میں سوال کیا تو آپؑ نے فرمایا یہ آیت حضرت امام حسن علیہ السلام کے بارے میں نازل ہوئی ہے جن کو خدا نے صلح کا حکم دیا تھا، پھر کہتے ہیں میں اس عبارت کے بارے میں سوال کر رہا ہوں ''کُتِبَ عَلَیْھِمُ الْقِتَالُ'' فرمایا: یہ حصہ حضرت امام حسینؑ کے بارے میں نازل ہوا ہے، خدا نے آپؑ پر جہاد فرض کیا اور تمام اہل زمین پر

فرض کیا کہ آپؑ کے ساتھ رہیں (کا ساتھ دیں)۔

علی بن اسباط کہتے ہیں بعض نے حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی ہے آپؑ نے فرمایا: اگر تمام اہل زمین حضرت امام حسینؑ کے ہمرکاب ہو کر جہاد کرتے تو سب کے سب مارے جاتے۔

تفسیر عیاشی میں عبداللہ بن جعفر کے غلام ادریس نے حضرت امام جعفر الصادقؑ سے اس آیہ شریفہ کی تفسیر روایت کی ہے کہ آپؑ نے فرمایا: کُفُّوا اَیدِیَکُم (ہاتھوں کو روک دو) یعنی حضرت امام حسنؑ سے صلح ہے اور کُتِبَ عَلَیھِمُ القتالُ (ان پر جہاد لکھا گیا ہے) سے مراد حضرت امام حسینؑ کا معرکہ ہے اور اِلَی اَجَلٍ قریب (ایک کوتاہ مدت تک) سے مراد حضرت قائم آل محمد (عج) کے خروج کا وقت ہے اس لئے کہ آپ (عج) کے ساتھ فتح و ظفر ہے۔

چوتھی آیت: حضرت امام حسینؑ کی شہادت، مقام شہادت اور حالات سے متعلق ہے اور یہ ہے "کھیعص" اس کا ذکر، حضرت زکریا نبیؑ کی حکایت میں ہوا ہے کہ ان کو واقعہ کربلا اور یزید کے ہاتھوں عترت اطہارؑ کے قتل، ان کی پیاس اور صبر کے بارے میں آگاہ کیا گیا، ہم نے اس روایت سے متعلق مجالس عزا کے عنوان میں بیان کیا ہے۔

پانچویں آیت کا تعلق شہادت کے وقت خدا کی طرف سے آپؑ کو پہنچنے والی ندا سے متعلق ہے اور یہ ہے۔

یَا اَیَّتُھَا النَّفْسُ المطمئنۃُ اِرجعی الی رَبِّکِ راضیۃً فَادْخُلِی فِی عبادِی وادْخُلِی جَنَّتِی۔

حضرت امام جعفر الصادقؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ آپؑ نے فرمایا: اس سے مراد حضرت امام حسینؑ ہیں، اور آپ ہی مطمئن، راضی اور مرضی نفس کے مالک ہیں۔

مصنف کہتا ہے: اس بات کی وضاحت یوں کر سکتے ہیں کہ جو خدا کی معرفت حاصل کرتا اور اس کی شان و عظمت کرتا ہے، وہ خدا سے محبت کرتا ہے اور جب خدا کی محبت دل

میں اجاگر ہوتی ہے تو انسان ہر اس بات پر خوش ہوتا ہے جو اللہ کی طرف سے ہو چنانچہ اس کے وجود میں کسی قسم کا تزلزل پیدا نہیں ہوگا بلکہ خدا کی طرف سے پہنچنے والے شدید ترین مصائب و آلام کے وقت اس کے طمانیت اور رضا میں اضافہ ہو جائے گا، عملی طور پر حضرت امام حسین علیہ السلام پر اس بات کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ گذشتہ عنوان میں اس کی تفصیل بیان کی گئی اور آگے چل کر بھی بیان ہوگی۔

چھٹی آیت ہے "وَمَنْ قُتِلَ مَظلوماًفقد جَعَلنالِولیّه سُلطاناً فلا یُسْرِف فی القتل" اس آیت سے متعلق حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ آپؑ نے فرمایا (جو مظلوم قتل کیا گیا) اس سے مراد حضرت امام حسین علیہ السلام ہیں جو مظلوم قتل کیے گئے، (اس کے ولی کو بدلے کا اختیار دیتے ہیں) کے بارے میں آپؑ نے فرمایا: آپؑ کے ولی قائم آل محمد (عج) ہیں.....انه کان منصوراً یعنی حضرت امام حسینؑ جو منصور ہیں (آپؑ کی مدد کی جائے گی)

بعض روایات میں یوں بیان کیا گیا ہے اور بعض دیگر روایات میں (فلا یُسرف فی القتل) میں یُسرف کا ضمیر ولی کی طرف پلٹایا گیا ہے اسی طرح انّہٗ میں بھی ضمیر ولی کی طرف پلٹایا جاتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل نہیں کرنا چاہیے لیکن آپؑ کے تمام دشمنوں کے قتل سے نہ کرنا مراد نہیں ہے بعض روایات میں یُسرف (را پر فتحے کے ساتھ) قرأت کرنے کو کہا گیا ہے۔

مصنف کہتے ہیں: آیہ شریفہ کے ظاہری معنی تمام لوگوں کے لئے ایک عام حکم ہیں اور وہ ہے جو مظلوم قتل ہو جاتا ہے اس کے ولی کے لئے شرعاً قصاص کا اختیار ہے اس بنا پر ہم کہتے ہیں کہ حضرت امام حسین علیہ السلام کے ولی کو آپؑ کے قاتل سے قصاص کا حق حاصل ہے اور اگر ہم آپؑ کے قاتل کا تعین کرنا چاہیں تو دیکھنا پڑے گا، آپؑ کا قاتل یزید ہے یا ابن زیاد عمر ابن سعد ہے یا کہ شمر اور سنان؟ یا ان کے علاوہ دوسرے لوگ مثلاً صالح بن وہب جس نے آپؑ پر نیزے سے وار کیا جس سے آپؑ گھوڑے سے گر پڑے یا وہ ملعون جس نے

ایک تیر سہ شعبہ مارا جو آپؑ کے سینۂ مبارک پر جالگا اور آپؑ نے فرمایا ''بِسمِ اللّٰہِ وَبِا للّٰہِ ' یا ان کے علاوہ کوئی اور؟

درحقیقت حضرت امام حسینؑ ایسے مقتول ہیں جس کے ایک لاکھ قاتل تھے شریک قتل کے لحاظ سے نہیں بلکہ علیحدہ طور پر قتل میں حصہ دار ہونے کے لحاظ سے، ان میں سے ہر ایک نے آپؑ کو قتل کیا ہے، اس طرح آپؑ کے ایک لاکھ علیحدہ قاتل ہیں چنانچہ آپؑ یزید کے ہاتھوں قتل ہوئے جس کا ذکر انبیائے کرامؑ کی روایات میں کیا گیا ہے، اور آپؑ کو ابن زیاد نے قتل کیا ہے، جس طرح یزید نے کہا ہے : ابن مرجانہ نے ان (حسینؑ) کو قتل کیا ہے، آپؑ عمر ابن سعد کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں۔ چنانچہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب اس کو بچپن میں دیکھ کر کہتے تھے : یہ حسینؑ کا قاتل ہے، اسی طرح آپؑ شمر کے ہاتھوں قتل ہوئے ہیں اور سنان وخولی بھی آپؑ کے قاتل ہیں، نیز وہ شخص بھی جس نے سہ شعبہ تیر مارا تھا قاتل حسینؑ ہے مختصر یہ ہے کہ آپؑ پیاس، غیرت اور گریہ سے بھی قتل ہوئے ہیں لیکن حقیقت حال یہ ہے چنانچہ آپؑ نے خود فرمایا : قُتِلتُ مکروباً'' (میں غم واندوہ اور رنج اور الم کے ہاتھوں مارا گیا ہوں) اسی وجہ سے آپؑ کو صاحب کربلا کہتے ہیں لہٰذا لفظ کربلا آپؑ کی علت قتل کی طرف اشارہ ہے اور میں کہتا ہوں (جو مظلوم قتل کیا جائے) کے اور بھی معانی ہیں اور ان تمام معانی و مفاہیم کا درحقیقت حضرت امام حسین علیہ السلام پر اطلاق ہوتا ہے :

پہلا مفہوم : مظلوم قتل کیے گئے یا اس حالت میں آپؑ کو شہید کیا گیا کہ آپؑ پر زیادتی کی گئی، آپؑ سے ہر قسم کا اختیار چھین لیا گیا، مال ودولت، اصحاب واعوان بھائیوں اور اولاد کو چھین لیا گیا آپؑ کے اعضاء وجوارح ظاہرہ وباطنیہ کو صدمہ پہنچایا گیا اور تیروں تلواروں اور نیزوں کے ذریعے نیز پیاس کے ذریعے آپؑ کے ان اعضاء پر چوٹ لگائی گئی اور درحقیقت یہ آپؑ کی صفت تھی حتی کہ آپؑ کے گلوئے مبارک پر بھی تلوار چلائی گئی۔ پھر اس کے بعد آپؑ کے مال کو لوٹا گیا، اہل وعیال اور بچوں کو قیدی بنایا گیا اور آپؑ کو یکہ وتنہا غربت کی حالت میں شہید کیا گیا، اس طرح ''وَمن قُتِل مظلوماً '' سے مراد ہر لحاظ سے مظلومیت

ہے اور اس کا تعلق صرف حضرت امام حسینؑ سے ہے اس لئے کہ یہ ساری باتیں صرف آپؑ کی ذات اقدس میں مجتمع ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ لفظ مظلوم جو ایک صفت ہے آپ ہی کے لئے علم ہوا ہے چنانچہ دعا میں آیا ہے :

اُنْشِدُکَ دمَ المظلوم (خدایا) تجھے خونِ مظلوم کی قسم دیتا ہوں)

حدیث میں آیا ہے : مظلوم کی زیارت کو ترک مت کرو، راوی نے عرض کیا : مظلوم کون ہے؟ تو معصومؑ نے فرمایا : کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ مظلوم حسینؑ شہید کربلا ہیں۔

مظلوم ہونے کے دوسرے معنی ہیں بے جرم و بے خطا قتل ہونا، بغیر کسی شرعی حق کے جو قصاص کا موجب بنے یا کسی حد یا مفسدے کا سبب بنے اور اس معنی کی واضح ترین مثال حضرت امام حسینؑ ہیں چنانچہ آپؑ نے خود فرمایا ہے : "وائے ہو تم پر مجھ سے کیا چاہتے ہو؟ کیا میں نے تم لوگوں سے کوئی مال چھینا ہے یا میں نے تم میں سے کسی کو قتل کیا ہے جس کا تم بدلہ لینا چاہتے ہو۔ مظلوم ہونے کے تیسرے معنی، قتل کی کیفیت میں ہیں اس لئے کہ خدا نے ہر چیز میں احسان قرار دیا ہے، یہاں تک کہا گیا ہے کہ قربانی کے جانور کو ذبح کرنے کے لئے چاقو کو تیز کریں اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ کسی اور جانور کے ذبیحے پر اس کی نظر نہ پڑنے دی جائے اور کسی جانور کے سامنے اس کو ذبح نہ کیا جائے، اس کے پاؤں کو نہ باندھیں اور (جسم سے جان نکلنے سے پہلے) اس کے اعضا کو نہ کاٹیں اور ذبح کرتے وقت اس کو پانی پلایا جائے۔

لہٰذا قتل ہونے والے کو قتل کی کیفیت میں اگر احسان کی رعایت نہ کی جائے تو وہ مظلوم ہے اور حضرت امام حسینؑ کو ظلم کی ایسی کیفیت کے ساتھ شہید کیا گیا جس میں احسان نہیں تھا (تعدی و جارحیت تھی)۔

و من قتل مظلوما کا چوتھا مفہوم مظلومیت کی حالت میں قتل کیا جانا ہے یعنی قتل کے دوران ہر قسم کی زیادتی، ظلم اور جارحیت روا رکھنا، اور صرف حضرت امام حسینؑ ہیں جو نہایت

مظلومیت کے ساتھ شہید کر دیئے گئے۔

مظلوم قتل ہونے کے پانچویں معنی قتل کے بعد مقتول کے لباس کے لوٹے جانے اعضائے بدن کے کاٹے جانے، لاش کو پامال کئے جانے اور بغیر کفن و دفن کے زمین پر پڑے رہنے کے ہیں، اور یہ صفات بھی صرف آپؑ میں منحصر ہیں، حتیٰ کہ شہادت کے بعد اس پرانی قمیض کو بھی لوٹا گیا جو پارہ پارہ ہو چکی تھی اور کسی کام کی نہیں تھی۔

ساتویں آیت : روز قیامت آپؑ کے قاتلین سے انتقام لینے سے متعلق ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے : وَاِذَا الْمَوْءٗدَةُ سُئِلَتْ بِاَیِّ ذَنْۢبٍ قُتِلَتْ" (سورہ تکویر، ۸۔۹)

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے کہ یہ حضرت امام حسینؑ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔

مصنف کہتے ہیں : کیونکہ یہ آیت قیامت کے عظیم واقعات جیسے سورج کے گہن، ستاروں کے گرنے اور پہاڑوں کی حرکت سے ہے لہٰذا اس سوال کا جواب ایک ایسا عظیم مطلب ہونا چاہیے جو اہل محشر میں انقلاب سب پر محیط ہو اور تمام مخلوقات کے خوف کا باعث بنے۔)

(اور جاہلیت کے دوران زندہ درگور ہونے والی لڑکیوں سے) سوال ایک عظیم بات ہے کیونکہ ان کو بے جرم و بے خطا زندہ درگور کیا گیا تھا، لیکن ایک ایسے شخص سے سوال اس سے زیادہ عظیم ہے جس کو گھیر لیا گیا اور اس پر مصائب کے پہاڑ ڈھائے گئے، اور اس کو اور اس کے اصحاب و اولاد کو ان کیفیتوں کے ساتھ قتل کیا گیا جن کا ہم نے آگے ذکر کیا اور شاید یہی وجہ ہو سکتی ہے کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ آیت حضرت امام حسین علیہ السلام کی شأن میں نازل ہوئی ہے۔

اس کی تحقیق یہ ہے کہ درحقیقت عاشورا کے دن شہادت سے قبل حضرت امام حسینؑ اور ان کے اصحاب، اہل بیتؑ اور بچے موؤدہ (زندہ درگور) رہے۔

کیونکہ زندہ درگور کئے جانے والے کی اصل تکلیف مٹی میں اس کو زندہ دفنانے اور

سانس بند ہو جانے میں ہے چنانچہ آپؑ اور آپؑ کے اہل بیتؑ و اصحابؓ پیاس کی حالت میں محاصرے میں رہے، ان پر لوگوں کی طرف سے خوف و ہراس طاری رہا اور وہ سب صبح سے لے کر عصر عاشور تک اس کیفیت میں مبتلا رہے اور ان کو کسی قسم کا چین نہیں ملا، لہٰذا موؤدہ سے مراد آپؑ اور آپؑ کے اہل بیتؑ اور اصحاب ہیں اور آیت کی تفسیر یہ ہے کہ ان سے سوال کیا جائے گا کہ وہ لوگ کس جرم میں قتل ہوئے ہیں اور ان کا گناہ کیا تھا کہ اس کیفیت کے ساتھ قتل کیے گئے؟ اور ان کے بچوں کا قصور کیا تھا کہ وہ اس حالت میں قتل ہوئے؟

آٹھویں آیت : "وَفَدَیْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِیْم" ہے روایت کی گئی ہے کہ حسینؑ ذبح عظیم ہیں۔ اور یہ لازم نہیں کہ جس کے لئے قربانی دی جاتی ہے وہ قربانی سے زیادہ اہم ہو اس لئے کہ یہاں "بذبح" میں "ب" بائے سببیہ ہے، تقدیہ نہیں اور اس کے معنی یہ ہیں کہ ہم نے اس (اسماعیلؑ کو) قربان کر دیا۔ اس عظیم قربانی (حضرت امام حسینؑ) کے سبب جو اس کی پشت میں لکھی ہوئی ہے یا اس سے یہ مراد لی جاسکتی ہے کہ (اسماعیلؑ) کی راہ خدا میں دی جانے والی قربانی اس سے عظیم تر قربانی (حضرت امام حسینؑ) میں تبدیل ہوگئی اور راہ خدا میں قربان ہونے کے عظیم درجے پر حضرت امام حسینؑ فائز ہوئے۔

چوتھا مقصد

سورۂ حمد اور بسم اللہ کی خصوصیات حضرت امام حسینؑ سے مخصوص ہیں

مصنف کہتے ہیں :

- سورۂ حمد قرآن مجید کا آغاز (فاتحۃ الکتاب) ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام صحف (کتاب) شہدا کا سرنامۂ کلام ہیں۔
- سورۂ حمد اُمّ الکتاب کہلاتا ہے جب حضرت امام حسینؑ ائمہ اطہارؑ کے باپ ہیں۔
- سورۂ حمد اطاعت کا خزانہ ہے اور حضرت امام حسینؑ اسباب شفاعت کا خزانہ

ہیں۔

○ سورۂ حمد وافی سورہ ہے اور حضرت امام حسینؑ وسائل مغفرت سے بھرپور ہیں۔

○ سورۂ حمد شفا بخش ہے اور حضرت امام حسینؑ کی تربت، خاک شفا ہے اور آپؑ کا خون مطہر بھی شفا تھا، چنانچہ یہودی لڑکی، کی شفایابی کے واقعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اسی طرح آپؑ پر بہائے جانے والے آنسو بھی شفا بخش ہیں جو ظاہری و باطنی ہر قسم کی آگ کو بجھا دیتے ہیں، چنانچہ حدیث کے مطابق اگر ان میں سے ایک قطرہ جہنم میں ٹپک جائے تو اس کی حرارت کو بجھا دیتا ہے۔

○ سورۂ حمد کافی ہے، اسی طرح حضرت امام حسینؑ کی محبت بھی کفایت کرتی ہے۔

○ سورۂ حمد قرآن کے برابر ہے اور حضرت امام حسینؑ بھی قرآن کے شریک اور برابر ہیں اس لئے کہ پیغمبر اکرمؐ نے آپؑ کو امت کے ہاتھوں بطور امانت سپرد کیا تھا۔

○ سورۂ حمد سبع مثانی ہے اس لئے کہ اس کی سات آیات ہیں اور دو مرتبہ نازل ہوا ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ آپؑ آسمان سے دو مرتبہ اتر آئے اور دو مرتبہ اوپر اٹھائے گئے، آپؑ کی روح ولادت کے وقت اتر آئی اور شہادت کے وقت آپؑ کی روح (اوپر اٹھی) اور دیگر ائمہ و انبیاءؑ کی طرح۔

اور آپؑ کے جسد مطہر کو اوپر اٹھایا گیا پھر اتارا گیا، یہ آپؑ کی خصوصیات میں سے ہے چنانچہ روایت میں ہے آپؑ کو شہید کرنے کے بعد آپؑ کے سر مبارک کو نیزے پر چڑھا کر کوفہ لے جایا گیا تو ملائکہ نازل ہوئے اور آپؑ کے بدن مطہر کو اسی حالت میں پانچویں آسمان پر لے گئے اور حضرت علی علیہ السلام کی صورت اقدس کے ساتھ رکھا گیا، آسمان کے مکینوں نے آپؑ کو دیکھا کہ خون میں غلطاں ہیں، تو آپؑ کے قاتل پر نفرین کی، اس کے بعد آپؑ کے جسد مطہر کو دوبارہ اپنی جگہ پر کربلا لوٹا دیا گیا، ان امور میں کچھ مصلحتیں پوشیدہ ہیں جن کی تہہ تک ہم نہیں پہنچ سکتے خدا اس کا علم رکھتا ہے۔

○ روایت میں ہے کہ اگر کسی نے سورۂ حمد کی اس کے ظاہر و باطن پر ایمان کے ساتھ

تلاوت کی تو خدا اس کے ہر حرف کے عوض ایک حسنہ دے گا جو تمام دنیا سے بہتر ہوگا، اور جو حضرت امام حسینؑ کے مصائب کا ذکر کرتا ہے اور آپؑ پر گریہ کرتا ہے خداوند عالم اس کے آنسوؤں کے ہر قطرے کے بدلے ایک حسنہ دیتا ہے جو دنیا اور اس میں موجود تمام چیزوں سے بہتر ہوگا، اور جس نے آپؑ کی زیارت کی اس کو بھی خدا ایسا حسنہ دے گا جو دنیا و مافیہا سے بہتر ہوگا، اس کی تفصیل پہلے بیان کی گئی ہے۔

○ جہاں تک بسم اللہ کا تعلق ہے، یہ ہر سورے کا عنوان اور سرنامہ ہے اور حضرت امام حسینؑ شہدائے راہ حق کے عنوان اور ان کے سید و سالار ہیں۔

○ بِسْمِ اللّٰہ قرآن مجید کے ۱۱۴ (ایک سو چودہ) مقامات پر آیا ہے اسی طرح حضرت سید الشہداءؑ کی ۱۱۴ (ایک سو چودہ) باتیں ایسی ہیں جو مغفرت کے ذرائع ہیں۔

○ شرعی تکلیف کے طور پر جانور کو ذبح کرتے اور اونٹ کو نحر کرتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ کہا جاتا ہے اور ہر مؤمن جانوروں کے ذبح اور نحر کے دوران یا کسی کے قتل کے وقت حضرت امام حسینؑ کی یاد کرتا ہے۔ اس کی وجہ آپؑ کو نحر یا قتل کرنے کی حالت کی شدت کی وجہ ہے جو ہر قسم کے قتل یا نحر سے زیادہ شدید تھی۔ اس کا بیان حدیث نبوی شریف میں ہوا ہے۔

پانچواں مقصد

ایک دلچسپ مقصد ہے جس میں قرآن مجید کی بعض ایسی صفات بیان کی جائیں گی جن کا تعلق امام حسینؑ سے ہے

ان میں سے بعض ایسی آیات شریفہ و الفاظ ہیں جن میں روایات کے مطابق اس مقصد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور بعض ایسی ہیں جن کے بارے میں خاص طور پر کوئی روایت تو نہیں ملتی لیکن قرآن مجید میں پائی جانے والی مکتوب اور ثابت صفات سے ہم نے ان کو اخذ کیا ہے۔

مصنف کہتے ہیں : قرآن مجید میں ایسی آیات ہیں جن کے نام وصفات اور کچھ منفرد خصوصیات ہیں مثلاً آیۂ نور، آیۂ تطہیر، آیۃ الکرسی اور بعض آیات ایسی ہیں جو بعض خصوصیات سے متعلق ہیں مثلاً آیات شفا اور آیات سجدہ۔

اور حضرت امام حسینؑ کی ذات اقدس میں اونچی کرسی ہے جو آسمانوں اور زمین پر محیط ہے اور وہ آپؑ کا علم ہے اور آپؑ کی ذات اقدس میں نور کی دو آیتیں ہیں ایک آپؑ کے سر مبارک میں اور دوسری آپؑ کے بدن اطہر ہیں۔

پہلی آیت یا دلیل جو شام کے راستے میں بہت سے لوگوں کو نظر آئی سر مبارک کو زید ابن ارقمؓ کے حجرے کے سامنے سے گزرا گیا تو اس وقت انہوں نے دیکھا گلی کی طرف کھلنے والے دریچے سے کمرے کے اندر روشنی پڑ رہی ہے، یہ دیکھ کر وہ متعجب ہوئے اور دیکھنے لگے کہ روشنی کہاں سے آرہی ہے، پتا چلا روشنی سر مبارک حسینؑ سے پھوٹ رہی ہے، اس وقت سر مبارک کو سورۃ کہف کی تلاوت کرتے ہوئے دیکھا گیا۔

دوسری آیت آپؑ کے بدن اطہر کی ہے، اس کو بنی اسد کے ایک کسان نے دیکھا جو رات کے وقت مقتولین کی لاشیں دیکھنے آیا تھا، وہ کہتا ہے میں نے مقتولین کے درمیان سے ایک ایسے جسد کو دیکھا جو سورج کی طرح چمک رہا تھا اور یہ بھی دیکھا کہ ایک شیر آکر اس جسد کے پاس بیٹھ گیا۔

O حضرت امام حسینؑ کی محبت میں بہت سے روحانی امراض کے لئے آیات شفا پائی جاتی ہیں اور آپؑ کی تربت میں امراض ظاہری کے لئے شفا کی آیات ملتی ہیں۔

حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسد اطہر میں چار آیتیں ہیں جو سجدہ والی آیات کی طرح ہیں، آپؑ کے چاہنے والوں کو چاہیے کہ ان آیات کا تصور کر کے زمین پر گر پڑیں اور جس طرح آیات سجدہ سن کر سجدہ کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ اپنے کو خاک آلود کریں۔

ان میں پہلی سے آیت اس تیر سے شعبہ کی چوٹ ہے جو آپؑ کے سینۂ اطہر پر لگا اور دل کو چیرتے ہوئے پشت اطہر سے نکلا۔

دوسری آیت وہب بن صالح حرنی ملعون کے نیزے کا زخم ہے جو آپؑ کی تہیگاہ پر آلگا جس کی وجہ سے آپؑ گھوڑے سے گر پڑے۔

تیسری سیف بن مالک بن یسر کی تلوار کی چوٹ ہے جو آپؑ کے سر مبارک پر لگی جس نے عمامہ اور ٹوپی کو پھاڑتے ہوئے سر مبارک کو شق کیا اور آپؑ نے عمامہ سر سے اور ٹوپی کو اتار دیا۔

چوتھی آیت آپؑ کے گلوئے مبارک پر چلنے والی تلوار کا زخم ہے جس سے آپؑ کا سر مبارک بدن اطہر سے جدا ہوا لیکن یہ زخم پیچھے سے لگا تھا :

تو یہ وہ چار ثابت آیتیں ہیں جو آپؑ کے جسد اطہر میں پائی گئیں، ان کا تصور کر کے یا ان کے بارے میں سن کر آپؑ کے عقید تمندوں کو چاہیے کہ وہ مضطرب ہو جائیں۔ (غم حسینؑ میں) ان کی کمر جھک جائیں اور زمین پر گر کر سروں میں خاک ڈالیں۔

چھٹا مقصد

ایک دلچسپ نیا اور انوکھا مقصد ہے جس میں سورۂ فاتحہ سے لے کر سورۂ ناس تک قرآنی سورتوں میں حضرت امام حسینؑ سے متعلق اشارتاً یا کسی مناسبت سے یا باطناً بیان کئے جانے والے مطالب کا تذکرہ کریں گے

○ سورۂ فاتحہ : علیحدہ طور پر گذشتہ مقصد میں ہم نے ذکر کیا تھا۔

○ سورۂ بقرہ : اس سورے میں حضرت امام حسینؑ کا پہلا ذکر مصیبت ہے۔ ارشاد خداوندی ہے "قَالُوٓا اَتَجْعَلُ فِيهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ"

(سورۂ بقرہ آیت ۳۰)

چنانچہ حدیث میں ہے کہ فرشتوں کو واقعۂ کربلا میں حضرت امام حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب کی شہادت کا بعض دلائل کی بنا پر علم ہوا اور اس طرح خداوند عالم کو مخاطب کر کے کہا :
"کیا اسے (خلیفہ) بناؤ گے جو زمین میں فساد برپا کرے اور خونریزی کرے۔"

o سورۂ آل عمران : حضرت امام حسین علیہ السلام نے اپنے بیٹے حضرت علی اکبر علیہ السلام کی میدان جنگ کی طرف روانگی کے وقت اس آیت کی تلاوت کی:

"اِنَّ اللّٰهَ اِصْطَفٰیٰ آدَمَ وَ نُوحًا وَ آلَ اِبْرَاهِیمَ وَ آلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِینَ o ذُرِّیَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ وَ اللّٰهُ سَمِیعٌ عَلِیمٌ" "(سورۂ آل عمران، آیات ۳۳۔۳۴)

(بے شک اللہ نے آدم، نوح، آل ابراہیم اور آل عمران کو تمام عالمین پر برگزیدہ فرمایا o وہ اولاد جو ایک دوسرے کی نسل سے ہیں اور اللہ خوب سننے والا جاننے والا ہے۔"

o سورۂ نساء : اس سورے میں مصیبت حسینؑ سے متعلق دوسری قرآنی آیت ہے اور وہ یہ ہے۔

"اِلَّا الْمُسْتَضْعَفِیْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا یَسْتَطِیْعُوْنَ حِیْلَةً وَ لَا یَهْتَدُوْنَ سَبِیْلًا"

ظاہراً یہاں آپؑ کے اصحاب، اہل وعیال اور بچے مراد ہیں۔

سورۂ مائدہ : حضرت امام حسین علیہ السلام کا کھانے کا ایک دستر خوان (مائدہ) تھا جس میں آب کوثر کا شربت تھا، یہ مائدہ آپؑ اور آپؑ کے اصحاب کے لئے بغیر سوال کئے نازل ہوا تھا، جب کہ حواریئن نے عرض کیا تھا "اَنْزِل علینا مائدةً" (پروردگار ہم پر مائدہ نازل فرما) لیکن حضرت امام حسین علیہ السلام اور اصحاب حسینؑ نے ہر قسم کی پیاس بھوک اور زخموں کی تکلیف اور قتل ہونے کو اپنے لئے قبول کیا تھا اور جام شہادت کو وہ ہر قسم کے کھانے پینے کی چیزوں سے بہتر سمجھتے تھے۔

سورۂ اعراف : بعض تفاسیر کی بنا پر حضرت امام حسین علیہ السلام خود اعراف ہیں اور ان

مردوں میں سے ہیں جو اعراف پر ہیں" وَعَلَی الاَعرافِ رِجالٌ" یَعرِفُونَ کُلًّا بِسِیماھُم (اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو سب کو ان کی نشانیوں سے پہچان لیں گے)اور حضرت امام حسینؑ کی ایک مخصوص شناخت آپؑ کے زائرین کی سیما کی وجہ سے ہے اس لئے کہ روز قیامت ان کی پیشانیوں پر ایک مخصوص نشانی ہوگی جس کا ذکر ہم نے زیارت کی خصوصیات میں کیا ہے۔

سورۂ انفال : یہ سورۂ آپؑ اور دیگر ائمہ طاہرینؑ کا حق ہے، لیکن آپؑ کو اس حق سے روکا گیا بلکہ آپؑ کو عام لوگوں کے مشترکہ حق سے بھی محروم کیا گیا یعنی نہیں پانی سے بھی محروم کیا گیا جو انفال میں سے نہیں بلکہ جانوروں سمیت ہر جاندار مخلوق کا حق ہے، حتیٰ کہ کفار اور چوپایوں کو بھی یہ حق حاصل ہے۔

سورۂ برائت : اس سورے کی تمام آیاتِ جہاد درحقیقت اصحابِ حسینؑ کے جہاد پر صادق آتی ہیں خاص طور پر وہ آیت جس میں خدا کی طرف سے مؤمنین کے نفوس کی خرید کا ذکر ہوا ہے : "اِنَّ اللّٰہَ اشتریٰ مِنَ المُؤمِنِینَ اَنفُسَھُم وَاَموالَھُم بِاَنَّ لَھُمُ الجنۃَ "(خدا نے مؤمنین سے ان کی جان و مال کو خرید لیا ہے جس کے بدلے ان کو جنت ملے گی)

ہر شخص نے اس بازار میں معاملہ کیا ہے لیکن آپؑ نے ایک مخصوص معاملہ کیا ہے جس میں مال کی رسد، قیمت کی وصولی اور مال کی ترسیل، ناپ تول، وزن اور مال کی حفاظت اور تقسیم کے مراحل کا خاص انداز تھا جو آپؑ کی مجموعی خصوصیات کو مدنظر رکھنے سے معلوم ہو جاتا ہے۔

سورۂ یونس : حضرت امام حسینؑ کے زخموں سے چور ہو کر زمین پر گرنے میں یونس نبیؑ کی صفات و کردار سے خاص مشابہت پائی جاتی ہے لیکن درخت یقطین کی جگہ آپؑ کے جسم اطہر پر تلواروں اور نیزوں کے زخم اور پرندوں کے پر لگے تھے۔

سورۂ ہود : حضرت امام حسینؑ نے میدان کربلا میں کھڑے ہو کر خطبہ دیا، اس وقت آپؑ نے سورۂ ہود کی بعض آیات کی خاص طور پر تلاوت کی ان میں سے ایک یہ آیت تھی۔

قَالَ اِنّی اُشْھِدُ اللّٰہَ وَاشْھَدُوْا اَنّی بَرِیٌٓ مِمَّا تُشْرِکُوْنَ "(کہا میں خدا کو گواہ قرار دیتا ہوں تم بھی گواہ رہنا کہ اللہ کے سوا جنہیں تم شریک ٹھہراتے ہو میں ان سے بیزار ہوں)

سورۂ یوسف : عامۂ مسلمین (اہل سنت) کی بعض روایات میں کہا گیا ہے کہ سورۂ یوسف پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حضرت امام حسینؑ پر پہنچنے والے مصائب و آلام کی تسلیت کے طور پر نازل ہوا ہے۔

سورۂ رعد : ارشاد خداوندی ہے "وَیُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِہٖ "اور حدیث میں ہے کہ کوئی بادل ایسا نہیں جو گرجتا اور چمکتا ہو اور قاتل حسین علیہ السلام پر نفرین نہ کرتا ہو۔

سورۂ ابراہیم : اس سورے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اپنی ذریت کو بے آب و گیاہ صحرا میں بسانے کی حکایت بیان کی گئی ہے "بِوَادٍ غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ "اور یہ کیفیت حضرت امام حسین علیہ السلام کے اپنی ذریت کو کربلا میں بسانے کے واقعے کے عین مطابق اور عجیب اتفاق ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے اہل و عیال سے وداع کے وقت گفتگو کی تھی، اور وداع کے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے بھی اپنے اہل بیتؑ سے گفتگو کی تھی جس سے پتھر دل انسان بھی موم ہو جاتا ہے۔

سورۂ بنی اسرائیل : حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے کربلا میں ایک خاص معراج تھی، یہ آپؑ کے اثرات میں سے ہے کہ کربلا ملائکہ کی معراج گاہ بن گیا ہے اور روایات میں ہے کہ شب معراج پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی اس مقام سے گزرے تھے، آپؐ نے فرمایا: مجھے ایسے مقام سے گذرا گیا جس کا نام کربلا تھا، میں نے وہاں اپنے بیٹے حسین اور اس کے اصحاب کا مقتل دیکھا۔

سورۂ کہف : حضرت امام حسین علیہ السلام کا سر مبارک جب نیزے پر تھا تو سورۂ کہف یا اس منزل پر کوئی رہنمائی حاصل کر لوں)

اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام نے مدینۂ منورہ میں کربلا کی جانب سے ایک روشنی دیکھی تو اپنے اہل بیتؑ سے فرمایا: میرے ساتھ چلو مکۂ مکرمہ میں اپنے اہل و عیال کو ساتھ

لے جانے کے بارے میں آپؑ سے سوال کیا گیا تو آپؑ نے جواب میں فرمایا: خدا کی مشیت یہ ہے کہ یہ اسیر ہو جائیں۔

سورۂ طٰہٰ کے بعد والی سوروں میں بھی اسی طرح کی خاص مناسبتیں ہیں، چنانچہ مدینۂ منورہ سے نکلتے وقت حضرت امام حسین علیہ السلام نے سورۂ قصص کی بعض آیات تلاوت فرمائیں اور بعض آیات کی مکۂ مکرمہ میں داخل ہوتے وقت تلاوت فرمائی ہم ان آیات کی تفصیل آپؑ کی ایک خصوصیت، ہجرت کے عنوان میں بیان کریں گے اسی طرح آپؑ کے بعض اصحاب نے جہاد کے دوران سورۂ مؤمن کی بعض آیات کی تلاوت کی یہاں ہمارا مقصد آیات قرآنی میں حضرت امام حسینؑ کی خصوصیات سے مطابق رکھنے والے بعض خاص نمونوں کا بیان تھا، لہٰذا اسی پر اکتفا کرتے ہیں اور قرآنی سورتوں کی بعض عام مناسبتوں کا ذکر کرتے ہیں:

وہ سورتیں جن کی ابتدا حروف مقطعات سے ہوتی ہے جیسے طواسین، حوامیم، یٰسٓ، صٓ، الٓمرا، الٓم، قٓ، نٓ، نقش میں ان کی صورتوں کی تاثیر ہیں اور عدد کے لحاظ سے ان میں بعض مطالب کی طرف اشارے ملتے ہیں اور ان حروف میں کچھ اثرات ہیں ان میں اسمائے الٰہی کی طرف بھی اشارے ملتے ہیں جن کی شناخت صرف پیغمبر اکرمؐ وائمہ طاہرینؑ جانتے ہیں اور حضرت امام حسینؑ کے جسد اطہر میں حروف مقطعات کی طرح تلواروں کے زخموں کی وجہ سے کٹے ہوئے ٹکڑے تھے، جن میں سے ہر ایک قرآنی سورتوں کی طرح فرادیٰ، مثانی، ثلاثی، رباعی وخماسی کی خاص شکلوں میں تھے اور ان میں عالم تسلیم و رضا کے اعتبار سے خاص رموز پوشیدہ تھے، اور سورتوں کی ابتدا کے حروف مقطعات کے رازوں کو صرف پیغمبر اکرمؐ جانتے تھے اسی لئے آپؐ حضرت امام حسین علیہ السلام کے جسم اطہر کے بعض اعضا یا پورے بدن مطہر کو بوسہ دیتے تھے اور حضرت علی علیہ السلام سے فرماتے تھے کہ حسینؑ کو اٹھائیں، پھر آپؐ کے جسد اطہر پر موجود ان حروف مقطعات کے مقامات کو چومتے ہوئے روتے تھے، وہ سورتیں جن کی ابتدا میں تسبیح ہے، حضرت امام حسین علیہ السلام کی ذات

اقدس میں موجود صفات سے خاص تعلق رکھتی ہے، ان کا ذکر احترامات الٰہیہ کے عنوان میں ہو چکا ہے۔

سورۂ مدثر : اس سورے کے باطن کا تعلق حضرت امام حسینؑ سے ہے، اگر چہ اس کا ظاہر بھی اس حالت سے خارج نہیں ہے کیونکہ مدثر (پیغمبر اکرمؐ) نے فرمایا ہے کہ آپؐ، ان سے ہیں اور پیغمبرؐ آپ سے ہیں (حسین" منّی و انامن حسین)

سورۂ مزمل : اسی طرح حضرت امام حسینؑ مزمل ہیں (مندرجہ بالا حدیث کے مطابق) آپ پیغمبر اکرمؐ سے ہیں اور پیغمبر اکرمؐ جو مزمل ہیں آپؑ سے ہیں۔

نیز حضرت امام حسینؑ اپنے خون میں غلطاں ہونے والے مزمل ہیں، آپؑ نے رات کی ظلمتوں میں اٹھ کر تاریکیوں کو روشنی میں تبدیل کر کے نورِ حق کو اجاگر کیا، آپؑ کے اصحاب بھی اصحاب نبیؐ کی طرح اپنے خون میں نہانے کی وجہ سے مزمل ہیں۔

جن کے بارے میں روز اُحد آپؐ نے فرمایا تھا : ان کو اپنے خون اور خون آلود کپڑوں میں لپیٹ کر دفن کرو میں ان پر گواہ ہوں، لیکن اصحاب حسینؑ کے جسموں سے کپڑے بھی اُتار دیے گئے تھے اس لئے ان کو اپنے خون میں لپٹا کر دفن کیا گیا۔

وہ سورتیں جن کی ابتدا میں قسم کھائی گئی ہے، باطناً حضرت امام حسینؑ، آپؑ کے حالات و شہادت، آپؑ کے چہرۂ انور، روح مطہر، جسد اطہر اور قلب مبارک سے اسی طرح آپؑ کے اصحاب اور ان کے حالات سے تعلق رکھتی ہیں، مثلاً یہ آیت : "والصّٰفّٰت صفّا فالزّاجرات زجرا فالتّالیات ذکرا" (باقاعدہ طور پر صفیں باندھنے والوں کی قسم پھر مکمل طریقے سے تنبیہ کرنے والوں کی قسم پھر ذکر خدا (قرآن) کی تلاوت کرنے والوں کی قسم) اس کی مطابقت حضرت امام حسینؑ اور آپؑ کے لشکر کے سپاہیوں پر ہوتی ہے جنہوں نے جہاد کے وقت صف بندی کی آپؑ کی حمایت کے لئے صفوں میں کھڑے ہو گئے ان کے جنازوں کو بھی صفوں میں ترتیب سے رکھا گیا، شہدائے کے سر ہائے مبارک کو بھی نیزوں پر چڑھا کر ایک ہی صف میں لے جایا گیا، یہاں تک کہ ان کو ایسی ہی صف میں سپرد

خاک کیا گیا اس لئے کہ تمام شہدا کو (سوائے بعض کے) ایک اجتماعی قبر (گنج شہدا) میں دفن کیا گیا ہے۔

سورۂ فجر کی ان آیات کی تعبیر بھی حضرت امام حسینؑ اور واقعۂ کربلا سے متعلق ہے :

''وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ وَالْوَتْرِ وَاللَّیْلِ اِذَا یَسْرِ'' (قسم ہے فجر کی o اور دس راتوں کی o اور جفت وطاق کی o اور رات کی جب وہ جانے لگے)

نورِ ہدایت کی وجہ سے امام حسینؑ فجر کی طرح ہیں، آپؑ کی عزاداری کی دس راتیں لیالی عشر ہیں، اسی طرح آپؑ اور آپؑ کے بھائی (حضرت امام حسن مجتبیٰ) شفع (جفت) ہیں۔ اور آپؑ وتر (طاق) ہیں کیونکہ میدان کربلا میں یک و تنہا رہ گئے تھے اور اس سورے کے آخر میں خداوند عالم نے نَفْسِ مطمئِنَّہ کو مخاطب کیا ہے، یہاں نفس مطمئن آپؑ ہی کی روح مطہر ہے چنانچہ روایات اہل بیتؑ میں اس آیت کی تفسیر کی گئی ہے کہ خدا نے آپؑ کی روح مطہر کو اپنے پروردگار کی طرف رجعت کے وقت خطاب کیا تھا۔

o سورۂ طور کی ابتدا اس طرح ہوتی ہے :''وَالطُّوْرِ o وَکِتَابٍ مَّسْطُوْرٍ o فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ o وَالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ o وَالسَّقْفِ الْمَرْفُوْعِ o وَالْبَحْرِ الْمَسْجُوْرِ o'' (طور کی قسم اور لکھی ہوئی کتاب کی قسم جو کشادہ اوراق میں ہے اور بیت معمور کی قسم اور بلند چھت (آسمان) کی قسم اور بھڑکتے ہوئے سمندر کی قسم) دو اعتبار سے طور سے مراد آپؑ کی جائے شہادت ہے، ظاہری اعتبار سے بھی جس طرح حدیث میں آیا ہے اور باطنی لحاظ سے بھی اور کتاب مسطور کا مقصد آپؑ کا بدن مطہر ہے اونچی چھت سے مراد آپؑ کا سر مبارک ہے اور متلاطم سمندر سے مراد روز عاشور کی سرزمین کربلا ہے۔

o سورۂ نجم کی آیت ''وَالنَّجْمِ اِذَا هَوٰی'' (ستارے کی قسم جب وہ ٹوٹا یا گر پڑا)

---

(۱) سورۂ حاقہ، آیت :۱ (۲) سورۂ عبس، آیت :۳۴ (۳) سورۂ نازعات، آیت :۳۴ (۴) سورۂ قارعہ، آیت :۱ (۵) سورۂ زلزال، آیت :۱ (۶) سورۂ غاشیہ، آیت :۱ (۷) سورۂ انشقاق آیت :۱ (۸) سورۂ انفطار، آیت :۱

میں حضرت امام حسینؑ کے گھوڑے سے زمین پر گرنے کی طرف اشارہ ہے۔

سورۂ ضحیٰ میں ارشاد ہے "وَالضُّحیٰ" (قسم ہے روز روشن کی) یہاں ضحیٰ سے مراد حضرت امام حسینؑ کے چہرۂ انور کا نور یا ایمان کا وہ نور ہے جو آپؑ سے پھوٹتا ہے۔

سورۂ بروج میں ارشاد ہوا ہے: "وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ" (قسم ہے برجوں والے آسمان کی) یہاں درحقیقت آسمان حضرت امام حسینؑ ہیں جس کے نو برج (ائمہ اطہارؑ) ہیں بلکہ (دیگر معصومینؑ کو شامل کر کے) اس آسمان کے تیرہ برج بنتے ہیں۔

سورۂ طارق میں ارشاد ہوا ہے: "وَالسَّمَآءِ وَالطَّارِقِ ٥ وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الطَّارِقُ ٥ النَّجْمُ الثَّاقِبُ ٥" (قسم ہے آسمان اور رات کو چمکنے والے کی ٥ اور آپ کیا جانیں رات کو چمکنے والا کیا ہے ٥ وہ روشن ستارہ ہے ٥)

حضرت امام حسینؑ وہ روشن ستارہ ہیں جس کے نور نے زمین کی تمام ظلموں کو مٹا کر رکھ دیا۔

سورۂ شمس میں خداوند متعال کا ارشاد ہے: "وَالشَّمْسِ وَضُحٰهَا ٥ وَالْقَمَرِ اِذَا تَلٰهَا ٥ وَالنَّهَارِ اِذَا جَلّٰهَا" (قسم ہے سورج اور اس کی روشنی کی ٥ اور چاند کی جب وہ اس کے پیچھے آتا ہے ٥ اور دن کی جب وہ اسے روشن کر دے ٥) شمس (سورج) سے مراد حضرت امام حسینؑ ہیں آپؑ درحقیقت سورج ہیں۔ سورج کی روشنی بادل کے ایک ٹکڑے سے چھپ جاتی ہے جبکہ حضرت امام حسینؑ کے چہرۂ انور کا نور خاک و خون میں غلطاں ہونے کے باوجود نہیں بجھا بلکہ آپؑ کا بدن مطہر تین راتوں تک زمین پر پڑا رہا اور تاریکی میں سورج کی طرح چمکتا رہا۔

٥ سورۂ مرسلات میں "وَالْمُرْسَلٰتِ" (مسلسل بھیجے جانے والے فرشتوں) سے مراد حضرت امام حسینؑ سے متعلق فرشتے ہیں۔

٥ سورۂ نازعات میں "وَالنّٰزِعٰتِ غَرْقًا" (قسم ہے ان کی جو گھس کر کھینچ لیتے ہیں) اور اس کے بعد کی آیات میں بیان کئے جانے والے مطالب کا اطلاق حضرت امام

حسینؑ اور آپؑ کے اصحاب باوفا کی ارواح مطہرہ پر ہوتا ہے۔

○ سورۂ ذاریات "وَالذَّارِيَاتِ ذَرْوًا فَالْحَامِلَاتِ وِقْرًا" (قسم ہے بکھیر کر اڑانے والی (ہواؤں) کی ○ پھر بوجھ اٹھانے والے (بادلوں) کی) تعبیر بعض تفاسیر کے مطابق روز عاشورا اصحاب حسینؑ اور ان کے جہاد سے کی گئی ہے۔

○ اور سورۂ عادیات میں "والعادیات" (تیز رفتار گھوڑوں کی قسم) کا مقصد حضرت امام حسینؑ اور اصحاب حسینؑ کے گھوڑے ہیں جو میدان کارزار میں ہانپتے ہوئے دوڑے تھے۔

○ سورۂ قیامت کا روز عاشورا اہل بیتؑ پر ٹوٹنے والی قیامت پر اطلاق ہوتا ہے یہی وہ عظیم واقعہ اور در حقیقت "حاقہ" (۱) (حتمی وقوع پذیر ہونے والا) واقعہ ہے، اور اسی دن "صاخہ" (۲) (کان پھاڑنے والی آواز) بلند ہوئی تھی اور اسی دن "طامۃ الکبریٰ" (۳) (بڑی آفت) آئی تھی، کیونکہ یہ ہر مصیبت پر بھاری تھی، اور یہ وہ "قارعہ" (۴) (ہلا دینے والا حادثہ) تھا جس سے نیک و بد دونوں قسم کے لوگوں کے دل ہل کر رہ گئے اور سانحہ کربلا وہ زلزلہ تھا "زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا" جس سے زمین ہل کر رہ گئی تھی اور یہ ہر چیز پر چھا جانے والی قیامت تھی "هَلْ أَتَاكَ حَدِيثُ الْغَاشِيَةِ" (۶) (کیا آپ کے پاس ہر چیز پر چھا جانے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے) اور کیا تم لوگوں کو کربلا میں برپا ہونے والی قیامت کی خبر پہنچی ہے؟ اور واقعہ کربلا کے بعد ہی آسمان نے پھٹ کر (خون کی بارش برسائی تھی) "إِذَا السَّمَاءُ انْشَقَّتْ" (۷) (جب آسمان پھٹ جائے گا) جب حضرت امام حسینؑ کا سر مبارک تلوار کی ضرب لگنے سے شق ہو گیا تھا "إِذَا السَّمَاءُ انْفَطَرَتْ" (جب آسمان شگافتہ ہو جائے گا)۔

○ سورۂ تکویر کی یہ آیات "إِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ وَإِذَا النُّجُومُ انْكَدَرَتْ" (جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب ستارے بے نور ہو جائیں گے) روز عاشورا کے واقعے سے مطابقت رکھتی ہیں، اس دن ظاہری طور پر بھی سورج کو گہن لگا تھا اور باطنی طور پر آفتاب

امامت افق زمین سے غروب ہو گیا تھا، اس بارے میں، میں نے کتاب روضات الجنات فی مواعظ القرآن میں تفصیلاً بیان کیا ہے۔

○ سورۂ قدر، یہ بات ثابت ہے کہ حضرت امام حسینؑ کو شب قدر کے فضائل حاصل ہیں، اس کا ذکر اوقات کی خصوصیات میں کیا جائے گا۔

○ سورۂ اخلاص (توحید) حضرت امام حسینؑ نے ظاہری طور پر توحید الٰہی کو اجاگر کیا، اس کے علاوہ آپؑ توحید سے قلبی لگاؤ کا مظہر ہیں کیونکہ آپؑ نے سوائے خدا کے تمام مخلوقات سے قطع تعلق کر لیا تھا۔

سورۂ کافرون، حضرت امام حسینؑ نے کافرون کے دین و آئین قبول کرنے سے انکار فرمایا اور منافقین و مخالفین دین کا انکار کرتے ہوئے اُن سے بھی بیزاری کا اظہار فرمایا بمصداق "لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْن" "(تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے لئے میرا دین)

○ معوذتین (سورۂ فلق و سورۂ ناس)، اہل تشیع اور عامہ مسلمین کی روایات میں کہا گیا ہے کہ یہ دو سورتیں حضرات حسنین کریمینؑ کی شان میں نازل ہوئی ہیں۔

نواں عنوان

بیت اللہ الحرام سے متعلق حضرت امام حسینؑ کی خصوصیات

اس عنوان کے کئی مطالب ہیں :

پہلا مطلب : آپؑ حقیقت میں بیت اللہ ہیں۔

دوسرا مطلب : آپؑ نے کعبے کی خاص تعظیم کی، اسی لئے خداوند عالم نے آپؑ کے لئے ایسے خاص احترامات قرار دیے ہیں جو کعبے کے احترامات وفضائل سے مطابقت رکھتے ہیں بلکہ آپؑ کے لئے بیت اللہ الحرام سے زیادہ خاص احترامات قرار دیے گئے ہیں۔

تیسرا مطلب : خداوند عالم نے آپؑ کی زیارت کے لئے حج وعمرے کے برابر خاص تاثیر قرار دی ہے اور اس میں ایک روحانی راز اور ایک دلچسپ وعجیب نکتہ مضمر ہے خدا کی مدد سے ہم کہتے ہیں :

پہلا مقصد : حقیقی بیت اللہ آپؑ کا قلب ہے

خداوند عالم اس بات سے منزہ ہے کہ وہ کسی مکان میں رہے یا یہ کہ اس کا کوئی ٹھکانہ ہو، کیونکہ اس کا کوئی جسم وجان نہیں ہے اور اگر بعض مقامات کو خدا نے اپنا گھر قرار دیا ہے وہ ایک خاص قسم کی شرافت کی بنا پر ہے کہ وہ خدا کی عبادت کا مقام ہے یا وہاں زیادہ عبادت کی جاتی ہے یا اس وجہ سے ہے کہ خدا نے عبادت کے وقت اس کی طرف متوجہ ہو کر (رخ کر کے) عبادت کرنے کا حکم دیا ہے یا اس مقام کو شرف حاصل ہے کہ وہ عبادت کے مقام کے مساوی ہے یا نزول فیض کا مقام ہے یا اس مقام تک پہنچنے میں مشکلات پیش آتی ہیں، لہذا اس مقام میں قربت کا قصد کرنا اخلاص سے نزدیکتر ہے، چنانچہ یہ ساری صفات مکۂ مکرمہ میں مجتمع ہیں اور ان میں سے بعض خصوصیات مساجد میں پائی جاتی ہیں۔

اور یہ تمام مقامات ظاہری خدا کے گھر ہیں لیکن حقیقی خدا کا گھر جس طرح حدیث قدسی میں آیا ہے لامحدود ہے "میرے آسمان اور زمین مجھے سمانے کی گنجائش نہیں رکھتے لیکن میں اپنے مؤمن بندے کے دل میں سما جاتا ہوں۔"

اور خداوند عالم نے داؤد نبیؑ پر وحی نازل کی: میرے رہنے کے لئے کوئی مکان خالی کرو، داؤدؑ نے عرض کیا: خدایا تو منزہ ہے کسی مکان سے اس پر خدا نے فرمایا: میرے لئے اپنا دل خالی کرو۔

پس ہر وہ دل جس میں خدا کی محبت کے سوا کچھ بھی نہ ہو درحقیقت وہی خدا کا گھر ہے مؤمن کامل کا دل حقیقتاً خدا کا گھر ہے، اس لئے کہ وہ ماسوائے اللہ کی محبت سے خالی ہے، اور اس میں خدا کے علاوہ کسی کا فکر و ذکر نہیں ہے اور کبھی مؤمن کا اخلاص اس حد تک پہنچتا ہے کہ وہ خدا کے علاوہ کسی کو نہیں دیکھتا اور نہ ہی خدا کے فرمان کے علاوہ کچھ سنتا ہے اور یہ حدیث قدسی میں اس ارشاد خداوندی کے معنوں میں سے ایک ہے "حتی کہ میں مؤمن کے سننے کان دیکھتی آنکھیں بن جاتا ہوں"

اور اگر اس بات کی گہری تحقیق کی جائے اور بدقت اس میں غور کریں گے تو یہ بات واضح ہو جائے گی کہ خدا کا حقیقی گھر قلب مبارک حضرت امام حسینؑ ہے، اس لئے کہ خداوند عالم نے اسی کو حقیقی معنوں میں غیر اللہ کی فکر و ذکر سے خالی کر دیا تھا۔

کہ اس میں خدا کے علاوہ کسی اور کی محبت باقی نہیں رہی تھی، حتی کہ ربط و محبت کے ان ذرائع سے بھی وہ خالی ہو چکا تھا، جو خدا سے محبت کی راہ میں حائل نہیں ہو سکتے اور خدا کی راہ میں کسی شے سے ربط و تعلق توڑنا جب کہ اس شے شدید محبت ہو، خدا سے گہرے تعلق کی دلیل ہے اور ہر قسم کے تعلق اور لگاؤ کو توڑنا صرف خدا کی محبت دل میں رکھنے کی علامت ہے اور تمام شریعتوں کی بنیادیں اسی پر استوار ہیں، دینداری کا معیار خدا کی خاطر غیر اللہ سے قطع تعلق پر منحصر ہے اور اس کے درجے اس ربط و تعلق کی شدت وضعت، اور وقت و کیفیت کی بنیاد پر اس کو توڑنے اور خدا کے حکم کی تعمیل کے مطابق متعین ہوتے ہیں۔

اگر یہ مطلب تم پر واضح ہو گیا تو جان لو جب وہ امر الٰہی جو صحیفۂ امامت میں درج تھا، حضرت امام حسینؑ کی طرف متوجہ ہوا اور کہا گیا: "اِشْرِ بِنَفْسِکَ" (اپنے آپ کو خدا کی راہ میں فروخت کرو) تو آپؑ نے خدا کے فرمان پر عمل پیرا ہوتے ہوئے مدینۂ منورہ سے پہلے مکۂ مکرمہ کی طرف ہجرت کر گئے۔

اس کے بعد کربلا کی طرف روانہ ہوئے، بلکہ آپؑ نے قصد کیا کہ ان تمام مصائب و آلام کو جو عنقریب آپؑ پر پہنچنے والے تھے، خدا سے تقرب کی خاطر سہہ لیں گے، اور خدا سے تقرب ہی کی خاطر سب مصائب آپؑ نے اپنی ذات پر برداشت کر لئے حتیٰ کہ امامؑ نے اعضائے مبارکہ کے ٹکڑے ٹکڑے ہونے کے لئے اپنی ذات کو پیش کرنے کا پہلے سے قصد کر لیا تھا، چنانچہ مکۂ مکرمہ میں ارشاد کئے جانے والے خطبے سے ظاہر ہوتا ہے اور مدینۂ منورہ سے نکلتے وقت ہی اصحاب و اولاد کو قربان کرنے کا قصد کر چکے تھے، بلکہ آپؑ نے حضرت اُمِّ سلمہؓ کو واقعہ کربلا اور مقام سے آگاہ کیا تھا۔

حضرت امام حسینؑ نے اپنے قلب مبارک کو اپنے وطن اور تمام دیگر شہروں اور مقامات کی محبت سے خالی کر دیا تھا، اسی طرح آپؑ نے مال و دولت، حتیٰ کہ لباس، اقتدار، آرام و راحت اور دوست احباب سے ربط و تعلق کو توڑ دیا تھا اور اہل و عیال، بچوں، بھائیوں رشتے داروں اور دوستوں کی محبت سے ہاتھ اٹھا لیا اور ان کو اپنی آنکھوں کے سامنے قربان کر دیا اور ان کی تکلیف و قید کو قبول کر لیا آپؑ نے دنیوی اشیا بالخصوص پانی حتیٰ کہ مرض الموت کے وقت اسی طرح آپؑ دیئے جانے والے ایک قطرے سے بھی اپنے آپ کو بے نیاز رکھا سر اور بدن مطہر اور جسم کے اعضا ہڈیوں، خون اور گوشت کے درمیان تعلق سے بھی دستبردار ہوئے۔

اسی طرح آپؑ نے ان کی صورت ترکیبی اور شکل و ہیئت کو بگاڑ نا پسند کیا یہاں تک کہ اپنے دل کے سینے میں موجود قلب مبارک سے ربط و تعلق کو بھی توڑ دیا، اور دل کی شریانوں سے خون بہنے کو بھی پسند کیا چنانچہ آپؑ کے قلب مبارک پر زہر میں بجھا ہوا ایک سہ شعبہ تیر

آلگا جس کی وجہ سے آپؑ گھوڑے سے زمین پر گرے اور آپؑ کے سینے سے خون کا فوارہ پھوٹ پڑا، آپؑ نے ہاتھوں میں خون مطہر لے کر سر مبارک اور محاسن شریف پر مل دیا چنانچہ زیارت میں آیا ہے "وبذلَ مُهجتهُ فیک" (آپؑ نے اپنا خون تیری (خدا کی) راہ میں قربان کردیا) اور جب امامؑ نے ظاہری قلب مبارک اور خون مطہر اور دل کے تمام رہاو تعلق کو خدا کی راہ میں قربان کردیا تو آپؑ کا قلب معنوی خدا کے لئے خالص ہوگیا اور غیر اللہ سے خالی ہوگیا اور سوائے خدا کے ہر چیز کی یاد سے فارغ ہوگیا تو تحقیق تو خدا کا حقیقی گھر بنا لہٰذا اس آیت کے بمصداق "وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سبيلا" (اورلوگوں پر اللہ کا حق کہ جو اس گھر تک جانے کی استطاعت رکھتا ہو وہ اس گھر کا حج کرے) لوگوں کو چاہئے خدا کے اس گھر کی زیارت کریں، اسی سے یہ حدیث نبویؐ شریف واضح ہو جاتی ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "جس نے حسینؑ کی زیارت کی، گویا اس نے عرش پر خدا کی زیارت کی ہے۔"

مقصد دوئم

اس حقیقی بیت اللہ کو کعبہ کی طرح خاص تعظیم واحترام حاصل ہے

خداوند عالم نے حضرت امام حسینؑ کو کعبہ کی خصوصیات سے متصف فرمایا، اس کے علاوہ آپؑ کو فضیلت دی۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ آپؑ تین شعبان کے دن مکۂ مکرمہ میں وارد ہوئے، وہاں امامؑ موسم حج تک رہے اور حج یا عمرۂ تمتع کی غرض سے آپؑ نے احرام باندھا، اس سلسلے میں روایات میں اختلاف ہے، آپؑ کو یہ اطلاع ملی کہ یزید نے آپؑ کو دھوکے سے شہید کرنے کے لئے تیس شیطان صفت اموی کارندوں کو مکہ بھیجا ہے اور ایک لشکر عمرو بن سعد بن العاص کی قیادت میں اعلانیہ طور پر آپؑ کو گرفتار کرنے کے لئے روانہ کیا ہے تو آپؑ نے احرام کو عمرہ مفردہ سے تبدیل کر کے عرفہ کے دن مکہ چھوڑ کر چلے جانے کا ارادہ کیا، آپؑ کے بھائی

محمد بن حنیفہ نے رات کے وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا" میرے بھائی، آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ اہل کوفہ کی بے وفائی کا آپ کو علم ہے، مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بھی غداری نہ کریں، اور اگر آپ یہاں قیام پذیر رہیں گے تو بیت اللہ الحرام میں آپ کی عزت محفوظ رہے گی اور آپ سے کوئی زیادتی نہیں کر سکے گا۔"

امامؑ نے جواب میں فرمایا: "میرے بھائی ڈر ہے کہ یزید بن معاویہ مجھے حرم میں مکرو فریب کے ذریعے قتل کر دے اور میری وجہ سے بیت اللہ الحرام کی حرمت پامال ہو جائے۔

محمد بن حنیفہ نے عرض کیا: "اگر آپ کو اس بات کا خوف ہے تو یمن یا صحرا کے بعض علاقوں کی طرف روانہ ہو جائیں، وہاں محفوظ رہ سکیں گے) اور کوئی آپ سے تعرض نہیں کر سکے گا۔"

امامؑ نے فرمایا: اس بارے میں سوچوں گا، لیکن سحر کے وقت آپ نے روانگی کا حکم دیا، یہ خبر محمد بن حنیفہ کو پہنچی تو خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کی سواری کی لگام پکڑ کر انہوں نے عرض کیا: بھائی جان کیا آپ نے میری تجویز پر غور کرنے کا وعدہ نہیں کیا تھا؟

محمد بن حنیفہ عرض کرنے لگے: پھر جلد روانگی کا کیا سبب ہے؟

امامؑ نے فرمایا: جب تم چلے گئے تو رسول اللہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا: بیٹے روانہ ہو جاؤ، خدا کی مشیت یہ ہے کہ وہ تم کو قتل ہوتے ہوئے دیکھے اس پر محمد بن حنیفہ نے "اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُونَ" پڑھا اور عرض کیا لیکن ان خواتین کو اپنے ہمراہ کیوں لے جا رہے ہیں، جبکہ آپ شہادت کے لئے روانہ ہو رہے ہیں؟

فرمایا: اس لئے کہ خدا چاہتا ہے ان کو اسیر ہوتے ہوئے دیکھے۔

آپ نے اپنے بھائی محمد بن حنیفہ سے یہ بھی کہا: "میرے بھائی اگر میں زمین کے کسی بل میں داخل ہو جاؤں تو وہ مجھے اس میں سے نکال کر قتل کر دیں گے۔"

اس کے بعد عبداللہ بن زبیر، عبداللہ بن عباس اور عبداللہ بن عمر آئے ان سب نے

(۱) اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِي بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ (سورۂ آل عمران آیت:۹۶)

امامؑ کو مکہ سے روانگی سے منع کیا۔

آپؑ نے عبداللہ بن زبیر کو جواب میں فرمایا : میں نہیں چاہتا میری وجہ سے بیت اللہ الحرام کی حرمت پامال ہو جائے، عبداللہ بن عمر کا جواب دیتے ہوئے آپؑ نے دنیا کی بے اختیاری، حضرت یحییٰؑ کی شہادت اور بنی اسرائیل کے ہاتھوں فجر کے وقت سے سورج طلوع ہونے تک روزانہ ستر انبیاءؑ کے قتل ہو جانے کے واقعات بیان کیے۔

ابن عباس کے جواب میں امامؑ نے فرمایا کہ رسول خداؐ نے مجھے ایک امر کا حکم دیا ہے جس کی اطاعت کرنا ضروری ہے، اس پر ان تینوں نے آپؑ کو سلام کہا اور وداع کر کے روئے۔

اس موقع پر عبداللہ بن عمر نے عرض کیا : وہ جگہ دکھایئے جس کو رسول اللہؐ بوسہ دیتے تھے، آپؑ نے اپنی ناف سے کپڑا ہٹا دیا، ابن عمر نے اس مقام کو چوما پھر وہ روئے اور وداع کی، اس کے بعد آپؑ عراق کی طرف روانہ ہو گئے۔ مصنف کہتا ہے : معرفت و بصیرت رکھنے والے کو امام علیہ السلام کے اس عمل پر غور کرنا چاہیے اسی طرح آپؑ کے اس قول پر سوچنا چاہئے کہ آپؑ نے فرمایا : مجھے خوف ہے میری وجہ سے بیت اللہ الحرام کی حرمت پامال نہ ہو جائے اور یہ دیکھنا چاہئے کہ امامؑ نے مصائب و آلام میں مبتلا ہو جانے کو گوارا فرمایا لیکن اس گھر کے نزدیک قتل ہونا قبول نہیں کیا جس کو خدا نے قابل تعظیم و احترام قرار دیا ہے اس سے لوگوں کی نظروں میں آپؑ کا مقام و احترام بڑھ گیا درحالیکہ آپؑ اشرف و افضل تھے۔ اسی وجہ سے خداوند عالم عرفہ کے دن عرفات میں موجود لوگوں سے قبل آپؑ کے زائرین کی طرف دیکھتا ہے، نیز کعبے کی اس طرح تعظیم کرنے کی وجہ سے خدا نے ان تمام خصوصیات اور فضل شرف کو آپؑ کے لئے مخصوص قرار دیا جو کعبہ معظمہ کو حاصل ہیں۔

ہم یہاں کعبے کو حاصل پچاس فضائل و خصوصیات بیان کر رہے ہیں، اس کے بعد خداوند عالم کی مدد سے ان کا موازنہ و مطابقت حضرت امام حسینؑ سے کریں گے اور اس پر ہم خدا کا شکر ادا کرتے ہیں :

پہلی فضیلت : بیت اللہ الحرام وہ پہلی مسجد اور مقام ہے جو لوگوں کے لئے گھر قرار دیا

گیا۔

حضرت امام حسینؑ پیغمبر اکرم ﷺ سے ہیں اور پیغمبر اکرمؐ آپ سے ہیں "حُسین مِنّی وَ اَنَا مِن حُسین" اسی لئے آپ لوگوں کے لئے قرار دیا جانے والا پہلا گھر ہیں، کیونکہ حضور اکرمؐ پہلی مخلوق ہیں اور حضرت امام حسینؑ کا نور مبارک اپنے نانا، والد گرامی، والدۂ ماجدہ اور بھائی کے انوار مبارکہ کے ساتھ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق سے قبل پیدا ہوا تھا، تو آپؑ وہ پہلا گھر ہیں جو لوگوں کے علاوہ ملائکہ اور دیگر تمام مخلوقات کا مقام قرار دیا گیا تھا۔

دوسری فضیلت : بیت اللہ الحرام مکہ مکرمہ میں واقع ہے جو تمام مقامات سے افضل ہے اور حضرت امام حسینؑ کربلا میں مدفون ہیں حدیث شریف کی رو سے مکہ سے زیادہ فضل وشرف کی حامل ہے۔

تیسری فضیلت : خداوند عالم نے اپنے خلیل حضرت ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ اپنے ہاتھوں سے بیت اللہ الحرام کی تعمیر کریں، لہٰذا کعبہ خلیل اللہ حضرت ابراہیمؑ کے ہاتھوں بنی ہوئی عمارت ہے۔

جبکہ حضرت امام حسینؑ کے گوشت اور خون حبیب خدا پیغمبر اکرمؐ کے گوشت اور خون سے بنے ہیں، اور حبیب خدا احمد مصطفیٰ ﷺ کا مقام و مرتبہ خلیل خدا حضرت ابراہیمؑ سے بلند تر ہے۔

چوتھی فضیلت : خداوند عالم نے کعبہ معظمہ کو اس کے زائرین اور مجاورین کے لئے مبارک قرار دیا ہے۔ اور حضرت امام حسینؑ برکات خداوندی کے مالک ہیں جن کی وجہ سے لوگوں پر فیض الٰہی نازل ہوتا ہے چنانچہ بعض افراد آپؑ کے قدموں میں جام شہادت نوش کر کے بہشت میں داخل ہوئے، اور بہت سے لوگ آپؑ کے غم میں آنسو بہا کر یا عزاداری کی مجالس منعقد کر کے یا آپؑ کے غم میں لوگوں کو رلا کر اور بعض لوگ رونے کا منہ بنا کر جنت کے حقدار بنتے ہیں اور بعض افراد پانی پیتے وقت آپؑ کی پیاس یاد کر کے اور بعض آپؑ کے

روضے میں دفن ہونے کے ذریعے یا اس اسی طرح کے بعض برکات کی وجہ سے جنت میں داخل ہوتے ہیں، اسی طرح بعض لوگوں کو آپؑ ہی کے فیض رزق و روزی ملتی ہے اور جو آپؑ کے روضے کے مجاورت میں ہوتے ہیں، یا مصائب عزا کا ذکر کرتے یا عزاداری کی مجالس میں شرکت کرتے ہیں یا اسی طرح کی دیگر مراسم حسینی میں حصہ لیتے ہیں ان پر آپؑ کے سبب سے برکات نازل ہوتی ہیں۔

پانچویں فضیلت : خداوند عالم نے کعبۂ معظمہ کو دنیا والوں کے لئے ہدایت کا ذریعہ قرار دیا ہے چنانچہ آیۂ شریفہ (۱) میں ارشاد ہوا ہے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام بھی دنیا والوں کے لیے ہدایت کا ذریعہ ہیں۔ اس لئے کہ آپؑ نے اپنے نانا کے دین پر جان نچھاور کر دی، اور آپؑ کی شہادت کی وجہ سے مذہب تشیع کی حقانیت اُجاگر ہوگئی۔ حضرت امام جعفر الصادق علیہ السلام سے منقول زیارت اربعین میں آپؑ کے حق میں کہا گیا ہے : "وبذل مُهجَتهُ فِيكَ لِيَستَنقِذَ عِبادَكَ مِنَ الجَهالَةِ وحَيرَةِ الضَّلالَةِ" (آپؑ نے اپنے خون کو تیری (خدا کی) راہ میں بہا دیا تا کہ تیرے بندوں کو جہالت اور گمراہی کی حیرت سے نجات دلائیں) اس کا ذکر ہم نے اپنی جگہ پر کیا ہے۔

چھٹی فضیلت : خداوند عالم نے کعبۂ معظمہ کے اطراف کو حرم قرار دیا ہے جہاں شکار کرنا اور درختوں و نباتات کو کاٹنا حرام ہے۔ اور حضرت امام حسینؑ کے مرقد مطہر کے چاروں طرف کو بھی احترام حاصل ہے، خداوند عالم نے آپؑ کی تربت کو محترم قرار دیا ہے اور اس کی ایک خاص مقدار کو شفا کے لئے کھانا حلال قرار دیا ہے اور آپؑ کے حرم کی وسعت ایک فرسخ تک اور بعض روایات کے مطابق چار یا پانچ فرسخ تک ہے اور اختلافات کی وجہ سے اس کی فضیلت پر حمل کیا جاتا ہے۔

لیکن علماء کے درمیان تربت کا تھوڑی مقدار میں شفا کے لئے کھانے کے سلسلے میں اختلاف پایا جاتا ہے بعض کے مطابق عام طور پر حرم کی تو کھا سکتے ہیں بعض نے کہا ہے کہ خود قبر شریف اور اس کے ملحق ان جگہوں کی مٹی کو کھانے کو جائز قرار دیا گیا ہے جس کو عام طور

پر مرقد کی خاک کہہ سکتے ہیں اور یہ احتیاط ہے، جبکہ بعض روایات میں حرم کی حدود ایک میل تک متعین کی گئی ہے اور بعض نے چار میل کہا ہے اور بعض روایات میں ستر گز کے فاصلے کو تربت حسینی میں شامل کیا گیا ہے۔

شفا کے لئے تربت حسینؑ کھانے کے بعض آداب و شرائط ہیں جس کا ذکر اپنی جگہ پر کیا گیا ہے اور تربت کھانے کی سخت شرائط کے سبب بعض لوگ یہ گمان کرتے ہیں کہ تربت سے شفا حاصل کرنا مشکل ہے گویا (شفا کے لئے) ان شرائط کی سمجھ ضروری ہے اور ظاہراً یہ ساری باتیں خاک و شفا کھانے کے آداب میں شامل ہیں شرائط نہیں ہیں۔

ساتویں فضیلت : کعبۂ معظمہ امن و امان کا مقام ہے اور جو کعبے میں پناہ لیتا ہے اس کا خون محفوظ ہو جاتا ہے اور اس کو قتل کرنا جائز نہیں ہوتا۔

اس طرح حضرت امام حسینؑ بھی باعث امن و امان ہیں جو آپؑ کی پناہ لیتا ہے اس کا قتل جائز نہیں ہے لیکن بنی امیہ نے کعبۂ معظمہ کی بھی حرمت پامال کی اور آپؑ کی بھی بے حرمتی کی، اور جن لوگوں نے آپؑ کی پناہ لی تھی، انہوں نے ان کا خون بھی بہا دیا حتیٰ کہ ان دو کم سن بچوں کو بھی قتل کیا، جن میں سے ایک (حضرت علی اصغرؑ) آپؑ کے ہاتھوں میں تھے جس کو امامؑ پانی پلانے لے گئے تھے اور دوسرے کم سن بچے (عبداللہ بن الحسنؑ) کے ہاتھوں کو کاٹ دیا گیا اس وقت عبداللہ نے اپنے چچا کو پکارا امامؑ نے ان کو اپنے سینے سے لپٹا لیا ظالموں نے تیر مارا اور سینۂ اطہر پر ہی عبداللہ کو شہید کیا، انہوں نے برج امامت کے کبوتروں کو منتشر کر دیا یعنی جناب سکینہؑ کو آپؑ کے سینۂ اطہر سے جدا کیا اور زنجیروں سے جکڑ کر اونٹوں پر سوار کیا۔

آٹھویں فضیلت : کعبۂ معظمہ حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰﷺ کی نمازوں کا قبلہ تھا جو بہترین حالات اور افضل عبادات ہیں (فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ) (اپنا رخ مسجد الحرام کی طرف موڑیں) اور کعبہ آپ کی توجہ کا مرکز و قبلہ ہے لیکن میرے مولا حسینؑ پیغمبر اکرمؐ کے دل کا چین اور آپؐ کے جگر کا ٹکڑا ہیں۔ حضرت امام حسینؑ آپ کی

وہ خوشبو ہیں جس کی آپؑ نے تعریف کی ہے نفسِ پیغمبر اکرمؐ تھے، چنانچہ ارشاد نبویؐ ہے۔

حسین" منّی و انامنہٗ (حسین مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں) اس کے ساتھ ساتھ حضرت امام حسینؑ پیغمبر اکرمؐ کی توجہ کا مرکز و قبلہ تھے، کیونکہ ہمیشہ آپؐ کا قلب مبارک حضرت امام حسینؑ کی طرف مائل رہتا تھا، یہاں تک کہ خطبے کے دوران آپؐ حضرت امام حسینؑ کا خیال رکھتے تھے اور نماز کے دوران اپنی دوشِ مبارک پر آپؑ کو سوار کراتے تھے۔

نویں فضیلت : کعبے کا طواف اسلام کے ارکان میں سے ایک ہے چنانچہ ارشاد خداوندی ہے : واللّٰہِ علی النّاسِ حجّ البیتِ مَن استطاع اِلَیہ سبیلاً" اور اگر طواف چھوڑ دیں تو ارکان اسلام میں سے ایک رکن ناقص رہ جاتا ہے۔

حضرت امام حسینؑ کی زیارت کو بھی اسلام و ایمان کا ایک رکن قرار دیا گیا ہے، چنانچہ روایت میں آیا ہے کہ جو آپؑ کی زیارت ترک کرتا ہے اس کا ایمان ناقص ہے اور ایسا کرنا حرمت رسول خداؐ کا احترام پامال کرنے اور آپؐ سے صلہ یا رابطہ توڑنے کے مترادف ہے اور ایسا شخص عاقِ رسول خداؐ ہے اور ایک روایت کے مطابق وہ شیعہ ہی نہیں ہے اور دوسری روایت میں آیا ہے کہ اگر وہ اہل بہشت میں ہے تو جنت میں مہمان کی حیثیت سے جائے گا ایک اور روایت میں تارک زیارت حسینؑ کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس نے حقوق اللہ میں سے ایک حق کو ترک کیا ہے چاہے اس نے ہزار بار حج ادا کیا ہو نیز روایت میں ہے کہ وہ خیر و نیکی سے محروم ہوگا، اسی طرح ایک روایت میں معصومؑ سے نقل کیا گیا ہے کہ ان کو یہ معلوم ہوا کہ شیعوں کا ایک گروہ سال یا دو سال میں ان سے ملنے آتا ہے لیکن آپؑ کی زیارت کو نہیں جاتا تو فرمایا : انہوں نے اپنی قسمت گنوادی، وہ ثوابِ خدا سے محروم ہوئے اور رسول اللہؐ سے دور ہو گئے ہیں۔

دسویں فضیلت : کعبۂ معظمہ دلوں کو کھینچنے والا مقناطیس یا طربا ہے جو دور دور کے تعلقات سے دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اسی لئے دل کعبہ اور اہل کعبہ کی طرف مائل ہے "فاجعل اَفئِدۃً مِن النّاسِ تھوِی اِلَیھِم " (اب تو لوگوں کے دلوں کو ان کی طرف موڑ

دے) اور حضرت امام حسینؑ شیعوں کے دلوں کو کھینچنے والے رہا ہیں، ان کے دل میں آپؑ کی ایک خاص حیثیت رکھتی ہے اور یہ فطری بات ہے اس کا انکشاف میں نے ایک روایت سے کیا ہے کہ : مقداد کندی کہتے ہیں حضور اکرمؐ حضرات امام حسنؑ اور امام حسینؑ کو ڈھونڈنے نکلے جو گھر سے نکلے تھے، میں بھی آپؐ کے ساتھ تھا، میں نے زمین پر ایک بڑا سانپ دیکھا۔ جب اس نے رسول اللہ کی تشریف آوری کا احساس کیا تو اٹھ کر آپؐ کو دیکھنے لگا، وہ درخت خرما سے زیادہ اونچا اور اونٹ کے بچھڑے سے زیادہ موٹا تھا، اس کے منہ سے آگ کا شعلہ نکل رہا تھا، اس کو دیکھ کر مجھ پر خوف و ہراس طاری ہو گیا لیکن وہ رسول خداؐ کو دیکھ کر سکڑ کر دوڑی کے برابر ہو گیا (اور حضورؐ سے گفتگو کرنے لگا) رسول اللہؐ نے میری طرف متوجہ ہو کر فرمایا : اے میرے کندی بھائی معلوم ہے کہ یہ سانپ کیا کہہ رہا ہے؟

میں نے عرض کیا : خدا اور اس کے رسول بہتر جانتے ہیں۔

فرمانے لگے : یہ کہہ رہا ہے : شکر خدا کا کہ اس نے مجھے زندہ رکھا تا کہ رسول خدا کے دو بیٹوں کی حفاظت کروں، اس کے بعد وہ سانپ ریت کے درمیان رینگتے ہوئے چلا گیا، پھر میں نے وہاں ایک درخت کو دیکھا، جو اس سے پہلے نہیں تھا اور بعد میں بھی میں نے اس کو نہیں دیکھا، وہ درخت حسنینؑ پر سایہ فگن تھا، پیغمبر اکرمؐ ان دونوں کے درمیان بیٹھ گئے اور حضرت امام حسنؑ کے سر مبارک کو اپنے زانوئے مبارک دائیں پر رکھا اور حضرت امام حسینؑ کے سر مبارک کو اپنے بائیں زانوئے مبارک پر پھر پیغمبر اکرمؐ نے اپنی زبان مبارک کو حضرت امام حسینؑ کے دہن مبارک میں رکھا، تو آپؑ بیدار ہوئے اور رسول اللہؐ کو دیکھ کر فرمایا : ابا جان آپ پھر سو گئے اس وقت حضرت امام حسنؑ آپؐ کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا : ابا جان آپ ہیں، یہ کہہ کر حضرت امام حسنؑ بھی سو گئے۔ مقداد کہتے ہیں میں نے رسول اللہؐ سے عرض کیا : گویا حسینؑ بڑے ہیں، حضورؐ نے فرمایا : درحقیقت مؤمنین کے دلوں میں حسینؑ کی ایک خاص معرفت و محبت ہے، تم اس کی ماں (حضرت فاطمہؑ) سے پوچھ سکتے ہو اور جب حسنینؑ بیدار ہوئے تو آپؐ نے ان دونوں کو اپنے

کندھوں پر اٹھایا یہ ایک لمبی حکایت ہے (جس کو طوالت کے ڈر سے ہم بیان نہیں کر رہے ہیں)۔

گیارھویں فضیلت : بیت اللہ الحرام میں مقام حضرت ابراہیمؑ واقع ہے جو حضرت ابراہیمؑ کی قدم گاہ ہے جہاں آپؑ کا نقش پا پتھر پر باقی ہے اور حضرت امام حسینؑ حبیب خدا حضرت محمد مصطفیٰؐ کا مقام ہیں، حضورؐ کے دہن مبارک کے اثرات بدن مبارک حسینؑ کے بعض اعضا پر موجود تھے اور وہ ہیں آپؑ کی پیشانی مطہر اور گلوئے اطہر جو روایات کے مطابق بوسہ گاہ مصطفیٰؐ ہونے کی وجہ سے چمکتے رہتے تھے۔

اور اگر حضرت ابراہیمؑ کے بدن اطہر کا اثر بیت اللہ الحرام کے نزدیک واقع ہے تو مقام حسینؑ در حقیقت پیغمبر اکرمؐ کا شانہ اطہر، پشت مبارک اور سینہ (اقدس تھے) لہٰذا پیغمبر اسلام کا بدن مطہر مقام حسینؑ تھا۔

اگر روایات و احادیث میں غور کریں تو معلوم ہوگا، کس طرح پیغمبر اکرمؐ، حضرت امام حسینؑ کو شانہ مبارک پر بٹھا کر چلتے، آپؑ کو سینے پر سلاتے اور اگر سجدے کی حالت میں حضرت امام حسینؑ پشت مبارک پر سوار ہوتے تو آپؑ کی خاطر سجدے کو طول دیتے تھے یہاں تک کہ حضرت امام حسینؑ اپنی مرضی سے اترتے تھے، اسی طرح حضورؐ ہاتھوں اور پاؤں کے بل پر چلتے تھے۔

یہ باتیں، حضرت امام حسینؑ کی نسبت حضور اکرمؐ کی گہری محبت کی دلیل ہیں آپؐ، اپنے نواسے سے عجیب لگاؤ رکھتے تھے یہ بات قابل غور و خوض ہے کہ ایسی محبت کسی کو نہ کسی سے ہوئی ہے اور نہ ہوگی۔

بارھویں فضیلت : کعبۂ معظمہ ظاہری کرامات و فضائل رکھتا ہے اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ پرندے اس کے اُوپر نہیں اڑتے اور کعبے کی دیواروں پر نہیں بیٹھتے ہیں۔(۱)

---

(۱) خصائص الحسینیہ کے فارسی مترجم نے لکھا ہے کہ یہ حکم صرف کبوتروں کے لئے ہے، عام پرندوں کے لئے نہیں اس سلسلے میں انہوں نے اپنی ذاتی تجربے کو بھی بیان کیا ہے۔(مترجم)

حضرت امام حسین علیہ السلام کے روضۂ اقدس کی بھی ظاہری کرامات ہیں، چنانچہ آپؑ کی قبر مطہر پر پانی جاری نہیں ہوتا۔ لوگوں نے جب آپؑ کے مرقد مطہر کا نشان مٹانے کے لئے ہل چلانا چاہا تو بیل قبر مطہر پر نہیں جاتے تھے، متوکل عباسی ملعون نے قبر مطہر کا نشان مٹانے کے لیے، قبر کو منہدم کر کے کھیت میں تبدیل کرنے کا حکم دیا، اور بیس سال تک قبر مطہر پر پانی چھوڑا گیا اور ہل چلانے کی کوشش کی ایک دفعہ قبر مطہر کو کھولا گیا تو آپؑ کا جسد مبارک ترو تازہ تھا جیسا کہ حال ہی میں دفن کیا گیا ہو، اس لئے قبر مطہر کو اسی حالت میں رہنے دیا گیا، اس کے بعد مرقد مطہر پر پانی چھوڑا گیا لیکن پانی قبر تک نہیں پہنچا اور قبر بلند تر ہوگئی، پھر قبر مطہر پر ہل چلانے کے لئے بیل جوتا گیا لیکن جتنا ان کو مارتے تھے، وہ قبر پر ہل نہیں چلاتے تھے، بعض اوقات وہ ظالم دیکھتے تھے کہ کچھ لوگ ان کی طرف تیر مارتے ہیں اور جب وہ ان پر جوابی حملہ کرتے ہوئے تیر مارتے تھے تو وہ تیر واپس آ کر انہی کو لگتے تھے جنہوں نے ان کو پھینکا تھا۔

اور آپؑ کے بدن اطہر پر پرندے اترے اور اس کی تفصیل روایات کے مطابق یہ ہے کہ آپؑ کا بدن اطہر شہادت کے بعد زمین پر پڑا رہا، اس وقت ایک سفید پرندہ آیا اپنے آپ کو اور آپؑ کے خون مطہر میں ڈبو کر چلا گیا، اس کے جسم سے خون کے قطرے ٹپک رہے تھے، درختوں کی ٹہنیوں پر چھاؤں میں بیٹھے ہوئے پرندوں نے یہ حالت دیکھی تو اس پرندے نے ان سے کہا : اے پرندو تم کھا پی رہے ہو اور نعمتوں کا مزہ لوٹ رہے ہو جب کہ حضرت امام حسینؑ گرم ریت پر پڑے ہوئے ہیں، آپؑ کی رگوں سے خون جاری ہے، سر مبارک کو نیزے پر چڑھایا گیا ہے اور آپؑ کی خواتین اور بچوں کو اسیر کر کے ننگی سواریوں پر بٹھا کر شہر بہ شہر پھرا رہے ہیں، یہ سن کر وہ پرندے اڑ کر کربلا پہنچے تو دیکھا حضرت امام حسینؑ کا بدن اطہر بغیر سر مبارک کے بے غسل و کفن آپؑ کے بدن اطہر پر گھوڑے دوڑائے گئے ہیں آپؑ کی زیارت کرنے والے صحرا کے وحشی جانور ہیں، پہاڑوں اور وادیوں سے جنی مخلوق آ کر آپؑ پر روتے ہیں زمین اور فضا آپؑ کے نور سے روشن ہیں، یہ حالت دیکھ کر ان

پرندوں نے فریاد کرتے ہوئے اپنے آپ کو حضرت امام حسینؑ کے خون مطہر سے رنگین کیا اوران میں سے ہرایک کسی خاص علاقے کی طرف اڑ کر چلا گیا ان میں سے ایک پرندہ مدینۂ منورہ کی طرف روانہ ہوا، وہ اڑتے ہوئے روضۂ نبویؐ میں پہنچا جہاں اس کے پروں سے خون کے قطرے ٹپکنے لگے اوراپنی زبان بے زبانی میں وہ کہنے لگا :

الاقُتِلَ الحسینُ بکربلاء   اَلا ذُبِحَ الحسین بکربلا

(لوگوآگاہ ہوجاؤ حسینؑ کو کربلا میں قتل کردیا گیا، آگاہ ہوجاؤ حسینؑ کو کربلا میں ذبح کیا گیا)

وہاں موجود پرندے اس کے ارگرد جمع ہوئے اوراس پرندے کے پر سے ٹپکنے والے خون کے قطرے سے ایک یہودی لڑکی کو شفا ملی ۔اورزمینی جانور یعنی دشمن کے گھوڑے اس طرح بدن اطہر پر دوڑائے گئے جس کے بیان سے زبان قاصر ہے۔

یہاں مصنف نے ان گھوڑوں کے بارے میں عربی کا ایک بیت لکھا ہے جس کا ترجمہ یوں ہے :

بنات الدعیہ(۱) کے پاؤں کٹ جائیں، کیاان کومعلوم ہےان کے ذریعے کس قسم کی بڑی بے حرمتی کرائی گئی ہےاور کتنا بڑا قبیح عمل ان سے سرزد ہوا ہے (حضرت امام حسینؑ کے جسد اطہر کوان گھوڑوں کے ذریعے پامال کیا گیا)

تیرہویں فضیلت : کعبے کولوگوں کے طواف کا مقام قرار دیا گیااور طواف کا ثواب اس راہ میں اٹھائے جانے والے ہرقدم کے حساب سے اضافہ ہوجاتا ہےاورزیارت حسینؑ کی فضیلت بھی اسی حساب سے بڑھتی جاتی ہے جس کا بیان ہم نے زیارت کے عنوان میں کیا ہے۔

چودھویں فضیلت : کعبۂ معظمہ کوملائکہ کے لئے مقام طواف قرار دیا گیا ہے، چنانچہ

---

(۱) اعوج ایک قسم کے گھوڑے کا نام ہے جس کی نسل کے گھوڑوں کو بنات الاعوجیہ یعنی اعوج کی بیٹیوں کا نام دیتے ہیں۔

روایت میں ہے جب جبرئیل امینؑ نے خدا کے حکم سے کعبہ کی تعمیر کی تو ملائکہ نے اس کے ارد گرد طواف کیا اور وہ ستر ہزار فرشتے تھے جو اس خیمے کی حفاظت پر مامور تھے جو جنت سے نازل کیا گیا تھا، یہ خیمہ ان بنیادوں پر نصب تھا جس کو ملائکہ نے حضرت آدمؑ کی تخلیق سے قبل بیت المعمور کے بالمقابل رکھا تھا اور یہ عرش کے بالمقابل ہے اور جب جبرئیلؑ نے دوسری عمارت بنائی تو ملائکہ نے اس کے اردگرد طوف کیا اس وقت حضرت آدمؑ و حضرت حوا نے بھی سات مرتبہ اس کا طواف کیا۔

اور اس وقت جب حضرت امام حسینؑ نور کی شکل میں عرش پر تھے تو ملائکہ آپؑ کے ارد گرد طواف کرتے تھے اور آپؑ ملائکہ کی شفاعت کرتے تھے، چنانچہ صلصائیل و دردائیل فرشتوں کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے حضرت امام حسینؑ کو ہاتھوں میں اٹھا کر ان دونوں کے حق میں دعا کی، اور فطرس جس نے آپؑ کو یا آپؑ کے گہوارے کو مس کر کے بچپن میں شفاء پائی جبرئیلؑ اور میکائیلؑ جیسے عظیم المرتبت فرشتے آپؑ کی خدمت پر مامور تھے، اور جس طرح روایت میں ہے کہ فطرس کی ذمہ داری ہے کہ آپؑ کے زائرین کی زیارتوں سلام کرنے والوں کے سلام اور درود بھیجنے والوں کے درود و صلوات کو آپؑ تک پہنچاتا ہے، اور آپؑ کا مرقد منور ملائکہ کا مقام طواف و زیارت ہے اور ان اعمال کی انجام دہی کے لحاظ سے ان کے کئی طبقات ہیں :

○ پہلا طبقہ : چار ہزار فرشتوں پر مشتمل ہے جو پریشان حال اور غبار آلود حالت میں آپؑ کے مرقد انور کے ارگرد گریہ میں مصروف ہیں، یہ فرشتے زائرین حسینؑ کے استقبال کو جاتے، ان میں سے بیمار ہونے والوں کی عیادت کرتے اور جب وہ انتقال کر جاتے ہیں تو ان کے جنازے میں شریک ہوتے ہیں اور یہ وہی فرشتے ہیں جو روز عاشورا آپؑ کی نصرت کے لئے آئے تھے لیکن جب کربلا پہنچے تو امامؑ شہید ہو چکے تھے، اس وقت ان کو حکم ملا کہ روضۂ اقدس میں رہ کر آپؑ پر گریہ کریں اور کربلا میں نصرت نہ کر سکنے کا ازالہ رجعت کے وقت آپؑ کی نصرت کے ذریعے کریں ان کے سربراہ کا نام منصور ہے۔

○ ملائکہ کا ایک اور گروہ آپؑ کے مرقد انور پر موکل ہیں ان کی تعداد ستر ہزار ہے۔ یہ فرشتے جس دن سے امامؑ شہید ہوئے ہیں، ظہور قائم آل محمد (عج) تک آپؑ پر درود بھیجتے رہیں گے۔

○ اور چار ہزار ملائکہ ہر روز طلوع فجر سے غروب آفتاب تک امامؑ پر روتے رہتے ہیں غروب کے بعد یہ فرشتے صعود کرتے ہیں اور چار ہزار دوسرے فرشتے روضے میں نازل ہوتے اور طلوع فجر تک گریہ کرتے رہتے ہیں۔

○ فرشتوں کی ایک اور جماعت شب و روز کے ملائکہ اور نامۂ اعمال لکھنے والے فرشتوں پر مشتمل ہے، یہ فرشتے جب زمین پر اترتے ہیں تو کربلا میں حائر امام حسینؑ میں داخل ہوتے اور وہاں پر موجود فرشتوں سے مصافحہ کرتے ہیں وہ اپنے پروں کو زائرین حسینؑ سے مس کرتے ہیں اور پیغمبر اکرمؐ، حضرت علیؑ، حضرت فاطمہ زہراؑ، حضرت امام حسنؑ اور دیگر ائمہ اطہارؑ کے حکم پر زائرین کے حق میں دعا کرتے ہیں، چنانچہ روایات میں آیا ہے۔

○ فرشتوں کی ایک اور جماعت ہے جن کی تعداد پچاس ہزار ہے، حضرت امام جعفر الصادقؑ کی روایت کے مطابق یہ فرشتے کربلا میں اس وقت آپؑ سے ملے جب آپؑ شہید ہو رہے تھے لیکن وہ آسمان کی طرف چلے گیا خداوند عالم نے ان کو مخاطب کر کے کہا: ''تم لوگ میرے حبیب کے فرزند کے پاس پہنچے ان کو قتل کر رہے تھے لیکن تم نے ان کی مدد نہیں کی، اب تم زمین پر چلے جاؤ اور قیامت تک ان کی قبر کے پاس پریشان اور غبار آلود حالت میں رہو۔

○ اور کچھ وہ فرشتے ہیں جن کا ذکر زینب کی روایت میں ہوا ہے جنھوں نے ام ایمن کے حوالے سے پیغمبر اکرمؐ سے نقل کیا ہے اور یہ حدیث طویل ہے۔ اس روایت کے مطابق ہر دن اور ہر رات تمام آسمانوں سے ایک ایک لاکھ ملائکہ آکر قبر مطہر کو گھیر لیتے ہیں اور آپؑ پر درود بھیجتے، تسبیح الٰہی پڑھتے اور آپؑ کے زائرین کے لئے مغفرت طلب کرتے ہیں اور جو بھی قرب خدا اور رسولؐ کی خاطر امامؑ کی زیارت کو آتا ہے اس کا نام، اس کے باپ کا نام،

قبیلہ اور شہر کا نام درج کرتے ہیں، اور اس کی پیشانی پر عرش خدا کے نور کی ایک مہر لگا دیتے ہیں جس پر لکھا ہوا ہے "یہ بہترین شہید (حضرت امام حسینؑ) اور بہترین نبیؐ کے فرزند کا زائر ہے۔" قیامت کے دن زائر کی اسی مہر سے ایسی روشنی پھوٹے گی جو آنکھوں کو خیرہ کر کے رکھ دے گی اور اسی مہر کے ذریعے پہچانا جائے گا۔

اس روایت میں کہا گیا ہے کہ جبرئیلؑ نے پیغمبر اکرمؐ سے عرض کیا : یا رسول اللہؐ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپؐ میرے اور میکائیل کے درمیان ہیں اور علی ہمارے سامنے ہیں اور ہمارے ساتھ بہت سے فرشتے ہیں جن کو گنا نہیں جا سکتا، اور ہم مخلوقات کے درمیان ان لوگوں کو چن چن کر اٹھا رہے ہیں جن کی پیشانیوں پر وہ مہر لگی ہوئی ہے، تا کہ خداوند عالم ان کو اور قیامت کی مشکلات اور دشواریوں سے نجات دلائے اور یہ ان لوگوں کے بارے میں حکم خداوندی اور اس کی عطا ہے جو آپؐ کے روضۂ اقدس آپؐ کے بھائی (حضرت علیؑ) اور آپؐ کے دونوں نواسوں کی قبور کی زیارت کرتے ہیں۔

o اور ستر ہزار ملائکہ ہر نماز کے وقت نازل ہوتے ہیں اور قیامت تک ان کی نوبت نہیں آتی، یہ اس روایت میں ہے جس کو کتاب کامل الزیارۃ میں حضرت جعفر الصادقؑ سے نقل کیا گیا ہے۔

پندرھویں فضیلت : کعبۂ معظمہ کو آسمان سے نازل کیا گیا ہے، چنانچہ حضرت امام جعفر الصادقؑ نے فرمایا ہے : خداوند عالم نے بیت اللہ کو آسمان سے نازل کیا ہے اور اس کے چار دروازے ہیں اور ہر دروازے پر سونے کی ایک قندیل لٹک رہی ہے۔

مصنف کہتے ہیں: اگر کعبے کو یہ شرف حاصل ہے کہ اس کو آسمان سے اتارا گیا ہے تو حضرت امام حسینؑ۔ آسمان کی تخلیق سے قبل نور تھے بلکہ روایت میں ہے کہ لوح محفوظ اور کرسی کو آپؑ ہی کے نور سے خلق کیا گیا ہے اور آپؑ ان دونوں سے برتر ہیں۔ اور آپؑ کو شہادت کے بعد آسمان کی طرف لے جایا گیا اور روایت میں ہے کہ آپؑ کے خون آلود بدن مطہر کو آسمان پر لے جایا گیا اور پانچویں آسمان میں حضرت علیؑ کی صورت کے ساتھ

رکھا گیا جس پر ابن ملجم کی ضربت کا نشان تھا۔ آسمان والے وہاں جمع ہوتے۔ ایک اور روایت میں کہا گیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ عرش کی دائیں جانب سے اپنے مقتل اور روضے کی طرف دیکھتے ہیں اور اپنے زائرین اور عزا میں رونے والوں پر نظر ڈالتے ہیں، اس کا بیان ہم نے غم حسینؑ میں گریہ کی خصوصیات میں کیا ہے۔

سولہویں فضیلت : کعبۂ معظمہ دور جاہلیت میں بھی محترم رہا اور اسلام کے ظہور کے بعد بھی اس کو قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے بلکہ امام زمانہ آدمؑ سے لے کر آج تک کعبے کا احترام قائم ہے، تمام اقوام حتیٰ کہ کافرین و مشرکین کعبے کی تعظیم اور اس کی زیارت اور اس سے تقرب حاصل کرنے کی کوششیں کرتے رہے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کی بھی تعظیم کی جاتی ہے اور حتیٰ کہ آپؑ کے دشمن اور اشقیا بھی آپؑ کو احترام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

چنانچہ روایت میں کہا گیا ہے کہ حسنؑ و حسینؑ کی محبت (مخالفین) منافقین و کافرین کے دلوں میں ڈال دی گئی ہے، اس کا اظہار ان باتوں سے ہوتا ہے کہ خلیفۂ اول نے بچپن میں آپؑ سے گفتگو کی نیز آپؑ نے امیر معاویہ سے گفتگو کی اور ان پر نیز عمرو بن العاص پر آپؑ برہم ہوئے، لیکن ان دونوں نے آپؑ کا احترام کیا، امیر معاویہ نے یزید کو آپؑ کا احترام کرنے کی وصیت کی تھی، یزید کے ساتھ بیعت کے سلسلے میں عتبہ کی گفتگو سے اور جب یزید نے آپؑ کے قتل کا حکم دیا تو آپؑ نے مروان کو جو جواب دیا، اس سے بھی یہ بات واضح ہو جاتی ہے نیز سعد بن ابی وقاص اور دیگر حاجی اس وقت سواریوں سے اتر کر پیدل چلنے لگے جب انہوں نے دیکھا مکہ کے راستے میں حضرت امام حسینؑ پیدل سفر کر رہے ہیں، آپؑ کا یہ احترام قائم رہا، اس وقت تک جب عاشور کے دن ملعون عمر سعد نے آپؑ کی حرمت کو پامال کیا، حضرت امام حسین علیہ السلام گھوڑے سے زمین پر گرے تو اس ملعون نے سوار ہو کر حکم دیا کہ دس افراد گھوڑوں پر سوار ہو کر آپؑ کو ٹاپوں سے پامال کریں۔

سترہویں فضیلت : کعبۂ معظمہ اس وقت تک قائم رہے گا، جب تک زمین و آسمان

قائم ہیں اور یہ دین کی علامتوں میں سے ایک ہے اور مرقد منور حسینؑ بھی اسی طرح ہے
چنانچہ ام ایمن والی روایت میں ہے اور اس کا بیان ہم نے کتاب کے اوائل میں کیا ہے۔

اٹھارہویں فضیلت : ظاہر اور مشہور حکم یہ ہے کہ مسافر مسجد الحرام میں جو کعبے کا احاطہ کیا ہوا ہے نماز پوری پڑھنا جائز ہے اسی طرح سفر میں ساقط ہو جانے والی نافلہ نمازوں کو بھی پڑھ سکتے ہیں اور یہ کعبہ معظمہ کا ایک خاص امتیاز ہے۔

یہ حکم حائر حسینؑ میں بھی نافذ ہے، مسافر قبر حسینؑ کے اردگرد حائر کے علاقے میں نماز پوری پڑھ سکتا ہے اور بعض کے نزدیک اس میں حرم کا دائرہ بھی شامل ہے جس کا ذکر آگے کیا جا چکا ہے اور بعض کے مطابق شہر کربلا میں نماز تمام پڑھ سکتے ہیں اسی طرح سفر میں ساقط ہونے والی نوافل بھی پڑھی جا سکتی ہے۔

ہمارے علما کے درمیان حائر کی حدود میں اختلاف پایا جاتا ہے، ابن ادریس نے کہا ہے حائر سے مراد روضہ اقدس اور اس سے متصل مسجد کی دیوار ہے، شہر کی دیوار نہیں ہے اس لئے کہ درحقیقت یہی حائر ہے، کیونکہ عربی لغت میں حائر اس پست جگہے کو کہتے ہیں جہاں پانی ٹھہر جاتا ہے۔

ہمارے بزرگ شیخ مفید نے اس قول کا اختیار کیا ہے، کتاب ارشاد کے باب مقتل حسینؑ میں انہوں نے حضرت امام حسینؑ کے ساتھ شہید ہونے والوں کے ذکر میں لکھا ہے کہ وہ سب حائر میں ہیں سوائے حضرت ابوالفضل العباسؑ کے جو نہر علقمہ اور زرعی زمینوں کے درمیان ایک ٹیلے پر شہید ہوئے، اس کی ایک دلیل احتیاط ہے کیونکہ انہوں نے اس حد تک قول کو باعث اجماع قرار دیا ہے۔

شہید اول و شہید ثانی نے کہا ہے کہ متوکل کے زمانے میں اسی مقام (حائر) پر پانی ٹھہر گیا اور آگے نہیں بڑھا۔

بعض علما نے کہا ہے حائر میں صحن مقدس کا احاطہ بھی شامل ہے بعض کے مطابق حائر قبہ شریف کے اندر کا احاطہ ہے اور بعض کا کہنا ہے روضۂ اقدس کے احاطے کو حائر کہتے ہیں

جس میں پرانی عمارتیں جیسے رواق، قتل گاہ اور حرم شامل ہیں۔

علامہ مجلسیؒ نے لکھا ہے کہ میرے نزدیک مشہور قدیم صحن کیا احاطے تک حائر ہے وہ علاقہ حائر میں شامل نہیں جو صفوی دور میں اضافہ ہوا ہے، اس کی دلیل ان روایات کو قرار دیا ہے جن میں کہا گیا ہے کہ جب تم حائر میں داخل ہو جاؤ تو کھڑے ہو کر یہ دعا پڑھو، یہاں پر انہوں نے ایک دعا نقل کی ہے، اس کے بعد لکھا ہے، ذرا آگے چل کر کھڑے ہو جاؤ اور سات مرتبہ تکبیر پڑھو، پھر قبر مطہر کے سامنے کھڑے ہو جاؤ اور پڑھو، پھر لکھا ہے اور ذرا آگے چل کر پڑھو، اس کے بعد ہاتھوں کو ضریح مقدس پر رکھو وغیرہ، اس میں دو دفعہ چلنے کے لئے کہا گیا ہے اور داخل ہونے کے بعد ذرا چلنے کے لئے کہا گیا ہے ان باتوں سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ حائر ذرا وسیع تر احاطے پر مشتمل ہے۔ یہ قول زیادہ معتبر نظر آتا ہے اور اسی احاطے میں نماز پوری پڑھنے کا حکم نافذ ہوگا اور اس میں ایک قسم کی وسعت نظر آتی ہے، اس سے کم حدود متعین کرنے کے بارے میں علم نہیں ہے اور مختصراً احتیاط یہ ہے کہ روضۂ اقدس کا احاطہ حائر میں شامل ہے۔

انیسویں فضیلت : کعبۂ معظمہ حضرت آدمؑ سے لے کر خاتم الانبیا حضرت محمد مصطفیٰؐ تک انبیائے کرامؑ کا مقام طواف ہے جس کے بارے میں متواتر متعدد روایات نقل کی گئی ہیں۔

اور یہ فضیلت حضرت امام حسینؑ کو بھی حاصل ہے، بعض مقامات پر آپؑ کے بدن مطہر سے متعلق، کہیں آپؑ کے سر مبارک کے بارے میں اور بعض جگہوں پر آپؑ کے مرقد انور سے متعلق ایسی فضیلتوں کا ذکر کیا گیا ہے بلکہ روایت کی گئی ہے جو پندرہ شعبان کی شب آپؑ کی زیارت کرے، ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاؑ اس سے مصافحہ کریں گے اور کعب احبار سے روایت کی گئی ہے کہ کوئی نبی ایسا نہیں جس نے سرزمین کربلا کی زیارت نہ کی ہو، انہوں (سرزمین کربلا سے خطاب کرتے ہوئے کہا : تیرے اندر برج امامت کا ماہ تاباں مدفون ہوگا، ان سب کی تفصیل اپنی مناسبت سے درج عناوین میں بیان کی گئی ہے۔

بیسویں فضیلت : خداوند عالم نے کعبہ معظمہ کو حجر اسود کے ذریعے زینت بخشی ہے جو بہشت سے اترنے والا یاقوت کا ٹکڑا ہے اس کا رنگ دودھ سے زیادہ سفید تھا، لیکن کفار کے ہاتھ لگانے کی وجہ سے کالا ہو گیا ہے اور حضرت امام حسین علیہ السلام بہشت کی زینت ہیں بلکہ آپؑ عرش بریں کی زینت ہیں۔

حدیث میں حضور اکرمؐ سے روایت کی گئی ہے کہ جنت نے خداوند عالم سے درخواست کی کہ اس کو مزین کیا جائے، خدا نے بہشت سے کہا : میں نے تیرے ارکان کو حسنؑ اور حسینؑ کے ذریعے مزین کیا ہے، اس پر بہشت دلہن کی طرح ناز کرنے لگی۔ بحار کی ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ اس پر بہشت کی خوشی میں اضافہ ہوا۔

حضور اکرمؐ کی ایک حدیث میں آیا ہے کہ روز قیامت عرش خدا کو ہر قسم کی زینتوں سے مزین کیا جائے گا، دو منبر لائے جائیں گے جن میں سے ہر ایک کی اونچائی سو میل ہو گی، ان دو منبروں کو عرش کے دائیں اور بائیں طرف رکھا جائے گا پھر حضرت امام حسنؑ و امام حسینؑ کو لا کر ان کے ذریعے عرش کی تزئین کرے گا جس طرح عورت کے کانوں میں گوشوارے ہوتے ہیں۔

اور حجر الاسود کی فضیلتوں میں سے ایک یہ ہے کہ مخلوقات کا میثاق اس کے حوالے کیا گیا ہے کیونکہ یہ پہلا فرشتہ ہے جس نے اس عہد کا اقرار کیا جو خدا نے مخلوقات عالم سے لیا تھا۔ اور ملائکہ کے درمیان اس سے زیادہ محمدؐ و آل محمد سے محبت کرنے والا کوئی نہیں تھا۔

خداوند عالم نے اس کو جوہر میں تبدیل کیا اور آدمؑ کے نزدیک بھیجا، اور یہ آدمؑ کا ہمدم تھا جب آدمؑ مکے میں آئے تو اس جوہر کو اپنی گردن میں لٹکا لیا۔

واضح رہے کہ وہ عہد جس کی وجہ سے حجر الاسود کو شرافت ملی ہے وہ خداوند عالم کا اقرار پیغمبر اکرمؐ کی نبوت اور حضرات امام علیؑ، امام حسنؑ و امام حسینؑ کی ولایت کا اقرار تھا۔

......لہٰذا حجر الاسود کو فضیلت حضرت امام حسینؑ کی وجہ سے ملی ہے۔

اکیسویں فضیلت : طواف کعبہ کے لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ مقام ابراہیمؑ پر

احترام بیت اللہ کی خاطر دو رکعت نماز پڑھیں "وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَقَامِ اِبْرَاهِیْمَ مُصَلًّی"
(مقام ابراہیم کو مصلّیٰ قرار دو) اور حضرت امام حسینؑ کی ولادت باسعادت کے دن مغرب
کے وقت پیغمبر اکرمؐ نے شکرانے کی دو رکعت نماز پڑھی جو نافلۂ مغرب قرار پائی، یہ سنت
حضرت امام حسینؑ کی ولادت باسعادت کے وقت شروع ہوئی اور روز قیامت تک جاری
رہے گی گویا نافلۂ مغرب کی نماز آپؑ کے وجود مبارک کے شکرانے اور احترام کے طور
پر پڑھتے ہیں۔

اصول کافی میں معتبر اسناد کے ساتھ حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت کی گئی ہے کہ
جب رسول اکرمؐ معراج پر تشریف لے گئے تو روزانہ نمازوں کی رکعات کی تعداد دس رکعات
مقرر ہوئیں جن میں سے ہر ایک نماز دو رکعتوں کی تھی، اور جب حضرت امام حسینؑ دنیا میں
تشریف لائے تو حضور اکرمؐ نے شکرانے کے طور پر سات رکعتوں کا اضافہ کیا۔
خداوند عالم نے اس کی توثیق کی، اسی طرح روزانہ نمازوں کی سترہ رکعتیں ہوگئیں۔

بائیسویں فضیلت : عیسیٰ بن عبداللہ ہاشمی نے اپنے باپ سے اور انہوں نے
حضرت امام جعفر الصادقؑ سے روایت کی ہے کہ کعبۂ معظمہ سے چاند اور سورج کی طرح
روشنی کی کرنیں پھوٹتی تھیں لیکن جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو کعبہ اس حالت میں تبدیل
ہوگئی۔

اور ایک روایت میں کہا گیا ہے کہ کعبے کی جگہ ایک سرخ یاقوت تھا جس کا نور اس
احاطے تک پہنچا جو حرم کا احاطہ ہے اسی لئے اس احاطے کو خدا نے حرم قرار دیا۔ مصنف کہتے
ہیں : اگر کعبہ نورانی تھا بعد اس میں اس کی روشنی بجھ گئی ہے تو حضرت امام حسینؑ نورانی
تھی، آپؑ کے چہرۂ انور اور پیشانی مبارک سے نور پھوٹتا تھا اور نور میں کمی نہیں آئی، چنانچہ
شہادت کے وقت ہلال بن نافع نے روایت کی ہے، کہتا ہے میں عمر بن سعد کے لشکر میں تھا،
اچانک کسی نے آواز دی مبارک ہو اے امیر شمر نے حسینؑ کو قتل کر دیا، میں مقتل کی طرف
گیا اور دیکھا آپؑ احتضار کی حالت میں ہیں، قسم ہے خدا کی میں نے ایسے مقتول کو نہیں

دیکھا جو خون میں نہلایا گیا ہو لیکن اس حد تک نورانی ہو، آپؑ کے چہرۂ انور سے پھوٹنے والے نور نے مجھے آپؑ کے قتل کے بارے میں سوچنے سے غافل کر دیا اس وقت آپؑ پانی طلب فرما رہے تھے۔

اور اگر کعبۂ معظمہ کی روشنی یا قوت سے پھوٹتی اور حرم کی حدود کو منور کر دیتی تو شجرۂ مبارک سے چمکنے والے نور الٰہی کے جلوے سے تمام میدان کربلا روشن ہوا، اس لئے کہ کربلا وہی وادی ایمن اور بقعۂ مبارکہ ہے جہاں حضرت موسیٰؑ نے نور خدا کا مشاہدہ کیا تھا، اور وہ نور آسمانوں کی بلندیوں اور کائنات کی وسعتوں تک پہنچتا تھا، اسی طرح آپؑ کا جسد مبارک رات میں سورج کی مانند چمکتا تھا جیسا کہ اسدی کی روایت میں آیا ہے، بلکہ اس روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپؑ کے اردگرد بعض ایسے نوجوان تھے جن کے گلے سے خون ٹپک رہا تھا اور وہ چراغ کی طرح تاریک رات کو روشن کر رہے تھے۔

تیسویں فضیلت : مکۂ معظمہ ام القریٰ ہے اور حضرت امام حسینؑ ائمۂ اطہارؑ کے باپ ہیں خداوند عالم نے شہادت کے بدلے آپؑ کو یہ فضیلت عطا کی تھی اس کا ذکر روایات میں کیا گیا ہے۔

چوبیسویں فضیلت : کعبۂ معظمہ تمام گھروں کا سردار ہے اور حضرت امام حسینؑ جوانان اہل بہشت کے سردار ہیں، جبکہ تمام اہل بہشت جوان ہوں گے۔ یہ خبر شیعہ، سنی دونوں کی احادیث و روایات میں تواتر کے ساتھ نقل کی گئی ہے حتیٰ کہ خلیفہ دومؓ نے بھی پیغمبر اکرمؐ سے اس کی روایت کی ہے۔

پچیسویں فضیلت : اس کے باوجود کہ ایک بے آب و گیاہ صحرا میں بسا ہوا ہے حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی وجہ سے دنیا کے اطراف و اکناف سے چیزیں یہاں لائی جاتی ہیں اور حضرت امام حسینؑ کے لئے بھی بہشتی چیزیں لائی گئیں چنانچہ متعدد روایات سے ظاہر ہوتا ہے، ان میں سے ایک بحار الانوار کی وہ روایت ہے جو ابن شاذان کے حوالے سے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے کی گئی ہے، سلمانؓ کہتے ہیں : میں ایک دن حضرت رسول خداؐ کی

خدمت میں شرفیاب ہوا، آپؐ کو سلام کیا، اس کے بعد حضرت فاطمہ زہراؑ کی خدمت میں پہنچا، سیدہؑ نے مجھ سے کہا : اے سلمان حسنؑ اور حسینؑ بھوک کی وجہ رو رہے ہیں، ان کے ہاتھ پکڑ کر ان کے نانا کے پاس لے جاؤ، سلمانؓ کہتے ہیں : میں حسنینؑ کے ہاتھ پکڑ کر رسول خداؐ کی خدمت میں لے گیا، رسول اللہؐ نے فرمایا : میرے حسنینؑ کیا ہوا؟

دونوں نواسوں نے عرض کیا : نانا جان ہمیں بھوک لگ رہی ہے کھانے کی کوئی چیز چاہیے، آنحضرتؐ نے دعا کی خدایا ان کو کچھ کھانے کی چیز عطا کر، یہ دعا آپؐ نے تین مرتبہ دہرائی میں نے دیکھا حضور اکرمؐ کے دست مبارک میں بیرے نور کے برابر ایک میوہ دانہ ہے مدینہ کے نزدیک واقع علاقے ہجر میں بننے والے کوزوں کی طرح اور برف سے زیادہ سفید تھا۔

حضورؐ نے اس میوے کے بیچ سے دو حصے کر دیئے، آدھ حضرت امام حسنؑ کو دیا اور دوسرا حصہ حضرت امام حسینؑ کو، سلمانؓ کہتے ہیں : میں ان بہشتی میوے کے ٹکڑوں کو دیکھنے لگا، مجھے بھی کھانے کی خواہش ہوئی۔

پیغمبر اکرمؐ میری طرف متوجہ ہوئے تو فرمانے لگے، سلمان شاید تمہیں اس میوے کو کھانے کی خواہش ہو رہی ہے؟ میں نے عرض کیا : ہاں یا رسول اللہ حضور اکرمؐ نے فرمایا یہ جنت کی غذا ہے اور کوئی اس وقت تک اس میوے کو نہیں کھا سکتا جب تک وہ حساب و کتاب سے فارغ نہ ہو جائے۔ انشاءاللہ (حساب و کتاب کے وقت) تمہاری خیر ہوگی۔

ان میں سے ایک رطب (تازہ خرمے) کی حدیث ہے، جس کی خواہش حضرت امام حسین علیہ السلام نے کی تو بلوری کی ایک طشتری میں بہشتی میوہ اترا جو سبز سندس کے کپڑے سے ڈھانپا ہوا تھا، یہ ایک طویل حدیث ہے جس کو بحار الانوار اور حید العیون میں نقل کیا گیا ہے۔

ان میں سے ایک وہ حدیث بھی ہے جو بحار الانوار میں حسن بصری اور حضرت ام سلمہؓ کے حوالے سے منقول ہے، جنھوں نے روایت کی ہے کہ حضرات امام حسنؑ و امام حسینؑ ایک دن رسول اللہؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس وقت جبریل امینؑ بھی بارگاہ رسالت

شرفیاب ہو چکے تھے، حسنینؑ جبرئیل کے اردگرد گھومنے لگے اس گمان سے کہ وہ دحیہ کلبی) ہیں جبرئیلؑ نے اپنے ہاتھ کو اس انداز میں ہلایا کہ وہ کسی سے کوئی چیز لے رہے ہیں انہوں نے ایک سیب، بہدانہ اور انار ان حضرات کو دے دیا، اس وقت خوشی سے ان کے چہرے کھل اٹھے، وہ دوڑتے ہوئے اپنے نانا کے خدمت میں گئے، آپؐ نے ان دونوں کے ہاتھوں سے ان میووں کو لے کر سونگھا، پھر فرمایا : ان میووں کو لے کر اپنے ماں باپ کے پاس چلے جاؤ، دونوں نواسے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے حضرت علیؑ اور حضرت فاطمہ زہراؑ کے پاس چلے گئے، لیکن ان میں سے کسی نے وہ میوے نہیں کھائے یہاں تک کہ رسول خداؐ ان کے پاس چلے گئے اور تمام پنجتن پاکؑ نے مل کر بہشتی میوے تناول فرمائے۔

جتنا ان میووں سے کھاتے تھے، وہ دوبارہ اپنی اصلی حالت میں پلٹتے تھے، یہاں تک کہ رسول خداؐ نے ان میووں کو اٹھایا، حضرت امام حسینؑ فرماتے ہیں : یہ میوے اسی حالت میں تھے ان میں کسی قسم کی تبدیلی یا کمی نہیں آئی اور انار حضرت فاطمہ زہراؑ کے زمانے میں موجود تھا، آپؑ کی رحلت کے بعد کھو گیا اور جب حضرت علیؑ شہید ہوئے تو بہدانہ کھو گیا اور سیب تر و تازہ حضرت امام حسنؑ کے پاس تھا (جب آپؑ شہید ہو گئے تو) یہ سیب ہمارے پاس موجود تھا، اس وقت تک جب کربلا میں ہم پر پانی بند کر دیا گیا، جب وقت مجھ پر پیاس کا غلبہ ہوتا تھا، میں سیب کو سونگھتا تھا اور میری پیاس بجھ جاتی تھی۔ حضرت امام حسینؑ نے فرمایا : بالآخر جب میری پیاس کی انتہا نہ رہی تو میں نے دانتوں سے اس سیب کو کاٹا اور مجھے یقین ہو گیا کہ میرا آخری وقت ہے۔

حضرت امام زین العابدینؑ نے فرمایا ہے : میں نے یہ باتیں شہادت سے کچھ دیر قبل اپنے والد گرامی سے سنیں، جب آپؑ شہید ہوئے تو مقتل سے سیب کی خوشبو آتی تھی، لیکن وہ سیب وہاں سے نہیں ملا۔

حضرت امام زین العابدینؑ فرماتے ہیں : سیب کی خوشبو ضریح مقدس میں باقی ہے میں زیارت کے لئے گیا تو مرقد مطہر سے خوشبو آ رہی تھی اور زائرین میں سے کوئی اگر یہ

خوشبو سونگھنا چاہے تو سحر کے وقت زیارت کے لئے جائے اور خوشبو کی التماس کرے، اگر وہ مخلصین میں سے ہے تو ضرور خوشبو سونگھ سکتا ہے۔

چھبیسویں فضیلت : کعبۂ معظمہ کی حرمت کی عظمت کی ایک دلیل یہ ہے کہ حضرت اسماعیلؑ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ کعبے پر غلاف چڑھائیں اور اس کی آرائش کریں، چنانچہ اہل عرب تحفے لاتے تھے اور حضرت اسماعیلؑ کی والدہ اور اہلیہ ان سے کپڑا بنتی تھیں اور آپؑ اس کو غلاف بنا کر کعبے پر چڑھاتے تھے۔ اس کے بعد حضرت سلیمانؑ بن داؤدؑ نے کعبے پر غلاف چڑھایا، پھر ہر دور کے بادشاہ اس پر غلاف چڑھاتے رہے ہیں۔

حضرت امام حسینؑ کی حرمت اس سلسلے میں مخصوص ہے چنانچہ خداوند عالم نے آپؑ کے لئے جنتی کپڑا بھیجا اور پیغمبر اکرمؐ نے آپؑ کو پہنایا، چنانچہ حضرت ام سلمہؓ سے روایت کی گئی ہے کہ انہوں نے کہا : میں نے رسول اللہؐ کو دیکھا کہ آپؐ حضرت امام حسینؑ کو ایسا لباس پہنا رہے تھے جو دنیوی لباس نہیں تھا، میں نے عرض کیا : یارسول اللہؐ یہ کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا : یہ ایسا تحفہ ہے جس کو خداوند عالم نے حسینؑ کے لئے بھیجا ہے۔ اور اس کے بانے جبرئیلؑ کے نازک پروں سے بنے ہوئے ہیں۔

ایک دفعہ عید کی رات کو آپؑ نے اپنی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہؑ سے عید کا کپڑا طلب کیا تو رضوان نے آپؑ اور آپؑ کے بھائی حسن مجتبیٰؑ کے لئے تحفتاً لایا اور حضرت فاطمہؑ زہراؑ نے ان کو وہ کپڑے پہنا دیئے۔ اس واقعے کو گذشتہ ابواب میں، میں نے ایک حدیث کے ضمن میں بیان کیا ہے۔

ایک اور حدیث میں آیا ہے کہ حضرت امام حسینؑ نے اپنے نانا حضورؐ سے عید کی رات کو کپڑے کی فرمائش کی تو خداوند عالم نے آپؑ کے لئے جنتی کپڑا بھیجا، جبرئیلؑ نے آپؑ کی خواہش کے مطابق اس کو سرخ رنگ کیا اور رو دیا۔

ایک مرحلے پر آپؑ نے ایک پیراہن طلب کیا لیکن زینت کے لئے نہیں اور نہ ہی عید کے لئے بلکہ عاشور کے دن ایک پرانی قمیض طلب کی تاکہ شہادت کے بعد جب لباس کو

لوٹا جائے تو کوئی اس پرانی قمیض کو اتار نہ سکے۔

اس مرتبہ آپؑ کی بہن حضرت زینب کبریٰ نے آپؑ کے لئے پرانا لباس فراہم کیا، آپؑ نے اس لباس کے حصے پھاڑ دیئے اور اس کو میدان میں جانے سے پہلے پہنا، اور اس کو اپنے خون مطہر سے رنگین کیا۔ اسی (طرح کے سرخ) رنگ سے جس سے جبرئیلؑ نے آپؑ کے جنتی جامے کو رنگین کیا تھا اس وقت کربلا کی خاک نے آپؑ کے لباس کو خاک آلود کیا، اور نیزوں تیروں اور تلواروں کے وار سے یہ لباس پارہ پارہ ہو گیا اس کے باوجود اسحاق بن حویہ نے شہادت کے بعد بدن اطہر سے پرانا پھٹا ہوا لباس بھی اتار لیا اور آپؑ کا جسد اطہر عریان حالت میں زمین پر پڑا رہا۔ اس کے بعد حضرت زینبؑ نے آپؑ کے بدن اطہر کو دیکھ کر کہا: یہ حسینؑ خاک و خون میں غلطاں ہیں۔

ستائیسویں فضیلت: "اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ" (کیا آپ نے انہیں دیکھا کہا کہ آپ کے رب نے ہاتھی والوں کے ساتھ کیا کیا) اصحاب فیل کعبہ معظمہ کو منہدم کرنے کے ارادے سے چل پڑے تو دستے دستے پرندے ان کے سروں پر جہنمی پتھر مارنے لگے یہ کنکریاں دال کے دانوں کے برابر چھوٹی تھیں، کنکریاں ان کے دماغوں میں لگتی اور ان کے مقعدوں سے نکلتی تھیں "فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ" (سو اس پتھر نے انہیں کھائے ہوئے بھوسے کی مانند کر دیا)۔

اور کتے اور سؤر والوں (بنی امیہ) نے حضرت امام حسینؑ کو شہید کرنے کے ذریعے رسول اللہؐ کے مقدس گھر کو اجاڑنا چاہا تو خدا نے ان کو متعدد مصلحتوں کے تحت کچھ دنوں کی مہلت دی لیکن بعد میں اصحاب فیل کی طرح ان کی چال کو ناکارہ بناتے ہوئے ان پر ایسے گروہ کو مسلط کیا جس نے ان میں سے ایک ایک کو پکڑ کر قتل کیا۔ ان کے ہاتھ پاؤں کو کاٹ پھینکا، مختار ثقفیؒ نے ان میں سے بہت سے افراد کو جلا ڈالا، اور وہ کھائے ہوئے بھوسے کی مانند ہو گئے۔ انہوں نے ملعونوں کے اجساد کو بھی نذر آتش کیا جس طرح ابن زیاد کے جس کو جلا ڈالا، بعض کو زندہ جلتے ہوئے تیل میں پھینکا گیا اور بعض لوگوں نے جلتے ہوئے پیاس کی

حالت میں جان دے دی جیسا کہ اخنس بن زید کی کہانی سے واضح ہے۔

ابن زیاد کے حاجب سے روایت کی گئی ہے کہ بعض اوقات اس ملعون کا چہرہ آگ سے جھلس جاتا تھا اور اس کو بجھانا پڑتا تھا۔

یزید کے بارے میں کہا گیا ہے کہ رات کو وہ شراب کے نشے میں مدہوش ہو کر سو گیا اور صبح کے وقت مردہ پایا گیا، اس کا چہرہ بالکل کالا ہو گیا تھا، جس طرح اس پر کولتار لگایا گیا ہو اور حضرت امام حسینؑ کے وہ مال و اسباب جو شہادت کے بعد لوٹ لیا گیا تھا، سب کے سب جل کر راکھ ہو گئے تھے جیسے آپؑ کے اونٹوں کا گوشت، عطر و زعفران وغیرہ جس کی تفصیل اپنی جگہ پر بیان ہو گی۔

اٹھائیسویں فضیلت : کعبہ معظمہ کی طرف دیکھنا ان لوگوں کے لئے مغفرت کا باعث ہو گا جو ائمہ اطہارؑ کے حق کو پہچانتے ہیں، اور یہ دنیا و آخرت کے غموں کا مٹانے کا بھی سبب ہے، اسی طرح حضرت امام حسین علیہ السلام کی طرف دیکھنا بہترین عبادت میں سے ہے حضور اکرم محمدؐ اپنے نواسے کو دیکھتے اور بعض اوقات اگر بھوک لگتی تو فرماتے تھے، میں حسن وحسین کا دیدار کرنے جاتا ہوں تاکہ میری بھوک مٹ جائے، لیکن محض آپؑ کے چہرۂ انور کا دیدار کرنا حزن و غم اور گریہ و فغاں میں اضافے کا سبب بنتا تھا، اسی طرح آپؑ کے مرقد منور پر نظر ڈالنا عبادت ہے اور اس کے نتیجے میں بھی غم و اندوہ اور رقت طاری ہو جاتی ہے خاص طور پر جب آپؑ کے بیٹوں علی اکبرؑ و علی اصغرؑ کی قبروں پر نظر پڑتی ہے جو آپؑ کے پائے مبارک کی طرف مدفون ہیں تو دیکھنے والے کا دل جلنے لگتا ہے، یہ ساری باتیں روایات میں نقل کی گئی ہیں۔

انتیسویں فضیلت : حج کے بارے میں کہا گیا ہے کہ اس کی راہ میں ایک درہم خرچ ہو جائے تو ہزار درہم حساب ہو گا اور سنان نے حضرت امام جعفر الصادقؑ سے سوال کیا کہ حج کے لئے خرچ ہونے والے ایک درہم کو ہزار درہم حساب کیا جائے گا تو آپؑ کے جدامجد حضرت امام حسین علیہ السلام کی زیارت کے سفر میں خرچ ہونے والے پیسوں کا کس طرح حساب

کیا جائے گا؟ آپ نے فرمایا: اے عاصم بن سلیمان اس راہ میں خرچ ہونے والا ایک درہم ہزار ہزار درہم شمار ہوگا آپ نے دس مرتبہ ہزار درہم کو دہرایا اور فرمایا کہ اتنا درجہ بھی اسی تعداد میں بلند کیا جائے گا اور اس کے لئے خوشنودی خدا ذخیرہ ہے۔

تیسویں فضیلت: خداوند عالم نے مکہ معظمہ کو خلق کیا اور اس کو دحوالارض سے پہلے حرم قرار دیا لیکن کربلا کے بارے میں حضرت امام زین العابدینؑ سے روایت کی گئی ہے کہ آپ نے فرمایا: خداوند عالم نے کعبے کی زمین کو خلق کرنے اور اس کو حرم قرار دینے سے ایک لاکھ چوبیس ہزار برس قبل سرزمین کربلا کو امن والا اور برکت والا حرم قرار دیا تھا اور جب اللہ زمین میں زلزلہ قیامت کا لرزہ آئے گا اور زمین کو ہلا دیا جائے گا تو اس وقت سرزمین کربلا کو صاف و شفاف اور نورانی تربت کے ساتھ جوں کا توں اٹھا لیا جائے گا اور اس کو جنت کے باغوں میں سے ایک افضل روضہ میں جنت کے بہترین مقام پر رکھا جائے گا جس میں انبیاء و مرسلینؑ کے علاوہ کوئی نہیں رہ سکتا بلکہ آپ نے فرمایا: سوائے انبیائے اولوالعزم کے کوئی نہیں رہ سکتا۔

اور یہ زمین، جنت کے باغوں کے درمیان ایسا چمکے گی جس طرح ستاروں کے درمیان کوکب دری چمکتا ہے اس کی روشنی اہل جنت کی آنکھوں کو خیرہ کر کے رکھ دے گی۔ اور وہ ندا دے گی: میں خدا کی وہ مقدس، پاکیزہ و مبارک زمین ہوں جس نے اپنی آغوش میں سید الشہداءؑ اور جنت کے جوانوں کے سردار کو اٹھائے رکھا تھا۔

اکتیسویں فضیلت: مکہ مکرمہ نے گفتگو کرتے ہوئے خدا کی طرف سے ملنے والے شرف پر فخر و مباہات کرتے ہوئے کہا: میری طرح کون سی سرزمین ہے، کیونکہ خدا نے اپنا گھر میری پشت پر بنایا اور لوگ اطراف و اکناف سے میری طرف آتے ہیں۔

کربلا کو کیسے یہ فضیلت حاصل ہے؟ اس لئے کہ جب مکہ مکرمہ نے فخر کیا اس وقت خداوند عالم نے مکہ مکرمہ کی طرف وحی فرمائی: اپنی جگہ پر بیٹھے رہو، کربلا کے مقابلے میں تمہاری فضیلت سمندر میں ڈوبنے والی ایک سوئی سے زیادہ نہیں ہے جو سوئی سمندر میں کتنی

جگہ کیسے فخر کر سکتی ہے؟

اور اگر تربت کربلا میں مدفون نہ ہوتی تو میں تجھے فضیلت نہ دیتا اور اگر وہ شخص (حضرت امام حسین علیہ السلام) نہ ہوتا جو کربلا میں مدفون ہے میں تجھے خلق نہ کرتا اور نہ ہی اس گھر کو جس کے وجود پر تم فخر کر رہے ہو۔ اور وہیں اپنی جگہ پر بیٹھی رہو اور تواضع و فروتنی اختیار کرو کربلا کے سامنے غرور تکبر نہ کرو ورنہ میں تجھے تباہ کر دوں گا اور جہنم میں ڈال دوں گا۔

اس دنیا میں بھی کربلا کو فخر و شرف حاصل ہے، خدا اس سے راضی ہے اور اس نے کربلا کے فخر کو روشن کیا ہے اور قیامت کے بعد جنت میں بھی کربلا فخر کرے گی۔ اس دنیا میں کربلا کا فخر یہ ہے کہ جب خداوند عالم نے اس سے کہا: بات کرو اور اپنے فضائل بیان کرو تو کہنے لگی: میں خدا کی مبارک و مقدس سرزمین ہوں، میری تربت اور میرا پانی شفا کے باعث ہیں لیکن میں فخر نہیں کرتی اور میں دوسری زمینوں پر بلکہ اس فضل و شرف پر اپنے میں اپنے آپ کو خاضع و پست محسوس کرتی ہوں۔ اور میں دوسری زمینوں پر فخر نہیں کرتی بلکہ اس پر خدا کا شکر ادا کرتی ہوں اس پر خداوند عالم نے کربلا کو اس کے تواضع و شکر کے بدلے میں فضیلت عطا کی اور حضرت امام حسین علیہ السلام اور آپ کے اصحاب باوفا کے ذریعے اس کو کرامت بخشی چنانچہ حضرت امام جعفر الصادق نے فرمایا ہے: "جو خداوند عالم کی خاطر تواضع اس کو خدا برتری عطا کرتا ہے اور جو تکبر و غرور کرتا ہے اس کو گرا دیتا ہے۔"

جہاں تک جنت میں کربلا کے فخر کی بات ہے جب خدا اس کو جنت کا بہترین اعلیٰ ترین اور سب سے بڑا باغ قرار دے گا تو وہ اس وقت ندا دے گی: میں خدا کی مقدس، پاکیزہ اور مبارک سرزمین ہوں جس نے سید الشہداء علیہ السلام اور جنت کے جوانوں کے سردار کو اپنی آغوش میں لیا تھا۔ تیسویں فضیلت: کعبہ معظمہ بیت عتیق ہے یعنی وہ گھر جو طوفان سے محفوظ ہے یا عتیق (پرانا) ان معنوں میں ہے کہ قدیم الایام سے اس کا طواف کیا جاتا ہے۔ اور حضرت امام حسین علیہ السلام بھی بیت عتیق ہیں، اس لئے کہ آپ کے حائر کو طوفان سے محفوظ رکھا گیا ہے اور اس پر پانی جاری نہیں ہوتا، اور تکریم و تعظیم کے لحاظ سے بھی آپ

کا احترام پرانا ہے، آپؑ کا آسمانوں اور زمین کی تخلیق سے قبل احترام کیا جاتا رہا ہے، اسی طرح آپؑ آگ سے محفوظ ہیں اور جہنم کی آگ سے نجات کے باعث ہیں۔

تینتیسویں فضیلت: کعبے کی حلیم بندوں کے گناہ مٹنے کا ذریعہ ہے اور حضرت امام حسینؑ کے ذریعے گذشتہ اور آئندہ گناہ دھل جاتے ہیں اور بندہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔

چونتیسویں فضیلت: کعبہ معظمہ میں مستجار (پناہگاہ) ہے جہاں عذاب سے ڈرنے والے پناہ لیتے ہیں۔ اور حضرت امام حسینؑ جس دن دنیا میں تشریف لائے، اس دن فرشتوں کی پناہگاہ تھے اور قیامت تک لوگوں کی جائے پناہ رہیں گے۔

پینتیسویں فضیلت: حجر اسماعیل ذبیح اللہؑ کعبے سے متصل ہے اور یہ ایک روایت کے مطابق بنیاد میں سے ہے، بیت اللہ میں حضرت اسماعیلؑ اور آپؑ کی بیٹیوں کی قبریں ہیں اور کعبے کی ایک جانب یعنی رکن و مقام کے درمیان ستر پیغمبروںؑ کی قبر ہے جو بھوکے پیاسے قتل کر دیئے گئے تھے۔ ان کو ایک ہی قبر میں سپرد خاک کیا گیا تھا جس طرح روایات میں منقول ہے اور ذبیح ثانی حضرت امام حسینؑ کی قبر سے متصل حضرت علی اکبرؑ کی قبر ہے، جس طرح کعبے سے حجر اسماعیلؑ متصل ہے اور ضریح اقدس حسینؑ کے پائے مبارک کی طرف بہتر ۷۲ صدیقین کی اجتماعی قبر ہے جو پیاسے شہید کیے گئے اور ان سب کو ایک ہی قبر میں سپرد خاک کیا گیا اور حائر حسینیؑ ان قبروں پر محیط ہے اور جس طرح صحیح احادیث میں منقول ہے یہاں دو سو نبیؑ اور دو سو وصی مدفون ہیں۔

چھتیسویں فضیلت: کعبہ معظمہ کے اطراف میں بعض مقدس مقامات واقع ہیں جیسے منیٰ، مشعر، میدان عرفات، اور صفا و مروہ۔ اور حضرت امام حسینؑ کے مرقد مطہر کے اطراف میں بھی متعدد قابل احترام مقامات ہیں اور اگر منیٰ کو اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ یہ وہ ٹیلا ہے جس پر حضرت ابراہیمؑ نے حضرت اسماعیلؑ کو ذبح کرنے کے لئے لٹایا تھا تو کربلا میں حضرت امام حسینؑ کا مقتل ہے اور دیگر شہدا جیسے حضرت عباس علمدار، حضرت

علی اکبرؑ، حضرت عبداللہ (ابن الحسنؑ)، حضرت قاسم بن الحسنؑ وغیرہ کی جاہائے شہادت ہیں اور اگر منیٰ کی فضیلت یہ ہے کہ یہاں قربانی کے جانور ذبح کئے جاتے ہیں تو مقتل ان شہدائے راہ حق کی شہادت کے مقامات ہیں جن کے بارے میں پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا ہے: یہ میری امت کے شہدا کے سردار ہیں اور اگر مشعر الحرام کو اس لئے فضیلت حاصل ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے یہاں خواب میں دیکھا تھا کہ اپنے بیٹے کو ذبح کر رہے ہیں تو وہ مقام مشعر الحرام سے افضل ہے جہاں حضرت امام حسینؑ نے اپنے فرزند کو بیداری میں شہید ہوتے ہوئے دیکھا تھا۔

سینتیسویں فضیلت: خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو بیت اللہ کے مؤذن اور حج خانۂ خدا کا منادی بنایا چنانچہ ارشاد ہوا "وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّ عَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ" (اور لوگوں میں حج کے لئے اعلان کرو کہ لوگ آپ کے پاس دور دراستوں سے پیدل چل کر اور کمزور اونٹوں پر سوار ہو کر آئیں)

پھر حضرت ابراہیمؑ مقام ابراہیمؑ پر چڑھ کر آواز دینے لگے: لوگو حج ادا کرنے آجاؤ خداوند عالم نے اپنے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت امام حسین علیہ السلام کے مؤذن و منادی قرار دیا ارشاد خداوندی ہے: قُلْ لَّا اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی" (کہہ دیجئے میں اس (تبلیغ رسالت) پر تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا سوائے قریب ترین رشتے داروں کی محبت کے)

اس کے علاوہ آپؐ نے منبر پر جا کر کئی مرتبہ فرمایا ہے: "اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّی تَارِکٌ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَعِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ" (لوگو میں تمہارے درمیان دو بھاری یا عمدہ چیزیں چھوڑے جا رہا ہوں، اللہ کی کتاب اور میری عترت میرے اہل بیت)۔ حضور اکرمؐ بار بار حضرت امام حسین علیہ السلام کی محبت اور آپؑ کی مدد کے لئے ندا دیتے رہے ہیں۔ چنانچہ حذیفہؓ یمانی نے روایت کی ہے کہ رسول اللہؐ حضرت امام حسینؑ کے دستہائے مبارک کو پکڑے ہوئے تھے اس وقت آپؐ نے فرمایا: "لوگو یہ حسین بن علی ہے

اس کو پہچان لو خدا کی قسم یہ بہشت میں ہوگا اس کے چاہنے والے بہشت میں ہوں گے اور اس کے چاہنے والوں کے دوست بھی بہشت میں ہوں گے۔"

خود حضرت امام حسینؑ نے بھی لوگوں کو حج ادا کرنے کی دعوت دی اور مدینہ منورہ، مکہ مکرمہ اور ان کے درمیانی راستے میں نیز کربلا میں آپ نے بارہا طلب مدد کے لئے پکار اور استغاثہ و دعوت کے ذریعے بار بار اپنی نصرت کے لئے لوگوں کو بلایا۔ چنانچہ لوگ پیدل اور سوار ہو کر آپ کی نصرت کے لئے آئے جس کی تفصیل بعد میں آئے گی۔

نیز وہ لوگ بھی آپ کی نصرت کرتے ہیں جنہوں نے امام کے زمانے میں ہمرکاب ہو کر شہادت کا فیض حاصل نہیں کیا، وہ آپ کے شیعہ ہیں جو آپ کے قدموں میں شہید ہونے کی آرزو رکھتے ہیں اور بعض زائرین اور آپ کے غم میں گریہ کرنے والے ہیں۔

۲۔ بارگاہ رب العزت میں حسینؑ کے زائر کو بلند بلکہ منفرد مرتبہ حاصل ہے۔ کیونکہ مظلومؑ کی زیارت کے مجملہ فضائل میں سے ایک یہ ہے کہ سید الشہداؑ کا زائر محشر میں پیغمبر اکرمؐ اور ان کے اولیاء کا ہم نشین ہوگا۔ وہ ان کے ساتھ دستر خوان نعمت پر موجود ہوگا۔ ان کے ساتھ مصافحہ کرے گا۔ وہ اس کے حق میں دعا کریں گے۔ اس کے ساتھ ہمکلام ہوں گے اور اس پر سلام کریں گے۔ جلد ہی ان فضائل پر مبنی روایات کی تفصیل بیان کی جائے گی۔

۳۔ اس سلسلے میں وارد ہونے والی روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ سید مظلوم سے متمسک انسان کو صالحین، مخلصین، مومنین، متقین، زاہدین اور خاشعین کے ساتھ لا کر کھڑا کر دیتا ہے۔ خداوند عالم ایسے انسان کو اپنے مخصوص بندوں میں شامل کر لیتا ہے اور تمام عبادات و احکام بجملہ نماز، زکوٰۃ، حج، عمرہ، جہاد، وقف، صدقات، مستحبات، عمر بھر کی عبادت وغیرہ بلکہ تمام کائنات کی عبادات کا ثواب اس کے نامہ اعمال میں لکھ دیا جاتا ہے۔ اس موضوع پر آنے والے صفحات کے ضمن میں روشنی ڈالی جائے گی۔

۴۔ جناب سید الشہداؑ سے تمسک برقرار رکھنے والے انسان، گناہگار اور پشیمان

کے مصداق ہیں۔ ایسے ہی بندوں کیلئے خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے: لا تقنطوا من رحمۃ اللہ ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا۔ سید الشہداء کے مصائب پر گریہ کرنا اور ان کی زیارت سے مشرف ہونا انسان کو تمام گذشتہ گناہوں سے پاک کر دیتا ہے بلکہ تحقیق شدہ امر یہ ہے کہ خداوند عالم ایسے انسان کے نہ صرف آئندہ گناہ معاف کر دیتا ہے بلکہ اس کے والدین کی بھی مغفرت فرماتا ہے اسی پر بس نہیں بلکہ رب جلیل اس کے چاہنے والوں کے بھی گناہ معاف کر دیتا ہے۔ ان تمام مطالب کو روایات کی روشنی میں تفصیلی طور پر بیان کیا جائے گا۔

دوسرا خطاب

یا ایھا الناس اتقوا ربکم "اے انسانو! اپنے رب سے ڈرو یا اپنے رب کا تقویٰ اختیار کرو۔ یہی وہ آپ والی ہدایت ہے جو خطاب اول کی بات ہے تمام پیغمبران ماسبق کی جدوجہد کا نظام ہے اور تمام آسمانی کتابوں کا نفس مضمون رہا ہے۔ تقویٰ کی مختلف اقسام ہیں لیکن جناب سید الشہداء امام حسین تک پہنچنے والا تقویٰ ہی تمام اقسام اور مدارج میں شریک اور اس کے ثواب سے مستفید ہوکر تقویٰ کا اعلیٰ ترین نمونہ ہے جہاں رب جلیل روز قیامت اپنے خالص بندوں کو خطاب کرکے فرمائے گا "یا عبادی لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون" "اے میرے خالص بندو آج کے دن تمہارے لئے نہ کوئی خوف ہے اور نہ حزن کا مقام۔ سید الشہداء امام کا وہ زائر جو ان کے حق کا عارف ہوگا وہ ایسے ہی خطاب کا مصداق قرار پائے گا اس کی تفصیل آنے والے عنوان کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

تیسرا خطاب

وانفقوا فی سبیل اللہ اور اللہ کی راہ میں انفاق کرو۔ سید مظلوم سے محبت رکھنے والے تمام افراد نیکیوں کی ان تمام اقسام کے ثواب میں شریک ہوں گے جن میں غرور و تمنا کی

حاجت پوری کرنا، بھوکے کو کھانا کھلانا، پیاسے کو پانی پلانا اور زکوٰۃ و صدقات وغیرہ بھی شامل ہیں۔ یہی نہیں بلکہ انہیں انفاق کی راہ میں وہ مدارج حاصل ہوں گے جنہیں اس کے علاوہ دوسرے مدارج حاصل کرنا ممکن نہ ہوگا۔ سید الشہداء کی زیارت کے مجملہ ثواب میں یہ بھی شامل ہے گویا تم نے روز عاشور لشکر حسینیؑ کو پانی پلایا ہو۔ حالانکہ یہ فضیلت اس شخص کے لئے معین ہے جو روز عاشور قبر مطہر کے نزدیک پیاسوں کو پانی پلائے۔ اس لئے اگر تم چاہتے ہو کہ عاشور کی رات قبر مطہر کے پاس نہ ہوتے ہوئے بھی اس کا ثواب میں شامل رہو جو مظلوم کے پیاسے لشکر کو پانی پلانے سے متعلق ہے تو اس حدیث شریف کو پیش نگاہ رکھو جس میں فرمایا گیا فکل موضع یری قبرہ' و کربلا مکان یرے جس جگہ نظر ڈالی جائے وہ ان کی قبر ہے اور جس مقام پر نگاہ دوڑائی جائے وہ کربلا ہے۔ اب اس پس منظر میں جب تم مظلوم کے مصائب کا تصور کر کے گریہ کرو گے تو تمہارا دل تڑپ اٹھے گا ایسی صورت میں مظلوم علیہ السلام کی قبر کا مقام تمہارا دل ہوگا۔ اس لئے اب ان کی قبر کے نزدیک اپنی آنکھوں کے پیالوں میں پانی بھر کر پیاسے کو سیراب کر سکتے ہو۔ یہی وہ مقام ہے جس کے لئے فرمایا گیا کہ گویا تم نے لشکر حسینیؑ اور اعیال و اطفال سید الشہداء کو سیراب کیا ہے۔

چوتھا خطاب

یہ خطاب جہاد کے حکم سے عبارت ہے۔ جیسا کہ باری تعالیٰ فرماتا ہے "وَجَاهِدُوْا فِي سَبِيلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ جہاد کی دو قسمیں ہیں۔ ۱۔ جہاد اکبر ۲۔ جہاد اصغر۔ ان دونوں جہادوں میں اگر تم کسی کو قتل کرو تو وہ تمہارے لئے مبارک ثابت ہوگا۔ جہاد اصغر کے دوران یعنی اگر کفار سے جنگ کرتے ہوئے قتل کر دیئے جاؤ تو شہید کہلاؤ گے۔ لیکن اگر تم جہاد اکبر کے دوران یعنی نفس امارہ سے جنگ کی حالت میں قتل ہو جاؤ تو وہ تمہارے لئے منحوس ثابت ہوگا۔ پس معلوم ہوا کہ تم جہاد اصغر میں نہ تو قاتل ہو اور نہ ہی مقتول۔ اور جہاد اکبر میں بھی اپنے مدمقابل کو قتل نہ

کر سکے۔ لیکن اس کے باوجود اگر تم جہاد کی ان دونوں اقسام کے ثواب کو حاصل کرنا چاہتے تو یہ مقصد صرف حسین علیہ السلام کے تصدق ہی ممکن ہو سکے گا۔ اس موضوع کو بہتر طور پر سمجھنے کے لیے درج ذیل امور کو پیش نگاہ رکھنا ہوگا۔

۱۔ تمہارے لئے "یالیتنی کنت معکم" کا کہنا اور یہ تمنا کرنا کہ کاش تم سید الشہداء کی معیت میں قتل کر دیئے جاتے ، اس درجہ ثواب کا حامل ہے گویا تم حسین مظلوم کی نصرت میں قتل کر دیئے گئے۔

۲۔ کربلا کے شہیدوں کے اقدام سے رضی ہونا ہی تمہیں اجر شہادت میں شامل کرنے کے لئے کافی ہے۔ حضرت جابر فرماتے ہیں "نَعَمْ اشهد لقد شارکناکم فیما دخلتم" ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ ہم اس امر میں شریک ہیں جس میں آپ داخل ہو چکے ہیں۔

۳۔ جو شخص عاشورہ کی رات سید الشہداء کی زیارت کرے اور صبح تک قبر مطہر کے نزدیک قیام کرے، وہ محشر کے دن خدا سے اس حالت میں ملاقات کرے گا کہ اس کا بدن اس شہید کی مانند خون میں ڈوبا ہوا ہوگا جو سید الشہداء کے ہمراہ شہید ہوا ہو۔

۴۔ یہ وہ فضیلت ہے جسے جہاد پر فوقیت حاصل ہے۔ کیونکہ جہاد بعض اوقات ممکن ہے اور بعض اوقات ممکن نہیں۔ لیکن جناب سید الشہداء علیہ السلام کی زیارت کے وسیلہ سے جہاد کا ثواب حاصل کرنا ممکن بن جاتا ہے۔

۵۔ یہ وہ وجہ ہے جسے شہادت پر برتری حاصل ہے۔ کیونکہ کوئی انسان راہ خدا میں صرف ایک ہی مرتبہ شہادت حاصل کر سکتا ہے۔ لیکن حسین علیہ السلام مظلوم کی زیارت میں شہادت کا وہ ثواب پوشیدہ ہے جسے بار بار حاصل کیا جا سکتا ہے۔

خطاب پنجم

تزودوا فان خیر الزاد التقوی۔ سامان سفر کا انتظام کرو کیونکہ بہترین سفر خرچ تقویٰ ہے

قبر کے لئے وہ سامان ہے جس کا پہلے سے اہتمام کیا جاتا ہے۔ یہی وہ سامان ہے جسے انسان اپنے بعد باقی چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

نواں خطاب

وَسَارِعُوا إِلَىٰ مَغْفِرَةٍ مِّن رَّبِّكُمْ وَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ۔ اپنے رب سے طلب مغفرت کے لئے عجلت کرو اور نیکیوں میں (دوسروں پر) سبقت حاصل کرو۔ سید الشہداء کی جہت ہی دو مراحل سے عملی طور پر مغفرت کا اہتمام کرتی ہے۔ سید مظلوم پر گریہ کرنے کی فضیلت میں جو روایات بیان ہوئی ہیں ان کے مطابق آنکھ جیسے ہی حسین علیہ السلام کی مصیبت پر نمناک ہوتی ہے خداوند عالم اس انسان کے گناہ معاف کر دیتا ہے۔ اسی طرح مظلوم علیہ السلام کی زیارت کا ارادہ کرتے ہی اس کی خطائیں بخش دی جاتی ہیں۔

دسواں خطاب

خداوند عالم طریقۂ دعا کی تعلیم دیتے ہوئے فرماتا ہے ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً اپنے رب کو گڑگڑا کر اور پوشیدہ طریقے سے پکارو۔ لیکن اگر دعا کی قبولیت چاہتے ہو تو اپنے خدا کو حسینؑ کے واسطے سے پکارو۔ مظلوم کربلا کی زیارت کے فضائل میں وارد ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام کے زائر کی دعا نہ صرف مستجاب ہوتی ہے بلکہ جناب رسول خدا ﷺ، حضرت امام علی بن ابی طالبؑ، جناب فاطمہ زہراؑ، حضرت امام حسن مجتبیٰؑ اور دیگر آئمہ ہدیٰؑ اور ملائکہ بھی زائر کے حق میں دعا کرتے ہیں۔ ایک اور روایت کے مطابق اِنَّ زائرہ لا یضع قدمه علی شیء الّا دعا له۔ بتحقیق کہ سید الشہداء علیہ السلام کا زائر جس شے پر قدم رکھتا ہے وہ شے اس کے حق میں دعا کرتی ہے۔ جب وہ زیارت کے بعد امام علیہ السلام پر گریہ کرتا ہے تو سید الشہداء علیہ السلام خود اپنے جد بزرگوار اور پدر عالی مقام سے اس کی شفاعت کی درخواست کرتے ہیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام کی سوانح حیات پر نگاہ

ڈالنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ نے عالم سجدہ میں اور روتے ہوئے ایسے شخص کے لئے دعا کی ہے جو خود کو قبر مطہر پر گرائے اور ان کی مصیبت پر آنسو بہائے۔

گیارہواں خطاب

کونوا انصار اللہ یعنی اللہ کے مددگار بن کر رہو۔ اس میں شک نہیں کہ خداوند عالم غیر کی نصرت کا محتاج نہیں لیکن اس نے دین کی مدد اور اس کے اولیاء کی نصرت کو اپنی نصرت کے مساوی قرار دیا ہے۔ اولیاء خدا کی مظلومی کے پیش نظر ان کی جتنی زیادہ مدد کی جائے گی وہ نصرت اولیاء خدا کی نہیں بلکہ خدا کی نصرت شمار کی جائے گی۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں میرے والد اس غریب و بے کس پر قربان، جسے کمزور کر دیا گیا۔ بس معلوم ہوا اس غریب و مظلوم کی زیارت، اس پر رونا اور اس کی مصیبت پر مجلس عزا منعقد کرنا گویا خداوند عالم کی نصرت کی برابر ہے۔ یہی نہیں بلکہ اس کی خاک پر سجدہ کرنا اور تربت کی بنی ہوئی تسبیح پڑھنا بھی اس کی نصرت کی مانند ہے۔ خداوند عالم نے ایسی تسبیحات کے لئے مخصوص اجر مقرر کیا ہے جسے اس کے اپنے مقام پر کیا جائے گا۔

بارہواں خطاب

اجیبوا داعی اللہ خدا کی طرف پکارنے والے کی آواز پر لبیک کہو۔ یہاں خدا کی طرف پکارنے والے سے مراد جناب ختمی مرتبت ہیں، جنہوں نے قوم کو اسلام کی طرف دعوت دی۔ اسی طرح جناب سید الشہداء نے بھی حضرت رسالتمآبؐ کے نقش قدم پر چلتے ہوئے ہمیں ایمان کی طرف دعوت دی ہے۔

تیرہواں خطاب

فابتغوا الیہ الوسیلہ باری تعالیٰ کا فرمان ہے کہ خدا ہی کو وسیلہ قرار دو۔ جبکہ ہم اپنے

امور میں جناب سید الشہداؑ کو سب سے بڑا وسیلہ جانتے ہیں کیونکہ مظلوم کربلا کو وسیلہ بنانا نہ صرف عظیم بلکہ سہل امر ہے۔ اسی وسیلہ سے آرزوئیں اور تمنائیں بر آتی ہیں۔

چودھواں خطاب

فمن شآء اتخذالی ربہ سبیلا جو شخص چاہے وہ اپنے رب تک پہنچنے کے لیے ایک راہ اختیار کر لے جبکہ حسین علیہ السلام کی ذات سبیل اعظم اور صراط اقوم ہے۔ یہ راہ سب راستوں سے زیادہ نزدیک، سب سے زیادہ آسان اور سب سے زیادہ واضح و آشکار ہے۔ ابھی تک جو کچھ بیان کیا گیا وہ صرف ایک مثال ہے۔ اب اسی کو بنیاد بنا کر خطابات الٰہی کو اس کے غیر پر قیاس کرو۔ قرآن مجید میں نجات کا باعث بننے والی تجارت سے متعلق جو کچھ وارد ہوا ہے وہ ان مثالوں پر صادق ہے۔ اب اس پس منظر میں درج بالا امور کے ان پہلوؤں پر غور کرو جن کی طرف ہم نے اشارہ نہیں کیا لیکن شرط یہ ہے کہ مبالغہ آرائی سے اجتناب کیا جائے۔

دوسری کیفیت

انسان پر تکوینی احکام کا مرحلہ بھی سید الشہداؑ کے وسیلے سے آسان بن جاتا ہے۔ یہ وہ مرحلہ ہے جس سے ہر انسان کو موت عالم برزخ اور قیامت صغریٰ کے ہنگام سے گزرنا پڑتا ہے۔ مظلوم کربلا علیہ السلام کی مصیبت پر رونے والوں جیسی شکل بنانا اور خود پر گریہ کی کیفیت طاری کرنا بھی باعث فضیلت ہے۔ اس مخزومیت کی شرط یہ ہے کہ مظلوم علیہ السلام کے مصائب کو خود پر اس طرح طاری کر لیا جائے کہ انسان کو آب و طعام سے رغبت نہ رہے بس یہی وہ کیفیت ہے جس کے باعث حضرت رسول اکرم ﷺ اور ائمہ معصومینؑ مرنے والے کی بالین پر حاضر ہو کر اسے جنت کی بشارت دیتے ہیں۔ اسی بناء پر مرنے والا اس قدر مسرور ہو جاتا ہے کہ اس کے اثرات قیامت تک اس کے

دل میں باقی رہتے ہیں۔ یہی وہ مقام ہے جہاں عالم احتضار، برزخ، نشور تکوینی احکام سے متعلق مراحل انسان پر کھل جاتے ہیں۔

تیسری کیفیت

یہ وہ کیفیت ہے جہاں سید الشہداء علیہ السلام سے توسل کی بناء پر تکوینی، تقدیری اور تنزیہی خطابات ساقط ہو کر لطافت و مراعات سے بدل جاتے ہیں۔ اس امر کی وضاحت کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ جناب رسالتمآبؐ نے ضمانت دی ہے کہ آپ روز قیامت ایسے شخص کی زیارت کریں گے جس نے جناب سید الشہداء کی زیارت کی ہو۔ جناب سید المرسلین فرماتے ہیں: "ضمنت علی اللّٰہ و حق علیّ ان ازور من زارہ فاخذ بعضدہ من اھوال القیامۃ و شدائدھا حتی اصیرہ الی الجنۃ میں خدا کی طرف سے ضامن ہوں اور مجھے اس بات کا حق پہنچتا ہے کہ میں اس کی زیارت کروں جس نے حسین علیہ السلام مظلوم کی زیارت کی ہو ایسے شخص کو بازو سے پکڑ کر قیامت کی ہولناکیوں سے بچاؤں یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جائے۔ یہ فضائل صرف یہیں تک نہیں بلکہ اس سے بھی زیادہ ہیں جن کا تعلق باقیات الصالحات اور قبول ہونے والے اعمال سے ہے۔ بے شک کہ حسین علیہ السلام ہی کے وسیلہ جہنم کی آگ سرد پڑ جاتی ہے۔ حسین علیہ السلام کے وسیلہ سے بہشت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں۔ یہ امر بھی تحقیق شدہ ہے کہ جنت کے دروازوں میں سے ایک دروازہ حسین علیہ السلام کے نام سے منسوب ہے۔ اسی ذات والا صفات کی برکت سے حسین علیہ السلام کا زائر جنت کے کسی بھی دروازے سے اندر داخل ہو سکتا ہے کیونکہ حسین علیہ السلام خود بہشت کا دروازہ ہیں۔ بہشت کا دروازوں کی کنجی انہی کے اختیار میں ہے۔ آپ ہی کی برکت سے جہنم کی آگ سرد ہو جائے گی۔ ایسی صورت میں کیوں نہ حسین علیہ السلام سے توسل اختیار کیا جائے اور مومنین کو بشارت دی جائے کہ حسین علیہ السلام سے توسل کے فضائل سے بہت زیادہ ہیں جنہیں بیان کیا گیا

ہے۔ خداوند عالم نے حسین علیہ السلام سے توسل کو باعث فضیلت قرار دے کر مومنین پر ایک عظیم احسان کیا ہے اس توسل کی ایک اور خصوصیت ایسی ہے جو دیگر فضائل کی نسبت ممتاز حیثیت کی حامل اور حسب ذیل اسباب کے علاوہ ایک اعمال صالحہ پر بھاری ہے۔

۱۔ نیک اعمال کی جزا اور عمدہ نتیجہ یہ ہے کہ انسان جہنم کی آگ سے محفوظ ہو جاتا ہے جبکہ سید الشہداء سے توسل کا ثواب اس سے کہیں زیادہ ہے کیونکہ اس توسل کی برکت سے آپ کے غیر کو بھی جہنم کی آگ سے بچایا جا سکتا ہے۔

۲۔ نیک اعمال کی انتہائی جزا یہ ہے کہ اس شخص کو بہشت کا مستحق قرار دیتا ہے لیکن آپ سے توسل کی فضیلت یہ ہے کہ اس کے وسیلے سے آپ کے غیر کو بھی داخل بہشت کیا جا سکتا ہے۔

۳۔ نیک اعمال کی انتہائی جزا یہ ہے کہ اس شخص کو آب کوثر سے سیراب کیا جاتا ہے لیکن امام سید الشہداء سے توسل کی برتر فضیلت یہ ہے کہ ایسا شخص ساقیان کوثر کا بھی مقام پاتا ہے۔

۴۔ اعمال صالحہ کی انتہائی جزا یہ ہے کہ ان اعمال کو کتب حسنات میں درج کر کے کتاب کو اس شخص کے داہنے ہاتھ میں دیا جاتا ہے تا کہ وہ اپنے نیک اعمال کو پڑھے لیکن توسل سید الشہداء کی فضیلت یہ ہے کہ اس عمل کو کتب حسنات میں بہترین عمل کے طور پر درج کیا جاتا ہے جو جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور افضل المخلوقات کے لئے مخصوص ہیں۔

۵۔ نیک اعمال کے لئے انتہائی اجر یہ ہے کہ تیرے اور اشرف المخلوقات کے درمیان کوئی پردہ حائل نہ ہوگا اور جناب سید المرسلین بارگاہ رب العزت میں تیری شفاعت فرمائیں گے لیکن مظلوم کے وسیلے کی فضیلت یہ ہے کہ جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں پکاریں گے اور تمہارا بازو پکڑ کر تمہیں قیامت کی ہولناکیوں سے بچالیں گے۔

۶۔ نیک اعمال کا انتہائی صلہ بہشت اور حورالعین کی شکل میں ظاہر ہوگا لیکن جناب سید الشہداء پر گریہ کی فضیلت وارد ہے کہ مظلوم کربلا پر رونے والا روز قیامت عرش کے نیچے

ان کے ساتھ بیٹھا مشغول گفتگو ہوگا کہ ایسے میں حوران بہشت کی طرف سے پیغام آئے گا کہ ہم تمہارے دیدار کے مشتاق ہیں لیکن وہ ان کے پاس جانے سے انکار کر دیں گے اور مظلوم کربلا کی محفل میں بیٹھنے کو بہشت کی لذتوں پر ترجیح دیں گے۔

۷۔ درجات کی بلندی کی حد یہ ہے کہ اس شخص کا درجہ مومنین کے درجات سے بلند ہوگا۔ لیکن وسیلہ مظلوم کی خصوصیت یہ ہے کہ ایسا شخص جناب ختم المرسلینؐ اور حضرت امیر المومنین علیہ السلام کا مصاحب قرار پائے گا وہ ان کے درجات میں شریک اور ان کے ساتھ دسترخوان پر غذا تناول کرے گا۔

۸۔ اعمال صالحہ کا کمال یہ ہے کہ انسان کو خدائے منان کی خوشنودی حاصل ہوگی۔ یہ وہ مرتبہ ہے جسے جنت پر بھی فوقیت حاصل ہوگی لیکن روایات کے مطابق سید الشہداء سے تقرب کی منزل اس سے بھی بلند ہے کیونکہ ایسے شخص کو عرش پر خدائے تبارک وتعالیٰ سے ہمکلام ہونے کا شرف حاصل ہوگا۔

نیکوکاری کا ایک عظیم صلہ یہ ہے کہ مرنے کے بعد صالح افراد تجھے غسل دیں گے۔ خالص اور حلال مال سے تجھے کفن پہنائیں گے اور علماء وصلحاء تجھ پر نماز پڑھیں گے لیکن سید الشہداء کے تقریب کی خصوصیت یہ ہے کہ حضرت روح الامین ملائکہ مقربین کے ساتھ تجھ پر نماز پڑھیں گے۔ جنت کا کفن اور جنت ہی کا حنوط دیا جائے گا۔

۱۰۔ نیک عمل کرنے والا انسان اپنے بعد باقیات صالحات چھوڑ جاتا ہے یعنی اس کی موت کے بعد اس کی نیکیوں کا تسلسل باقی رہتا ہے اس کی موت کے بعد ایک طویل عرصہ تک ان نیکیوں کا صلہ اس کے نامۂ اعمال میں لکھا جاتا رہے گا اس کے بعد اس کے وارث یا نائب اس کی طرف اپنے صالح اعمال کا ہدیہ بھیجتے ہیں اگر ان کے اعمال مقبول ہوں گے تو ان کے ثواب کا دسواں حصہ میت کی روح کو ملتا رہے گا یا اگر مرنے والے نے کسی کو اپنے علم سے بہرمند کیا ہو، کوئی درخت اگایا ہو، کوئی کنواں کھودا ہو، مکان یا پل تعمیر کیا ہو یا اپنے پیچھے صالح اولاد چھوڑ گیا ہو جو اس کے لئے طلب مغفرت کرتے رہیں تو یہ وہ اعمال ہیں جن کی

نیکیوں کا ثواب سو سال یا ہزار سال سے زیادہ باقی نہیں رہتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حالات واقعات یکساں نہیں رہتے لیکن تقرب سید الشہداء کی صفت یہ ہے کہ ملائکہ مرنے کے بعد تیری نیابت کریں گے۔ قیامت تک اپنا عمل تجھے ہدیہ کرتے رہیں گے اور اس کا ثواب کسی کمی کے بغیر تجھے ملتا رہے گا۔ حالات واقعات کی تبدیلی کا اثر بالکل نہ پڑے گا۔

۱۱۔ اعمال صالحہ کی انتہائی منزل یہ ہے کہ تیرا شمار خدا کے صالح بندوں میں کیا جائے گا لیکن تقرب حسینی کی خصوصیت یہ ہے کہ انسان ملائکہ مقربین کا درجہ حاصل کرتا ہے بلکہ اگر تعجب نہ ہو تو کہنے دیجئے کہ ایسے انسان کا شمار کروبین میں کیا جاتا ہے جو ملائکہ مقربین کے سرور و سردار ہیں۔ اس موضوع کی تائید میں متعدد معتبر روایات موجود ہیں جن کی تفصیل تائید باری کے ساتھ جلد بیان کی جائے گی۔

۱۲۔ اعمال صالحہ کے لئے جو بھی اجر مقرر ہو وہ محدود ہے جسے چشم تصور میں مجسم کیا جاسکتا ہے لیکن حسین علیہ السلام سے توسل کا اجر اتنا عظیم ہے جسے تصور میں نہیں لایا جاسکتا۔ اس کے اجر کا دائرہ اتنا وسیع ہے کہ جسے کبھی کسی سے بیان نہیں کیا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ اس عمل کا اجر ہر دوسرے عمل کے اجر سے عظیم تر ہے۔ اب ہم اس موضوع کے اجمالی ذکر پر اکتفا کرتے ہوئے ان موارد کی تفصیلات میں جانا چاہتے ہیں چونکہ توسل کا بہترین ذریعہ رقت قلب اور زیارت مظلوم پر قلب کا متوجہ ہونا ہے اس لئے ہم اس موضوع کی تفصیل کو دو درس مستقل عناوین کے تحت بیان کریں گے جبکہ توسل کے دیگر مباحث پر روشنی ڈالنے کے لئے تیسرا عنوان قائم کیا جائے گا۔ بحول اللہ وقوۃ......

چھٹا باب

حضرت سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ اور ان کی یاد میں مجلس عزا کے انعقاد کے فضائل

مقدمہ

قال اللہ تعالی الم یان للذین ان آمنوا ان تخشع قلوبھم لذکر اللہ وما انزل من الحق ”جو لوگ ایمان لا چکے ہیں کیا ان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر خدا اور جو کچھ حق کی طرف سے نازل ہوا، سے نرم پڑ جائیں“۔

یعنی اب جبکہ پروردگار عالم نے تمہیں عقل و تدبیر کی دولت عطا کی اور تم نے توحید باری کی نشانیوں کو انفس و آفاق، آسمانوں اور زمینوں اور ذرہ ذرہ میں مشاہدہ کیا غفلت میں پڑے ہوئے افراد کے حالات کی دگرگونی کو دیکھا، ان میں عبرت کے اسباب پر غور کیا۔ تمہیں رشد و ہدایت کی نشانیاں اور طور طریقے بتلائے گئے اور اس طرح تم نے طویل عمر بسر کی جس نے جتنی ہدایت حاصل کرنی چاہی اسے اتنی ہدایت ملی، اس لئے تمہارے سامنے سے اور پشت سر سے تمہارے لئے ڈرانے والے بھیجے۔ بے شمار نصیحت کرنے والوں نے تمہاری ہدایت کی اور اب جبکہ تمہارے دعوے کے مطابق تمہیں اسلام لائے ہوئے کافی مدت گذر چکی تو کیا اب بھی وہ ساعت نہیں آئی کہ تمہارے دل خدا کے ذکر سے خاضع و خاشع ہوں۔ پس معلوم ہوا کہ مومن کی نشانی یہ ہے کہ وہ خدا کو ہر لمحے اس طرح یاد رکھے کہ اذا ذکر اللہ وجلت قلوبھم یعنی جب خدا کا ذکر کیا جائے تو تمہارے دل اس کے

خوف سے کانپنے لگیں تا کہ اس ذکر کی برکت سے تم معاصی اور محرمات کے ارتکاب سے باز رہو۔ تو کیا جو لوگ ایمان لاچکے ہیں اور انہوں نے خدا کی عظمت کا مشاہدہ کیا اب بھی ان کے لئے وہ وقت نہیں آیا کہ خدا کے ذکر سے ان کے دل نرم ہو جائیں کیونکہ جب وہ نماز پڑھتے ہیں تو گویا خدا کی بارگاہ میں کھڑے ہو کر اس کو مخاطب کرتے ہیں۔ یہی وہ منزل ہے جب مومن کے لئے خشوع لازم قرار پاتا ہے لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ عمر اپنی انتہائی حد کو پہنچ چکی ہے وقت گزر چکا اے انسان! تو نے دو رکعت نماز بھی خشوع کے ساتھ ادا نہیں کی۔ پس خشوع کے ساتھ اپنے رب کی بارگاہ میں دو رکعت نماز پڑھ، شاید وہی تمہاری آخری نماز ہو۔ آیا اب بھی صاحبان ایمان کے لئے جو یہ تسلیم کرتے ہیں کہ خدا کے علاوہ کوئی اور نافع نہیں اور اس کے علاوہ کوئی اور جائے پناہ نہیں وہ ساعت نہیں آئی کہ ان کے دل خدا کے لئے خاشع ہوں۔ ان کا ذکر اور فکر خدا ہی کے لئے مخصوص ہو، ہر شے میں انہیں خدا کا عکس نظر آئے اور جس شے پر نظر ڈالیں اس میں انہیں خدا کا جلوہ نظر آئے۔ جو لوگ ایمان لاچکے اور ان کی عمر معصیت میں کٹ گئی اور انہوں نے عمر کی کسی ساعت یا کسی دن کو خدا کو اس طرح یاد نہ کیا کہ ان پر رقت قلب طاری ہو اگر وہ عالم خوف و اضطراب میں ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے رب کو یاد کریں تو وہی ان کے لئے توبہ کا سامان ہو گا۔ ان کا یہ عمل بارگاہ رب جلیل سے کٹ جانے کے بعد رجوع کی حیثیت رکھتا ہے۔ یعنی اس کی درگاہ سے منہ موڑنے کے بعد تعلق جوڑنے کے مترادف ہے۔ ان خصوصیات کا حامل انسان اس وقت تک دنیا سے نہیں اٹھایا جاتا جب تک اس کا رب اس سے راضی ہو جائے۔ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ صاحبان ایمان جن کے دل اولیاء خدا کی معرفت سے بھرے ہیں، حسین مظلوم علیہ السلام کے ذکر پر خاشع ہوں کیونکہ حسین علیہ السلام کا نام سن کر محزونیت کا طاری ہونا اس وقت ممکن ہے جب دل ذکر خدا پر خاشع رہے۔ کیونکہ احادیث شریفہ میں وارد ہے کہ جو شخص حسین علیہ السلام کو دوست رکھے وہ خدا کو دوست رکھتا ہے اور جو شخص حسین علیہ السلام سے دشمنی رکھے بہ یقین کہ وہ خدا کا دشمن ہے پس معلوم ہوا کہ حسین علیہ السلام سے محبت کرنے والا خدا

کا چاہنے والا ہے جو شخص حسین علیہ السلام سے متمسک ہو گویا وہ خدا سے متمسک ہے۔ جس نے حسین علیہ السلام کی زیارت کی گویا کہ اس نے خدا کی زیارت کی۔ خشوع قلب مومن کی پہچان یہ ہے کہ محرم کے آتے ہی اس کا دل عزائے سید الشہداء میں مضطرب و بے چین اور کثرت غم و حزن سے گریہ گلوگیر ہو جائے۔

پس اے ایمان لانے والو! حسین علیہ السلام کا ذکر خشوع دلی کی علامت ہے۔ یہ ذکر خدا کے ذکر سے متصل ہے۔ تو کیوں نہ کثرت سے حسین علیہ السلام کو یاد کر کے خدا کا ذکر کیا جائے۔ لیکن شرط یہ ہے کہ جس طرح خدا کے ذکر پر قلب خاشع رہنا ضروری ہے اسی طرح حسین مظلوم علیہ السلام کے ذکر پر بھی رقت قلب لازم ہے۔ جب میں خدا کے ذکر کی بات کرتا ہوں جو خدا ہی کے لئے ہے تو اس کا مصداق وہ فرد کامل ہے جس کا ایمان خالص ہو جس کا دل حسین علیہ السلام کے ذکر پر اس طرح مچل جائے جس طرح خدا کا ذکر اور اس کی حمد و تسبیح کرتے وقت مومن کا قلب مضطرب ہو جاتا ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہے کہ ہر مخلوق خداوند عالم کی تسبیح و تمجید میں مصروف ہے اور اس کی بارگاہ میں سجدہ تکوینی بجالاتی ہے۔ لیکن خداوند عالم کی عبادت اس وقت باعث فضیلت ہے جب وہ مکمل شرائط کے ساتھ بجالائی جائے یہی بات سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ کے سلسلہ میں بھی صادق آتی ہے۔ جہاں تک حسین علیہ السلام مظلوم پر رونے سے نماز کے باطل ہونے کا تعلق ہے یہ اس امر کی تشخیص پر منحصر ہے کہ آیا رونے والا تقرب الٰہی سے حسین علیہ السلام پر گریہ کر رہا ہے یا نہیں۔ اگر حسین علیہ السلام پر گریہ خشیت پروردگار کے اثرات ہو تو اس عمل سے نماز باطل نہیں ہوتی لیکن اگر یہ رقت بشریت کے ناطے سے ہو تو باعث اشکال ہے۔ اب ہم اس موضوع کے ذیل میں خشوع قلب کی ان درج ذیل بارہ اقسام پر گفتگو کریں گے جو ذکر مصائب سید الشہداء کے لئے لازم ہیں۔

۱۔ منشاء اور باطنی اسباب کی بنیاد پر گریہ۔

۲۔ وہ گریہ جو خارجی اسباب کی بناء پر لاحق ہو۔

۳۔ کیفیت کے اعتبار سے سیدالشہداء پر گریہ۔

۴۔ ان مجلس کا بیان جو عزائے سیدالشہداء کے اہتمام میں ان کی شہادت سے قبل ،شہادت کے وقت اور شہادت کے بعد منعقد کی گئیں۔

۵۔ مرثیوں پرمبنی صحیفوں اور ان خطوط کا بیان جو جناب سیدالشہداء کے لئے تحریر کی گئیں۔

۶۔ ان مجالس کی خصوصیات جو عزائے حسین علیہ السلام مظلوم کے لئے منعقد کی جاتی ہیں۔

۷۔ مجالس عزائے سیدالشہداء کے صفات۔

۸۔ مظلوم کربلا پر گریہ کے فضائل۔

۹۔ سیدالشہداء پر گریہ کا اجر و ثواب۔

۱۰۔ سیدالشہداء پر رونے والی آنکھوں کے خواص۔

۱۱۔ غم حسین علیہ السلام میں بہنے والے آنسوؤں کے فضائل۔

۱۲۔ تتمہ مطالب۔

گریہ کی اقسام ۔باطنی اسباب کے اعتبار سے :

گریہ کی دو اقسام ہیں (۱) یعنی رونے والا کبھی کسی خاص سبب کی بناء پر گریہ کرتا ہے۔ (۲) اور کبھی خاص سبب اس کے ملحوظ خاطر نہیں ہوتا۔

اگر گریہ کسی خاص سبب کی بناء پر عارض ہو تو اس کی مزید آٹھ قسمیں ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ یہ وہ قسم ہے جہاں گریہ کسی نسبت اور تعلق کی بناء پر وقوع پذیر ہوتا ہے۔حقیقت امر یہ کہ سب سے بڑی نسبت باپ اور بیٹے کے درمیان ہوتی ہے یہی وجہ ہی کہ خلاق عالم والدین کے حق کے لئے تائید کرتے ہوئے فرماتا ہے وقضی ربک الا ایاہ وبالوالدین احسانا ”تیرے پروردگار کا یہ حکم ہے کہ اس کے علاوہ کسی اور کی پرستش نہ کی جائے اور اپنے والدین کے ساتھ نیکی کرو۔“

یہ بات طے ہے کہ والدین وجود انسان کا ظاہری سبب ہیں تو جب خلقت انسان کے ظاہری سبب کا مقام اتنا بلند ہو کہ خداوند عالم ان کی نسبت نیکی کا حکم دے تو یقیناً کے صوری اور معنوی اسباب اس سے بلند تر مقام کے سزاوار ہیں۔ اس اعتبار سے حقیقی والد تو پیغمبر اکرمؐ اور ان کے وصی پر برحق ہیں اور خداوند عالم تمہیں حکم دیتا ہے۔ کہ ان کے ساتھ احسان کرو۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ مجلس عزا کا انعقاد اور سید الشہداء پر گریہ کرنا، جناب پیغمبر اکرمؐ، ان کے وصی اور جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا پر احسان ہے بلکہ بعض روایت میں و بالوالدین احساناً کی تفسیر کے ضمن میں درج ہے کہ والد سے مراد حسن علیہ السلام و حسین علیہ السلام ہیں۔ پس اسی اعتبار سے ان ذوات مقدس پر گریہ کرنا براہ راست والد پر احسان کے مترادف ہے کیونکہ احسان سے مراد نفع پہنچانا ہے۔ سب سے بڑا نفع اور اعزاز یہ ہے کہ ان کی عزت و توقیر کی جائے۔ اموات اور مقتولین کے لئے رونا باعث افتخار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بارگاہ ذوالجلال میں دعا کی انہیں ایک بیٹی نصیب کرتا کہ وہ بیٹی موت کے بعد وہ ان پر روئے۔ اس کے علاوہ خود جناب رسالتمآبؐ نے سنا کہ انصار کی عورتیں شہدائے احد پر گریہ کررہی ہیں تو فرمایا کہ حمزہؓ پر رونے والا کوئی نہیں؟ اس پر انصار نے اپنی عورتوں کو حکم دیا کہ وہ حضرت حمزہؓ پر گریہ کریں۔ جب پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معلوم ہوا کہ انصار کی عورتیں حضرت حمزہؓ پر گریہ کررہی ہیں تو آپؐ نے ان کے حق میں دعا کی۔ یہاں قابل ذکر بات یہ ہے کہ سید الشہداء حمزہؓ کے لئے کفن، دفن، نماز اور تشییع جنازہ کے تمام انتظامات مہیا تھے لیکن صرف ان پر گریہ کرنیوالے موجود نہ تھے بس یہی بات رسول اکرمؐ پر گراں گزری لیکن مظلوم کربلا کے لئے ان چیزوں میں سے کسی شے کا اہتمام تھا۔ ہاں آپ پر صرف نوحہ کرنے والے موجود تھے۔ قتل کے بعد مخدرات حرم نے سید الشہداؑ پر نوحہ گریہ شروع کیا۔ آپ کی مظلوم بہن بی بی زینب خاتون نوحہ کرتے وقت جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے فریاد کرتی تھیں۔ لیکن دشمنوں نے انہیں نہ صرف نوحہ و ماتم بلکہ آنسو بہانے سے بھی روکا۔ پس کیوں نہ گریہ کیا جائے سرور شہیداں پر کہ ہم سے ان کی حقیقی

قرابت داری ہے۔ یہی گریہ ان سے محبت پر دلیل ہے اور جو شخص گریہ نہ کرے گویا وہ باپ کی طرف سے عاق اور اسے قاطع رحم کی حیثیت حاصل ہے۔

۲۔ رقت کی دوسری قسم وہ ہے جو قرابت کے سبب عارض ہوتی ہے جبکہ جناب سید الشہداء سے ہمارے تعلق کی مثال بدن کے اعضاء سے دی جا سکتی ہے۔ بدن کے اعضا ایک دوسرے سے متصل و مربوط ہیں اور کسی ایک عضو کی تکلیف تمام بدن کو متاثر کرتی ہے۔ جنت میں حور العین کا گریہ کرنا اور غم حسین علیہ السلام میں اپنے منہ پر طمانچے مارنے کا سبب یہ ہے کہ جس طرح ہر مخلوق کو ایک جداگانہ مادہ سے خلق کیا گیا اسی طرح حور العین کو حسین علیہ السلام مظلوم کے مبارک نور سے خلق کیا گیا یہ کیونکر ممکن ہے سید الشہداء کا بدن مطہر گھوڑوں کی ٹاپوں تلے روندا جائے سر اطہر نوک سناں پر ہو بدن مطہر سے خون جاری ہو، قلب مبارک میں تیر پیوست ہو، پیاس کی شدت، سے کلیجہ سے دھواں اٹھ رہا ہو اور حوریاں بہشت آسودگی اور ناز و نعم میں گذر بسر کریں! امام انس و جاں پر شیعوں کا گریہ کرنا رقت کی اسی قسم کی تابع ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں: شیعتنا منّا وقد خلقوا من فاضل طینتنا وعجنوا بنور ولایتنا رَضوا بنا اَئمَۃً وَرَضِینا بهم شیعۃ یُصِیبُهُمْ ما اصابنا ویحزنهم حزننا ویسرهم سرورنا ونحن نتألم بتألمهم ونطلع علی احوالهم مَعَنا لا یفارقوننا ونحن لا نفارقهم۔ یعنی ہمارے شیعہ ہم سے ہیں۔ ان کو ہماری بہترین طینت سے خلق کیا گیا۔ ان کا خمیر ہماری ولایت سے گوندھا گیا، وہ ہماری امامت پر خوش اور مسرور ہیں اور ہم بھی ان کے شیعہ ہونے پر راضی ہیں۔ وہ ہمارے مصائب پر مصیبت زدہ ہو جاتے ہیں، ہمارے دکھ اور غم پر محزون ہو جاتے ہیں، ہماری خوشی ان کے لئے باعث مسرت ہے۔ ہم بھی ان کی پریشانیوں اور تکالیف پر آزردہ ہوتے ہیں۔ ہم ان کے احوال سے باخبر رہتے ہیں۔ وہ ہمارے ساتھ ہیں۔ وہ ہم سے کبھی جدا نہیں ہوں گے اور ہم بھی انہیں تنہا نہیں چھوڑیں گے۔ آپ بعد میں مزید فرماتے ہیں: اللّٰهم انّ شیعتنا منّا فمن ذکر مصابنا بکی لاجلنا استحی اللّٰه اَنْ یعذّبَهُ بالنّارِ۔ یعنی پروردگار یقیناً ہمارے

شیعہ ہم سے ہیں۔ پس جو شخص ہماری مصیبت کو یاد کرے اور ہم پر گریہ کرے خداوند عالم کو حیاء مانع ہوگی کہ ایسے شخص کو آتش جہنم میں جلائے (یہاں حیا کا لفظ اس کے حقیقی مفہوم میں استعمال نہیں بلکہ حیا سے مراد عذاب کو دور رکھنا ہے اور یہی اس کا مفہوم ہے) مولا متقیان امیر المومنینؑ حدیث اربعمائہ میں ارشاد فرماتے ہیں: انّ اللّٰہ تبارک و تعالی اختارنا و اختار شیعتنا ینصروننا و یفرحون لفرحنا ویحزنون لحزننا و یبذلون انفسھم و اموالھم فینا اولیٰک منّا و الینا، یقیناً کہ خداوند تبارک وتعالیٰ نے ہمیں پسند کیا اور ہمارے لئے ایسے شیعوں کو پسند کیا جو ہماری مدد اور نصرت کرتے ہیں۔ وہ ہماری خوشی پر خوش اور ہمارے غم پر ملول اور رنجیدہ ہوتے ہیں۔ وہ ہماری راہ میں اپنی جان و مال کو نثار کرتے ہیں، وہ ہم سے ہیں اور ہماری طرف واپس لوٹیں گے۔

یہ روایت اس امر پر دلیل ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام نے مخلص شیعوں کو اپنے لئے اسی طرح پسند کیا جس طرح اپنے جاں نثاروں کو ان کی شہادت سے قبل اپنے لئے منتخب کرلیا تھا۔ ایسے افراد کے لئے چند نشانیاں موجود ہیں۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سید الشہداءؑ کے ساتھ ایک بچے کو کھیلتے ہوئے دیکھ کر اس کی محبت سے اندازہ لگایا کہ یہ بچہ کربلا میں حسین علیہ السلام کی نصرت کرے گا۔ اب اس پس منظر میں اپنے وجود میں شیعہ ہونے کی نشانیاں ڈھونڈو اور سب مل کر اس محبت کے اظہار کے طور پر اس مظلوم پر گریہ کرو اور جس شخص کی آنکھ ان کی مصیبت پر غمناک نہ ہو تو سمجھ لو کہ اسے حسین علیہ السلام سے محبت نہیں۔ تو کیوں نہ ہم ان کے مصائب پر گریہ کریں۔ اس طرح وہ بھی ہمارے مصائب پر آزردہ ہوں گے۔ جب وہ ہماری پریشانیوں اور مشکلات پر آزردہ ہوں گے تو یقیناً ہماری آخرت پر احسان کریں گے۔

۳۔ تیسری قسم وہ ہے کہ جہاں گریہ اس وقت گلو گیر ہوتا ہے جب مصیبت زدہ شخص حق پر ہو۔ حقوق، تعداد کے اعتبار سے بہت زیادہ ہیں، ان میں سے ایک حق، حق تخلیق ہے جو والدین اور اجداد سے متعلق ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام کا ہم پر یہ حق بھی ہے کیونکہ

ہمارا اور ہمارے اجداد کی خلقت آپ کے برکت وجود کی مرہون منت ہے۔ ان میں سے ایک حق اسلام اور ایمان کا ہے جس کی وجہ سے آج ہم اس دین و مذہب پر باقی ہے۔ یہ حق ہر اس مسلمان پر عائد ہے جس نے دین اسلام کو اختیار کیا۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ صاحب حق ہمارے ایمان اور ہدایت کا باعث بھی ہو اس کے حق کی رعایت لازمی قرار پاتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ حسین ابن علی علیہما السلام نے اپنی جان عزیز دین مبین اسلام کی سربلندی اور اعلائے کلمہ حق کی راہ میں نچھاور کردی۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ اگر سیدالشہداء علیہ السلام ان عظیم مصائب کو برداشت نہ کرتے تو شیعوں پر حق ظاہر نہ ہوتا کیونکہ جب بلاد اسلامی پر بنی امیہ مسلط ہوگئی تو انہوں نے زمین پر شر و فساد برپا کیا۔ انہوں نے بھرپور کوشش کی کہ حق کو ظاہر نہ ہونے دیا جائے۔ انہوں نے حق کو اس حد تک مشتبہ بنادیا کہ نماز کے دوران علی علیہ السلام کو سب و شتم کرنا جزو نماز بن گیا۔ لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات راسخ کردی گئی کہ بنی امیہ مسلمانوں کے امام ہیں۔

دوران طفولیت ہی یہ بات بچوں کے ذہنوں میں بٹھادی گئی تھی۔ مکاتب اور مدارس میں معلمین پر لازم قرار دیا گیا کہ بچوں کو اس طرح تعلیم دی جائے کہ وہ بنی امیہ کی امامت کو اپنے عقائد کا جزو بنالیں۔ یہی وجہ تھی کہ عوام کی اکثریت کو یہ یقین ہو چلا تھا کہ وہی دین کے پیشوا ہیں اور ان کی مخالفت کھلی گمراہی ہے۔ لیکن کربلا میں سیدالشہداء علیہ السلام کی مظلومانہ شہادت کے بعد جب ان کے اہل و عیال اور مخدرات عصمت و طہارت کو اسیر کر کے دربدر، کوچہ و بازار میں پھرایا گیا تو اس وقت لوگوں پر یہ حقیقت کھلی کہ اگر یہ سلاطین جو دین حق کے ہوتے تو پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اہلبیت پر اتنا ظلم روا نہ رکھتے۔ انہوں نے خانوادہ نبوت کے ساتھ جو ظلم کیا وہ نہ صرف دین و عدالت کے منافی تھا بلکہ ظلم و جود کے کسی معیار پر پورا نہیں اترتا تھا۔ اس ظلم نے بنی امیہ پر لوگوں کا اعتقاد متزلزل کردیا اور جسے بھی حق کی طرف سے توفیق حاصل ہوئی اس نے صراط مستقیم اور ہدایت کی راہ کو اختیار کیا۔ بس یہیں سے شیعہ مذہب کی ابتداء ہوئی اور وہ پھیلتا چلا گیا۔ اس واقعہ نے عام مسلمانوں پر بھی

یہ حقیقت منکشف کردی کہ بنی امیہ ظالم و جابر سلاطین کا ایک سلسلہ ہے اور انہوں تجویز کیا کہ ان پر لعن کیا جائے۔

یہ امر اس حقیقت کو ظاہر کرتا ہے کہ جناب ختم المرسلین کا لایا ہوا دین حسین ابن علیؑ کی قربانیوں کی بدولت زندہ ہوا۔ منجملہ دیگر حقوق کے حق نمک بھی انتہائی اہمیت رکھتا ہے۔ بے شک ہر شے کی حیات جناب سید الشہداءؑ کی مرہون منت ہے۔ انہیں کی برکت وجود سے آسمان سے پانی برستا ہے اور زمین سے سبزہ اگتا ہے۔ پس معلوم ہوا ہر نعمت خورد و نوش کا وجود سید الشہداءؑ کی برکت سے ہے اس کے علاوہ ہم پر ان کا ایک حق زندگی عبارت ہے۔ تو کیا ہماری حقیقی زندگی مظلوم کربلا کی برکت سے نہیں اور کیا ان سے ہدایت پانے کے بعد ہمارے اعمال بارگاہ ایزدمنان میں رد کر دیئے جائیں گے؟ ان کے احسانات میں سے ایک احسان یہ ہے کہ ان کی وجہ سے ہمیں اسلام اور سلامتی کی دولت حاصل ہوئی۔ ہم پر ان کا ایک اور حق دوستی اور محبت سے عبارت ہے۔ آپ کے علاوہ کوئی اور ایسی مثال موجود نہیں جو اپنے دوستوں سے اس طرح محبت کرے کہ ان کے چاہنے والے یمین عرش میں ان کے ساتھ ہوں گے۔ وہ وہاں سے اپنے زوار اور خود پر رونے والوں کو دیکھیں گے۔ ان حقوق میں سے ایک حق ان کی زحمتوں کا ہے جو ہم پر عائد ہیں۔ عام بات ہے کہ اگر ہماری وجہ سے کسی کو کوئی زخم آئے یا تکلیف پہنچے تو ہم اس کے سامنے شرمندہ رہتے ہیں اور مسلسل اس کوشش میں رہتے ہیں کہ اس زحمت کی تلافی کی جائے۔ ایسی صورت میں ہم پر ان زحمتوں کی زر تلافی کا حق بطریق اولیٰ عائد ہوتا ہے جو سید الشہداءؑ نے ہماری نجات کے لئے برداشت کی ہیں۔ یہ حق اتنا عظیم ہے کہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس حق کی کیونکر تلافی کی جائے؟ لیکن اس حق کے تدارک کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس بزرگوار کے مصائب پر آنسو بہائے جائیں اور یہی آنسو اس حق کی تلافی ہیں۔ بس اس بناء پر کیوں نہ ان کے حق کی ادائیگی کے لئے ان پر گریہ کیا جائے؟ ظاہر ہے ان پر رونے والا نہ ان کا حق ادا کر سکتا ہے اور نہ اپنی وفاداری کا اظہار۔

۴۔ رقت کی یہ وہ قسم ہے جہاں مصیبت زدہ کی بزرگی اور جلالت کا تصور کر کے آنکھ سے آنسو بہہ نکلتے ہیں۔ مصیبت زدہ انسان کی جلالت و بزرگی سے قطع نظر اس کے خلاف کئے جانے والے اقدامات رقت قلب کا باعث بنتے ہیں۔ اہلبیت اطہارؑ کی نسبت کیا جانے والا سلوک وہ ہے جو کسی بڑے سے بڑے دشمن سے بھی متوقع نہیں۔ بادشاہوں کی سیرت یہ ہی ہے کہ وہ اپنے دشمنوں سے حسن سلوک کرتے ہیں جیسا کہ ذوالقرنین نے دارا کے ساتھ کیا جبکہ شرع کا حکم بھی یہی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی رداعدی کے بیٹھنے کے لئے بچھادی حالانکہ وہ کافر تھا۔ جناب ختم الرسلؑ فرماتے ہیں: اکرمو عزیز قوم ذل جب قوم کا سردار ذلیل ہو جائے تو اس کی توقیر کرو۔ امیر المومنین علیہ السلام نے بھی اپنے عمل سے اس قول کو ثابت کر دکھایا۔ عمر بن عبدود کو قتل کرنے کے بعد آپ نے اس وقت کے طریقے کے برخلاف اس کی قیمتی زرہ اور لباس کو ہاتھ تک نہ لگایا۔ اصحاب نے آپ سے اس بارے میں سوال کیا تو آپ نے فرمایا "انہ کبیر فی قومہ وما احب ھتک حرمتہ فی لقائہ عاریا" یعنی وہ اپنی قوم کا سردار تھا مجھے یہ پسند نہ تھا کہ اسے عریاں کر کے اس کی توہین کی جائے۔ شارع اقدس نے بھی اس سلسلہ میں مخصوص حکم صادر فرمایا اور تاکید کی کہ اگر کافر بادشاہوں کی لڑکیوں کو اسیر کیا جائے تو ان کے ساتھ عام کنیزوں کا سلوک نہ برتا جائے اور انہیں خرید و فروخت کے لئے بازاروں میں نہ لایا جائے۔ اس پس منظر میں اب مظلوم کربلا پر اس طرح گریہ کرو جس طرح غلام اپنے آقا پر گریہ کرتا ہے کہ امام حسین علیہ السلام شرف و منزلت و بزرگی میں عظیم ترین درجہ پر فائز تھے لیکن اس کے باوجود زمین کربلا پر انہیں عریاں کیا گیا۔ اہل وعیال کو اسیر کر کے در بدر پھرایا گیا اولاد کو کنیزی میں طلب کیا گیا اب اس تناظر میں بھی جو شخص مظلوم کربلا پر نہ روئے تو گویا اس نے ان کا مرتبہ پہچانا ہی نہیں۔

اگر انسان نیک اور پسندیدہ صفات کا مالک ہو تو اس کی یاد بھی گریہ کا سبب بن سکتی ہے۔ اس صورت میں یہ ضروری نہیں کہ اس کو پہچان کر ہی گریہ کیا جائے۔ شریعت اسلام

میں ایسے شخص کے احترام کے لئے اگر چہ کافر ہی کیوں نہ ہو سخت تاکید ہے جیسا کہ رب جلیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو وحی کی لاتقتل السامری فانہ سخی، یعنی اے موسیٰ سامری کو قتل نہ کرنا کہ وہ سخی ہے۔ اسی طرح پروردگار عالم نے اپنے محبوب کو کفار کے بعض اسیروں کے قتل کی اس بنا پر ممانعت فرمائی کہ وہ بھوکوں کو کھانا کھلاتے تھے۔ پس معلوم ہوا کہ اس انسان کے مصائب قلب کو متاثر کرتے ہیں جو صفات حمیدہ کا مالک ہو۔ خاص طور سے صفات حسنہ جتنے بلند ہوں گے ان کے مصائب اتنی ہی شدت سے قلب انسان پر اثر کریں گے۔ اب اگر کسی ایسے صاحب جودوکرم کو دیکھو جس نے ہزاروں ضرورتمندوں کی ضرورتیں پوری کی ہوں اور وہ ایک لقمہ کا محتاج ہو گیا ہو تو اس کی حالت دیکھ کر دل روئے گا۔ اب اگر ایسا شخص صاحب حیا اور غیرت مند بھی ہو اور اسے خاص و عام کے درمیان میں ذلیل کی جائے تو اس کی حالت بطریق اولی رقت قلب کا باعث بنے گی۔ اب اس تناظر میں اگر جناب سید الشہداء کے مقام اور صفات اور اس کے بالمقابل ان پر وارد ہونے والے مصائب پر غور کیا جائے تو خصوصیت سے گریہ کا سبب بنیں گے۔ اس لئے گریہ کی اس قسم کے پیش نظر بھی امام عالی مقام پر گریہ لازم آتا ہے۔ ذیل میں جناب سید الشہداء علیہ السلام کے خصائص کثیرہ میں سے صرف چند کا تذکرہ کیا جا رہا ہے تاکہ اس پس منظر میں ان پر پڑنے والے مصائب کی شدت کو بہتر طور پر محسوس کیا جا سکے۔

اول۔ آپ کا نور آسمانوں اور زمینوں کی خلقت سے قبل تسبیح و تحلیل الٰہی میں معروف تھا۔ ملائکہ نے آپ ہی سے سیکھ کر خدا کی تسبیح و تحمید شروع کی۔ آپ عالم ارواح میں بھی ذکر الٰہی میں مصروف تھے۔ بعد میں جب آپ کا نور آپ کی والدہ گرامی کے بطن مطہر میں منتقل ہوا۔ اس وقت سے تسبیح و تقدیس کی صدائیں سنی گئیں۔ اس کے بعد ولادت کے موقع پر ایام طفلی، جوانی اور کبرسنی میں شہادت کے ہنگام اور بعد شہادت بھی مسلسل خدا کی عبادت و بندگی کرتے رہے۔ یہانتک کہ سر مبارک نیزے پر بھی قرآن کی تلاوت کرتا تھا۔ اب بتلائیں کہ کیا تلاوت قرآن کرنے والے یہ کب اس امر کے سزاوار تھے کہ یزید ملعون چھڑی سے

ان کے بے حرمتی کرے۔

دوم۔ آپ نے ایک مرتبہ کسی عرب کو دیکھا کہ وہ صحیح طریقے سے وضو نہیں کر رہا تھا۔ آپ اپنے بھائی حضرت حسن علیہ السلام کو ساتھ لے کر وضو کرنے بیٹھ گئے اور اس عرب سے فرمایا" اینا یحسن الوضو "اے برادر عرب ہم دونوں میں سے کس کا وضو درست ہے۔ اس عرب نے جواب دیا میں آپ پر فدا ہوں آپ دونوں کا طریقہ وضو درست ہے اور میں ہی غلطی پر تھا۔ یعنی آپ کو اس شخص سے یہ کہنا تک گوارا نہ تھا کہ تمہیں وضو کا صحیح طریقہ نہیں معلوم۔ اور ایسا نہ ہو کہ اس کا دل ٹوٹ جائے۔ ایک ایسے انسان پر اس وقت کیا گزری ہوگی جب دشمنان خدا میں سے ایک ظالم نے یہ کہا تھا تعجلت بنار الدنیا (آتش آخرت سے قبل ہی دنیا سے جانے میں جلدی کی) یا پھر اس وقت جبکہ آپ نماز کا ارادہ فرما رہے تھے تو حصین نے آپ کو مخاطب کر کے کہا انھا لا تقبل منک (تم سے یہ نماز قبول نہ کی جائے گی)۔

سوم۔ کسی نے آپ کی خدمت میں ایک عریضہ پیش کیا آپ نے فوراً ہی جواب میں فرمایا۔ حاجتک مقضیۃ "تیری حاجت پوری کر دی گئی ہے۔ کسی نے سوال کیا کہ آپ نے اس کا عریضہ پڑھنے سے پہلے کیونکر اس کو جواب دے دیا؟ تو فرمایا خدا کو یہ پسند نہیں کہ جب تک میں اس کا عریضہ پڑھتا رہوں وہ میرے سامنے کھڑا رہے۔ یعنی جب تک میں اس کا خط پڑھتا وہ امید و بیم کے عالم میں احساس ذلت کے ساتھ میرے سامنے کھڑا رہتا اور مجھے یہ بات پسند نہ تھی۔ امام پر اس وقت کیا کیفیت گذری ہوگی جب اہل کوفہ و شام کے مدمقابل کھڑے ہو کر حجت تمام کرنا چاہتے تھے۔ آپ جانتے تھے کہ ظالم ان کی بات کو قبول نہ کریں گے۔ لیکن چاہتے تھے کہ ان کی بات سن لی جائے۔ لیکن اشقیاء مسلسل شور مچاتے رہے۔ اس پر مجبور ہو کر فرمایا ویلکم والان لا تنصتوننی ولئے ہو تم پر کیا اب بھی میری بات نہ سنو گے۔

چہارم۔ اسامہ بن زید بستر مرگ پر جان کنی کے عالم میں تھے۔ جب امام حسین علیہ السلام

اس کی عیادت کیلئے اس کے پاس گئے تو اسامہ نے ایک آہ بھر کر کہا واغماہ آپ نے فرمایا بھائی آہ بھرنے کا سبب کیا ہے؟ تو اس نے عرض کی میرے ذمہ ساٹھ ہزار درہم کی رقم قرض ہے۔ آپ نے جواب دیا میں اس کی ادائیگی کا ذمہ لیتا ہوں۔ اس نے دوبارہ عرض کی میری خواہش تھی کہ یہ رقم میری زندگی ہی میں ادا کردی جاتی۔ آپ نے اسی وقت اس کا قرض ادا کردیا۔ کیا ایسے رحیم و رؤف شخص کے لیے سزاوار ہے کہ وقت آخر ایک قطرہ آب جیسی معمولی شے کا سوال کریں اور وہ رد کردیا جائے۔ وا اسفادہ علیک یا مولائی

پنجم۔ حضرت سید الشہداء علیہ السلام نماز میں مصروف تھے کہ ایک اعرابی نے ان کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کی "لم یخب الآن من رجاک و من حرک من دون بابک الحلقۃ" جس نے تجھ سے امید باندھی اور جس نے تیرے باب کرم کی زنجیر کو ہلایا وہ کبھی مایوس نہ ہوا۔ اس پر امام بیت اشرف میں داخل ہوئے اور چار ہزار دینار اپنے گوشہ ردا میں باندھ کر بطور حیا دروازے کی اوٹ سے سائل کی طرف بڑھا دیئے اور معذرت خواہانہ انداز میں یہ اشعار پڑھے "خذھا فانی الیک معتذر ۔۔۔۔ الی الآخر۔ (دوسرے باب کے اوائل میں ان اشعار کو ترجمہ کے ساتھ پیش کیا جا چکا ہے) اعرابی یہ کیفیت دیکھ کر رونے لگا۔ سید الشہداء علیہ السلام نے فرمایا استقلت العطا اے اعرابی کیا یہ عطا تیری نگاہ میں کم ہے۔ اس نے عرض کی لا و لکن کیف یاکل التراب جودک ایسا نہیں ہے بلکہ میرا رونا اس بات پر ہے کہ مٹی تیرے اس سخی ہاتھ کو کیونکر کھائے گی۔ اعرابی اس بات پر رو رہا تھا کہ یہ ہاتھ کیونکر مٹی میں دفن ہوں گے۔ لیکن ہمارا گریہ اس بات پر ہے کہ ایک سائل اضطرار کے بغیر امام سے سوال کر رہا تھا جبکہ آپ اسے عطا کرتے وقت حیا محسوس کر رہے تھے۔ لیکن ایسا انسان پر اس وقت کیا گذری ہوگی جب ایک ضرورت مند نے ان سے سوال کیا ہو اور وہ اسے عطا کرنے پر قادر نہ ہوں۔ اسی طرح وہ کیا عالم ہوگا جب سید الشہداء کی چھوٹی بیٹی اپنے باپ سے ایک گھونٹ پانی کا سوال کر رہی تھی اور حسینؑ اسے پانی پلانے پر قادر نہ تھے اور ایک تجربہ اپنے طفل شیر خوار کیلئے پانی کا ایک قطرہ مانگتی رہیں اور

امام پانی نہ پلا سکے۔ اس سے بڑھ کر مصیبت کا وقت وہ تھا جب بھائی کی تنہا نشانی حضرت قاسم علیہ السلام گھوڑے سے گرے اور اپنے چچا کو مدد کیلئے آواز دی۔ لیکن جب بھتیجے تک پہنچے تو ان کا بدن گھوڑوں کی ٹاپوں تلے پامال ہو چکا تھا۔ ایسے میں فرمایا: عَزَّ عَلٰی عمک ان تدعوہ فلا یجیبک او یجیبک فلا ینفعک کتنی گراں ہے تیرے چچا پر یہ بات کہ تو اپنی مدد کیلئے آواز دے اور وہ تیری مدد کو نہ پہنچ سکے اور اگر پہنچ سکے تو اس کی مدد تیرے کام نہ آ سکے۔

ششم۔ واقعہ کربلا کے بعد جب پشت مبارک پر گٹوں کے نشان دیکھے گئے تو اس بارے میں جناب سید سجاد علیہ السلام سے سوال کیا گیا۔ آپ نے فرمایا: غذا و طعامُ کے اس بوجھ کا نشان جو آپ رات کی تاریکی میں پشت پر لاد کر یتیموں، بیواؤں، غرباء اور مساکین کے گھر پہنچاتے تھے۔ ایسا بے مثل انسان اپنے شیر خوار بچے کو ہاتھوں پر بلند کر کے ایک قطرہ آب کا سوال کرتا ہے۔ لیکن جواب میں بچہ کو پیاسا ہی تیر جفا سے قتل کر دیا جاتا ہے۔

ہفتم۔ ایک دن امامؑ کا گذر ایسے مقام سے ہوا جہاں چند مساکین بیٹھے ہوئے کھانا کھا رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو کھانے کی دعوت دی جسے آپ نے قبول نے کر لیا۔ اور ان کے ساتھ غذا تناول فرمانے لگے۔ کھانے کے دوران آپ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہ لا یُحِبُّ الْمُستکبرین یقیناً خداوند عالم تکبر کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ کھانے فارغ ہونے کے بعد آپ نے مساکین کو مخاطب کر کے فرمایا میں نے آپ کی درخواست قبول کی۔ اب آپ بھی میری دعوت قبول کریں۔ ان سب نے مثبت جواب دیا۔ جب وہ تمام افراد آپ کے گھر آئے تو آپ نے کنیز سے کہا جو کچھ گھر میں موجود ہے وہ لے آ۔ غرض یہ کہ دستر خوان بچھایا گیا اور امام نے ان سب کے ساتھ مل کر کھانا تناول کیا۔ یہاں تک وہ سب افراد شاد اور مسرور ہو گئے۔ لیکن کربلا میں مظلوم نے انتہائی کوشش کی کہ اپنے اہل و عیال کو پانی کا ایک گھونٹ پلا سکیں لیکن ان کی درخواست رد کر دی گئی۔

ہشتم۔ گریہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ دوسروں کو روتا دیکھ کر بھی انسان رونے لگتا ہے۔ گریہ کہ اس خصوصیت کی بنا پر بھی لازم آتا ہے کہ ہم پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی متابعت ہی میں مظلوم کربلا پر گریہ کریں۔ کیونکہ نہ صرف حضرت رسول اکرم ﷺ بلکہ تمام انبیاء و اوصیاء، تمام آسمان و زمین، چرند و پرند، جنت و جہنم، جن و ملائکہ، اشجار، سنگ و سنگریزوں، نظر آنے والی اور نظر نہ آنے والی ہر مخلوق نے سید الشہداء پر گریہ کیا اس لحاظ سے وہ کونسا سنگ دل انسان ہے جس کا دل آنسو نہ بہائے۔ اس لئے لازم و ضروری ہے کہ ہم بھی حسین علیہ السلام مظلوم کربلا پر گریہ کریں۔

نہم۔ گریہ کی ایک قسم وہ ہے جو ترحم کی بناء پر عارض ہے۔ کوئی بھی انسان ہو کسی کو مصیبت میں دیکھ کر دل پسیج جاتا ہے۔ چہ جائیکہ مصیبت سہنے والا شخص حق پر ہو۔ فطری بات ہے کہ اگر کسی ایسے انسان کا واقعہ سنے جسے بے گناہ صحرا بے آب و گیاہ میں گھیر لیا جائے۔ اس کے ساتھ اس کے اہل و عیال، چند نوجوان افراد، بہنیں، بیٹیاں، چند گنے چنے اصحاب و انصار اور دودھ پیتے بچے بھی ہوں اور اس پر وہ تمام مصائب گذر جائیں جو امام پر گذرے تو یقیناً دل تڑپ اٹھے گا۔ اب اگر ایسے شخص نے کوئی جرم بھی کیا ہو، حلال پیغمبر کو حرام کر دیا ہو، اور خواہ کافر یا تمارا دشمن ہی کیوں نہ ہو اس کی حالت قابل رحم بن جاتی ہے۔ جبکہ فرزند رسول اتمام حجت کی منزل پر پکار رہے تھے۔ ھل تطالبونی قتلۃ اوبمال استملکتہ او بشریعۃ بدلتھا تم کیوں میرے قتل کے درپے ہو، کیا میں نے کسی کو قتل کیا، کیا میں نے کسی کے مال پر تصرف کیا؟ کیا میں نے شریعت میں کوئی تبدیلی کی۔ سب نے بیک آواز کہا نہیں ایسا نہیں ہے۔ اگر آپ نے ایسا کیا ہوتا تب بھی اس اذیت و آزار کے مستحق نہ تھے۔ اب اگر کسی اور وجہ سے سید الشہداؑ پر گریہ نہ آئے تو رحم کی اس خصوصیت کے باعث تو گریہ سے گریز ممکن ہی نہیں۔ لیکن اس کے بعد بھی اگر کسی کا دل ان پر نہ روئے تو وہ اس قابل نہیں کہ اس پر رحم کیا جائے۔

دہم۔ ان تمام خصوصیات کو مد نظر رکھتے ہوئے گریہ سے مفر ممکن نہیں۔ جناب سید

الشہداؑ اور ہمارے درمیان حقیقی پدر و فرزند کا رشتہ ہے۔ ہم ان کے غم و درد میں شریک ہیں۔ انہیں آسمانوں اور زمینوں میں ایک بلند مقام حاصل ہے۔ ہم پر ان کا ہر ہر حق عائد ہے۔ وہ صفات حمیدہ کے مالک ہیں۔ خداوند عالم کی ہر مخلوق نے ان پر گریہ کیا۔ وہ نوع بشر میں سے تھے۔ ان پر بے جرم و گناہ مصائب کے پہاڑ توڑے گئے۔ تو پھر ان کے مصائب پر غمناک نہ ہو تو گویا یہ وہ فرزند ہے جسے اس کے باپ نے عاق کر دیا ہو۔ وہ نہ صرف بے وفا ہوگا بلکہ اسے اپنے والد کے حقوق اور ان کے مراتب سے واقفیت نہیں۔ ایسا انسان انسانیت کے فطری عواطف سے بے بہرہ ہے۔

گریہ کی دوسری قسم وہ ہے جو خارجی اسباب کی بنا پر عارض ہو۔ اس کی بھی مزید کئی قسمیں ہیں۔

۱۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ہر حزن و اندوہ کے عارض ہونے کے بنیادی سبب کا تعلق مظلوم کربلا پر گذرنے والے مصائب سے ہے۔ اس موضوع کی تفصیل میں جانے کے لئے بعض بنیادی باتوں کی وضاحت ضروری ہے۔ جن کا بیان اس مقام پر غیر ضروری ہے۔

۲۔ سید الشہداؑ پر گریہ مخلوقات کی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ دوست و دشمن سب کسی تفریق کے بغیر حسین مظلومؑ پر بے اختیار گریہ کرتے ہیں۔ کیونکہ جب دشمن اپنی عداوت سے غافل ہوئے تو ان کی آنکھیں بھی ان مصائب پر گریاں ہو جائیں۔ جیسا کہ یزید کی بیوی ہندہ سے روایت ہے کہ جب وہ نصف شب کو بیدار ہوئی تو اس نے دیکھا کہ یزید ایک گوشے میں بیٹھا رو رہا ہے یا پھر جیسے معاویہ نے امیر المومنین علیہ السلام پر گریہ کیا۔ گریہ کی یہ وہ قسم ہے جس میں یہ کہنا ضروری نہیں کہ فلاں شے پر گریہ کرو۔ اب اگر فرض کر لیا جائے کہ تم امام حسین علیہ السلام کو نہیں پہچانتے اور نہ ہی تمہارے اور ان کے درمیان کوئی قرابت ہے۔ نہ تم پر ان کے کوئی حقوق عائد ہیں اور نہ تم ان کے صفات حمیدہ اور جلالت مقام سے آگاہ ہو اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ ان پر رونے میں کوئی ثواب بھی نہیں اور نہ ہی کسی کا عمل تمہارے لئے باعث تقلید ہے۔ تو کیا ان مصائب

کے پیش نظر بھی اس وقت بے اختیار آنکھوں سے اشک جاری نہ ہوں گے۔

انسان کی فطرت اسے بے اختیار رونے پر مائل کرتی ہے۔ حالانکہ انسان کا نفس اور صبر پر تلقین کی روش اسے گریہ کرنے سے روکتی ہے۔ جیسا کہ ابن سعد، اخنس بن یزید، خولی، جناب فاطمہ بنت الحسنؑ کے زیورات کو لوٹنے والے اخنس نے اور لشکر اعدا نے گریہ کیا۔ یعنی خود بخود ایسے حالات پیدا ہو گئے جس نے انہیں رونے پر مجبور کیا حالانکہ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اپنے نفس کو گریہ سے روک رکھا تھا اور اپنی عداوتوں پر مصر تھے۔ قابل غور بات یہ ہے کہ وہ جس قبیح عمل میں مصروف تھے، اس کے ارتکاب کے ساتھ گریہ کرنا ایک متضاد اور ناممکن امر تھا۔ باوجودیکہ ان کے درمیان زنازادوں اور کفر و نفاق و شقاق کی راہ پر چلنے والوں کی کثیر تعداد موجود تھی لیکن پھر بھی ان کا گریہ، ان کی شقاوت اور خباثت کی نیت پر غالب آیا۔ اب اگر تم تجربہ کرنا چاہو تو کہ نفس کے ممانعت کے باوجود دشمن اپنے مخالف پر کیونکہ گریہ کر سکتا ہے تو تم بھی اپنے نفس کو گریہ سے روکو اور دیکھو کہ تمہاری آنکھیں کس طرح بے اختیار گریاں ہوتی ہیں، اس لئے تجربہ کے طور پر ہم مظلوم کے بعض مصائب کا ذکر کرتے ہیں اور تم سے رونے کے لئے بھی اصرار نہ کریں گے بلکہ برعکس کہیں کہ اپنے گریہ کو ضبط کئے رکھنا اس وقت محسوس کرنا کہ کیا تم اپنے آپ کو رونے سے روک سکتے ہو؟

اس وقت کو یاد کرو کہ جب حسین علیہ السلام میدان کربلا میں تن وتنہا ایستادہ تھے۔ بدن مبارک تلوار اور نیزے کے ڈیڑھ ہزار سے زیادہ زخموں سے چور چور تھا۔ سر مبارک شگافتہ اور سینہ اطہر پر تیر سہ شعبہ پیوست تھا۔ باطنہ طور پر دل اطہر، عیال واطفال کی حالت پر سوزاں تھا۔ ان کی فرقت کا خیال پریشان کئے دئے رہا تھا۔ گرمی کی شدت اور پیاس کی سوزش سے کلیجے سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ ان حالات میں گلوئے مبارک کو کند خنجر سے کاٹا گیا۔ آپ مسلسل پانی کا سوال کرتے رہے لیکن پانی کی ایک بوند بھی نہ دی گئی۔ تو کیا اس تصور کے بعد بھی گریہ کا ضبط کرنا ممکن ہے۔ یہ وہ حالت ہے جس پر اس ابن سعد نے بھی گریہ کیا اور آنسو کے قطرے اس شقی کی آنکھ سے بہتے رہے۔ یا پھر اس وقت کو یاد کرو جب

اہلبیت اطہارؑ اور ان کے اطفال کو یزید کے دربار میں داخل کیا گیا۔ ان کے سامنے شہیدوں کے سرلا کر رکھے گئے۔ ان کے دست و بازو کو رسیوں سے جکڑ دیا گیا اور مخدرات عصمت و طہارت یزید ملعون کے روبرو کھڑے کر دیئے گئے۔ یزید نے انہیں اس حالت میں دیکھ کر گریہ کیا اور کہا قبح اللّٰہُ ابن مَرْجانۃ خدا ابن مرجانہ پر لعنت کرے۔

سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ کے خارجی اسباب

جناب سید الشہداءؑ کی منجملہ خصوصیات میں سے ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ خارجی اسباب کی بناء پر ان پر گریہ عارض آتا ہے۔ اس بیان کے اثبات میں ہم درج ذیل دس واقعات کا ذکر کرتے ہیں۔

o حضرت آدم علیہ السلام نے جب عالم ذر و اشباح میں سید مظلومؑ کے نور کو دیکھا تو ان پر گریہ غالب آیا۔ اسی طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام پر ملکوت کی سیر کروائی گئی تو آپ نے وہاں پنجتن پاک کے انوار کو ملاحظہ کیا۔ لیکن جب آپ کی نگاہ حسین مظلومؑ کے نور پر پڑی تو بے اختیار آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے۔

o مظلوم کربلا کے نام کی خصوصیت یہ ہے کہ اس نام کو سن کر رونا آتا ہے۔ جیسا کہ خود جناب سید الشہداءؑ فرماتے ہیں۔ ما ذُکِرتُ عند مومنٍ و مومنۃٍ اِلَّا بَکیٰ و اغتم المصابی۔ مومن مردوں اور مومنہ عورتوں کے سامنے جب بھی میرا ذکر کیا جاتا ہے تو وہ میری مصیبتوں پر مغموم ہو جاتے ہیں۔ پس معلوم ہوا کہ مومن کے لئے حسین علیہ السلام کا نام باعثِ گریہ ہے۔

o حسین علیہ السلام کے نام کا اثر یہ ہے کہ اس سے گریہ طاری ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام، حسین علیہ السلام کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں: تَسِیلُ عبرتی وینکسر قلبی یعنی حسین علیہ السلام کے ذکر سے میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں اور میرا قلب شکستہ ہو جاتا ہے۔

○ سیدالشہداؑ پر نظر ڈالنا بھی گریہ کا سبب ہے۔آپ کا جد بزرگوار جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کی ولادت کے بعد جب بھی آپ پر نظر ڈالتے تو گریہ کرتے۔تاریخ سے ثابت ہے کہ آپ کے پدر بزرگوار بھی جب آپ کو دیکھتے تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگتے۔آپ فرماتے ہیں یَاعِبْرَۃَ کُلِّ مؤمنٍ یعنی اے وہ جو ہر مومن کے لیے باعث گریہ ہے۔حسین علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایابابا کیا آپ میرے متعلق فرمارہے ہیں تو جواب میں کہنے لگے نَعَمْ یابُنَی ہاں میرے فرزند ایسا ہی ہے۔تو کیا تم بھی حسین علیہ السلام کی طرف نظر کرتے ہوتا کہ تمہاری آنکھ سے بھی آنسو جاری ہو جائیں۔یہ طے ہے کہ تم جب بھی حسین علیہ السلام کی طرف نظر کرو گے حسین علیہ السلام تمہاری طرف متوجہ فرمائیں گے۔حدیث صحیح میں وارد ہے اِنَّ الحُسَین علی یمین العرش ینظر اِلی مصرعہ وَالی زُوّارہ وَانّہ ینظرُ الی من یبکی علیہ، یقیناً حسینؑ عرش کی داہنی طرف سے اپنے مقتل کی طرف نظر کرکے اپنے زوار کو دیکھیں گے۔وہ ہر اس شخص کو دیکھتے ہیں جو آپ پر گریہ کرتا ہے ایسی صورت میں تعجب کا مقام نہیں کہ فاصلہ کی دوری اور وہ دیوار کی رکاوٹ ان کی رویت میں رکاوٹ نہ بنے۔

○ سیدالشہداؑ کی قبر پر نظر ڈالنا گریہ کا سبب ہے۔امام جعفر صادقؑ فرماتے ہیں : الحسین غریب بارض غربۃ یَبکِیہِ مَنْ زارہُ یحزنُ قلبہ من لَمْ یَزُرْہُ ویحزق لہ من لم یشھدہ ویرحمہ من نظر الی قبر ابنہ رجلیہ فی ارض فلاۃ ولا حمی قربہ ولا قریب قربہ، حسینؑ غریب میں دیار غربت میں جو شخص ان کی زیارت کرے وہ ان پر گریہ کرتا ہے۔جو ان کی زیارت نہ کرسکے وہ دل گرفتہ ومحزون ہو جاتا ہے جو ان کو نہ دیکھ سکے اس کا کلیجہ تپنے لگتا ہے۔حسین علیہ السلام ہر اس شخص پر رحم کرتے ہیں جو اس بیابان میں ان کے پائنتی پاؤں کی طرف واقع ان کے فرزند دلبند کی قبر پر نظر کرے۔کیونکہ ان کے قرب وجوار ان کا نہ کوئی دوست ہے اور نہ ہی قرابتدار۔شاید اسی حدیث کے پیش نگاہ کسی عارف نے کہا : وَکُلّ بلدۃ بھاقبرہُ وکربلا کلّ مکان یری۔ہر شہر قبر

حسین ہے اور ہر مکان کربلا ہے۔

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ مظلوم کربلا کے بدن کو مس کرنا بھی موجب گریہ ہے۔ آپ کے جد بزرگوار کا طریقہ یہ تھا کہ کبھی بڑے نواسے کے گلے کو بوسہ دیتے تھے اور گریہ کرتے کبھی حسینؑ کے دانتوں کو بوسہ دیتے اور رونے لگتے اور کبھی بدن کے مختلف حصوں کو بوسہ دیتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ ایک موقع پر نواسہ نے پوچھا نانا آپ کے رونے کا سبب کیا ہے تو فرمایا : **اُقَبِّلُ موضعِ السیوفِ منک و ابکی**۔ میں ان مقامات کو بوسہ دے رہا ہوں جہاں شمشیر جفا سے تیرے بدن کو اذیت پہنچائی جائے گی۔ جب جناب رسالتمآب ﷺ سے کوئی پوچھتا کہ آپ نواسے کے دانتوں کو بوسہ دیتے ہوئے کیوں گریہ کرتے ہیں جواب میں فرماتے ظالم ان دانتوں کو اپنے عصا سے آزار پہنچائے گا۔ ان دانتوں کو بوسہ دے رہا ہوں جنہیں دیکھ کر ابن زیاد ہنسے گا اور مجھے اس کے ہنسنے پر گریہ آتا ہے۔ جب اصحاب سینہ پر بوسہ دینے کا سبب معلوم کرتے تو فرماتے ہیں یہ وہ مقام ہے جہاں پر تیر سہ شعبہ پیوست ہوگا۔ لیکن عصر عاشور ایک وقت وہ آیا جب آپ کی مظلوم بہن بی بی زینب علیہا السلام نے چاہا کہ بھائی کے بدن مطہر پر ان مقامات پر بوسہ دیں جہاں رسالتمآبؐ بوسہ دیا کرتے تھے لیکن ہائے ری مجبوری کہ محبت کرنے والی بہن ایسا نہ کرسکی کہ بدن مطہر تیروں تلواروں اور نیزوں کے زخم سے مجروح جبکہ ایک روایت کے مطابق گھوڑوں کی ٹاپوں تلے پارہ پارہ ہو چکا تھا۔ لیکن اگر گھوڑوں کے سموں تلے لاش اطہر کے پامال ہونے کی روایت تسلیم نہ کی جائے جب بھی یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ بدن مبارک زخموں کی کثرت سے چور چور تھا۔ کیونکہ خود جناب سید الشہداؑ فرماتے ہیں **کانی تقطعها عسلان الفلوات**، گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ صحرا کے درندے میرے بدن کے ٹکڑے کررہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شہداء نے مظلوم بہن کی اس بے چارگی کی کیفیت کو ان الفاظ میں رقم کیا ہے۔

خاکِ عالم بسرم کز اثر و سناں جائے یک بوسہ من در همه اعضاء تو نیست

جب کوئی جگہ نہ ملی تو بہن نے بھائی کے کٹے ہوئے حلقوم کو بوسہ دیا یعنی وہ مقام جسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی بوسہ نہ دیا تھا۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیجئے کہ پیغمبرؐ بدن مظلوم کے جس ظاہری حصہ پر بوسہ دیتے تھے، مظلوم کی بہن نے اسی مقام کے باطنی حصہ پر بوسہ دیا۔ بہن نے چاہا کہ بھائی کی لاش کو دونوں ہاتھوں پر اٹھائیں لیکن جب نہ اٹھا سکیں تو لاش اطہر کو زمین پر رکھ کر فرمایا: ھذا حسین مُقطّع الاعضاء ، نانا یہ تیرا حسینؑ ہے۔ جس کا بدن ٹکڑے ٹکڑے کردیا گیا ہے۔ پھر فرمانے لگیں: ھذا حسین مجزوز الرأس من القفا ، اے جد بزرگوار یہ تیرا حسینؑ ہے جس کے سر کو پشت گردن سے کاٹا گیا۔ میں نہیں جانتا کہ اس مخدرہ کو یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کے بھائی کا گلا پشت گردن سے کاٹا گیا۔ لیکن خیال ہے کہ اس کی تین وجوہات ہوسکتی ہیں۔

پہلی وجہ یہ کہ ہوسکتا ہے بہن نے خود بھائی کو ذبح ہوتے ہوئے دیکھا ہو۔ لیکن یہ خیال روایات کے منافی ہے۔ کیونکہ جب شدت جذبات سے مغلوب ہوکر بہن باہر نکلی تو بھائی نے حکم دیا کہ بہن خیمہ میں واپس جاؤ ابھی حسین علیہ السلام زندہ ہے۔

دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ بی بی نے ان لوگوں سے سنا ہو جو قتل گاہ میں موجود تھے۔ یا کسی نے آواز دے کر انہیں اس بابت خبر دی ہو۔ لیکن یہ بھی بعید از امکان ہے۔

تیسری وجہ یہ ممکن ہے کہ جب بہن نے بھائی کی لاش کو منہ کے بل عریاں پڑے دیکھا تو اس سے اندازہ لگایا ہوگا کہ ان کی گردن قفا سے کاٹی گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انہوں نے اپنے جد بزرگوار کو آواز دے کر مذکورہ الفاظ میں مخاطب کیا۔

سید الشہداؑ کے نام کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ جس شے کو ان کے نام سے نسبت دی جائے اسی میں ایسی تاثیر پیدا ہوجاتی ہے جو رقت کا سبب بنتی ہے۔ اس ضمن میں حضرت نوح علیہ السلام کے اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی تیار ہوگئی تو جبرئیل علیہ السلام کشتی پر نصب کرنے کیلئے چند تختیاں لائے جن میں سے ہر ایک پر ایک پیغمبر کا نام کندہ تھا۔ اس کے بعد کشتی کے اگلے حصہ میں نصب کرنے کے لئے مزید

پانچ تختیاں لائی گئیں۔ جب ان میں سے پہلی تختی کو نصب کیا گیا تو اس سے ایک نور ساطع ہوا۔ حضرت جبرئیل علیہ السلام نے بتایا کہ یہ تختی جناب خاتم الانبیاء کے نام سے منسوب ہے۔ اسی طرح مزید تین تختیوں سے بھی جب جن پر جناب امیر المؤمنین علیہ السلام، جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور امام حسن علیہ السلام کے اسماء گرامی کندہ تھے، نور ساطع ہوا لیکن جب حضرت نوح علیہ السلام نے پانچویں تختی کو نصب کرنا چاہا تو آپ نے دیکھا کہ اس تختی سے تازہ خون اُبل رہا ہے۔ حضرت نوحؑ کے ہاتھ اس پاک خون سے رنگین ہو گئے۔ جناب جبرئیلؑ نے بتایا کہ یہ تختی امام حسین علیہ السلام کے نام سے منسوب ہے تو جب صرف نسبت میں یہ اثر ہو کہ تختی خون سے رنگین ہو جائے تو کیوں نہ اس عظیم مصیبت کی یاد مومنین کے دلوں کو خون کر دے۔ لیکن سب سے زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ سید الشہداء علیہ السلام سے نسبت پانے والے مسرت و سرور کے لمحات بھی گریہ و حزن کا سبب بنتے ہیں۔ روایات کی روشنی میں اس امر کی وضاحت یوں کی جا سکتی ہے کہ بہشت میں سید الشہداءؑ سے مخصوص حور یہ مسلسل گریہ و فغاں میں مصروف ہے۔ یا پھر عید کے دن کا وہ واقعہ جب دونوں نواسوں نے نئی پوشاک زیب تن کی تو جناب رسالتمآب ﷺ انہیں دیکھ کر رونے لگے علاوہ ازایں ایک دن حسینؑ کھیلنے میں مصروف تھے کہ وہاں سے جناب رسول اکرم ﷺ کا گذر ہوا اور نواسے کو کھیلتا دیکھ کر بے اختیار رونے لگے۔ اسی طرح جب حسین علیہ السلام جنگ صفین میں فاتح بن کر واپس لوٹے تو آپ کے پدر گرامی حضرت امیر المؤمنینؑ نے انہیں دیکھ کر گریہ کیا۔ کبھی پیغمبر ﷺ حسینؑ کو کھانا نوش کرتے ہوئے دیکھ کر روتے تھے اس سے پہلے جب آپ کی ولادت ہوئی تو پیغمبرؐ نے بچہ کو گود میں لیتے ہی گریہ شروع کیا۔ یا پھر جب کبھی جناب ختمی مرتبت ﷺ کو نواسہ کی مبارکباد دی جاتی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلتے۔

○ محرم کا چاند نظر آتے ہی چاہنے والوں کی آنکھیں ڈبڈبا جاتی ہیں اور ان پر غم و حزن کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اَمَا تَرَىٰ التَّأثِيرَ فِي شَهْرِهِ فَغَصَّ شُرْبَ الْمَاءِ

عَلٰی مَنْ دَعٰی اس ماہ کی تاثیر پر کیوں غور نہیں کرتے کہ یہ وہ مہینہ ہے جس میں حسینؑ سے محبت کرنے والوں کے حلقوم میں پانی پھنس جاتا ہے۔

o زمین کربلا کی تاثیر یہ ہے کہ اس میں داخل ہوتے ہی انسان پر غم کی کیفیت طاری ہو جاتی ہے کربلا کی زمین پر قدم رکھنے والے ہر پیغمبر نے اس تاثیر کو محسوس کیا۔ روایات کے مطابق ما من نبیٍ اِلّا وقدزار کربلا، کوئی پیغمبر ایسا نہیں جس نے کربلا کی زیارت نہ کی ہو۔ اس زمین کے متعلق فرمایا گیا فِیکَ القمرُ الازھرَ یعنی اے کربلا تیری خاک میں ایک چمکتا ہوا چاند دفن ہو گیا کربلا کی زمین پر اپنے پروردگار سے سوال کرتے تو انہیں وحی ہوتی کہ یہ کربلا کی زمین ہے۔ اس زمین پر ختم المرسلین ﷺ کا نواسہ حسین علیہ السلام قتل کیا جائے گا۔ اس کیفیت حزن نے اہل بیت اطہارؑ کو بھی متاثر کیا۔ کیونکہ جب مدینہ والوں کا قافلہ کربلا پہنچا تو حضرت بی بی ام کلثوم علیہا السلام نے اپنے بھائی حسین علیہ السلام سے پوچھا "یا اخی ھذہ بادیۃ مھولۃ" "اے میرے بھائی یہ میدان ہولناک ہے۔ ایک مرتبہ پدر گرامی امیر المؤمنین علیہ السلام کو اس زمین پر نیند آ گئی۔ جب بیدار ہوئے تو رو رہے تھے۔ فرمانے لگے رَاَیتُ وَلَدِیَ الحسین فی بحر الدَّم مضطرحی میں نے خواب میں دیکھا میرا فرزند حسینؑ خون کے سمندر میں تڑپ رہا ہے۔ پھر مجھ سے فرمانے لگے کیف تکون اذا وَقَعتِ الوَاقِعَۃُ ھیھُنا وہ کیا وقت ہو گا جب اس مقام پر یہ واقعہ رونما ہو گا۔

کربلا کے نام ہی میں یہ اثر ہے کہ اسے سن کر آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں کیونکہ جب سید الشہداء علیہ السلام کا کاروان کربلا پہنچا تو آپ نے مقامی افراد سے اس زمین کا نام دریافت کیا۔ لوگوں نے متعدد نام گنوائے لیکن جب کسی نے یہ کہا کہ اس زمین کو کربلا بھی کہتے ہیں تو چشم ہائے مبارک سے آنسو جاری ہو گئے اور فرمایا اَللّٰھُمَّ اِنّی اَعُوذُبِکَ مِنَ الکَرْبِ والبَلاءِ ھٰھُنا مَناخُ رِکَابِنَا وَمَحَطُّ رِحالِنا وسُفِکُ دِمآئنا ومَذْبَحُ اطفالِنا یعنی پروردگار تیری بارگاہ میں کرب وبلا سے پناہ چاہتا ہوں اسی زمین پر ہمارے

خیمے نصب ہوں گے۔ اسی پر ہمارا خون بہایا جائے گا اور اسی پر ہمارے بچے ذبح کیے جائیں گے فیھا یُراقدمی فیھا تُری حرمی خسراۃً علیھنّ ثوب الذلۃ مسُبالُ فیھا القتل وتذبح اطفالی وتستعبد الاحرار اَرذالُ حطو الرجال بھایاقوم وانصرفوا عنی فمالی عنھا مُطّ ترحال۔ یہی وہ سرزمین ہے جہاں میرا خون بہایا جائے گا۔ اس زمین پر میرے حرم کو ذلیل کیا جائے اس زمین پر میرے بہادروں کو قتل کیا جائے گا۔ میرے بچوں کو تہہ تیغ کیا جائے گا۔ قوم کے ذلیل و پست افراد رہنے والوں کو غلامی اور کنیز میں مانگیں گے۔ یہیں اپنے خیمے ڈال دو۔ میرے ساتھیو تم سب آزاد ہو۔ جہاں جی چاہے جاؤ اور مجھے اکیلا چھوڑ دو کہ اب اس سرزمین سے واپس جانا نصیب نہ ہوگا۔

کربلا کے بعد اہل بیت اطہار کا طریقہ یہ تھا کہ جب بھی ٹھنڈا پانی پیتے تو حسین علیہ السلام کو یاد کر کے گریہ کرتے۔ داؤد رقی نقل کرتا ہے کہ میں امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ نے پانی پیا تو آنکھوں میں آنسو بھر آئے اور فرمایا: وماانغض ذکر الحسین علیہ السلام للعیش انی ماشربت مآءً بارداً الا ذکرت الحسین ...... حسین علیہ السلام کی یاد عیش و آرام کو کس قدر مکدر کر دیتی ہے کہ اس میں جب بھی ٹھنڈا پانی پیتا ہوں تو حسین علیہ السلام کو یاد کرتا ہو۔ دوسری روایت میں خود جناب سید الشہداؑ سے مروی ہے کہ عصر عاشور آپ نے فرمایا: شِیْعَتِی مَاۤاِنْ شَرِبْتُمْ مَآءَ عَذْبٍ فَاذْکُرُوْنِی یعنی اے میرے چاہنے والو جب بھی ٹھنڈا پانی پیو تو میری پیاس کو یاد کر لینا۔

○ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی کربلا کی خاک کو سونگھتے تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے۔ راوی بیان کرتا ہے: دَخَلْتُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ وَ عَیْنَاہُ تَفِیضَانِ فَقُلْتُ بِاَبِی اَنْتَ وَ اُمِّی یَارَسُوْلَ اللّٰہِ مابعینک تفیضان مَااَغْضَبَکَ اَحَدٌ قَالَ لَا بَلْ کَانَ عِنْدِی جبرئیلُ علیہ السلام فَاَخْبَرَنِی اَنَّ الْحُسَیْنَ تُقْتَلُ بِشَاطِیِٔ الْفُرَاتِ فقال ھَلْ لَکَ اَنَاشَمَّکَ من تربتہٖ قلت نعم فمدَّ یَدَہُ

فاخذ قبضة من تراب فاعطانيها فلم املک عینی ان فاضتا واسم الارض کربلا میں جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا دیکھا فخر کونین کو آنکھوں سے آنسو بہہ رہے ہیں۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہؐ میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں کس چیز نے آپ کو غضبناک کیا۔ فرمایا نہیں بلکہ ابھی جبرئیلؑ آئے تھے انہوں نے خبر دی کہ میرا حسینؑ فرات کے کنارے قتل کر دیا جائے گا۔ اور مجھ سے پوچھا گیا آپ ان کی قبر کی خاک کو سونگھنا چاہتے ہیں۔ میں نے کہا ہاں پس جبرئیل نے اپنا ہاتھ بڑھایا اور مجھے قبر کی ایک مشت خاک دی۔ میں نے جیسے ہی خاک کو ہاتھ میں لیا پھر اپنے گریہ کو ضبط نہ کر سکا جبرئیل نے بتایا کہ جس زمین پر میرا نواسہ قتل ہوگا اس کا نام کربلا ہے۔

ایک اور مقام پر راوی بیان کرتا ہے : وَاَخَذْتُ مِنْ عِنْدِ الرَّاسِ طِيناً اَحْمَرَ فدخلت علی الرضا علیه السلام فعرضتها علیه فاخذها فی کفه ثم شمها ثم بکا حتی جرت دُمُوْعُهُمْ قال هذا تُرْبَةُ جدی ، میں نے کربلا میں حسین مظلومؑ کی قبر کی زیارت کی۔ اور بالائے سر مطہر سے قدرے مٹی اٹھائی جس کا رنگ سرخ تھا۔ اور جب میں امام رضا علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے وہ مٹی ان جناب کو پیش کی۔ آپ نے اس خاک کو ہاتھوں میں لے کر سونگھا اور پھر اتنا روئے کہ آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے پھر فرمایا یہ میرے جد کے قبر کی خاک ہے۔

سید الشہداء کے مصائب کا سننا، انہیں تصور میں لانا اور ان پر فکر کرنا بھی باعث گریہ ہے۔ لیکن طبیعتوں کے اختلاف کے پیش نظر یہ ذکر ہر انسان پر مختلف طور پر اثر انداز ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ صفحات میں بیان کی جائے گی۔

سید الشہدء علیہ السلام پر گریہ کی اقسام

ا۔ وہ گریہ جو قلب کے متاثر ہونے کی وجہ سے عارض ہو۔ جیسا کہ نفس مہموم کیلئے فرمایا گیا نَفَسُ الْمَهْمُوْمِ لَنَا تَسبیحٌ "غم زدہ نفس کا اجر خدا کی تسبیح کے برابر ہے۔

۲۔ مصائب کو سن کر دل کا تڑپ اُٹھنا۔ حدیث شریف میں وارد ہے اِنَّ الْمُوجِعَ قَلْبِہ لَنَا لَیَفْرَحُ عِنْدَ مَوْتِہ فَرْحَۃً لاتزال تلک الفرحۃ فی قلبہ حتی یرد علینا الحَوْضِ ۔ جس کا دل ہماری مصیبت پر تڑپ اٹھے وہ موت کے وقت مسرور ہوگا۔ یہ مسرت اس کے دل میں اس وقت تک باقی رہے گی جب تک حوض کوثر پر ہم سے ملاقات نہ کرلے۔

۳۔ سید الشہداء پر ایسا گریہ جس سے صرف آنکھیں بھیگ جائیں اور آنسو باہر نہ نکلیں وہ بھی پروردگار کی رحمت کا موجب ہے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں : اَنّہ رُحْمَۃُ اللّٰہِ قَبْل اَنْ یَّخْرُجَ الدَّمْعَۃُ مِنْ عَیْنِہٖ جو شخص حسین علیہ السلام کی مصیبت پر روئے تو اس کی آنکھوں سے آنسو گرنے سے پہلے ہی خداوند عالم اس پر رحم فرماتا ہے۔

۴۔ ایسا گریہ بھی باعث ثواب ہے جس میں صرف آنکھیں نمناک ہوئی ہوں۔ روایت کے الفاظ میں اَنّہ یُوْجِبُ غُفْرَانَ الذُّنُوْبِ وَلَوْ کَانَتْ کَذَبَدِ البحر ہر چند حسینؑ مظلوم کی مصیبت پر آنکھ میں آنے والے آنسو کی مقدار سمندری جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔

۵۔ مصیبت مظلوم پر بہنے والے آنسوؤں کے متعلق معصومؑ فرماتے ہیں :فاذاخَرَجَتْ الدّمعۃ من عینہ فلو ان قطرۃ منھا سقطت فی جھنم لا طُفَئتْ حرّھا آنکھوں سے بہنے والے ان آنسوؤں کا اگر ایک قطرہ جہنم میں گر جائے تو وہ آتش جہنم کو سرد کردے گا۔

۶۔ اس طرح گریہ کرنا کہ آنسوؤں کے قطرے چہرے داڑھی اور سینے پر بہہ نکلیں جناب امام جعفر صادق علیہ السلام اپنے جد مظلوم کا مرثیہ سن کر اسی طرح گریہ فرماتے تھے۔ آپ نے فرمایا :لقد بَکَتِ الْمَلَائکۃَ کما بکینا او اکثر۔ ملائکہ بھی اکثر و بیشتر حسینؑ پر اسی طرح گریہ کرتے ہیں جس طرح ہم نے گریہ کیا۔ ولقد وجب اللّٰہ لک الجنۃ بِاَسْرِھَا۔ ایسے رونے والے کیلئے خداوند عالم نے بہشت کو واجب قرار دیا ہے۔

۷۔ حسین علیہ السلام پر بلند آواز سے چیخ کر رونا۔ یا اس طرح رونا کہ روح بدن سے نکل جائے۔ امام جعفر صادق علیہ السلام مظلوم کربلا پر بلند آواز سے گریہ کرنے والے کے حق میں دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اللھمّ ارحَمْ تلک الصرخۃ التی کانت لنا۔ پروردگار ہماری مصیبت میں بلند ہونے والی ان آوازوں پر رحم فرما۔ لیکن گریہ کی موخر الذکر قسم وہ ہے جس میں سانس گلے میں پھنس جائے۔ گریہ کی یہ قسم جناب سیدہ کونین سلام اللہ علیہا سے مخصوص ہے۔ فانھا تشھق کل یوم شھقۃ غلی ولدھا حتی یسکنھا ابوھا یعنی بی بی زہراء ہر روز اپنے نور نظر پر اس طرح بلند آواز چیخ و پکار کر گریہ کرتیں تھیں کہ محسوس ہوتا گویا ان کی روح بدن سے مفارقت کر جائے گی یہاں تک کہ ان کے پدر بزرگوار انہیں تسکین دیتے۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے شہادت حسین علیہ السلام کی خبر دیتے ہوئے کہا لوگو اگر تم جان سکتے ہو کہ حسین علیہ السلام پر کتنی عظیم مصیبتیں پڑیں گی تو اتنا گریہ کرتے کہ تمہاری روح بدن سے پرواز کر جاتی۔

۸۔ مظلوم کربلا پر بلند آواز کر گریہ کرنا۔ جناب سید الشہداء علیہ السلام کے قاتل یزید کا اپنی زوجہ ہند سے اصرار کرنا حسینؑ پر بلند آواز سے گریہ کرو، عجائبات روزگار میں سے ہے۔ وہ کہتا ہے اِعْوِلی یا ھند وابکی فانہ صریخۃ قریش عجل علیہ ابن الزیاد اے ہند (حسینؑ پر) بلند آواز سے گریہ کرو کہ وہ قریش کا دادرس تھا۔ ابن زیاد نے ان کے قتل میں عجلت کی۔ لیکن یہ کیفیت ایک مخصوص وقت میں وقوع پذیر ہوئی جس کا ذکر آئندہ صفحات میں کیا جائے گا۔

۹۔ غم سید الشہداء علیہ السلام میں اپنے سر اور چہرے کو پیٹنا۔ جب عبداللہ بن عمر نے حسین مظلوم علیہ السلام کی شہادت کی خبر سنی تو وہ بلند آواز کر روئے اور اپنے منہ پر طمانچے مارے۔ وہ روتے ہوئے کہتے جاتے تھے لایوم کیومک یا ابا عبد اللہ حسین علیہ السلام پر جو مصیبت پڑی اس سے بڑھ کر کوئی اور مصیبت نہیں۔ یہاں تک کہ یزید نے انہیں خاموش کرا دیا۔

۱۰۔ رونے والوں جیسی شکل بنانا۔ اس حالت کے اظہار کیلئے عربی میں تَبَاکِی کا لفظ

مخصوص ہے۔ حدیث میں ایسے رونے والے کیلئے فرمایا گیا اِنَّ مَنْ تَبَاکٰی فَلَهُ الجنة یقیناً کہ جو شخص حسین علیہ السلام کی مصیبت پر رونے والوں جیسی شکل بنائے۔ اس پر جنت واجب ہے۔ یعنی جب قلب سخت ہو جائے اور رقت طاری نہ تو کم از کم اتنا تو کر سکتا ہے کہ سر کو جھکا کر بیٹھے اور رونے والوں جیسی شکل بنائے۔ جب میں غور کرتا ہوں تو میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انسان کا قلب کیونکر اتنا سخت ہو جائے کہ وہ رونے پر مائل نہ ہو۔ کیونکہ کربلا والوں کی مصیبت اتنی عظیم ہے کہ اگر کوئی اس پر صبر کرنا چاہے تب بھی نہیں کر سکتا۔ اس سنگ دلی کی دو وجوہات ہیں۔ پہلی وجہ یہ ہے کہ انسان خود کو ضرورت سے زیادہ دنیاوی امور میں سرگرم کر لے کیونکہ معصومؑ سے منسوب دعا میں کہا گیا ہے کہ اللھم انی اعوذبک من قلب لا تخشع و عین لا تدمع و بطن لا تشبع یعنی پروردگار میں پناہ مانگتا ہوں اس دل سے جو تجھ سے خوف نہ کھائے اس آنکھ سے جو آنسو نہ بہائے اور اس پیٹ سے جو کبھی نہ بھرے۔

سنگ دلی کی دوسری وجہ کثرت کلام یعنی زیادہ باتیں کرنا ہے۔ حالانکہ کثرت کلامی انسان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتی۔ روایات میں اس کیفیت کے ازالہ کے لیے یہ علاج بتایا گیا ہے کہ کسی یتیم کے سر پر دستِ شفقت دھرا جائے۔

۱۱۔ گریہ کی کثرت کی بناء پر آنسوؤں کا خشک ہو جانا۔ یہ وہ کیفیت ہے جو اہلبیت اطہارؑ کو درپیش ہوئی۔ اسیروں کا قافلہ جب مدینہ واپس لوٹا تو انہوں نے وہاں مجلس عزا برپا کی۔ یہ وہ وقت تھا جب کثرت سے گریہ ان کے آنسو خشک ہو چکے تھے۔ اس کا علاج "سویق" سے کیا گیا جس کے کھانے سے آنسوؤں کے خشک ہونے کی کیفیت کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

۱۲۔ اس حد تک گریہ کرنا کہ آب و طعام کی خواہش جاتی رہے۔ روایات کے بموجب مسمع بن عبداللہ الملک نے جب امام جعفر صادق علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی کہ جناب سید الشہداؑ پر گریہ کرتے وقت اس کے دل سے آب و طعام کی خواہش ختم ہو جاتی ہے تو آپ نے فرمایا رحم اللہ دمعتک خدا تمہارے آنسوؤں پر رحم کرے۔ اس کے بعد امام نے جناب سید الشہداؑ کی مصیبت پر بہنے والے آنسوؤں کی فضیلت پر

گفتگو فرمائی۔ جس کا ثواب موت کے بعد سے قیامت تک ملتا رہے گا۔اس موضوع کی تفصیل گریہ کی خصوصیات کے ذیل میں بیان کی جائے گی انشاءاللہ

عزائے سید الشہداؑ میں منعقد ہونے والی مجالس

ان مجالس کو نوعیت کے اعتبار سے پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

- وہ مجلس جو خلقت آدم علیہ السلام سے پہلے منعقد کی گئی۔
- وہ مجالس جو خلقت حضرت آدم علیہ السلام کے بعد منعقد ہوئیں۔
- مظلوم کربلا کی ولادت سے قبل اور شہادت کے بعد منعقد ہونے والی مجالس۔
- مظلوم کربلا کی شہادت کے بعد دنیا میں برپا ہونے والی مجلس۔
- کائنات کے فنا ہونے کے بعد قیامت کے دن ہونے والی مجلس۔

حضرت آدمؑ کی پیدائش سے پہلے منعقد ہونے والی مجلس

تعداد کے اعتبار سے ایسی دو مجالس منعقد ہوئیں۔البتہ انہیں مجلس سے تعبیر کرنا ایک مجازی عمل ہے۔ایک مجلس اس وقت ہوئی جب خداوند عالم قضاوقدر کا تعین فرما رہا تھا۔ جب قلم تقدیر نے لوح پر شہادت سید الشہداؑ کو رقم کیا تو اس پر قلم لوح دونوں مغموم ہو گئے۔

خلقت حضرت آدم علیہ السلام سے قبل کی دوسری مجلس وہ ہے جسے قرآن مجید میں ان الفاظ میں یاد کیا گیا ہے اِذْ قَالَ رَبُّکَ لِلْمَلَائِکَةِ اِنِّی جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً جب تیرے پروردگار نے ملائکہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا میں زمین پر ایک خلیفہ مقرر کرنے والا ہوں قَالُوْا اَتَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِکُ الدِّمَآءَ بعض تفاسیر

کے مطابق ملائکہ نے حسین بن علیؑ کی شہادت کے واقعہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور غمزدہ ہو کر کہنے لگے پروردگار تو زمین پر اسے خلیفہ بنائے گا جو فساد برپا کرے گا اور خون بہائے گا جس پر خداوند عالم نے جواب دیا انی اعلم مالا تعلمون میں ان تمام چیزوں کو جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے ہو۔

خلقت حضرت آدمؑ کے بعد منعقد ہونے والی مجالس

ان مجالس کی تعداد چودہ ہے۔

۱۔ جب حضرت آدم علیہ السلام نے پیشانی عرش پر نگاہ کی تو دیکھا اس پر پنجتن پاک کے مبارک نام درج ہیں۔ حضرت جبرئیلؑ نے جناب آدمؑ سے اس دعا کے پڑھنے کی تلقین کی یا حمید بحق محمد یا عالی بحق علی یا فاطر بحق فاطمہ یا محسن بحق الحسن و الحسین و منک الاحسان۔

حضرت آدم علیہ السلام نے اس دعا کو پڑھا۔ لیکن جب ان کی زبان سے حسینؑ کا نام جاری ہوا تو آنکھوں سے آنسو بہنے لگے اور دل بھر آیا۔ فرمایا

یا اخی فی ذکر الحسین یُکْسِرُ قلبی و تَسِیْلُ عِبْرَتِی۔ برادرم جبرئیل پنجتن پاک میں سے جب پانچوں نام زبان پر جاری ہوتا ہے تو میرا دل بھر آتا ہے اور آنکھ سے آنسو بہنے لگتے ہیں۔ اس پر جبرئیل نے حضرت آدمؑ اور تمام ملائکہ کے سامنے واقعات کربلا بیان کیئے جس پر سب نے گریہ کیا۔ جبرئیل عرض کرتے ہیں ولدک هذا یصاب بِمُصِیْبَةٍ تصغر عندها المصائب اے آدم تیرے اس فرزند پر اتنی مصیبتیں پڑیں گی جس کے سامنے تمام دوسرے مصائب معمولی نوعیت کے ہوں گے۔ جب حضرت آدمؑ نے پوچھا وہ عظیم مصائب کون سے ہیں تو عرض کی یقتل عطشانا و حیدا فریدا لیس له ناصر و لا معین و لو تراه یا آدم و هو یقول و اعطشاه و اقلة ناصراه حتی یحول بینه و بین السماء کالدخان فلم یجبه احد الا بالسیوف و شرر الحتوف فیذبح

ذبحۃُ الشاۃ من قفاو ینھکب رحلہ وتشھر روُسھم فِی البلدان معھم النِّسْوَانِ
کذالک سبق فی علم الواحد المنان ۔ اسے اس حالت میں پیاسا قتل کیا جائے گا
کہ جو یکہ وتنہا ہوگا۔ اس کا کوئی یاور ہوگا اور نہ مددگار۔ اے آدمؑ تم اسے اس حال
میں دیکھو گے کہ وہ ہائے پیاس پکار رہا ہوگا، اس کی مدد کرنے والوں کی تعداد قلیل ہوگی، اس
کے پیاس کی شدت کا عالم یہ ہوگا کہ اس کے اور آسمان کے درمیان گویا دھوئیں کا پردہ حائل
ہوگا۔ تلواروں اور موت کے شراروں کے علاوہ اس کی پکار پر لبیک کہنے والا کوئی نہ ہوگا۔
اسے گوسفند کی طرح پشت گردن سے ذبح کیا جائے گا اس کے خیام لوٹ لئے جائیں گے،
ان کے سروں کو دیار بہ دیار پھرایا جائے گا ان کے ساتھ ان کے اہلبیتؑ بھی کوچہ و بازار میں
پھرائے جائیں گے۔ یہ تمام واقعات خداوند واحد منان کے علم میں گزر چکے ہیں۔

دوسری اور تیسری مجلس

دوسری اور تیسری مجلس بہشت میں منعقد کی گئیں۔ دوسری مجلس کی مرثیہ خواں حور یہ
ہے جبکہ رسول خداﷺ اور جبرئیل علیہ السلام مجلس کے سامعین میں سے ہوں گے جبکہ
تیسری مجلس وہ ہوگی جس میں جبرئیل علیہ السلام مرثیہ پڑھیں گے اور جناب ختم المرسلینؐ اور
حور العین مجلس میں شرکت فرمائیں گے۔ صاحب بحار الانوار جناب رسول خداﷺ سے
روایت کرتے ہیں : قالَ لما اسْرِیٰ بی الی السَّمآءِ اخذ جبرائیل علیہ السّلام
بیدی فادخلنی الجنۃ و انا مسرور فاذآنا بشجرۃ من نور مکللۃ بالنور فی
اصلھا ملکان یطونیان الحلی و الحلل الی یوم القیامۃ ثم تقدمت فاذاانا
بتفاح رایت اعظم منہ فاخذت واحد فضلقتھا فخرجت علی منھاحُوْراً
کان اجفاھمامقدیم اجنحۃ النسور فقلت لمن انت فبکت وقالت لا بنک
المقتول ظلمًا الحسین بن علی ابن ابی طالب علیھم السلام۔
جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جب میں معراج پر گیا تو جبرئیل

میرا ہاتھ تھام کر مجھے بہشت میں لے گئے۔ میں اس وقت بہت شاد و مسرور تھا۔ میں نے ایک درخت کو دیکھا جو نور سے منور تھا۔ اس کے نیچے دو فرشتے موجود تھے جو اس درخت کی زیب و زینت میں مصروف تھے اور قیامت تک اسی طرح اس درخت کو سجاتے رہیں گے۔ جب میں ذرا آگے بڑھا تو میں نے ایک سیب دیکھا میں نے اس سے بڑا سیب پہلے کبھی نہ دیکھا تھا میں نے اس سیب کو ہاتھ میں لے کر دو نیم کیا اس میں سے حور برآمد ہوئی جس کی پلکیں مرغ نسو کے پروں کی مانند سیاہ تھیں۔ میں نے اس سے پوچھا تجھے کس کے لیے خلق کیا گیا ہے؟ تو وہ رو کر کہنے لگی آپ کے فرزند حسین بن علی بن ابی طالبؑ کے لئے جنہیں ظلم وجور سے شہید کیا گیا۔

ایک دوسری حدیث میں وارد ہے ان الحسین لما دنت وفاته تاثر السّم فی بدنه واخضر لونه فقال له الحسین فالی ارلی لونک مایلا الی خضر...... وقال یا اخی لقد صدق جدلی فی وفیک ثم اعتنقه و بکیا کثیراً۔ حضرت امام حسن علیہ السلام کا وقت شہادت قریب آیا تو زہر کے اثر سے بدن مبارک سبز ہو چکا تھا۔ جب مظلوم کربلا نے بھائی سے بدن کے سبز ہونے کی بابت سوال کیا تو امام حسنؑ نے گریہ کیا اور فرمایا بھائی میرے جد امجد نے میرے اور تمہارے متعلق بالکل درست فرمایا۔ پھر دونوں بھائی گلے مل کر بہت دیر تک روتے رہے۔ جب حضرت سید الشہداءؑ نے پوچھا کہ بھائی نانا ہمارے بارے میں کیا کہتے تھے؟ تو فرمایا اخبرنی جدی قال لما دخلت لیلة المعراج لجنة رایت قصرین عالیین متجاورین علی صفتٍ واحدة احد هما من الدر جد الاخضر والاخر من الیاقوت الاحمر فسالت جبرئیل فقال احدهما للحسن والاخر الحسین فقلت الم یکونا علی لون واحدة فسکت جبرائیل فقلت لملا تتکلم قال حیاء منک فقلت سالتک باللّٰہ الاما اخبر فقال اما خضرة قصر الحسن فانه یموت باسّم ویخضر لونه واما حمرة قصر الحسین فانه یقتل ویحمر وَجْهَهُ بالدم فعند ذالک بکیا وضجّ

الحاضرون بالبکاءِ النّحیبِ میرے جد نے مجھے خبر دی اور بتایا کہ جب میں شب معراج بہشت میں داخل ہوا تو میں نے دیکھا کہ دو قصر ایک دوسرے سے نزدیک اور باہم مشابہ ہیں۔ ان میں سے ایک سبز زمرّد سے اور دوسرا سرخ یاقوت سے تعمیر کیا گیا۔ میں نے جبرئیل سے اس بابت سوال کیا تو اس نے مجھے بتایا کہ ان میں سے ایک حسنؑ کے لئے اور دوسرا حسینؑ کے لیے ہے لیکن جب میں نے پوچھا کہ یہ دونوں قصر یک رنگ کیوں نہیں تو جبرائیل خاموش ہو گئے۔ میں نے پوچھا جبرئیل جواب کیوں نہیں دیتے؟ تو عرض کیا یارسول اللہؐ مجھے آپ سے حیا آتی ہے۔ میں نے جبرئیل سے کہا تجھے اللہ کی قسم کہ اس راز کی بابت مجھے خبر دے۔ تو جبرئیل نے کہا حسنؑ کے قصر کے سبز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انھیں زہر دیا جائے گا جس کے اثر سے ان کا بدن سبز پڑ جائے گا لیکن حسینؑ کے قصر کے سرخ ہونے کا سبب یہ ہے کہ انھیں تیروں، نیزوں اور تلواروں سے قتل کیا جائے گا اور ان کا سراپا خون میں سرخ ہو جائے گا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ سن کر گریہ کیا۔ آپؐ کو روتے دیکھ کر تمام حاضرین نے بھی بلند آواز سے گریہ کیا۔

چوتھی مجلس

چوتھی مجلس حضرت آدم علیہ السلام نے اس وقت برپا کی جب آپ چلتے چلتے سرزمین کربلا میں داخل ہوئے۔ لیکن جب مقتل سید الشہداؑ پر پہنچے تو آپ کا پیر پھسل گیا اور آپ زمین پر گر پڑے۔ ضرب کی شدت سے آپ کے پائے مبارک سے خون جاری ہو گیا۔ حضرت آدمؑ نے اس موقع پر سر کو بلند کر کے پروردگار عالم کو یوں خطاب کیا الٰھی حدث ذنب اخر فعاقبتنی خداوندا کیا پھر مجھ سے کوئی ترک اولیٰ سرزد ہوا جس کی تو نے یہ سزا دی ہے۔ اتنے میں وحی آئی لاو لکن یقتل فی ھذا الارض ولدک الحسین ظلماً فسال دمک موافقة اے آدمؑ، تجھ سے کوئی ترک اولیٰ نہیں ہوا لیکن حقیقت امر یہ ہے کہ اس سرزمین پر تیرا فرزند حسین علیہ السلام مظلوم قتل کیا جائے گا یا آدم تیرا خون اسی بنا

پر جاری ہوا تا کہ اس مظلوم کے خون سے مل جائے۔ حضرت آدمؑ نے پوچھا من القاتل پروردگار ان کا قاتل کون ہوگا۔ وحی آئی یزید لعنہ ان کا قاتل یزید ہوگا۔ پس اس پر لعنت کرو۔ فلعنہ اربعاً و مشی خطوات الی جبل عرفات حضرت آدمؑ نے چار مرتبہ یزید پر لعنت کی اس کے بعد کوہ عرفات پر روانہ ہوئے۔

پانچویں مجلس

پانچویں مجلس اس وقت منعقد ہوئی جب حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی پانی پر رواں دواں تھی۔ جب کشتی اس مقام پر پہنچی جہاں حسین علیہ السلام کی قتل گاہ ہے تو پانی میں تلاطم برپا ہوا۔ قریب تھا کہ کشتی ڈوب جاتی۔ حضرت نوح علیہ السلام غرقابی کے خیال سے متردد ہوئے اور عرض کی: اِلٰھِیْ طُفْتُ الدُّنْیَا وَمَا اَصَابَنِیْ فَزَعٌ مِثْلَ ھٰذَا الْاَرْضِ پروردگار میں پوری زمین پر گھوما لیکن اس زمین کی مانند کسی زمین پر ایسی مشکل صورتحال سے دوچار نہیں ہوا۔ اتنے میں حضرت جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہوں نے کربلا کا پورا واقعہ سنایا اور بتایا کہ اس زمین پر آخری پیغمبر کا نواسہ قتل کیا جائے گا۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے تمام ساتھیوں نے یہ واقعہ سن کر گریہ کیا اور سب نے مظلوم کربلا کے قاتل پر لعنت کی۔

چھٹی مجلس

روایات کے بموجب چھٹی مجلس جناب خضر علیہ السلام نے پڑھی۔ جس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دو دریاؤں کے مقام اتصال پر جناب خضر علیہ السلام سے ملاقات کی تو حضرت خضرؑ نے ختم المرسلینؐ اور ان کی عترت طاہرہ پر گزرنے والے مصائب بیان کئے۔

جب سید الشہداءؑ کے مصائب پر پہنچے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بلند آواز سے گریہ کیا۔

ساتویں مجلس

جناب سلیمان علیہ السلام جن وانس وطیر پر مشتمل ایک عظیم لشکر کے مالک تھے۔ جب ہوا بساط حضرت سلیمان علیہ السلام کو لے کر چلی تو ایک مقام پر ہوا نے بساط کو تین مرتبہ گھمایا اور پھر ایک زمین پر اتار دیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے برافروختہ ہوئے اور پھر عتاب کیا۔ ہوا نے جواب میں سید الشہداء علیہ السلام کے مصائب بیان کئے اور عرض کی اِنَّ هٰذَا مَقْتَلُ الْحُسَيْنِ...... یہ حسین علیہ السلام کا قتل گاہ ہے۔ یہ اس سلسلہ کی ساتویں مجلس ہے۔

آٹھویں مجلس

جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آسمانوں اور زمینوں کے ملکوت کی سیر کروائی گئی تو آپ کو مصلے پر حضرت حسین علیہ السلام کی شبیہ نظر آئی اور انہوں نے سخت گریہ کیا۔ یہ آٹھویں مجلس ہے۔

نویں مجلس

نویں مجلس بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے منعقد کی۔ آپ بتوں کو توڑتے جاتے رہے تھے اور کہتے تھے اِنِّيْ سَقِيْمٌ" یعنی میں حسین مظلومؑ کے مصائب پر غمگسار ہوں۔

دسویں مجلس

دسویں مجلس کا تعلق بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ہے۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں : لَمَّا اَمَرَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ اَنْ يَذْبَحَ مَكَانَ ابْنِهٖ

اسماعیل علیہ السلام اَلْکَبْشَ الَّذِیْ نَزَّلَ عَلَیْہِ بِرَاہِیْمَ عَلَیْہِ السَّلَامُ اَنْ یکون قد ذَبَحَہُ ابنہ اسماعیل بیدہ و انہ لم یومرہ بذبح الکبش مکانہ لیوجع الی قلبہ ما یوجع الی قلب الوالد الذی یذبح اعزولدہ علیہ بیدہ فیستحق بذالک رفع درجات اھل ثواب علی المصائب فاوحی اللّٰہ عزوجل الیہ یا ابراھیم من احب خلقی الیک فقال یا رب ما خلقت خلقا ھو احب الی من حبیب محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ وسلم" امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے۔ جب خداوند عالم نے جناب ابراہیم علیہ السلام کو حکم دیا کہ اپنے فرزند اسمٰعیل کی جگہ اس گوسفند کو ذبح کریں جو رب جلیل کی طرف سے بھیجا گیا تھا (اور جب گوسفند ذبح ہو گیا) تو حضرت ابراہیمؑ کے دل میں ایک حسرت باقی رہی کہ کاش گوسفند نہ بھیجا جاتا اور وہ اپنے ہاتھوں سے اپنے عزیز ترین فرزند کو ذبح کرتے تا کہ ان مصائب کی بنا پر انہیں درجات حاصل ہوتے۔ تو ایسے میں خداوند عالم نے حضرت ابراہیمؑ کو وحی کی اے ابراہیمؑ تیری نگاہ میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ تو عرض کی پروردگار تو نے کسی ایسی مخلوق کو پیدا ہی نہیں کیا جو میری نگاہ میں تیرے حبیب محمدؐ سے زیادہ محبوب ہو۔ فاوحی اللّٰہ والیہ اَفَھُوَ اَحَبُّ الیک اَمْ نَفْسُکَ قَالَ بل ھو احب اِلَیَّ مِنْ نَفْسِی قال فَوَلَدُہٗ احبُّ الیک اَمْ ولدُکَ قَالَ بَلْ ولدہ قال فذبح ولدہ ظلما علی ایدی اعدائہ اوجع لقلبی قال یا ابراھیم فان طائفۃ تزعم انھا من امۃ محمد صلی اللّٰہ علیہ و آلہ قتل الحسین ابنہ من بعدہ ظلما و عدوانا کما یذبح الکبش ویستوجبُوْنَ بذالک سخطی۔ خداوند عالم نے وحی کی (اے ابراہیم) تمہیں وہ عزیز ہے یا تمہاری اپنی ذات؟ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عرض کی میں اسے زیادہ دوست رکھتا ہوں۔ پھر فرمایا ابراہیم تمہیں اس کے فرزند سے زیادہ محبت ہے یا اپنے فرزند سے؟ تو عرض کی میں اس کے فرزند سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ تو فرمایا تمہارے لئے میرے حبیب کے فرزندوں کا دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونا زیادہ تکلیف دہ ہے یا میری اطاعت میں اپنے

فرزند کو ذبح کرنا زیادہ باعث اذیت ہوگا تو عرض کی پروردگار اس کے دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونا ہمارے لئے زیادہ اذیت ناک ہے۔ وحی آئی اے ابراہیم ایسے افراد کا گروہ جو محمدؐ کی امت ہونے کا دعویدار ہوگا اسے نہایت بے رحمی سے اس طرح ذبح کرے گا جس طرح گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے ان کا یہ عمل میرے غضب وغصہ کو دعوت دے گا۔ فجزع ابراهیم بذالک وتوجع قلبه وبكى فاوحى الله عزّوجلّ یاابراهیم قَدفديتُ جزعَكَ علىٰ ابنِكَ اسماعيلُ لو ذبحتهُ بيدكَ فزعَ علىٰ الحسين وقتله واَوجبتُ لك درجاتِ اهلِ الثواب علىٰ المصائبِ وذالک قول الله عزوجل وفديناه بِذِبحٍ عَظِيمٍ۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے ان مصائب کو سن کر گریہ کیا اوران کے قلب پر رقت طاری ہوگئی۔ اتنے میں رب جلیل نے وحی کی کہ اے ابراہیم ہم نے تیرے بیٹے اسمٰعیل کی قربانی کو فدیہ قرار دیا۔ اوراب چونکہ حسین علیہ السلام کے قتل کی داستان سن کر تم نے گریہ کیا ہم نے تمہیں اہل ثواب کے درجات عطا کیے۔ خداوند عالم کے ارشاد کی تفسیر بھی یہی ہے جہاں فرمایا گیا کہ ہم نے تیری قربانی کو ذبح عظیم سے بدل دیا۔

گیارھویں مجلس

گیارھویں مجلس بھی درحقیقت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے حوالے سے ہے۔ یہ مجلس سلسلہ کے اعتبار سے حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی چوتھی مجلس ہے۔ جب حضرت خلیل اللہ کربلا کی زمین پر پہنچے تو آپ کے گھوڑے کا پیر پھسل گیا۔ زمین پر گرنے سے جناب ابراہیمؑ کے سر پر زخم آیا۔ بارگاہ رب العزت میں عرض کی مناجات کی پروردگار کیا مجھ سے کوئی ترک اولیٰ ہوا ہے؟ اس پر حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اورعرض کیا ابراہیمؑ آپ سے کوئی ترک اولیٰ نہیں ہوا بلکہ بات یہ ہے کہ جناب ختم المرسلین ﷺ کا

فرزند اس سرزمین پر قتل کیا جائے گا۔ آپ کے بدن سے خون کا بہنا اسی قتل ناحق کی یاد دلاتا ہے۔ فرمایا جبرئیل ان کا قاتل کون ہوگا۔ عرض کیا: لعین اهل السموات والارضین والقلم جری اللوح بلعنه بغیر اذن" یعنی ان کا قاتل وہ ہے جس پر آسمانوں اور زمینوں پر رہنے والوں کی طرف سے لعنت ہے۔ قلم نے اذن خدا سے قبل ہی اس کے لئے لوح پر لعن تحریر کر دیا تھا۔ خداوند عالم نے اس پر وحی فرمائی کہ اس لعن کی وجہ سے تو تعریف کا مستحق قرار پایا۔ یہ سن کر حضرت ابراہیمؑ نے ہاتھوں کو بلند کر کے یزید پر لعنت کی۔ اور جواب میں ان کے گھوڑے نے آمین کہا۔ حضرت ابراہیمؑ نے اپنے رہوار سے پوچھا اے گھوڑے تم نے میری لعنت پر کیا سمجھ کر آمین کہا۔ گھوڑے نے بزبان فصیح عرض کیا اے ابراہیمؑ میں اب تک اس پر فخر کرتا رہا کہ آپ جیسا نبی میری پشت پر سواری کرتا ہے لیکن جب میرا پاؤں پھسلا اور آپ میری پشت سے زمین پر گر پڑے تو مجھے بڑی شرمندگی کا سامنا کرنا پڑا۔ اور اس شرمندگی کا سبب یزید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے آمین کہا۔ مولف کا خیال ہے کہ جس مقام پر جناب ابراہیمؑ زمین پر گرے شاید وہی مقام ہو جہاں حسینؑ مظلوم زین سے فرش زمین پر تشریف لائے تھے۔

بارھویں مجلس

بارھویں مجلس حضرت اسماعیل علیہ السلام ذبیح اللہ کی موجودگی میں منعقد ہوئی۔ جناب اسماعیلؑ کی بکریاں روزانہ دریائے فرات کے کنارے چرا کرتی تھیں۔ ایک روز چرواہے نے آ کر خبر دی کہ آپ کی بکریاں کئی دن سے فرات کا پانی نہیں پی رہی ہیں۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس مسئلہ پر پروردگار عالم سے رجوع کیا تو وحی آئی کہ اس راز کے متعلق اپنی بکریوں سے پوچھو۔ جب جناب اسماعیلؑ نے ایک بکری سے اس کے پانی نہ پینے کا سبب دریافت کیا تو اس نے جواب دیا کہ ہمیں یہ اطلاع ملی ہے کہ اس مقام پر ختم

المرسلین ﷺ کا نور نظر حسینؑ پیاسا قتل کیا جائے گا۔ یہ خبر ہمارے لئے اتنی اندوہناک ہے کہ اس مقام سے اب ہم سے پانی نہیں پیا جاتا۔

تیرھویں مجلس

فرزند رسول ﷺ کی تیرھویں مجلس کا تعلق حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام سے ہے۔ اس مجلس کی روایت ابن عباس سے مروی ہے جو جناب عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حواریین کی موجودگی میں منعقد ہوئی۔ روایت کی تفصیل آئندہ سطور میں نقل کی جائے گی۔

چودھویں مجلس

اس سلسلے کی چودھویں مجلس خداوند عالم نے خود کوہ طور پر منعقد کی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک شخص نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام عجلت میں کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ ان کا رنگ مبارک زرد تھا۔ بدن پر لرزہ طاری تھا اور آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی تھیں۔ اس نے یہ سوچ کر کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام مناجات کو جا رہے ہیں، عرض کی "یانبی اللّٰہ قد اذنبت ذنباً عظیماً فاسئل ربک اَنْ یعفُوَ عنّی" اے پیغمبر خدا مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔ اپنے پروردگار سے دعا کریں کہ وہ مجھے معاف کر دے۔

حضرت موسیٰ نے مقام مناجات پر بارگاہ رب العزت میں عرض کی رب انت العالم قبل نطقی پروردگار تو میری لب کشائی سے پہلے ہی حقیقت امر سے واقف ہے۔ تیرے فلاں بندے سے ایک عظیم گناہ سرزد ہوا اور وہ تجھ سے عفو و بخشش کی درخواست کر رہا ہے۔ آواز آئی "یاموسیٰ اَغْفِرُ لمن اِسْتَغْفَرَنی اِلَّا قَاتِلَ الْحُسَیْنِ" اے موسیٰ حسین

کے قاتل کے علاوہ جو بھی مجھ سے طلبِ مغفرت کرے میں اسے معاف کر دوں گا۔ حضرت موسیٰ نے عرض کی پروردگار حسینؑ کون ہے؟ تو آواز آئی "الذی مر ذکرہ علیک بجانب الطور" حسینؑ وہ ہے جس کا ذکر کوہِ طور پر تجھ سے کیا جا چکا ہے۔ تو عرض کی ومن یقتلہ اسے کون قتل کرے گا؟ آواز آئی حسینؑ کو اس کے جد کی امت کا ایک باغی گروہ کربلا کی زمین پر قتل کرے گا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دیکھا کہ ان کا گھوڑا فریاد کرتے ہوئے کہہ رہا ہے: "الظالمۃ الظالمۃ مِنْ اُمۃٍ قتلت اِبنِ بنتِ نبیھا" وائے ہو اس امت پر جس نے اپنے پیغمبر کے نواسے کو قتل کیا "فیبقی ملقی علی الرِمال بغیر غسل ولا کفن و ینھب رحلہ تسبی نسائہ فی البلدان ویقتل ناصروہ وتشھر رؤسُھُم مع راسِہٖ علی اطراف الرِماحِ ۔ اس کا بدن خاک پر بے غسل وکفن پڑا ہوگا۔ ان کے خیمے لوٹ لئے جائیں گے ان کی عورتوں کو قید کر کے شہر شہر پھرایا جائے گا۔ اس کے مددگاروں کو قتل کر کے ان کے سروں کو ان حضرت کے سر کے ساتھ نیزوں پر بلند کیا جائے گا۔

یاموسی صغیرھم یمیتُھُم العطش و کبیرھم جلدہ منکِمش یَسْتَغیثُوْنَ فلا ناصر و یستجیرون فلا خاذر فبکی موسی علیہ السلام فقال سبحانہ یا موسی اعلم انہ من بکی علیہ او ابکی او تباکی حرمت جسدہ علی النار ۔
اے موسیٰ ان کے بچوں کو پیاس سے تڑپا کر مارا جائے گا۔ ان کے مردوں کے بدن کی کھال پیاس کی شدت سے سکڑ جائے گی۔ بدن زخموں سے چور ہوگا وہ لوگوں کو مدد کیلئے پکاریں گے لیکن کوئی ان کی مدد کو نہ آئے گا۔ جو استغاثہ کریں گے لیکن ان کو لبیک کہنے والا کوئی نہ ہوگا۔ حضرت موسیٰؑ نے یہ سن کر گریہ کیا۔ خطاب باری ہوا اے موسیٰ معلوم ہو کہ جو شخص بھی اس مظلوم پر روئے گا یا کسی کو رلائے گا یا رونے والوں کی شکل بنائے گا میں آتشِ جہنم کو اس پر حرام کر دوں گا۔

اب مؤلف کہتے ہے کتنے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جو حضرت موسیٰؑ کے ہم عصر تھے

اور ایمان پر ثابت قدم رہے۔ انہیں جب بھی کوئی حاجت درپیش ہوتی یا پروردگار سے معافی کے طلبگار ہوتے تو حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقاضا کرتے کہ وہ ان کی درخواست کو مقام مناجات پر قاضی الحاجات کی بارگاہ میں پیش کردیں۔ لیکن اب میں یہ کہتا ہوں کہ ہمارے لئے بھی ایک کلیم موجود ہے جو جناب موسیٰ علیہ السلام کی مانند صاحب ید بیضا اور عصا ہے۔ وہ کچھ خصوصی نشانیوں کا مالک ہے۔ وہ ہمہ کے اوقات عرش الٰہی کی دا ہنی جانب مقام مناجات پر ایستادہ ہو کر بن مانگے ہماری بخشش کے لئے از خود دعا کرتے ہیں۔ ہمارا وہ کلیم ہے جس کے چہرے پر زردی نہیں بلکہ سرخی چھائی ہوئی ہے۔ اس کے بدن پر لرزہ طاری نہیں بلکہ اس کا بدن شدتِ ضربات سے پارہ پارہ اور اعضاء بکھرے ہوئے ہیں۔

پندرھویں مجلس

پندرھویں مجلس کا مقام بیت المقدس اور اس کا ذاکر خداوند متعال ہے۔ امام زمانہ حضرت حجۃ عجّل اللہ تعالیٰ فرجہ الشریف روایت کرتے ہیں: ''اِنَّ زکریا سَئَلَ رَبَّہٗ اَنْ یُعَلِّمَہٗ اَسْمآء الخمسۃِ فَاَھْبَطَ عَلَیْہِ جِبْرَائیلُ فَعَلَّمَہٗ اِیَّاھا وکَانَ زکریا اِذَا ذَکَرَ اسم الحسین علیہ السلام خَنَقَتْہُ العبرۃ ووقعت علیہ البھرۃ'' یعنی جب حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے درخواست کی کہ انہیں پنجتن پاک کے مبارک نام تعلیم کیئے جائیں تو جناب جبرئیل علیہ السلام نازل ہوئے اور انہیں یہ مبارک نام بتائے گئے۔ اس کے بعد جناب زکریا علیہ السلام جب بھی محمدؐ، علیؑ، فاطمہؑ اور حسنؑ کے پاک نام دہراتے، ان سے غم واندوہ کیفیت زائل ہو جاتی، لیکن جیسے ہی حسینؑ کا نام زبان پر آتا گریہ گلوگیر ہو جاتا، سینے میں سانس اٹکنے لگی اور اضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ ایک دن جناب زکریاؑ نے بارگاہ رب العزت میں عرض کی ''الٰھی مابی اذا ذکرتُ اربعۃً مِنْھُمْ تسلّیتُ باسمآئھم من ھمومی واذا ذکرتُ الحسینَ علیہ السلامُ

تدمَعُ عَیْنِی ونور زفرتی فانباہُ اللّٰہ تعالیٰ عَنْ قصَۃِ فقال کھیعص فالکاف اسم کربلا والھاء ھلاکُ العترۃ الطاھرۃ والیآء یزید لعنہ اللّٰہ وھو ظالم الحسین علیہ السلام والعین عطشہ والصادصبرہ۔ ''پروردگار کیا سبب ہے کہ جب میں پنجتن پاک میں سے پہلے چار مبارک ناموں کا ورد کرتا ہوں تو میں ہر غم واندوہ سے نجات پاجاتا ہوں۔لیکن جیسے ہی حسینؑ کا نام زبان پر آتا ہے آنکھوں سے اشک بہنے لگتے ہیں اور طبیعت کبیدہ ہو جاتی ہے۔خداوند عالم نے جناب زکریاؑ کو کربلا کا پورا واقعہ سنایا۔ پھر کھیعص کی تفصیل بتائی اور فرمایا کہ کاف سے کربلا کی طرف اشارہ ہے۔'ھا' سے عترت طاہرہ کی ہلاکت مراد ہے'یآء' سے یزید لعنت اللہ کی طرف اشارہ کرتا ہے جو حسینؑ پر ظلم روا رکھے گا۔'عین' سے حسینؑ کی عطش اور پیاس کو ظاہر کرتا ہے اور'ص' سے حسینؑ کے صبر کا آئینہ دار ہے۔اس واقعہ نے حضرت زکریا علیہ السلام کو اتنا متاثر کیا کہ تین دن تک نہ صرف مسجد سے باہر نہ نکلے بلکہ لوگوں کو اپنے پاس آنے سے بھی منع کر دیا۔اس تمام مدت میں حسینؑ مظلوم پر مسلسل گریہ کرتے رہے۔انہوں نے اس مصیبت پر جو مرثیہ کہا اس کے چند اشعار یہ ہیں :

الھی اتفجع خیر جمع خلقک بولدہ

الھی اتنزل بلوی ھذہ الرزیۃ بفنائہ

الھی اتلبس علیاً وفاطمۃ ثیاب ھذہ المصیبۃ

الھی اتحل کربۃ ھذہ بساحتھما

پروردگار کیا تو اپنی بہترین مخلوق کو اس کے فرزند کی مصیبت پر رلائے گا؟ پروردگار کیا تو اس مصیبت کو اس فرزند کی موت کیلئے نازل کرے گا؟ خداوند کیا تو علیؑ و فاطمہؑ کو اس مصیبت کا پوشاک پہنائے گا؟ بارالٰہا کیا تو یہ مصائب اس لئے نازل کرے گا کہ وہ سب موت سے ہم کنار ہو جائیں؟ پھر بارگاہ الٰہی میں عرض کرنے لگے : اللھم ارزقنی ولداً تقرّبہ عینی علی الکبر فاذا رزقتنیہ فافتنی بحبہٖ ثم افجعنی بہ کما تفجع

محمد حبیبک بولدہ فرزقہ اللّٰہ یحیی وفجعہ بہ و کان حمل یحیی ستۃ اشھر وحمل الحسین کذالک"

پروردگار مجھے اس بڑھاپے میں ایک فرزند عطا کر جس کی وجہ سے میری آنکھیں روشن ہوں اور جب مجھے فرزند نصیب ہو تو مجھ سے اس کی محبت کا امتحان لے اور میرے دل پر اس کی مصیبت کے صدقے کا بار اسی طرح وارد کر جس طرح تیرے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دل اس کے فرزند کی مصیبت پر تڑپا ہے۔ کیونکہ جس طرح حضرت یحییٰؑ کے حمل کی مدت چھ ماہ تھی اسی طرح حسینؑ کے حمل کی مدت بھی چھ ماہ تھی۔

سولہویں مجلس

سولہویں مجلس جنگل کے درندے نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے حوارین کے روبرو پڑھی۔ سفر کے دوران حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر کربلا کی زمین سے ہوا۔ جہاں ایک غضبناک شیر نے ان کا راستہ روکا۔ حضرت عیسیٰؑ شیر کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کہ تم نے ہماری راہ کیوں روکی ہے؟ شیر نے عرض کی "انی لا ادعکم تمرون حتی تلعنو یزید قاتل الحسین سبط محمد النبی الا می وان علی اولی سلام اللّٰہ علیھم "یعنی میں آپ کو اس وقت نہ جانے دوں گا جب تک محمدؐ و علیؑ کے فرزند حسینؑ کے قاتل یزید پر لعنت نہ کریں۔

ولادت کے بعد اور شہادت سے پہلے منعقد ہونے والی مجالس

سید الشہداؑ کے مصائب پر منعقد ہونے والی مجالس کی تیسری قسم ان مجالس سے عبارت ہے جو ان کی ولادت کے بعد اور شہادت سے قبل منعقد ہوئی۔ یہ مجالس تعداد کے

اعتبار سے تیس ہیں۔

۱۔ سید الشہداءؑ کی ولادت باسعادت کے موقع پر خداوند عالم نے سدرۃ المنتہیٰ کے نزدیک جبرئیلؑ کو مخاطب کر کے مظلوم کربلا پر گذرنے والے واقعات بتائے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ کے ساتھ ملائکہ کے ایک ہزار ایسے قبیلے موجود تھے جن میں سے ہر قبیلے پر ملائکہ کی تعداد ایک لاکھ تھی۔ خداوند عالم نے انہیں حکم دیا کہ تم سب زمین پر نازل ہو کر ختم المرسلین کو حسینؑ کی ولادت پر مبارک باد دو۔ باری تعالیٰ نے جبرئیلؑ کو مخاطب کر کے فرمایا: اذا ھبنہ فعزہ وقُلْ لَہٗ ان ولدک ھذا یقتل مظلوماً "یعنی جب مبارک باد دے چکو تو ختمی المرتبت کو تعزیت پیش کرو اور انہیں خبر دو کہ آپ کا یہ فرزند مظلوم قتل کر دیا جائے گا۔

۲۔ یہ مجلس جناب سیدۂ کونینؑ کے حجرے میں برپا ہوئی۔

۳۔ پیغمبر کی ازدواج مطہرات نے بھی اپنے اپنے حجروں میں حسینؑ کی مجلس منعقد کی۔

۴۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسجد میں تشریف فرماتے۔ کبھی آپ خود حسینؑ کے مصائب کا ذکر کرتے، کبھی جبرئیل، کبھی ملک القطر اور کبھی وہ بارہ فرشتے جو جناب رسالتمآب کی زیارت کرنے کیلئے مختلف شکلوں میں نازل ہوئے تھے۔ بلکہ احادیث کے مطابق تمام ملائکہ نے زمین پر اتر کر جناب رسالتمآب کو تعزیت پیش کی۔ روایت کے الفاظ میں "لم یبق ملک الا نزل یعزیہ بالحسین" ایسا کوئی فرشتہ باقی نہ بچا جس نے زمین پر اتر کر جناب ختم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حسینؑ کی تعزیت نہ پیش کی ہو۔ ان مجالس کی تعداد اتنی کثیر ہے کہ ان کی کیفیت، زمان و مکان، گریہ کرنے والوں اور مرثیہ پڑھنے والوں کی تعداد کے اعتبار سے ان کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ احادیث کے پیش نظر مجھ پر یہ بات ثابت ہے کہ جب سے جناب سید الشہداء علیہ السلام متولد ہوئے بلکہ اس وقت سے جبکہ آپ مادر گرامی صدیقہ طاہرہ سلام اللہ علیہا کے بطن اطہر میں تھے۔ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مسلسل اپنے چھوٹے نواسے کے مصائب کا ذکر کرتے تھے۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواہ

مسجد میں ہوں یا گھر میں، خواہ باغ میں ہو یا مدینہ کی گلیوں میں، سفر میں ہوں یا حضر میں، خواب میں ہوں یا عالم بیداری میں، کبھی اپنے اصحاب کے روبرو ان مصائب کا ذکر کرتے، کبھی ملائکہ کو حسینؑ کے مصائب بیان کرتے اور کبھی پیغمبرؐ از خود ان واقعات کی تکرار کرتے اور سرد آہ بھرتے۔ کبھی چھوٹے نواسے پر گذرنے والے مظالم کو یاد کر کے فرماتے کانّی یَسْتَغِیْثُ فَلا یُغَاثُ " جیسا کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ وہ فریاد کر رہا ہے اور کوئی اس کی نصرت نہیں کر رہا ہے۔ کبھی فرماتے کَانّی بِالسَّبَایَا علی اَقْتَابِ الْمَطَایَا، گویا میں ان اسیروں کو دیکھ رہا ہوں جو ناقوں کی پشت پر سوار ہیں۔ کبھی فرماتے "کانی بَراسِہ وقد اُھْدِیَ اِلٰی یَزِیْدَ لعنۃ اللہ فمَنْ نظر الی رَاسِہ وفَرِحَ بذالک خالف اللہ بین لسانہ وقلبہ " گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ اس کے سر کو تحفتاً یزید لعنتی کے پاس لے جایا جا رہا ہے۔ پس جو شخص اس مظلوم کے کٹے ہوئے سر کو دیکھ کر مسرت کا اظہار کرے گا خداوند عالم اس کے دل و زبان کے درمیان اختلاف ڈال دے گا۔ اس سے شاید یہ مراد ہو کہ اسلام کا زبانی اقرار قلبی اعتقادات کا آئینہ دار نہیں بن سکتا۔ کبھی فرماتے "صبراً یا اباعبداللہ" یا اباعبداللہ صبر کرنا ان مصائب پر۔ جب کبھی حسینؑ کے قاتل پر نگاہ پڑتی تو چہرہ مبارک کا رنگ متغیر ہو جاتا۔ جب بھی حسینؑ کو دیکھتے، گود میں اٹھا کر بوسہ دیتے۔ کبھی حسینؑ خود چل کر جناب رسالتمآب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس پہنچ جاتے یا کبھی حسینؑ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سے گزر جاتے یا کبھی نواسے کو نیا لباس پہنے دیکھتے تو گریہ فرماتے تھے۔ جب عید کے دن حسینؑ کو خوش دیکھتے یا کھیل میں معروف پاتے۔ لذیذ غذا تناول فرماتے یا نواسے کو بھوک ستاتی یا کسی بات پر حسینؑ رونے لگتے، تو سرور کونین بھی گریہ فرماتے۔ کبھی ایسا ہوتا کہ اپنی بیٹی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے گھر کے سامنے سے گزرتے اور نواسے کے رونے کی آواز آتی تو آپ بھی رونے لگتے۔ بیٹی کے گھر جا کر فرماتے "سَکِّتِیْہِ اَمَا عَلِمْتِ اَنَّ بکائَہٗ یؤذِیْنِی " بیٹی میرے نورِ نظر کو خاموش کراؤ کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اس کے رونے سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔ اسی طرح جب کوئی فرشتہ کربلا کی خاک لاتا تو اسے سونگھتے اور

نواسے کے قاتل کا خیال ذہن میں لاکر گریہ فرماتے۔

مجالس کی تفصیل

درج بالا سطور میں مجالس حسینیہ کا صرف اجمالی تذکرہ کیا گیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب سے آپ کا نور آپ کی والدہ گرامی کے بطن مطہر میں منتقل ہوا اس وقت سے لے کر آپ کی شہادت تک خود سرور کونین کی موجودگی میں اتنی کثیر تعداد میں مجالس منعقد ہوئیں جن کا شمار مشکل ہے۔ جس وقت حسینؑ متولد ہوئے تو سرور کونین کو نواسے کی خوشخبری دی گئی اور ساتھ ہی یہ اطلاع بھی دی گئی کہ آپ کا یہ فرزند صحرائے کربلا میں پیاسا قتل کیا جائے گا۔ پیغمبرؐ نے یہ سن کر بے اختیار گریہ کیا۔ اس سے پہلے جب آپ اپنی والدہ گرامی کے بطن مطہر میں تھے اس وقت بھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گریہ کیا تھا۔ لیکن جب سید الشہداء علیہ السلام کی ولادت ہوئی تو اسی وقت آپ کو ایک سفید اونی کپڑے میں لپیٹ کر جناب رسالتمآب کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ پیغمبر نے نواسے کے سیدھے کان میں اذان اور بائیں کان میں اقامت کہی۔ پھر بچے کو گود میں رکھ کر اس پر نظر کی۔ مرثیہ کہا او روئے پھر فرمایا: سَیَکُونُ لَکَ حَدِیثٌ" اللھم اَلعَنْ قاتلہٗ۔ بیٹے جلد ہی تیرے لئے یہ واقعہ رونما ہوگا۔ پروردگار اس کے قاتل پر لعنت کر۔ پیدائش کے ساتویں دن عقیقہ کے لئے ایک مینڈھے کا انتظام کیا گیا۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم پر ایک خصوصی عطر (خلوق) کے ذریعے نواسہ کے سر کے بال اتارے گئے۔ بالوں کے ہم وزن چاندی راہ خدا میں تصدق کی گئی۔ پیغمبرؐ نے حسینؑ کو گود میں لے کر ان کے مصائب کا ذکر کیا۔ پھر رو کر فرمایا "یا ابا عبد اللّٰہ عزیز علی" یا ابا عبداللہ تجھ پر پڑنے والے مصائب میرے لئے بے حد گراں ہیں۔ اس کے بعد بارگاہ رب العزت میں فرمایا: اللھم انی اسئلک فیھما ما سالک ابراھیم فی ذریتہ اللھم انی اُحِبُّھُمَا واُحِبُّ مَنْ

پنجتن میں مقا۔ پروردگار میں اپنے دونوں نور ہائے نظر کے متعلق تجھ سے وہی سوال کرتا ہوں جیسے حضرت ابراہیمؑ نے اپنی ذریت کے بابت سوال کیا تھا۔ خدا وند عالم میں ان دونوں کو دوست رکھتا ہوں اور اسے بھی دوست رکھتا ہوں جو ان دونوں سے محبت رکھے۔ جب حسین علیہ السلام ایک سال کے ہوئے تو ملائکہ تعزیت کیلئے آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سب سے پہلے بارہ فرشتے مختلف شکلوں میں نازل ہوئے۔ ان میں سے ایک نبی آدم کی شکل میں تھے۔ انہوں نے اپنے پروں کو کھول کر حسینؑ کا مرثیہ پڑھا اور تعزیت پیش کی۔ پھر ملکِ قطر نازل ہوا اس نے بھی تعزیت پیش کی۔ اس کے بعد مسلسل فرشتے تعزیت کے لئے آتے رہے۔ یہاں تک کہ کوئی ایسا فرشتہ باقی نہ بچا جس نے تعزیت نہ دی ہو۔ معتبر روایات میں یہ تمام واقعات درج ہیں۔ فرشتوں کا نازل ہونا صرف اس لئے تھا کہ وہ تعزیت کے ثواب میں شامل ہوں ورنہ حسینؑ کی شہادت کی خبر پہلے ہی جناب ختم المرسلین کو مل چکی تھی۔ ملائکہ نے تو تربت سید الشہداؑ کی خاک بعد میں جناب رسالتمآبؐ کو پیش کی تھی۔ تربت مطہر کی خاک لانے والے پہلے فرشتہ جناب جبرئیلؑ تھے۔ روایت کے مطابق حضرت امیر المومنین علی بن ابی طالب علیہ السلام فرماتے ہیں: میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ دیکھا کہ سرور کونین کی آنکھوں سے اشک جاری ہیں۔ عرض کی میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یا رسول اللہؐ آپ کے گریہ کا سبب کیا ہے؟ کیا کسی نے آپ کو اذیت دی ہے؟ حضرت نے فرمایا نہیں بلکہ مجھے جبرئیلؑ نے خبر دی ہے کہ میرا نور نظر حسینؑ کربلا کی زمین پر قتل کیا جائے گا جبرئیل اپنے ساتھ کربلا کی خاک بھی لائے تھے۔ جب میں نے اس خاک کو سونگھا تو اپنے آنسو ضبط نہ کر سکا اور وہ جس زمین پر قتل کیا جائے اس کا نام کربلا ہے۔

جب سید الشہداؑ کی عمر دو سال ہوئی تو خاتم المرسلینؐ سفر پر تشریف لے گئے۔ اثنائے راہ میں ایک مقام پر توقف کیا اور انا للہ و انا الیہ راجعون کی تلاوت فرمائی۔ سرور کونین کی آنکھوں سے مسلسل اشک جاری تھے۔ جب کسی نے پوچھا یا رسول اللہؐ آپ

کیوں گریہ کررہے ہیں؟ تو فرمانے لگے مجھے ابھی جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میرا فرزند حسینؑ فرات کے کنارے کربلا کی زمین پر قتل کیا جائے گا۔ میں گویا اس کی قتل گاہ اور اس کی دفن ہونے کے مقام کو دیکھ رہا ہوں۔ میں گویا دیکھ رہا ہوں کہ اہلبیت کو اسیر کرکے ناقوں پر بٹھایا گیا اور میرے فرزند حسینؑ کے سر پر ننگا منڈ ڈالے گا مگر وہ جس کے قلب اور زبان میں خداوند کریم نے اختلاف پیدا کردیا ہو۔ ایسے شخص کو خداوند عالم دردناک عذاب میں مبتلا کردے گا۔ رسالتمآب ﷺ جب سفر سے واپس لوٹے تو غمزدہ محزون تھے۔ اسی حالت میں منبر پر تشریف لے گئے اور ایک خطبہ ارشاد فرمایا اور اس میں لوگوں کو پند و موعظہ کیا۔ خطبہ سے فارغ ہونے کے بعد اپنے داہنے ہاتھ کو امام حسنؑ کے سر پر اور دائیں ہاتھ کو امام حسینؑ کے سر پر رکھ کر بارگاہ خداوندی میں عرض کی "اللھم ان محمداً عبدک ورسولک وھذان طایب عترتی وخیار اُمتی وافضل ذریتی وانا اخلفھما فی امتی" پروردگار بے شک محمد تیرا بندہ اور رسول ہے۔ یہ دونوں فرزند میری پاکیزہ ترین عترت ہیں۔ میرے منظور نگاہ اور میری بہترین ذریت ہیں اور میں نے انہیں امت میں اپنا جانشین قرار دیا۔ ابھی ابھی جبرئیلؑ نے مجھے خبر دی ہے کہ "ان ولدی ھذا مقتول بالسم والاخر شھید مضرّج بالدم اللھم فبارک لہ فی قتلہ واجعلہ من سادات الشھداء اللھم ولاتبارک فی قاتلہ وخاذلہ واصلہ حرنارک اُحشرہ فی اسف درک من الجحیم" بہ تحقیق میرا نورنظر حسنؑ ہر ستم سے قتل کیا جائے گا اور یہ دوسرا فرزند اپنے خون میں پڑا پایا جائے گا۔ خداوندا اس قتل کو اس کے قاتل کے لیے مبارک نہ بنا۔ اس کے قاتل کو ذلیل و رسوا کر۔ آتش جہنم کو اس کا مقدر اور اسے جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں قرار دے۔ یہ سن کر لوگوں نے بلند آواز سے رونا شروع کیا۔ جناب پیغمبر اکرم محمد ﷺ نے انہیں مخاطب کرکے فرمایا "یاایھا الناس اتبکونہ ولاتنصرونہ" اے لوگو تم اس پر گریہ تو کررہے ہو لیکن اس کی نصرت نہ کروگے۔ "اللھم فکن انت ولیاً وناصراً" پروردگار تو خود اس کا سرپرست اور مدد کرنے والا بن جا۔ پھر فرمایا "یاقوم انی مخلف

فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی وارومتی ومزاجمالی وثمرۃ فوادی ومھجتی لن یفترقاحتی یرداعلی الحواض الا وانی لااستلکم فی ذالک الا ما امرنی ربی ان استلکم عنہ استلکم عن المودۃ فی القربی فاحذروا وتلقونی غداًعلی الحوض وقداذیتم عترتی وقتلم اھل بیتی وظلمتوھم اِنّہ سیردعلی یوم القیامۃ ''اے قوم میں تم میں دوگراں بہا چیزیں چھوڑ رہا ہوں یعنی کتاب خدا اور میری عترت۔ وہ میری آنکھوں کا نور، میرے دل کا میوہ اور میری روح ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے سے کبھی جدا نہ ہوں گے جب تک قیامت کے دن حوض کوثر پر مجھ سے ملاقات نہ کریں۔ آگاہ رہو کہ میں تم سے ان کے متعلق کوئی سوال نہ کروں گا۔ مگر وہی سوال کروں گا جس کے متعلق میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے اس لئے میں تم سے سوال کرتا ہوں کہ میرے اقرباء سے مودت رکھو۔ پس ڈرو (ایسا نہ ہو کہ) کل کے دن قیامت میں حوض کوثر پر اس حالت میں مجھ سے ملاقات کرو کہ تم نے میرے اہل بیت کو قتل کیا اور میری عترت پر ظلم وستم کے پہاڑ توڑے ہوں۔'' الا انہ سیردعلی یوم القیامہ ثلاث رایات من ھذہ الامّہ الاولی رایۃ سوداء مظلمۃ قد فزعتمنھا الملائکہ فتقف علی واقول لھم من انتم تنسون ذکری و یقولون نحن اھل التوحید من العرب فاقول لھم اِنّی احمد نبی العرب والعجم فیقولون نحن من امتک فاقول کیف خلفتمونی من بعدی فی اھل بیتی وعترتی و کتاب ربی فیقولون اما الکتاب فضیعناہ واما العتراہ لحرصاان نبیدھم من حدید الارض فلما اسمع ذالک منھم اعرض عنھم وجھی فیصدرون عطاشامسودۃ وجوھھم'' آگاہ رہو کہ اس امت میں سے تین علم جلد ہی قیامت کے دن مجھ سے ملاقات کریں گے، پہلا علم سیاہ اور گمراہی کا علم ہوگا۔ ملائکہ بھی اس سے خوفزدہ ہوں گے وہ میرے سامنے کھڑے ہوں گے۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ تم لوگ کون ہو؟ وہ جواب میں مجھے فراموش کردیں گے اور کہیں گے کہ ہم سب اہل توحید اور عرب کے رہنے

والے ہیں۔ میں ان سے کہوں گا کہ میں احمد پیغمبر ہوں جسے تمام عرب وعجم پر مبعوث کیا گیا۔ وہ کہیں گے کہ ہم آپ کی امت میں سے ہیں ان سے پوچھوں گا کہ تم نے میرے بعد میرے اہلبیت، میری عترت، کتاب خدا اور پروردگار سے متعلق میری وصیت پر کس طرح عمل کیا۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم نے کتاب خدا کو ضائع کر دیا۔ آپ کی عترت کو فراموش کر دیا۔ اور اس امر پر اہتمام کیا کہ روئے زمین سے ان کا وجود ختم کر دیا جائے۔ جب میں یہ کلمات سنوں گا تو ان کی طرف سے منہ پھیر لوں گا۔ وہ حوض کوثر سے پیاسے ہی واپس لوٹ جائیں گے اور ان کے چہرے سیاہ اور تاریک ہو جائیں گے۔ ''ثم ترد علی رایۃ اُخریٰ اشد سواداً من الاول فاقول کیف خلفتمونی من بعدی فی الثقلین کتاب اللّٰہ وعترتی فیقولون اما الاکبر فخالفناہ و اما الاصغر ممزقناھم کل ممزق فاقول الیکم عنی فیصدرون عطاشاً مسودہ وجوھھم''

اس کے بعد دوسرے پرچم والے میرے پاس آئیں گے جن کے پرچم کا رنگ پہلے پرچم والوں سے زیادہ سیاہ ہوگا۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ تم نے ثقلین یعنی کتاب خدا اور عترت کے بارے میں میری سفارش کا کیونکر خیال رکھا۔ وہ جواب میں کہیں گے ان میں سے اکبر کی مخالفت کی اور اصغر کو متفرق اور ضائع کر دیا۔ میں ان سے کہوں گا کہ دور ہو جاؤ میرے سامنے سے وہ اس حالت میں پیاسے واپس لوٹ جائیں گے ان کے چہرے سیاہ ہوں گے۔

''ثم ترد علی رایۃ تلمع وجوھھم نوراً فاقول لھم من انتم فیقولون نحن اھل کلمۃ التوحید والتقویٰ من امۃ محمد المصطفیٰ صلی اللّٰہ علیہ وآلہ و نحن بقیۃ اھل الحق حملنا کتاب ربنا وحللنا حلالہ وحرمنا حرامہ واحببنا ذریۃ نبینا محمد صلی اللّٰہ علیہ وآلہ ونصرناھم من کل مانصرنا بہ انفسنا وقاتلنا معھم فاَنَا اُبَشِّرُھُم وَاَقُوْلُ لَھُم اَنَا نَبِیُّکُمْ محمد ولقد کنتم فی الدین کما قلتم ثم اسقاھم من حوض فیصدرون

مـروریـن مستبشـرین ثم یدخلون الجنۃ خالدین فیھا ابدالابدلین " اس کے بعد میرے پاس ایسے پرچم والے آئیں گے کہ جن کے چہروں سے نور جھلک رہا ہوگا میں ان سے کہوں گا کہ تم لوگ کون ہو۔ وہ جواب دیں گے کہ ہم صاحب کلمہ توحید اور تقویٰ ہیں۔ ہم محمد مصطفیٰؐ کی امت سے ہیں۔ اور ہم ہی اہل حق کی یادگار ہیں۔ ہم نے پروردگار عالم کی کتاب کا خیال رکھا۔ اس کے حلال کو حلال اور حرام کو حرام سمجھا۔ ہم نے اپنے پیغمبر محمد ﷺ کی آل سے محبت کی ہم نے ہر اس چیز سے ان کی مدد کی جو ہمارے اختیار میں تھا۔ ہم نے ان کی نصرت میں ان کے دشمنوں سے جنگ کی۔ پھر میں انہیں بشارت دوں گا کہ میں ہی تمہارا پیغمبر محمد ہوں۔ درحقیقت دنیا میں تمہاری بود و باش کا طریقہ وہی تھا جیسا کہ کہہ رہے ہو۔ میں اپنے حوض (کوثر) سے سیراب کروں گا۔ وہ اس حالت میں واپس لوٹیں گے کہ سیراب ہو چکے ہوں گے اور انہیں بشارت دی جا چکی ہوگی۔ اس کے بعد وہ ہمیشہ رہنے کے لئے بہشت میں داخل ہو جائیں گے۔ سید کونین کیلئے مظلوم کربلا کے مصائب اتنے گراں تھے کہ انہیں قید تحریر میں لانا مشکل ہے۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خواہ گھر میں ہوں یا مسجد میں ہوں یا منبر پر، سفر میں ہوں یا حضر میں، قیام کی حالت میں ہوں یا قعود میں، جب بھی حسینؑ پر نظر پڑتی بے اختیار آنسو نکل پڑتے۔ نواسے کو اٹھا کر گود میں لیتے اور بوسہ دیتے اور گریہ کرتے فرماتے۔ نواسے کی نسبت سے وہ تمام کیفیات جو کسی انسان کیلئے باعث سرور مسرور بن سکتی ہیں جناب رسالتمآب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے باعث حزن واندوہ تھیں۔

ان کیفیات کی تفصیل یوں ہے کہ جب بھی سَرورِ کونین چھوٹے نواسے کو گود میں لے کر ان کے سر کو اپنے کندھوں پر رکھتے تو یہ خیال دامن گیر ہوتا کہ یہی سر نوک نیزہ پر چڑھایا جائے گا۔ بس یہ تصور آتے ہی آپ گریہ فرماتے اور اپنے اصحاب سے فرماتے گویا میں اونٹوں کی پشت پر کچھ اسیروں کو دیکھ رہا ہوں۔ میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ میرے فرزند حسینؑ کا سر یزید کے دربار میں تحفتاً پیش کیا جا رہا ہے۔ جب حسینؑ کو گود میں بٹھاتے تو ان

کے رخسار پر نظر کر کے گریہ کرتے اور فرماتے "یابن عباس کانی به وقد خضب شیبه من دمه یدعو فلایجاب وَیَسْتَجِیْرُ فلاینصر " اے عباس کے فرزند گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ حسینؑ کی داڑھی اس کے خون سے خضاب ہے۔ وہ نصرت کے لئے پکار رہا ہے لیکن اس کی مدد کرنے والا کوئی نہیں۔ جب عید کے دن حسینؑ کو نئی پوشاک پہنے دیکھتے تو رونے لگتے اور یہ خیال ستانے لگتا کہ نواسہ کی لاش صحرائے کربلا میں عریاں پڑی ہوگی۔ کبھی دیکھتے کہ چھوٹا نواسہ اپنے پدر بزرگوار، والدہ معظمہ اور برادر والا مرتبت کے ساتھ لذیذ غذا تناول کر رہا ہے تو پہلے مسرور ہوتے، اور پھر رونے لگتے۔ کبھی خود نواسہ کے مصائب سناتے یا پھر جبرئیل نازل ہو کر بتاتے کہ اسی حسینؑ کے عیال واطفال کربلا میں اتنے پیاسے ہوں گے کہ دنیا ان کی آنکھوں میں تاریک ہو جائے گی۔ ان کے مردوں کو شمشیر ستم سے شہید اور اطفال و مخدرات کو قید کر کے در بدر پھرایا جائے گا۔ جب گلوئے مبارک کو بوسہ دیتے تو گریہ کرتے اور علی ابن ابیطالبؑ سے فرماتے اس فرزند کا خیال رکھنا۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر اوقات جب کپڑا اہٹا کر بدن اطہر کو بوسہ دیتے تو چھوٹا نواسہ عرض کرتا "یا جداہ لم تبکی " اے جد بزرگوار آپ کیوں رو رہے ہیں؟ تو فرماتے "اقبل موضع السیوف وابکی " میں ان مقامات پر بوسہ دے رہا ہوں جہاں تلوار سے زخم لگایا جائے گا۔ اور یہی میرے رونے کا سبب ہے۔ ایک اور حدیث کے مطابق سرور کونین نے فرمایا بیٹے تیرا گلا خنجر جفا سے کاٹا جائے گا۔ اور تیرا بدن مطہر شمشیر ظلم سے پارہ پارہ ہوگا۔ اسی ظلم کا تصور مجھے آنسو بہانے پر مجبور کر رہا ہے۔ جب حسینؑ کے لب و دندان ہائے گوہر کو چومتے تو یہی بھی فرماتے کہ ابن زیادہ و یزید ملعون کے دربار میں ان دانتوں کو چھڑی سے اذیت پہنچائی جائے گی۔ اس قیامت کی گھڑی میں زید بن ارقم دربار ابن زیاد موجود تھے۔ جب انہوں نے دیکھا کہ وہ شقی ابا عبداللہ الحسین علیہ السلام کے داندان ہائے مبارک پر چھڑی مار رہا ہے تو ان سے رہا نہ گیا۔ اپنی جگہ سے کھڑے ہوئے اور فرمایا: اِرفَعْ قَضِیْبَکَ عَنْ هاتَیْنِ الشَّفَتَیْنِ فَوَاللّٰهِ الَّذِیْ لا اله الا هو لقد رایت ثنایا رسول اللّٰه تَرْشَفُ ثنایاه" ان لبوں

سے اپنی چھڑی ہٹا لے۔ اس خدا کی قسم جس کے علاوہ کوئی اور معبود نہیں میں نے خود جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان لبوں کو بوسہ دیتے ہوئے دیکھا ہے۔" وکان یوماً جالساً فی المسجد فدخل جماعۃ مِنْ قُرَیْشٍ مَعَھُم عمر بن سعد فتغیر وجھہ وحالہ صلوات اللّٰہ علیہ فقالوا یا رسول اللّٰہ ما اصابک فقال"

ایک دن رسول مقبول ﷺ مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ایسے میں قریش کی ایک جماعت جس میں عمر بن سعد بھی شامل تھا مسجد میں داخل ہوا۔ اسے دیکھتے ہی جناب رسالتمآب ﷺ کے چہرے کا رنگ متغیر ہوگیا۔ اصحاب نے سوال کیا "یا رسول اللہ کیا اتفاق رونما ہوا؟ آپ نے فرمایا: "اِنّی ذَکَرْتُ ما یَلْقٰی اَھْلُ بَیْتِی مِنْ قَتْلٍ و ضَرْبٍ وَ شَتْمٍ وَتَطْرِیْدٍ و تَشْرِیْدٍ" میں بتلائے دیتا ہوں کہ میرے اہل بیت کو قتل کیا جائے گا۔ تازیانوں سے اذیت دی جائے گی ناسزا کہا جائے گا۔ اور وطن سے بے وطن کردیا جائے گا۔" وان اول راسٍ یُحْمِلُ عَلَی الرُّمحِ رَاسُ وَلَدِیْ الْحُسَیْنِ " وہ پہلا سر جو نیزے پر چڑھایا جائے گا میرے بیٹے حسینؑ کا سر ہوگا۔ جناب رسالتمآب ﷺ زندگی بھر ظلم کی اس داستان کو یاد کر کے روتے رہے۔ رات ہو یا دن، سفر ہو یا حضر مسلسل گریہ فرماتے۔ یہاں تک کہ حالتِ احتضار میں بھی حسینؑ کو پاس بلایا اور اپنے سینے سے اس طرح لپٹایا کہ بدن سے پسینہ کے قطرے سے سید الشہدا پر ٹپک رہے تھے اور فرمایا: مالی وَیَزِیْد لا بارَکَ اللّٰہُ فِی یَزِیْدِ اللّٰھُمَّ الْعَنْ یزیدَ ثُمَّ غشی عَلَیْہِ فَاَفَاقَ" میں نے یزید کا کیا بگاڑا تھا۔ خداوند عالم یزید پر مبارک نہ کرے۔ پروردگارا یزید پر لعنت کر۔ اس کے بعد آنحضرت ﷺ پر غشی طاری ہوئی۔ جب افاقہ ہوا تو دوبارہ حسینؑ کو بوسہ دیتے رہے۔ اس دوران سید انس و جان کی آنکھوں سے مسلسل آنسو بہتے رہے۔ ساتھ ہی فرمارہے تھے۔ "اَما اَنَّ لِی وَلِقاتِلِکَ مَقاماً بینَ یَدَیِ اللّٰہ عَزَّوَجَلَّ " آگاہ رہو کہ خداوند عالم کی بارگاہ میں میرے اور تمہارے قاتل کے درمیان مسلسل جنگ رہے گی۔ درج بالا یہ تمام واقعات مدینہ سے متعلق ہیں۔

کربلا میں حضرت رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجلس

۵۔ یہ مجلس جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کربلا میں منعقد کی۔ جناب سرور کونین فرماتے ہیں۔ مجھے اس زمین پر لیجایا گیا جسے کربلا کہتے ہیں۔ یہاں مجھے وہ تمام مقامات دکھلائے گئے جہاں حسینؑ اور ان کے اصحاب کو قتل کیا جائے گا۔ جناب رسالتمآبؐ نے اسی مقام پر ایک مجلس منعقد کی اور ان پر گذرنے والے مصائب کی تفصیل بیان فرمائی۔

آنحضرت کی مجلس مدینہ میں

۶۔ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مدینہ میں تشریف فرماتے تھے۔ آپ کی خواہش پر سامنے کے تمام حجاب ہٹ گئے۔ آنکھوں کے سامنے حسینؑ کی قتل گاہ نظر آئی۔ آپ نے ہاتھ بڑھا کر تربت کی خاک اٹھالی۔ شاید وہی مٹی تھی جسے پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جناب بی بی ام سلمہؓ کو دیا اور فرمایا "اِحْتَفِظِی بِهِ فَإِذَا صَارَ دَمًا فَاعْلَمِی اَنَّ الْحُسَیْنَ قَدْ قُتِلَ" اس خاک کو حفاظت سے رکھنا اور جب یہ مٹی خون سے بدل جائے تو سمجھ لینا کہ میرا حسینؑ قتل کر دیا گیا۔ ایک اور روایت کے مطابق امام حسین علیہ السلام نے بھی کربلا کی خاک بی بی ام سلمہ کو دی جس کی تفصیل انشاء اللہ آئندہ بیان کی جائے گی۔

مجلس حضرت علی علیہ السلام کوفہ اور مدینہ میں

۷۔ امیر المومنین علیہ السلام نے بھی مدینہ، کوفہ اور دیگر مقامات پر اپنے فرزند کے مصائب بیان کئے۔ آپ نے متعدد مقامات پر کبھی نظم میں اور کبھی نثر میں اپنے نور نظر کا

مرثیہ پڑھا۔ آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

کانی بنفسی واعقابھا وبالکربلاء ومحرابھا

فتخضب منا اللحیٰ بالدماء خضاب العروس باثوابھا

گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میری اور میرے اولاد کی داڑھی کربلا اور محراب میں اس طرح خضاب خون سے زینت پائے گی جس طرح دلہن کو اس کے لباس سے زینت دی جاتی ہے۔ جس وقت محراب مسجد کوفہ میں امیر المومنین علیہ السلام کا فرق مبارک ابن ملجم ملعون کی تلوار سے شگافتہ ہوا تو اسی حالت میں اپنے نور نظر کو مخاطب کر کے فرمایا "**یا ابا عبد اللہ انت شھیدا ھذہ الامۃ** " یا اباعبداللہ تم اس امت کے شہید ہو۔ اس وقت تمام اہل کوفہ جمع تھے۔ جناب امیر المومنینؑ نے ان سب کے سامنے حسینؑ پر گذرنے والے مصائب بیان کئے اور حسینؑ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اس کے بعد جب امیر المومنینؑ کو بیت الشرف میں لایا گیا تو آپ زخمی سر کے ساتھ بستر پر تشریف فرما تھے۔ جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا "**فقد اقر اللہ بہ عینک یوم یقوم الناس لرب العالمین** " میں دیکھ رہا ہوں کہ گویا خرما کے درختوں کی شاخوں کو کاٹ دیا گیا۔ اور زمین تازہ خون سے پر ہو گئی۔ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ میرا نور نظر حسینؑ خون دریا میں غوطے کھا رہا ہے۔ وہ مدد کے لئے پکار رہا ہے اور کوئی اس کی مدد کرنے والا نہیں اور گویا کہ......

اور دیگر مخدرات اطراف میں موجود تھیں بیٹے کو دیکھ کر فرمایا "**یا بنیہ کانی وبنساء اھلبیتک اساری فی ھذہ البلد تخافون ان یتخطفکم الناس**...... اے میرے نور نظر گویا میں تمہیں اور تمہارے اہل بیت کو اسی شہر میں اسیر دیکھ رہا ہوں۔ مجھے خوف ہے کہ یہ قوم تمہیں اسیر نہ کرے...... اس سے قبل مدینہ میں جب اپنے بیٹے حسینؑ پر نگاہ پڑی تو گریہ کرتے اور فرماتے "**یا عبرۃ کل مومن**" اے وہ جس کا نام ہر مومن کے لیے باعث گریہ ہے۔ جواب میں آپ فرماتے "**فیقول انا یا ابتاہ فقال نعم**" پدر بزرگوار کیا میرا نام ہر مومن کیلئے باعث گریہ ہوگا تو فرماتے ہاں اے میرے نور نظر ایسا ہی ہے۔

حضرت علی علیہ السلام کی تین مجالس کربلا میں

۸۔ امیر المؤمنین علیہ السلام نے کربلا میں تین مواقع پر اپنے نور نظر کی مجلس برپا کی۔ پہلی مجلس وہی جسے مجاہد نے ابن عباس سے روایت کی ہے۔ وہ روایت کرتے ہیں کہ میں جنگ صفین میں امیر المؤمنینؑ کے ہمرکاب تھا۔ جب آپ کا لشکر سرزمین نینوا میں فرات کے کنارے پہنچا تو آپ نے بلند آوز سے مجھ سے فرمایا "یابن عباس اتعرف ھذا الموضع قلت لہ ما اعدوہ یا امیر المؤمنین" اے پسر عباس کیا تم اس زمین کو پہچانتے ہو؟ میں نے عرض کی یا امیر المؤمنین میں اس زمین سے واقف نہیں۔ فرمایا "لو عرفتہ کمعرفتی لم تکن تجوزہ حتی تَبکِیْ کبکائی" اگر تم اس زمین کو اس طرح پہچانتے جس طرح میں اس سے واقف ہوں تو میری طرح گریہ کئے بغیر یہاں سے نہ گذرتے۔ اس کے بعد آپ نے اتنا گریہ کیا کہ آپ کے محاسن اقدس آنسوؤں سے تر ہوگئے اور اشک کے قطرے سینہ مبارک پر جاری ہوگئے۔ پھر ہم سب نے آپ کے ساتھ مل کر گریہ کیا۔ آپ فرمارہے تھے "اوہ اوہ مالی و لآل ابی سفیان مالی و لآل حرب حزب الشیطان وَاَلِیْکَ صبرا یا اباعبداللّٰہ فقد لقی ابوک مثل الذی تلقی منھم" آہ آہ میں نے آل سفیان کا کیا بگاڑا تھا۔ میں نے آل حرب، گروہ شیطان اور اولیائے کفر کا کیا بگاڑا تھا۔ یا اباعبداللہ صبر کرنا کہ جس طرح انہوں نے تمہارے باپ پر مظالم ڈھائے تھے اسی طرح تم پر بھی ظلم کریں گے۔ اس کے بعد آپ نے پانی مانگا، وضو کیا اور کافی دیر تک نماز میں مصروف رہے۔ پھر دوبارہ گذشتہ جملے کی تکرار کی اور نماز سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر کیلئے سو گئے۔ بیدار ہونے کے بعد مجھے آواز دی۔ میں نے عرض کی میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ فرمایا کیا میں تمہیں آگاہ کروں کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا ہے؟ میں نے عرض کی یا امیر المؤمنینؑ جو کچھ آپ نے خواب میں دیکھا ہے وہ خیر

ہے۔ آپ نے فرمایا "میں نے خواب میں دیکھا کہ چند افراد آسمان سے اترے ہیں جن کے ساتھ کچھ سفید پرچم ہیں۔ انہوں نے اس زمین کے اطراف ایک خط کھینچا میں نے دیکھا۔ "کان ھذہ النخیل قد ضربت باغصانھا الارض تضطرب بدم عبیط وکانی بالحسین سخلتی وفرخی ومضغتی ومخی قد غرق فیہ یستغیث فلا یغاث وکان الرجال البیض قد نزلو من السماء ینادونہ ویقولون صبراً یقولون یا ابا الحسن البشر. سفید پوش افراد پکار کر حسینؑ سے کہتے ہیں۔ فرزند رسول صبر فرمائیں۔ آپ اشرار کے ہاتھوں قتل کردیے جائیں گے۔ یا ابا عبداللہ یہ جنت آپ کی منتظر ہے۔ یہ لوگ مجھے تعزیت پیش کرتے تھے اور کہتے تھے یا ابا الحسن آپ کو مبارک ہو روز قیامت اس کی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں ٹھنڈک پڑنے لگی۔ اس کے فوراً بعد میں خواب سے بیدار ہوگیا۔ والذی نفس علی بیدہ لقد حدثنی الصادق المصدق ابو القاسم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بی خروجی الی اھل البغی علینا وھذا الارض کَربٌ وبَلاءٍ یدفن فیھا الحسین وسبعۃُ عشر رجلامن ولدی وولد فاطمہ انھا لفی السموات معروفۃ" تذکر ارض کربٍ وبلاءٍ کما تذکر بقعۃ الحرمین وبقعۃُ بیت المقدس۔ اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں علی کی جان ہے جس وقت میں باغیوں کی سرکوبی پر مامور تھا، صادق ومصدق ابو القاسم محمدؐ نے مجھ سے بیان کیا کہ یہ کرب وبلا کی سرزمین ہے اور اس سرزمین میں حسینؑ اور میری اور فاطمہ سلام اللہ علیہا کی اولاد سے سترہ افراد دفن ہوں گے۔ یہ زمین کرب وبلا کے نام سے آسمانوں میں اسی طرح مشہور ہے جس طرح زمین پر حرمین اور بیت المقدس۔ پھر فرمایا ابن عباس اس صحرا کے قرب وجوار میں ہرن کی مینگنیاں ڈھونڈو۔ خدا کی قسم یہ سچ ہے وہ وقت گزرنے کے ساتھ ان کا رنگ زرد ہوکر زعفران کی مانند ہوگیا ہے۔ ابن عباس کہتے ہیں میں نے حسب الامر ڈھونڈا اور انہیں ایک مقام پر یکجا کیا۔ میں نے پکار کر امیر المومنینؑ کو آواز دی کہ میں نے انہیں ڈھونڈ لیا ہے۔ وہ انہی خصوصیات کی حامل ہیں جو آپ نے بیان

فرمائی تھیں۔ حضرت نے یہ سن کر فرمایا: "صدق اللہ ورسولہ اللہ اور اس رسول نے سچ کہا ہے۔ آپ اپنے مقام سے اٹھے اور تیزی کے ساتھ اس مقام پر پہنچے۔ انہیں اٹھایا استشمام کیا اور فرمایا "ھی ھی بعینھا" ہاں ہاں یہ بعینہ وہی ہے۔ ابن عباس کیا تمہیں معلوم ہے کہ یہ کیسی مینگنیاں ہیں؟ جناب عیسیٰ بن مریمؑ نے بھی ان کا استشمام کیا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایک دن جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام حواریین کی ایک جماعت کے ساتھ اس صحرا سے گزرے تو انہوں نے دیکھا کہ صحرا کے ہرن ایک جگہ جمع ہو کر گریہ کر رہے ہیں۔ جناب عیسیٰؑ اور ان کے حوارئین ایک جگہ بیٹھ گئے۔ حضرت عیسیٰؑ گریہ کرنے لگے گرچہ حوارئین نے بھی ان کی متابعت میں گریہ کیا لیکن انہیں اس گریہ کا سبب معلوم نہ تھا۔ انہوں نے عرض کی، یاروح اللہ کیا امر آپ کے گریہ کا سبب بنا؟ آپ نے جواب دیا اس سرزمین پر پیغمبر خاتم المرسلین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور سیدہ طاہرہ جناب بتول کا فرزند قتل اور دفن کیا جائے گا۔ یہ سرزمین اس پاک و پاکیزہ طینت کا مقام دفن ہے جو ہر شک وشبہ سے بالاتر ہے وہ اس فرزند کی طینت ہے جو مقام شہادت پر فائز ہوئی۔ وھذا یکون طنت الانبیاء والاود الانبیاء اسی طرح پیغمبروں اور ان کے اولاد کی طینت جلا پاتی رہے گی۔ ان ہرنوں نے مجھ سے کلام کیا ہے اور کہا کہ اس فرزند عالی مقام کی قربت کا اشتیاق ہمیں اس زمین پر کھینچ لایا ہے ہم اس سرزمین پر ہر دشمن کے خوف سے محفوظ ہیں۔ آپ نے ان مینگنیوں کو اٹھایا اور سونگھا پھر فرمایا مینگنیوں کی یہ خوشبو اس سبزہ کی خوشبو کی وجہ سے ہے جو اس خاک میں پائی جاتی ہے "اللھم فابقھا ابداً حتی یشمھا ابدہ" خداوندا انہیں اس وقت تک باقی رکھ جب تک ان کے والد گرامی ان کا استشمام نہ کرلیں۔ فیکون لہ عزاء وسلوۃ تاکہ ان کے دل کے لئے صبر وقرار کا باعث بنیں۔ یہی وجہ ہے کہ یہ آج تک باقی ہیں لیکن وقت کے گزرنے کے ساتھ ان کا رنگ زرد پڑ گیا۔ وھذا ارض کرب و بلاء یہ زمین کرب وبلا کی سرزمین ہے۔ امیر المومنینؑ نے اس مقام پر باآواز بلند فرمایا یارب عیسیٰ بن مریمؑ "لاتبارک فی قتلہ والمعین علیہ الخاذل لہ، اے عیسیٰ

بن مریم کے رب اس کے قاتلوں اور اس قتل میں مدد کرنیوالوں کے لئے ذلت و رسوائی کا سامان کر۔ امیر المومنینؑ نے بہت زیادہ گریہ کیا اور ہم بھی ان کے ساتھ روئے۔ امام روتے روتے زمین پر گر کر بیہوش ہو گئے۔ جب ہوش میں آئے تو تھوڑی سے مینگنیاں اٹھا کر ردا کے گوشہ میں باندھ لیں اور ان میں سے مجھے بھی تھوڑا سا دے کر فرمایا: یا ابن عباس اذا رایتها تنفجر دماً عبیطاً و یسیل منها دم عبیط فاعلم ان ابا عبدالله قد قتل بها و دفن۔ ابن عباس، جب تم دیکھو کہ ان سے تازہ خون جاری ہو جائے تو سمجھ لینا کہ حسینؑ قتل کر دیئے گئے۔ ابن عباس کہتے ہیں خدا کی قسم میں نے اس کی بعض روایات سے زیادہ حفاظت کی اور اسے ہمیشہ آستین کے ایک طرف باندھے رکھتا اور گاہ بگاہ اسے کھول کر دیکھا کرتا۔ یہاں تک کہ ایک رات جب میں سو کر اٹھا میں نے دیکھا کہ اس مٹی میں سے تازہ خون ابل رہا ہے۔ میری آستین خون سے بھر گئی۔ میں گریہ کرنے لگا اور اپنے آپ سے کہا "قد قتل واللہ الحسین" خدا کی قسم حسینؑ قتل کر دیئے گئے۔ خدا کی قسم علیؑ نے جو کچھ مجھ سے بیان کیا وہ حرف بحرف سچ تھا۔ انہوں نے مجھے جو جو باتیں بتائیں وہ سب سچ ثابت ہوئیں۔ کیونکہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے علیؑ کو جو باتیں بیان کیں وہ ان کے غیر سے نہ سنی گئیں میں نالہ و فریاد کرتا ہوا گھر سے باہر آیا صبح قریب تھی خدا کی قسم میں نے دیکھا کہ مدینہ پر ایک گھمبیر تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آنکھوں کو کچھ بھائی نہ دیتا تھا۔ جب سورج نکلا تو میں نے دیکھا کہ اس پر گہن لگ چکا تھا اور مدینہ کے در و دیوار تازہ خون سے سرخ ہو رہے تھے۔ میں ایک جگہ بیٹھ کر گریہ و زاری کی در و دیوار تازہ خون سے سرخ ہو رہے تھے۔ میں نے کہا "قد قتل واللہ الحسین" خدا کی قسم حسینؑ قتل کر دیئے گئے۔

میں نے ایک مکان سے آواز سنی کوئی کہہ رہا تھا "اصبروا آل الرسول قتل فرخ البتول نزل الروح الامین ببکاء و عویل۔" اے آل رسول صبر کریں، بتول کا پیارا قتل کر دیا گیا اور جناب جبرئیل نے ان پر آنسو بہانے کے لئے اس آواز کے ساتھ گریہ کیا۔ میں نے وہ ساعت یاد رکھی محرم کا مہینہ تھا اور دس دن گزر چکے تھے۔ جب قتل حسینؑ کی

خبر مدینہ پہنچی تو معلوم ہوا کہ قتل کی تاریخ وہی محرم کی دسویں تھی۔ میں نے اس واقعہ کو ان لوگوں کو سنایا جو حضرت کے ساتھ تھے۔ سب نے کہا واللہ سمعنا ما سمعت۔ خدا کی قسم ہم نے بھی وہی آواز سنی۔ ہم معرکہ کربلا میں تھے ہمیں معلوم نہ ہوسکا کہ یہ آواز کس کی ہے لیکن اندازہ لگایا کہ آواز دینے والے جناب خضر ہی ہوسکتے ہیں۔

اس سلسلہ کی دوسری مجلس ہرثمہ بن ابی مسلم نے روایت کی ہے وہ کہتا ہے کہ میں جنگ صفین میں علی بن ابی طالبؑ کا ہمرکاب تھا صفین سے واپس لوٹتے وقت جب ہم سرزمین کربلا پر پہنچے تو امیر المومنین علیہ السلام نے وہاں نماز ادا کی۔ وہاں کی خاک اٹھا کر سونگھی اور فرمایا "لک ایتھا التربۃ لیحشرن منک اقوام یدخلون الجنۃ بغیر حساب" "خوش قسمت ہے تو اے کاش کہ تجھ سے ایسے افراد محشور ہوں گے کہ جو بے حساب و کتاب داخل بہشت کیے جائیں۔ ہرثمہ اپنی زوجہ کے پاس آئے جو امیر المومنین علیہ صلوٰۃ اللہ الملک المنان کے شیعوں میں سے تھی۔ ہرثمہ نے زوجہ سے کہا آؤ آج میں تجھ سے تیرے آقا ابوالحسنؑ کی ایک حدیث بیان کروں۔ جب تیرے آقا زمین کربلا پر وارد ہوئے تو آپ نے وہاں نماز پڑھی۔ پھر اس زمین کی خاک اٹھا کر فرمایا خوش نصیب اے خاک کہ تجھ سے ایسی قوم میں پیدا ہوں گی جو بغیر حساب و کتاب داخل بہشت ہوں گی۔ وہ خوش اعتقاد ضعیفہ کہنے لگی بے شک امیر المومنین علیہ السلام جو فرماتے ہیں وہ حقیقت ہے اس کے بعد جب سید الشہداؑ سرزمین عراق پر پہنچے، ہرثمہ کہتا ہے میں بھی اس گروہ کے ساتھ جسے عبید اللہ بن زیاد نے سید الشہداؑ سے جنگ کے لئے بھیجا۔ جب میں نے اس مقام کو اور ان درختوں کو دیکھا تو مجھے امیر المومنینؑ کی وہ حدیث یاد آئی۔ میں اپنے ناقہ پر سوار ہو کر سید الشہداؑ کی خدمت میں پہنچا سلام کیا جو کچھ میں نے ان کے پدر بزرگوار سے سنا تھا، وہ بیان کیا۔ یہ وہی مقام تھا جہاں امیر المومنینؑ وارد ہوئے تھے۔ سید الشہداؑ نے فرمایا "معنا انت ام علینا" "کیا تم ہمارے ساتھ ہو یا ہمارے غیر کے ساتھ۔ وہ کہنے لگا نہ آپ کے ساتھ ہوں اور نہ آپ کا مخالف ہوں کیونکہ کوفہ میں میرا ایک گھر ہے۔ مجھے ڈر ہے عبید اللہ

ابن زیاد کے ہاتھوں اسے نقصان نہ پہنچے۔ سید الشہداءؑ نے فرمایا اب جبکہ تم ہماری نصرت نہ کرو گے تو "فامض حیث لاتری لنا مقتلاً ولا تسمع لنا صوتاً فو الذی نفس حسین بیدہ لا یسمع الیوم واعیتنا احد فلا یعیننا الا اکبہ اللہ بوجھہ فی نار جھنم" یعنی ترجمہ یہاں سے ایسی جگہ چلے جاؤ کہ ہمارے مقام شہادت کو نہ دیکھو اور ہماری آواز کو نہ سن سکو اس کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں حسینؑ کی جان ہے وہ شخص جو اس دن ہمارے صدائے استغاثہ کو سنے اور ہماری نصرت نہ کرے خداوند عالم جہنم کو اس کا ٹھکانہ قرار دے گا۔

تیسری مجلس امام محمد باقرؑ سے روایت ہے آپؑ فرماتے ہیں "مر علی علیہ السلام بکربلا فی اثنین من اصحابہ "علیؑ اپنے دو اصحاب کے ساتھ زمین کربلا سے گزرے۔ فلما مر بھا ترقرقت عیناہ للبکاء۔ جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہو گئے پھر فرمایا: "مناخ رکابھم ھذا ملقی رحالھم وھھنا تھراق دماءھم طوبی لک من تربت علیک تھراق دماء الاحبہ"

(۹) جناب صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے مدینہ طیبہ میں اتنی کثرت سے مجالس کا انعقاد کیا کہ ان کا شمار مشکل ہے۔ کیونکہ جب بھی آپ کے سامنے کربلا کے مختلف واقعات سنائے جاتے آپ مرثیہ کہتیں اور از حد گریہ فرماتیں۔

(۱۰) جناب ام ایمن نے مدینہ میں علیا مکرمہ جناب زینب کبریٰ سلام اللہ علیہا کے سامنے حسینؑ کا مرثیہ پڑھا۔ آپ نے اس موقع پر پیغمبر کی وہ طویل حدیث روایت کی جس میں سید الشہداءؑ کے قتل، گھوڑے سے گرنے کی جگہ اور لاشوں کے بے غسل و کفن رہنے کا تذکرہ کیا گیا ہے یہی حدیث جناب زینب کبریٰؑ نے قتل گاہ میں حضرت سید سجادؑ کو اس وقت بیان فرمائی جب آپ نے دیکھا کہ شہداء کی مطہر لاشیں زمین پر بکھری پڑی ہیں اور اہلبیت اسیر کر کے کوفہ سے لے جا رہے تھے۔

(۱۱) امام حسن علیہ السلام نے وقت آخر مدینہ طیبہ میں حضرت حسینؑ کے مصائب

کا تذکرہ کیا۔ یہ وہ وقت تھا جب آپ کی شہادت نزدیک تھی۔ زہر کا اثر بدن مبارک پر بڑھتا جا رہا تھا۔ جگر کے ٹکڑے کٹ کٹ کر طشت میں گر رہے تھے۔ ایسے میں حسینؑ اندر داخل ہوئے۔ بھائی کو اس حال میں دیکھ کر بانہوں میں ہاتھ ڈال دیئے اور بے اختیار گریہ شروع کیا۔ حسینؑ فرمانے لگے "مایبکیک یا ابا عبد اللہ" یعنی ا باعبداللہ کس چیز نے آپ کو رلایا۔ عرض کی "ابکی لماصنع بک" مجھے آپ کی مصیبت پر رونا آ رہا ہے۔ امام حسن علیہ السلام نے فرمایا "لا یوم کیومک یا ابا عبد اللہ یزدلف الیک ثلاثون الف رجل یدعون انھم من امۃ جدنا و ینتحلون دین الاسلام و یجتمعون علی قتلک و سفک دمک وانتھاک حرمتک و سبی ذراریک ونسائک فعندھا تمطر السماء دماو رماداویبکی علیک کلشئے حتی الوحوش فی الفلوات والحیتان فی البحار۔ یاابا عبداللہ یہ دن آپ کے مصائب سے بڑھ کر نہیں۔ جس وقت تیس ہزار افراد جمع ہو کر دعویٰ کریں گے کہ ہمارے جد کی امت سے ہیں اور دین اسلام کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ وہ سب تمہیں قتل کرنے تمہارا خون بہانے، تیری حرمت کو لوٹنے اور تیرے عیال واطفال کو اسیر کرنے کے لئے جمع ہوں گے ایسے وقت آسمان سے خاک وخون کی بارش ہوگی۔ ہر شے تیرا ماتم کرے گی۔ یہاں تک کہ جنگل کے وحشی درندے اور پانی میں رہنے والی مچھلیاں بھی تجھ پر گریہ کریں گی۔

(۱۲) جب ولید نے بیعت یزید پر اصرار کیا اور امام حسین علیہ السلام نے محسوس کیا کہ اب مدینہ چھوڑے بغیر کوئی چارہ نہیں۔ راتوں رات بیت الشرف سے نکل کر اپنے جد بزرگوار کی قبر پر پہنچے اور عرض کی "السلام علیک یا رسول اللہ، انا الحسین بن فاطمۃ فرخک وابن فرختک وسبطک الذی خلفتنی فی امتک فاشھد علیھم یا نبی اللہ انھم قد خذلونی وضیعونی ولم یحفظونی وھذہ شکوائی الیک حتی القاک۔ اے اللہ کے رسول آپ پر میرا سلام ہو۔ میں آپ کی بیٹی کا بیٹا حسینؑ ہوں۔ آپ نے مجھے اپنی امت کے درمیان امانت قرار دیا تھا۔ اے پیغمبر خدا آپ

گواہ رہیں کہ انہوں نے میری بے حرمتی کی۔ مجھے ضائع کیا اور میرے بارے میں آپ کی وصیت کا پاس نہ رکھا۔ میں آپ سے ان کی شکایت کرتا ہوں تا وقتیکہ آپ سے ملاقات نہ ہو جائے۔ اس کے بعد تسبیح و تحلیل الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ ولید نے یہ معلوم کرنے کے لئے کہ حسین علیہ السلام مدینہ سے نکلے ہیں یا نہیں؟ کسی کو حسین علیہ السلام کے گھر روانہ کیا اس شخص نے ولید کو خبر دی کہ حسین علیہ السلام گھر پر نہیں۔ ولید نے یہ سن کر خدا کا شکر جس نے حسینؑ کو مدینہ سے باہر نکالا اور مجھے ان کا خون بہانے سے محفوظ رکھا۔ جب رات گزر کر صبح نمودار ہوئی تو حسین علیہ السلام دوبار بیت الشرف میں واپس آئے۔

دوسری رات آپ دوبارہ جد گرامی کی قبر کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ چند رکعت نماز پڑھی۔ نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا: "اللھم انی احب المعروف وانکر المنکر وانا اسئلک یا ذو الجلال والاکرام بحق القبر ومن فیہ الا اخترت لی ما ھو لک رضی ولرسولک رضا" پروردگار! میں معروف سے محبت کرتا ہوں اور منکر سے نفرت۔ اے صاحب جلال و اکرام میں تجھ سے اس قبر اور صاحب قبر کے واسطے سے دعا کرتا ہوں کہ میرے لئے اس امر کو پسند فرما جس میں تیری اور تیرے رسول کی رضا شامل ہو۔ اس کے بعد آپ نے قبر مطہر کے پاس بیٹھ کر گریہ شروع کیا۔ یہاں تک کہ صبح ہو گئی۔ آپ نے اپنے رخسار مبارک کو قبر پر رکھا اسی حال میں آنکھ لگ گئی۔ خواب میں دیکھا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لا رہے ہیں اور ان کو دائیں بائیں آگے اور پیچھے سے ملائکہ مقربین نے گھیر رکھا ہے۔ پیغمبر نزدیک آئے اور حسینؑ کو سینہ سے لپٹا کر پیشانی پر بوسہ دیا اور فرمایا:

حبیبی یا حسین کانی اراک عن قریب مرملا بدمائک مذبوحاً بارض کرب و بلاءٍ من عصابۃ من امتی وانت مع ذالک عطشان لاتسقی وظمان" لاتروی و ھم مع ذالک یرجون شفاعتی لاانالھم اللہ شفاعتی یوم القیامۃ حبیبی یا حسین ان اباک وامک واخاک قدموا علی

وھم مشتاقون الیک وان لک فی الجنان للدرجات لن تنالھا الا بالشھادۃ۔

اے میرے حبیب حسینؑ گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت جلد سرزمین کربلا میں تم اپنے خون میں تڑپو گے۔ تجھے میری امت کا ایک گروہ بھوکا اور پیاسا قتل کرے گا۔ اس کے باجود وہ مجھ سے شفاعت کی توقع رکھیں گے۔ خدا روز قیامت انہیں میری شفاعت سے محروم رکھے گا۔ میرے لخت جگر حسینؑ آپ کے والد آپ کی والدہ اور آپ کا بھائی سب میرے پاس جمع ہیں اور ملاقات کے بے چین ہیں۔ بے شک تیرے لئے بہشت میں ایسے درجات ہیں جنہیں تم شہادت کے بعد ہی حاصل کرسکو گے۔ حسینؑ جد بزرگوار کی طرف متوجہ ہو کر عرض کرتے ہیں:

یاجداہ لاحاجۃ لی فی الرجوع الی الدنیا فخذنی الیک فادخلنی معک فی قبرک۔

اے جد بزرگوار مجھے طلب دنیا کی کوئی خواہش نہیں۔ مجھے اپنے پاس بلالیں اور اپنے ساتھ قبر میں داخل کرلیں۔ پھر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔

لابدلک من الرجوع الی الدنیا حتی ترزق الشھادۃ و ماکتب اللہ فیھا من الثواب العظیم۔ تمہارے لئے طے ہے کہ دنیا کی طرف واپس جاؤ تا کہ شہادت نصیب ہو اور اس سعادت اور عظیم ثواب کو حاصل کرو جو خدا نے تمہارے لئے لکھ دیا ہے۔ بے شک، حسینؑ تم، تمہارے والد، تمہارے عم اور والد کے عم سب روز قیامت ایک ساتھ محشور ہوں گے یہاں تک کہ جنت میں داخل ہو جائیں۔ اس کے بعد حسین علیہ السلام بیدار ہو گئے اس دردناک واقعہ کو اپنے اہلبیت اور اولاد عبدالمطلبؑ کے لئے بیان کیا۔ اس دن عالم شرق وغرب میں اہل بیت رسولؐ سے زیادہ کوئی قوم محزون وغمگین نہ تھی اور عالم میں کوئی شے ایسی نہ تھی جس نے اس دن سے زیادہ گریہ کیا ہو۔

اے میرے نور نظر مدینہ سے عراق کی طرف سفر کر کے مجھے محزون نہ کرو۔ کیونکہ میں نے آپ کے جد بزرگوار کو یہ کہتے سنا ہے کہ میرا بیٹا حسین عراق میں اس زمین پر قتل کیا

جائے گا جسے کربلا کہتے ہیں۔ آپ نے فرمایا:

یا اماہ و انا واللہ اعلم ذلک وانی مقتول لا محالۃ ولیس لی من ھذا بد وانی واللہ عرف الیوم الذی اقتل فیہ واعرف من یقتلنی واعرف البقعۃ التی ادفن فیھا وانی اعرف من یقتل من اھل بیتی وقرابتی وشیعتی۔

اماں خدا یہ چاہتا ہے کہ مجھے مظلوم قتل کیا جائے۔ مرضی الٰہی یہ ہے کہ میرے حرم، اقربا اور اہل وعیال کو اور اطفال کو در بدر، اسیر، مذبوح ومظلوم دیکھے وہ دیار غیر استغاثہ بلند کریں اور کوئی ان کا یار ومعین نہ ہو۔ ایک اور روایت میں وارد ہے کہ جناب ام سلمہؓ نے عرض کی میرے پاس آپ کے قبر کی تربت موجود ہے جسے آپ کے جد بزرگوار نے میرے سپرد کیا تھا۔ اور میں نے اسے ایک شیشی میں محفوظ کرلیا ہے سید الشہداؑ نے فرمایا۔

واللہ انی مقتول کذلک وان لم اخرج الی العراق یقتلوننی

بخدا میں اسی طرح مظلوم کیا جاؤں گا اور اگر میں عراق کا سفر اختیار نہ کروں جب بھی یہ لوگ مجھے قتل کردیں گے۔ آپؑ نے تھوڑی سے خاک شیشی میں رکھ کر جناب ام سلمہؓ کو دی اور فرمایا اسے بھی اس شیشی کے برابر میں رکھ دیں جو میرے جد بزرگوار نے آپ کو دی تھی۔ "فاذا فاضتا دما فاعلمی انی قد قتلت" جب ان شیشیوں میں خون ابلنے لگے تو سمجھ لینا کہ میں قتل کردیا گیا۔

(۱۴) امام کی پھوپھیوں نے مدینہ کے باہر مجلس غم برپا کی۔ جب آپ نے مدینہ چھوڑ دینے کا ارادہ کیا، بنی عبدالمطلب کی عورتیں جمع ہوکر نوحہ وفریاد کرنے لگیں۔ جب سید الشہداؑ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا۔

انشدکم اللہ ان تبدین ھذا الامر معصیۃ اللہ ولرسولہ۔

میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں کہ اس امر کو لوگوں پر ظاہر نہ کرنا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی ہے۔ بنی عبدالمطلب کی عورتوں نے عرض کی ہم کیونکر گریہ وماتم نہ کریں کہ یہ دن ہمارے لئے اس دن سے کم نہیں جب حضرت پیغمبرؐ اور علیؑ وفاطمہؑ نے اس دنیا سے

رحلت کی۔ امام کی بعض پھوپھیوں نے روتے ہوئے امام سے کہا حسینؑ آپ گواہ رہیں کہ میں نے جنات کے ایک گروہ کو جو آپ پر گریہ ماتم کر رہے تھے یہ کہتے ہوئے سنا کہ:

وان قتیل الطف من آل هاشم اذل رقابا من قریش فذلت

حبیب رسول الله لم یک فاحشا بیانت مصیبتک الانوف وجلت

بیشک بنی ہاشم سے شہید کربلا کے قتل نے قریش کو رسوا کر دیا۔ وہ رسول خدا کا محبوب تھا جس نے کوئی خلاف کی تھی۔ اے حسینؑ تیری مصیبت نے ہمارے سروں کی عزت چھین لی۔

وہ جنات یہ مرثیہ پڑھ رہے تھے۔

ابکو حسینا سیداً ولقتله شاب الشعر

ولقتله زلزلتم وتقتله انکسف القمر

واحمرت آفاق السماء من العشیة والسحر

وتغیرت شمس البلاد بهم والظلمت الکور

ذاک ابن فاطمة المصاب بدالخلائق البشر

اورثنا ذلابه جدع الانوف منع الصغر

یعنی حسین علیہ السلام پر گریہ کرو کہ قوم کا سید و سردار ہے اس کے قتل سے بال سفید ہو گئے زمین میں زلزلہ آیا۔ چاند میں گہن لگ گیا۔ افق آسمان پر صبح و شام سرخی چھا گئی۔ شہروں میں آفتاب چھپ گیا اور سیاہی چھا گئی۔ یہ ہے وہ فرزند فاطمہؑ جس کے سبب سے تمام خلقت اور بشریت مصیبت زدہ ہو گئی۔ اس کا قتل ذلت و رسوائی کا سبب بنا جس کی وجہ سے عزیز ذلیل ہو گئے۔

(۱۵) یہ مجلس خود سرور شہیداں نے منعقد کی۔ آپ جیسے ہی مدینہ سے باہر تشریف لائے ملائکہ کا ایک گروہ نازل ہوا۔ وہ سب بہشتی ناقوں پر سوار ہاتھوں میں مخصوص نشان اور اسلحہ جنگ سے آراستہ تھے۔ انہوں نے سرور شہیداں کو سلام کیا اور عرض کیا۔

یا حجة الله علی خلقه بعد جدة و ابیه ان الله سبحانه امد جدک بنا

فی مواطن کثیرۃ و ان اللہ امدک بنا.

اے وہ جو آپ کے جد، والد اور بھائی کے بعد خلق پر خدا کی حجت ہیں۔ بیشک خداوند سبحانہ تعالیٰ نے مختلف مواقع پر ہمارے ذریعہ آپ کے جد کی مدد کی ہے اور اب پروردگار عالم نے ہمیں آپ کی نصرت کے لئے بھیجا ہے۔ فقال لھم الموعد حفرتی وبقعتی التی استشھد فیھا وھی کربلا فاذا وردتھا فاتونی ۔آپ نے فرمایا۔ آپ سے میری وعدہ گاہ میرا مقام قتل وہی ہے جہاں میں دفن کیا جاؤں گا اس مقام کا نام کربلا ہے۔ جب میں وہاں پہنچ جاؤں تو میری ملاقات کیلئے آنا ملائکہ نے عرض کی یا حجۃ اللہ مرنا نسمع ونطیع فھل تخشیٰ من عدو یلقاک فنکون معک ۔اے حجت خدا آپ ہمیں حکم دیجئے ہم اطاعت کریں گے۔ کیا آپ کو دشمنوں سے خوف ہے کہ ہماری موجودگی کی وجہ سے ان سے آپ کی مڈبھیڑ ہو جائے گی۔

فقال لا سبیل لھم علی و لا یلقونی بکریھۃ و اصل الی بقعتی

(جفاکاروں کا نام نہ لیا)

آپ نے فرمایا ان کیلئے میری نسبت کوئی چارہ کار نہیں۔ وہ بکرامت مجھ سے ملاقات نہ کریں گے۔ مگر یہ کہ میں اپنے مقام دفن پر نہ پہنچ جاؤں۔

(۱۶) جب حسین علیہ السلام مدینہ سے باہر تشریف لے گئے مسلمان اجنہ کی فوج خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی۔ یا سیدنا نحن شیعتک و انصارک فمرنا بامرک و ما تشاء ولو امرتنا بقتل کل عدو لک و انت بمکانک لکفیناک ذالک ۔اے سید و سردار ہم آپ کے شیعہ اور مددگار ہیں۔ آپ جو چاہیں امر فرمائیں اگر آپ ہمیں تمام دشمنوں کے قتل کا حکم دیں تو آپ کے اپنے مقام سے ہٹنے سے پہلے ہم ان کا کام تمام کر دیں گے۔ فجزاھما الحسین خیراً۔ سید الشہداء نے انہیں جزائے خیر کی دعا دی اور فرمایا، کیا تم نے کتاب خدا کا جو میرے جد رسول خدا پر نازل ہوئی مطالعہ نہیں کیا۔ خدا فرماتا ہے ایـنـمـا تکونو یدرککم الموت ولو کنتم فی

بروج مشیدۃ۔ ظاہر معنی یہ کہ تم جہاں بھی ہو موت تمہیں آلے گی گرچہ مضبوط و پائیدار بروج ہی میں کیوں نہ ہو۔

خداوند سبحانہ دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے: **لبرز الذین کتب علیهم القتل الی مضاجعهم** ۔ ظاہر معنی یہ کہ جن لوگوں کے لئے قتل ہونا لکھ دیا گیا ہے وہ اپنے قبور اور ابدی آرام گاہوں کی طرف نکل پڑے ہیں۔ پس اگر میں اپنے مقام پر رہوں تو اس ہلاک ہونے والی مخلوق کا کیونکر امتحان لیا جا سکے گا اور کیا چیز انہیں مقام اختیار پر قرار دے گی۔ **ومن شایکو ساکن حفرتی** بکر بلا اور کربلا میں کون میری قبر پر مجاور بن کر رہے گا؟ **وقد اختاره الله لی یوم دحی الارض وجعله معقلاً لشیعتنا ویکون لهم امانافی الدنیا و لاخرة۔**

جس دن خدا نے زمین کو فرش قرار دیا اسی دن رب کریم نے کربلا کو میرے لئے پسند فرمایا اور اس زمین کو شیعوں کے لیے دنیا اور آخرت میں جائے پناہ قرار دیا۔ تم شنبہ کو جبکہ عاشورا ہوگا حاضر ہونا اسی دن عصر کے ہنگام میں شہید کر دیا جاؤں گا۔

ولا یبقی بعدی مطلوب من اُهلیتی ونسبی واخوتی واهل بیتی وُیسار براسی الی یزید لعنة الله۔

میرے بعد میرے اہل بیت علیہ السلام سے کوئی ایسا نہ بچے گا جس کے قتل کے درپے ہوں میرے اہل بیت اور میری بہنیں اسیر کر لی جائیں گی۔ میرے سر کو یزید علیہ اللعنۃ کے پاس لے جایا جائے گا۔ جنات کے گروہ نے عرض کی:

نحن والله یا حبیب الله وابن حبیبه لو لاان امرک طاعته ولا یجوز لنا مخالفتک قتلنا جمع اعدائک قبل ان یصلوا الیک۔

اے حبیب خدا اور حبیب خدا کے فرزند اگر خدا آپ کی اطاعت کو واجب نہ کرتا اور آپ کے امر کی مخالفت حرام نہ ہوتی تو ہم آپ کے دشمنوں کو آپ تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دیتے۔ آپ نے جواب دیا۔

نحن واللہ اقدر علیھم منکم ولکن لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحیی من حیی عن بینۃ۔

خدا کی قسم ہم آپ سے زیادہ اس امر پر قادر ہیں کہ اپنے دشمنوں کو دفع کریں لیکن ضروری ہے کہ دشمن کو دلیل و بینہ کے ساتھ ہلاک کیا جائے اور جو شخص دلیل کی رو سے مارا جائے گا تو اگر وہ زندہ کئے جانے کے قابل ہو تو دلیل کے ساتھ زندہ کیا جائے گا۔

(۱۷) اس موقع پر خود سید الشہداؑ نے مکہ معظمہ میں حجاج بیت اللہ کو مخاطب کر کے اپنے قتل کی اطلاع دی اور فرمایا :

الحمد للّٰہ وماشاء اللّٰہ ولاحول ولاقوۃ الا باللّٰہ

پھر پیغمبر پر صلوٰۃ وسلام کے بعد فرمایا :

خط الموت علی ولد آدم مخط القلادۃ علی جید الفتاۃ وما اولھنی الی اسلافی اشتیاق یعقوب یوسف وخیرلی مصرع، انا لاقیہ کانی باوصالی یتقطعھا عسلان الفلوات بین نواویس وکربلا فیملأن منی اکراشاً جوفاً واجربتہ سغباً لامحیص عن یوم خط بالقلم رضا اللّٰہ رضانا اھل بیت نصبر علی بلاویوفینا اجور الصابرین لن یشذ عن رسول اللّٰہ لحمتہ وھی مجموعۃ لہ فی حظیرۃ القدس تقربھم عینہ وتنجزلھم وعدہ من کان فینا باذلا مھجتہ موطنا علی لقاء اللّٰہ نفسہ فلیرحل معنا فانا راحل غداً انشاء اللّٰہ۔

موت نے اولاد آدم پر اس طرح خط کھینچ دیا ہے جس طرح گلوبند عورتوں کے گلے پر نشان چھوڑ دیتا ہے۔ میں اپنے اسلاف کی زیارت کا اس قدر مشتاق ہوں جتنا یعقوبؑ اپنے فرزند یوسفؑ کے لئے بے چین تھے۔ میرے لئے ایک قتل گاہ کا تعین ہو چکا ہے مجھے اپنے آپ کو اس تک پہنچانا ہے گویا میں دیکھ رہا ہوں کہ نواویس اور کربلا کے درمیان صحرا کے بھیڑیے میرے بدن کو پارہ پارہ کر رہے ہیں۔ میرے خلاف صحرا میں بے شمار لشکر اور گروہ

جمع ہو جائیں گے۔ اسی دن سے مفر نہیں جسے قلم تقدیر سے لکھا جا چکا ہے۔ ہم اہل بیتؑ اللہ کی رضا پر راضی ہیں۔ ہم نازل کی ہوئی بلاؤں پر صبر کرتے ہیں صبر کرنے والوں کا اجر ہم سے وفا کرے گا۔ رسول خداؐ سے ان کے لخت جگر اور ان کے فرزند جدا نہیں ہوں گے بلکہ ان کی تمام اولاد خطیرہ قدس میں جمع ہوگی جہاں پیغمبر ان سے ملاقات کر کے اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک دیں گے۔ خدا ان لوگوں کی نسبت جو ہماری راہ میں لقاء الٰہی کے لئے اپنی جانیں پیش کریں گے اپنے وعدہ کو وفا فرمائے گا۔ پس ایسے لوگ ہمارے ساتھ ہمرکاب ہوں گے میں صبح سویرے روانہ ہو جاؤں گا۔ انشاء اللہ

(۱۸) یہ مجلس مکہ کے نواح میں منعقد ہوئی جس میں ذاکر خود حسینؑ بن علیؑ تھے۔ جس رات حسین علیہ السلام نے ارادہ کیا کہ اگلی صبح مکہ معظمہ کو چھوڑ دیں گے اسی رات محمد بن حنفیہ خدمت امام میں حاضر ہوئے اور فرمانے لگے۔

یااخی ان اهل الکوفه قد عرفت غدرهم بابیک و اخیک وقد خفت ان یکون حالک کحال من مضی فانی رایت ان تقیم فانک اعز من بالحرم وامنعه۔

اے برادر اہل کوفہ نے آپ کے والد اور بھائی کے ساتھ جو مکر و فریب کیا میں اس سے واقف ہوں مجھے ڈر ہے کہ وہ آپ کے ساتھ بھی وہی سلوک کریں گے میرا مشورہ یہ ہے کہ آپ اس مکہ میں توقف فرمائیں کیونکہ حرم مکہ میں رہنے والے سب آپ کو اپنا سرور مانتے ہیں۔ امام نے جواب میں فرمایا:

یا اخی قد خفت ان یغتالنی یزید ابن معاویة بالحرم فاکون ذالک یستباح به حرمة البیت۔

بھائی! میں ڈرتا ہوں کہ یزید بن معاویہ حرم میں مجھے خفیہ طور پر قتل کرا دے گا جس سے خانہ خدا کی بے حرمتی لازم آئے گی۔ محمد بن حنفیہ نے عرض کی:

فان خفت ذالک فصر الی یمن او بعض نواحی البر فانک امنع الناس

بہ و لایقدر علیک احد۔

اگر آپ کو مکہ میں قیام سے خوف ہو تو یمن چلے جائیں یا کسی بیابان کی طرف نکل جائیں کہ آپ کا شمار طاقتور ترین لوگوں میں ہوگا اور کسی کو آپ کو چھیڑنے کی جرات نہ ہوگی۔ آپ نے فرمایا: انظر فیما قلت تم نے جو کچھ کہا میں اس پر غور کروں گا۔

فلما کان السحر ارتحلَ الحسین پس امام نے وقت سحر کوچ کا ارادہ کیا۔ محمد بن حنیفہ کو یہ خبر پہنچی تو فوراً خدمت امام میں حاضر ہوئے۔ آپ کے ناقہ کی مہار پکڑ کر عرض کی یا اخی الم تعدنی النظر فیما سالتک یعنی بھائی کیا آپ نے مجھ سے وعدہ نہ کیا تھا کہ میری عرض پر غور فرمائیں گے۔ فرمانے لگے یقیناً محمد بن حنیفہ نے عرض کی فما حداک علی الخروج عاجلا اتنی عجلت میں سفر اختیار کرنے کا کیا سبب ہے؟ فرمانے لگے:

اتانی رسول اللہ بعدما فارقتک فقال یا حسین اُخرُج فان اللہ قد شاء ان یراک قتیلا۔

رات آپ کے چلے جانے کے بعد میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ فرما رہے تھے حسینؑ قیام کرو کہ مشیت الٰہی میں یہ گزر چکا ہے کہ وہ تمہیں مقتول دیکھے۔ محمد حنیفہ نے کہا انا للہ و انا الیہ راجعون پھر عرض کی فما معنی حملک ھولا النساء معک و انت تخرج علی مِنْ ھذالحال۔

پھر آپ عورتوں کو اپنے ساتھ کیوں لے جا رہے ہیں جبکہ آپ اس حالت میں قیام فرما رہے ہیں۔ امام فرماتے ہیں:

ان اللہ قد شآء ان یراھن سبایا۔

اللہ کی مشیت میں طے پا چکا ہے کہ وہ ان سب کو اسیر دیکھے۔ امام نے سب کو الوداعی سلام کیا اور سفر پر نکل پڑے۔

(۱۹) یہ مجلس خود سید الشہداؑ نے مکہ کے نواح میں ایک دفعہ عبداللہ بن عمر اور دوسری مرتبہ عبداللہ بن زبیر کی موجودگی میں منعقد کی۔ آپ مکہ سے باہر نکل چکے تھے عبداللہ بن

عباسؓ اور عبداللہ بن زبیر امام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ کو مکہ میں توقف کا اشارہ دیا۔ آپ نے فرمایا جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھ پر ایک امر کی تکمیل کی ذمہ داری سپرد کی ہے۔ مجھ پر ان کی اطاعت واجب ہے۔ ابن عباس یہ سن کر باہر آئے اور بلند آواز سے کہہ رہے تھے واحسینا اس کے بعد عبداللہ بن عمر آئے اور امام کو مشورہ دیا کہ اہل مشرکین سے صلح کر کے قتال سے باز رہا جائے۔

آپ نے جواباً فرمایا:

یا اباعبدالرحمن اما علمت ان من ھوان الدنیا علی اللہ تعالی ان راس یحییٰ بن زکریا اھدی الی بغی من بغایابنی اسرائیل۔

اے اباعبدالرحمٰن خدا کے نزدیک دنیا کتنی پست و بے اعتبار ہے! کیا تو نہیں جانتا کہ جناب یحییٰ بن زکریاؑ کے سر کو کاٹ کر بنی اسرائیل کی ایک زانیہ عورت کے پاس تحفتاً لے جایا گیا۔

اَمَا تعلم ان بنی اسرائیل کانو تقتلون بین طلوع الفجر الی طلوع الشمس سبعون نبیاً ثم یجلسون فی اسواقھم یبیعون ویشترون کان لم یُغَیّرُوا شیأ فلم یعجل اللہ علیھم بل اخذھم بعد ذالک اخذ عزیز ذی انتقام۔

کیا تو نہیں جانتا کہ بنی اسرائیل طلوع فجر اور طلوع آفتاب کے درمیان ستر پیغمبروں کو قتل کرتے اور پھر بازاروں میں خرید و فروخت میں اس طرح ہو جاتے گویا ان سے کوئی گناہ ہی سرزد نہیں ہوا۔ لیکن اس کے باوجود خدا نے ان پر عذاب نازل کرنے میں جلدی نہ کی بلکہ ان میں سے ایک انتقام لینے والے کو ان پر غالب کر دیا۔

اتق اللہ یاباعبد الرحمن و لاتدع نصرتی

اے اباعبدالرحمٰن خدا سے خوف کھاؤ اور میری نصرت سے پیچھے نہ ہٹو۔

(۴۰) مقام خزیمیہ پر جنات نے جناب بی بی زینب خاتون سلام اللہ علیہا کے حضور

حسین علیہ السلام کا مرثیہ پڑھا۔ امام نے دوران سفر خزیمیہ کے مقام پر ایک رات ایک دن توقف فرمایا۔ جب صبح نمودار ہوئی تو بہن زینب بھائی کی خدمت میں پہنچیں اور عرض کی بھائی کل رات عجیب بات رونما ہوئی۔ گھر کے باہر سے میں نے سنا ایک ہاتف آواز دے رہا تھا۔

الا یا عین فاحتفی بجھدی
ومن یبکی علی الشھدا بعدی
علی قوم تسوقھم المنایا
بمقدار الی انجاز وعد

اے آنکھ میری جدوکوشش سے اشک برساؤ۔ کون ہے جو میرے بعد شہیدوں پر گریہ کرے۔ اس قوم پر جسے موت اپنی طرف کھینچ رہی ہے۔ اس وقت تک جب تک وعدہ کی تکمیل نہ ہو جائے۔ جناب حسین علیہ السلام نے جواب دیا بہن ہر اس چیز پر عمل کیا جائے گا جس پر قضا طے ہو چکی ہے۔

(۲۱) ثعلبیہ کے مقام پر ہونے والی اس مجلس کے ذاکر عبداللہ بن سلیمان اور منذر بن مشمعل ہیں جنہوں نے امام حسینؑ کو جناب مسلم بن عقیل کی شہادت کی خبر دی۔ بعد میں خود سید الشہدا علیہ السلام نے اہل بیت کے سامنے خود اپنا مرثیہ پڑھا۔ یہ دونوں افراد روایت کرتے ہیں حجر اسود کے اعمال بجالانے کے بعد ہم فارغ ہو چکے تھے اور اب ہمیں صرف امام حسین علیہ السلام سے ملحق ہونے کی فکر تھی تاکہ معلوم کیا جائے کہ سید الشہدا علیہ السلام مزید کیا امر صادر فرماتے ہیں۔ ہم نے اونٹوں کو نہایت تیزی سے بھگایا یہاں تک کہ آپ کے نزدیک پہنچ گئے۔ ہم نے اہل کوفہ میں سے ایک شخص کو دیکھا جیسے ہی اس کی نظر حضرت حسینؑ پر پڑی حسینؑ اپنے مقام پر ٹھہر گئے گویا آپ اس شخص کے لئے چشم براہ تھے۔ لیکن اس شخص نے اپنا راستہ کاٹا اور دوسری طرف نکل گیا ہم بھی اس کے پیچھے چل پڑے اور ایک دوسرے سے کہا کہ ہمیں اس شخص سے کوفہ کے حالات معلوم کرنا چاہیے۔ ہم نے اس کے پاس پہنچ کر اسے سلام کیا اس نے جواب دیا اور میں نے اس سے پوچھا تمہارا تعلق کس قبیلہ سے ہے اس

نے کہا بنی اسد سے۔ میں نے کہا ہم بھی قبیلہ بنی اسد سے ہیں تمہارا نام کیا ہے؟ اس نے جواب دیا بکر بن فلاں۔ ہم نے بھی اس کو اپنا تعارف کروایا اور اس سے کوفہ کے حالات معلوم کیے اس نے جواب دیا مسلم بن عقیل اور ہانی بن عروہ قتل کر دیے گئے۔ میں نے دیکھا کہ ان کی لاشوں کے پیروں میں رسی باندھ کر کوفہ کے کوچہ و بازاروں میں گھسیٹا جا رہا ہے۔ سید الشہداؑ نے یہ سن کر آیت انا للّٰہ و انا الیہ راجعون کی دوبارہ تلاوت فرمائی اور کہا خدا ان پر رحمت نازل کرے ہم نے عرض کی مولا آپ کو خدا کی قسم دیتے ہیں کہ اپنی اور اہل بیت کی جانوں پر رحم کریں اور یہیں سے واپس لوٹ جائیں کہ کوفہ میں آپ کا کوئی یار و مددگار باقی نہیں رہا۔ ہمیں خوف ہے کہ وہ آپ کو نقصان پہنچائیں گے۔ حسینؑ نے اولاد عقیل پر نگاہ کی اور فرمایا ماترون وقد قتل مسلم مسلم قتل کر دیے گئے۔ اب تمہاری کیا رائے ہے۔ سب نے عرض کی واللّٰہ ما نرجع حتی نصیب ثارنا او نذوق ماذاق خدا کی قسم ہم ہرگز واپس نہیں لوٹیں گے جب تک اپنے خون کا انتقام نہ لے لیں یا ان کی مانند موت کا ذائقہ چکھیں۔ حسین علیہ السلام ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لا خیر فی العیش بعد ھولاء ان کے بعد اب زندگانی دنیا میں مزا نہیں۔

ہم سمجھ گئے کہ آپ کی رائے یہ ہے کہ سفر جاری رکھا جائے۔ ہم نے عرض کی خدا خیر کرے حسین علیہ السلام نے فرمایا خدا تم پر رحمت نازل کرے۔ آپ کے اصحاب نے عرض کی خدا کی قسم آپ مسلم بن عقیل نہیں کہ قتل کر دیے جائیں بلکہ جیسے ہی کوفہ میں داخل ہوں گے لوگ چاروں طرف سے آپ کی نصرت کے لئے نکل پڑیں گے۔ آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔

سید بن طاؤس روایت کرتے ہیں کہ مسلم کہ شہادت کی خبر زبالہ میں امام حسینؑ کو ملی۔ کچھ ہی دیر بعد فرزدق نے امام کی خدمت میں پہنچ کر سلام کیا اور کہا

یابن رسول اللّٰہ کیف ترکن الی اھل الکوفہ وھم الذین قتلوا ابن عمک مسلم بن عقیل و شیعتہ۔

فرزند رسولؐ آپ کیونکر کوفہ کا قصد فرمائیں گے۔ حالانکہ ان لوگوں نے آپ کے پسر عم مسلم بن عقیلؑ اور ان کے دوستوں کو قتل کر دیا۔ فاستعبر الحسین باکیاً امام کی آنکھوں میں اشک جاری ہوگئے اور فرمایا:

رحم اللہ مسلماً صار الی روح اللہ وریحانہ وتحیتہ ورضوانہ۔

خدا مسلم پر رحمت کرے کہ انہوں نے روح وریحان وتحیت ورضوان باری کی طرف رجوع کیا۔

اما انہ قد قضیٰ و بقی ما علینا

مسلم نے اس حق کو ادا کر دیا جو ان کے ذمہ تھا۔ اور اب ہمیں اپنی ذمہ داریاں نبھانی ہیں۔ پھر آپ نے یہ اشعار پڑھے۔

فان تکن الدنیا تعد نفیسة

فدار ثواب واللہ اعلی و ابنل

وان تکن الابدان للموت انشات

فقتل امراء بالسیف فی اللہ افضل

و ان تکن الارزاق قسماً مقداراً

فقلة حرص المرء للرزق اجمل

وان تکن الاموال للترک جمعها

فما بال متروک بہ الحرص یبخل

اگر دنیا کو کوئی نفیس اور بیش بہا شے تصور کر لی جائے تو خدا کا دار جزا و ثواب اس سے مزید اعلیٰ وعظیم تر ہے۔ اگر بدن موت کے لئے خلق کئے گئے ہیں تو راہ خدا میں تلوار کے ذریعے قتل ہو جانا زیادہ افضل ہے۔ لوگوں کی روزی معین ومقرر ہے پس ایسی صورت میں حرص کا کم ہونا ضرورت کے لئے زیادہ بہتر ہے۔ مال ودولت رہ جانے والی شے ہے پس اس کے جمع کرنے میں کون سی فضیلت ہے کہ آزاد افراد اس میں بخل کریں گے۔

(۴۲) اس مجلس کا مقام بطن عقبہ ہے۔ امام بیان فرما رہے تھے اور عمرو بن بوذان ہمہ تن گوش تھا۔ اس نے بطن عقبہ میں سید الشہداؑ سے ملاقات کی اور عرض کی این ترید یا اباعبداللہ کہاں کا ارادہ ہے؟ آپ نے فرمایا کوفہ کا۔ اس نے عرض کی۔

اُنشدک لما نصرفت فو اللہ ماتقدم الاعلیٰ الاسنتہ وحد السیوف وان ھولاالذین بعثوا الیک لو کانوا کفوک مونۃ القتال ووطئوا لک الاشیآء فقدمت علیھم کان ذالک رایاًفاما علی ھذا الحالۃ التی تذکروفانی لاادری لک ان تفعل۔

میں آپ کو قسم دیتا ہوں کہ واپس جائیں۔ بخدا آپ نہیں جارہے ہیں مگر نیزوں اور تلواروں کی طرف۔ جن لوگوں نے آپ کے پاس خطوط بھیجے وہ آپ کو جنگ سے بچالیتے۔ کتنا اچھا ہوتا کہ جب وہ حالات پر غالب آجاتے تو آپ کی ان کی طرف روانہ ہوجاتے۔ یہی بہترین صورت تھی لیکن ان حالات میں جو بیان کیا گیا ہے میری رائے یہ ہے کہ آپ نہ جائیں آپ نے جواب میں فرمایا:

یاعبداللہ لا یخفیٰ علی الرائی ولکن اللہ لایغلب امر۔

اے بندہ خدا مجھ پر کوئی رائے اور تدبیر پوشیدہ نہیں لیکن خداوند تعالیٰ اپنے امر میں مغلوب نہیں ہوتا اس کے بعد آپ نے ان تمام مصائب کا تذکرہ کیا جو آپ پر گزرنے والے تھے۔ سید الشہداؑ کا ان تمام واقعات کو بیان کرنا مرثیہ خوانی ہے۔

اس طرح کی مرثیہ خوانی آپ نے مکہ معظمہ میں کی اور اپنے بدن کے پارہ پارہ ہونے کی طرف اشارہ کیا۔ اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں بیان کی جاچکی ہے۔ اس مجلس میں آپ نے خون قلب مبارک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

واللہ لایدعونی حتی ستخرجوا ھذا العلقۃ من جوفی

خدا کی قسم یہ اس وقت مجھے نہ چھوڑیں گے جب تک اس خون کے لوتھڑے کو میرے سینہ سے باہر نہ نکال دیں۔ آپ نے دل کو علقہ کہہ کر یاد کیا اس سے آپ کی مراد قلب کی

اس حالت کو بتاتا ہے جو کثرت مصائب سے خون میں تبدیل ہو گیا۔ آپ نے اس لفظ سے قلب مبارک سے خون کے بہنے کی طرف اشارہ کیا۔ آپ کو یہ علم تھا کہ یہ سینہ جو علم خدا کا گہوارہ ہے، تیر سہ شعبہ سے چھید اجائے گا اور آپ بہنے والے خون کو متعدد بار ہاتھوں میں لے کر اپنے چہرے پر ملیں گے۔ مولا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں آپ نے یہ فرما کر دوستوں اور چاہنے والوں کے دل تڑپا دیئے کہ ان کی آنکھوں سے آنسوؤں کے چشمے جاری ہوں گے۔ آپ پر ہم سب کی جانیں قربان کتنا دردناک جملہ فرمایا کہ یستخرجوا هذا لعلقة من جو فی (اس جملے کا ترجمہ اوپر ذکر ہوا)

(۲۳) یہ وہ مجالس تھیں جنہیں آپ نے مصائب کے وقت مختلف منازل پر منعقد فرمائیں۔ ان مجالس میں آپ نے سر اطہر کی جدائی اور سر کو یزید کے پاس تحفتاً لے جانے کے واقعات بیان فرمائے۔ جناب یحییٰؑ کے مصائب کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا من هو ان الدنیا ان راس یحیی اهدی الی زانیة یہ دنیا اس سے بڑھ کر اور کتنی بے اعتبار و پست ہوگی کہ جناب یحییٰؑ کے سر کو ایک زن زانیہ کے پاس تحفتاً لے جایا گیا ساتھ ہی آپ گریہ بھی فرما رہے تھے۔

(۲۴) یہ وہ خصوصی مجالس ہے جس کا مرثیہ خود حسین علیہ السلام نے کربلا کے نزدیک پڑھا۔ آپ نے اس مجلس میں وہ تمام مصائب بیان کئے جو خود آپ اور خاندان اہلبیتؑ پر وارد ہوئے۔ جب یہ قافلہ کربلا کے نزدیک پہنچا تو آخری منزل پر آپ نے نزول اجلال فرمایا۔ خیمے برپا کئے۔ کل خاندان اہلبیتؑ کو ایک مخصوص مقام پر جمع کیا۔ اہلبیتؑ کے مصائب اور ان کی حالت کے تصور نے حسینؑ کو رُلایا۔ آپ دیکھ رہے تھے کہ روئے زمین پر ان کے لیے کوئی جائے پناہ باقی نہیں بچی۔ سب وطن سے در بدر کر دیئے گئے یہاں تک کہ حرم خدا میں بھی جو کفار، حیوانات درختوں اور سبزہ کے لیے بھی جائے امن ہے پناہ نہ مل سکی۔ یہ سوچ کر آپ نے ایک پہر تک گریہ کیا اور بارگاہ الٰہی میں اس طرح شکایت کی۔

اللهم انّا عترة نبیک قد طردونا و ازعجونا و تعدت بنو امیه علینا

پروردگار ہم تیرے پیغمبر کی عترت ہیں ہمیں اپنے حق سے محروم کر دیا گیا، وطن سے در بدر کیا گیا اور بنی امیہ نے ہم پر ظلم و مصائب کے پہاڑ توڑ دیئے۔

(۴۵) تاسوعا کا ہنگام تھا۔ حسین علیہ السلام وقت عصر اپنے خیمے کے باہر اپنی تلوار پر تکیہ لگائے تشریف فرما تھے۔ سر مبارک زانو پر تھا ایسے میں کچھ دیر کے لیے نیند آ گئی۔ کچھ دیر بعد بہن بی بی زینب خاتون نے لشکر مخالف سے نالہ و فریاد کی آوازیں سنیں، بھائی کے پاس آئیں اور عرض کی۔

یا خی اما تسمع هذا لا صوات قدر قتربت

بھائی کیا آپ نے نزدیک سے آنے والی ان آوازوں کو نہیں سنا۔ آپ نے سر اُٹھا کر فرمایا۔

انی رایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم الساعة فی المنام وهو یقول لی انک تروح الینا.

میں نے خواب میں رسول خدا ﷺ کو دیکھا کہ فرما رہے ہیں حسین بہت جلد ہم سے آ ملو گے۔ مخدرہ نے یہ الفاظ سن کر اپنے منہ پر طمانچے مارے اور فریاد کی آپ نے فرمایا۔

لیس لک الویل یا اختہ اسکتی رحمت اللہ۔

بہن آپ کے لیے مناسب نہیں کہ آہ و بکا کریں۔ خاموش ہو جائیں۔ خدا آپ پر رحم کرے گا۔

سید ابن طاؤس روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا بہن میں نے ابھی خواب میں دیکھا کہ میرے جد محمد مصطفیٰ ﷺ والد گرامی علی مرتضیٰ، والدہ فاطمہ زہراؑ اور بھائی حسن مجتبیٰ آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں۔

وهم یقولون یا حسین اِن کُلّ رایح الینا عن قریب

حسین تم بہت جلد ہم سے آ ملو گے۔ بعض روایات میں لفظ غداً استعمال ہوا ہے یعنی کل ہمارے پاس آؤ گے فلطمت زینب علی وجهها و صاحت پس بی بی زینت

خاتون سلام اللہ علیہا نے اپنے چہرے پر طمانچے مارے اور صیحہ کیا فقال لھا الحسین مھلاً لا تشمت لقوم بنا حسینؑ نے فرمایا بہن آہستگی سے گریہ کریں اور اس قوم جفا کار کو ہم پر ہنسنے کا موقع نہ دیں۔

(۲۶) شب عاشور حسین علیہ السلام اپنے خیمہ میں تشریف فرما تھے۔ سلحہ جنگ کی دیکھ بھال کرتے ہوئے اپنے مصائب کو یاد کر رہے تھے۔ اس مجلس کا کوئی سامع نہ تھا۔ کبھی روزگار کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے۔

یادھر اف لک من خلیل	کم لک بالاشراق والاصیل
من طالب و اصاحب قتیل	والدھر لایقنع بالبدیل
وانما الامر الی الجلیل	والدھر حی سالک سبیلی

اے دہر ناپائیدار اُف ہے تجھ پر کہ تُو نے اپنے کسی دوست سے وفا نہ کی۔ تُو نے اپنے کتنے دوستوں کو ہر شہر و دیار میں قتل کروادیا لیکن کسی سے حقیقتاً راضی نہ ہوا۔ سب زندہ موجودات کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ ہر زندہ کو وہی راستہ درپیش ہے جس کی طرف میں جا رہا ہوں۔ حضرت سید سجاد امام زین العابدین علیہ السلام روایت فرماتے ہیں جب سید الشہداء نے ان اشعار کی دو یا تین مرتبہ تکرار کی تو میں سمجھا کہ امام کا ارادہ کیا ہے۔ مجھے گریہ گلوگیر ہوا لیکن میں نے ضبط کیا اور مصلحت جانا کہ خاموش رہا جائے۔ مجھے یقین ہو گیا کہ مصیبت کی گھڑی آن پہنچی ہے لیکن جب میری پھوپھی نے ان اشعار کو سنا تو بہن ہونے کے ناطے ان کا بند ضبط ٹوٹ گیا اور گریہ کناں بے چادر دوڑتے ہوئے اس حالت میں بھائی کے پاس پہنچیں کہ لباس مبارک زمین سے مس ہو رہے تھے عرض کی۔

واثکلاہ لیت الموت اعدمنی الحیواۃ الیوم ماتت امی فاطمۃ وابی علی واخی الحسن یا خلیفۃ الماضین و ثمال الباقین۔

کاش موت اس زندگی کو مجھ سے چھین لیتی۔ اے گزشتگان کے وارث اور باقی رہ جانے والوں کی فریادرس گویا آج ہی کے دن میری ماں فاطمہ زہراؑ، والد علیؑ اور بھائی حسنؑ

نے داغ مفارقت دی ہے فنظر الیھا الحسین، حسینؑ نے بہن کی طرف نظر کی۔

وقال لھا یا اختالا یذھبن حلمک الشیطان۔

بہن شیطان آپ کے علم کے پاس نہ پھٹک سکے گا۔ آپ کے حلقہ ہائے چشم آنسوؤں سے بھر گئے۔ فرمایا لوترک القطا النام اگر مرغ قطا کو اپنے حال پر چھوڑ دیا جاتا تو سو جاتا۔

فقالت یا ویلتاہ افتغصب نفسک اغتصاباً فذالک اخرق قلبی واشد علی نفسی۔

بہن نے عرض کی کیا کوئی چارہ کار باقی نہ رہا۔ آپ کی اس بات نے میرے دل کو تڑپا دیا یہ کہہ کر اپنے منہ پر طمانچے مارے۔ ماتم کیا اور غش کھا کر زمین پر گر پڑیں۔

فقام، الیھا الحسین فصب علی وجھہ الماء۔

حسینؑ بہن کے سرہانے آئے۔ چہرہ پر پانی چھڑکا اور فرمانے لگے۔

یا اختاہ اتقی اللہ وتعزلی بعزاء اللہ واعلمی ان اھل الارض یموتون واھل السماء لایبقون وان کل شی ھالک الاوجہ اللہ تعالیٰ الذی خلق الخلق بقدرتہ ویبعث الخلق ویعودون وھو فرد وحدہ وابی خیر منی وامی خیر منی واخی خیر منی ولی بکل مسلم برسول اللہ اسوۃ۔

میری خواہر عزیز خدا سے ڈرتی رہو اور اس کی قضا پر راضی رہو۔ یہ جان لو کہ سب اہل زمین کے لیے موت مقدر ہے اور آسمان میں رہنے والے بھی نہیں بچیں گے۔ اللہ کے چہرے کے علاوہ ہر شے ہلاک ہو جائے گی۔ یہ وہ خدا ہے جس نے مخلوق کو اپنی قدرت سے پیدا کیا پھر موت کو مبعوث فرمائے گا اور وہ دوبارہ واپس لوٹائے جائیں گے۔ اس کی ذات بقاء میں یکتا و یگانہ ہے۔ میری ماں، والد اور بھائی سب شہید ہو گئے۔ وہ سب مجھ سے بہتر تھے۔ میرے لیے اور ہر مسلمان پر واجب ہے کہ رسول خدا ﷺ کی تاسی اور متابعت کریں۔ ان الفاظ سے آپ نے بہن کو تسلی دی اور فرمایا۔

یا اختاہ انی اقسمت علیک فابری قسمی لاتشقی علی ثوبا ولا تخمشی وجها ولا تدعی علی بالویل والثبور۔

بہن میں تمہیں قسم دیتا ہوں۔ لہٰذا میری قسم کا خیال رکھنا۔ جب میں تیغ جفا سے عالم بقا کی طرف رحلت کر جاؤں تو میرے غم میں اپنے کپڑوں کو چاک نہ کرنا۔ چہرے کو نہ نوچنا اور بین نہ کرنا۔ جناب سید سجاد علیہ السلام فرماتے ہیں بعد میں ان مخدرہ کو لا کر میرے پاس بٹھا دیا گیا۔

(۲۷) شب عاشور کا ہنگام تھا۔ امام کے تمام اصحاب و انصار خیمہ میں جمع تھے۔ سید الشہداء نے اپنے اور اصحاب کے مصائب کا تذکرہ کیا۔ اس کے بعد سب کو اجازت دی کہ اگر وہ چاہیں تو واپس جا سکتے ہیں سب نے دوبارہ بیعت کی تجدید کی اور قسم کھائی کہ امام کی نصرت میں شہید ہو جائیں گے۔ بعض نے یہاں تک کہا کہ اگر ان کو ہزار مرتبہ قتل کیا جائے، قتل کے بعد لاش جلادی جائے اور ان کی راکھ ہوا میں تحلیل کردی جائے اور ہر مرتبہ زندہ کیا جائے پھر بھی آپ کی رفاقت میں شہادت کو زندگی پر ترجیح دیں گے۔

(۲۸) یہ مجلس خیام اور مقتل کے درمیان اس وقت منعقد ہوئی جب امام نے اپنی چہیتی بیٹی سکینہ کے سامنے مرثیہ کے چار بیت پڑھے۔

سیطول بعدی یا سکینہ فاعلمی ۔۔۔ منک البکاء اذا الحمام دھانی

لا تحرقی قلبی بدمعک حسرۃ ۔۔۔ مادام منی الروح فی جثمانی

بیٹی سکینہ میرے بعد تجھے بہت رونا ہے۔ جب تک روح بدن میں موجود ہے اشک حسرت سے میرے کلیجے کو نہ تڑپاؤ۔

(۲۹) یہ مجلس خود قتل گاہ میں برپا ہوئی۔ آپ کبھی اپنے اصحاب کے مصائب کو یاد کرتے اور کبھی اپنے بھائی، بھانجے، اہلبیت اور دوسرے انصار کا ذکر کرتے عالم اضطراب میں کبھی بیٹھ کر ساتھیوں کو یاد کرتے اور کبھی کھڑے ہو کر اس کیفیت کا تفصیلی بیان آئندہ سطور میں شہادت کے واقعات کے ضمن میں کیا جائے گا۔

(۴۰) سحر عاشور امام نے اپنا مرثیہ پڑھا اور وہ خواب بیان کیا جس میں جناب رسول خدا ﷺ تشریف لائے تھے۔ مناقب نے اس خواب کو ان الفاظ میں روایت کیا ہے۔

فلما کان وقت السحر خفق الحسین براسه خفقة ثم استيقظ فقال. وقت سحر حسینؑ تھوڑی دیر کے لیے سو گئے۔ جب بیدار ہوئے فرمایا۔ اتعلمون ما رایت فی منامی الساعة. تمہیں معلوم ہے میں نے ابھی ابھی خواب میں کیا دیکھا ہے؟ عرض کی وما الذی رایت یا بن رسول الله فرزند رسول ﷺ آپ نے کیا خواب دیکھا۔ فرمایا رایت کان کلابا قد شدت علی لتنهشنی وفیها کلب ابقع رایته اشد علی واظن ان الذی یتولی قتلی رجل ابرص من بین هولاء القوم. میں نے دیکھا کہ چند کتے چیر پھاڑنے کے ارادے سے مجھ پر حملہ کر رہے ہیں۔ ان میں ایک کتا زیادہ غرا رہا تھا جو حملہ میں پیش پیش تھا۔ میں نے اندازہ لگایا کہ میرا قاتل اس قوم میں سے ہوگا جو مرض برص میں مبتلا ہو۔ ثم انی رایت بعد ذلک جدی رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم ومعه جماعة من اصحابه وهو یقول لی یابنی انت شهید آل محمد وقد استبشر بک اهل السموات واهل الصفیح الا علی فلیکن افطارک عندی اللیلة عمل ولا توخر فهذا ملک قد نزل من السماء لیاخذ دمک فی قارورة خضراء. میں نے دیکھا میرے جد جناب رسول خدا ﷺ اپنے چند اصحاب کے ساتھ تشریف لائے اور مجھ سے فرما رہے ہیں "اے میرے نور نظر تو آل محمدؐ کا شہید ہے آسمانوں میں رہنے والوں اور ملاء اعلیٰ کے ساکنین کو تیرے آنے کی بشارت دے دی گئی ہے آج رات میں تیرے ساتھ افطار کروں گا۔ حسین جلدی کرو کہ تاخیر نہ ہونے پائے۔ دیکھو یہ فرشتہ آسمان سے اس لیے نازل ہوا ہے کہ تیرے خون کو ایک سبز شیشی میں جمع کرے۔" فهذا ما رایت وقد انف الامر و اقترب الرحیل من هذه الدنیا لا شک فی ذلک. یہ ہے وہ کچھ جو میں نے عالم خواب میں دیکھا

مجھے ایک مشکل اور شدید امر درپیش ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا سے میری شہادت کا وقت نزدیک ہے۔

خاتمۂ مجالس پر جو مجلس منعقد ہوئی وہ سوز والم اور غم واندوہ میں آپنی مثال آپ تھی۔ مجلس کے ذاکر خود سید الشہداء اور سامع رب العالمین تھا۔ یہ وہ وقت تھا جب حسینؑ مقتل گاہ میں پڑے ہوئے تھے۔ بدن مبارک زخموں کی کثرت سے پارہ پارہ تھا۔ باوجود اس کے حسینؑ مکمل ہوش وحواس میں تھے۔ ابھی کچھ سانسیں باقی تھیں۔ ایسے میں آپ نے بارگاہ الٰہی میں فریاد کی اور ان مصائب کو یاد کیا جو آپ پر اور اہلبیت رسولؐ پر وارد ہوئے تھے۔ آپ فرماتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ مُتَعَالِ الْمَكَانِ عَظِيْمِ الْجَبَرُوْتِ شَدِيْدُ الْكِبْرِيَاءِ۔ انا عِتْرَةُ نبيك و وُلْدُ حبيبك محمد صلى الله عليه و آله وسلم قَدْ خذلونا و طردونا و غدروا بنا وقتلونا...... اس کا ترجمہ گزشتہ صفحات میں بیان کیا جاچکا۔ یہ مجالس کے سلسلہ کی وہ آخری مجلس ہے جو سید الشہداء کی شہادت سے قبل منعقد ہوئی۔

۞......۞......۞......۞

قسم چہارم

یہ موضوع ان مجالس کے بیان کے لیے مخصوص ہے جو شہادت کے بعد منعقد ہوئیں۔ یہ مجالس درج ذیل اکیس مواقع پر عمل میں آئیں۔

(۱) مدینۃ الرسول میں جناب ام سلمہ کے حضور برپا ہونے والی اس مجلس کو ابن عباس اس طرح روایت کرتے ہیں۔

قال بینهما انا راقِدٌ فی منزلی اذ سمعتُ صراخاً عظیماً عالیاً من بیت اُمِّ سلمة زوجةُ النبی صلی الله علیه و آله فخرجت یتوجه بی قائدی اِلی منزلها و اقبل اَهلُ المَدینةِ اِلیهارِجا لُها ونسا ئها فلما انتهیت الیها قلت یا ام المؤمنین مالک تصرخین وتغوثین فلم تجبنی۔

میں اپنے گھر میں سویا ہوا تھا کہ ناگاہ میں نے سنا پیغمبر اکرم کی زوجہ جناب ام سلمہؓ کے گھر سے نالہ وفریاد کی صدائیں بلند ہیں۔ میں گھر سے باہر نکلا۔ کوئی مجھے ان کے گھر تک لے گیا اہل مدینہ کے مرد اور عورتیں ام سلمہؓ کے گھر کی طرف بڑھنے لگے تو میں نے ام سلمہؓ سے عرض کیا کہ یہ غوا اور فریاد کس لیے۔ ام سلمہ ام المومنین نے جواب نہیں دیا۔

فاقبلت علی النسوة الهاشمیات وقالت یا بناتِ عبدالمطلب اِسْعَدِینی وابکین معی وقد قتل والله سیّدِ کنّ وسید شباب اهل الجنة۔

جناب ام سلمہؓ زنان ھاشمیہ کی طرف متوجہ ہوئیں اور فرمایا اے عبدالمطلبؑ کی بیٹیوں گریہ میں میرا ساتھ دو کہ خدا کی قسم تمہارا اور جوانان جنت کا سردار قتل کر دیا گیا۔

فقد و الله قتل سبط رسول الله صلی الله علیه و آله وسلم و ریحانته الحسین کہ بخدا اسباط رسول خدا اور اس کا ریحان حسینؑ قتل کر دیے گئے۔

فقلت یا ام المؤمنین و من این علمت ذالک

پس میں نے کہا اے مومنین کی ماں، آپ کو اس سانحہ کی کیسے اطلاع ہوئی؟

قالت رایت رسول الله فی المنام الساعة شعثاً مذعوراً فَسَئَلْتُهٗ عن شأنِ ذالک فقال قتل ابنی الحسین و اهل البیت الیوم فدفنتهم والساعة فرغتُ من دفنهم۔

جناب ام سلمہؓ نے فرمایا میں نے ابھی ابھی عالم خواب میں جناب رسول خداؐ کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ گرد آلود ہے اور آپ پریشان حال ہیں۔ میں نے پوچھا یہ آپ کی کیا حالت ہے؟ تو فرمانے لگے آج میرا نور نظر حسینؑ اور اس کے اہلبیت قتل کر دیے گئے۔ میں نے ان سب کو دفن کیا اور ابھی میں نے ان کے دفن سے فراغت پائی ہے۔

ایک اور روایت میں وارد ہے کہ جناب ام سلمہؓ نے فرمایا۔ "رایتهٗ صلی الله علیه و آله و اثر التراب علی راسه وَلِحْيَتِهٖ" میں نے رسول خداؐ کو دیکھا کہ آپ کا چہرہ اور داڑھی خاک سے اٹی ہوئی تھی۔ "فقلتُ مالک" میں نے سوال کیا یا رسول اللہؐ آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ قال وثبَ الناسُ علی اِبْنِی فقتلوهُ الساعةَ وقد شهدتُهٗ قتیلاً۔ آنحضرتؐ نے فرمایا دشمن میرے نور نظر پر حملہ آور ہوئے اور اسے ابھی ابھی قتل کر دیا ہے۔ میں نے اپنے فرزند کو مقتول حالت میں دیکھا ہے۔ ام سلمہؓ فرماتی ہیں "فاقشعر جلدی" میں یہ دردناک خبر سن میرا بدن کانپنے لگا۔

فَقُمْتُ حَتّیٰ دخلتُ الْبَیْتَ و انا لا اکاد ان اعقل فنظرت فاذا بتربة الحسین والتی اتی بها جبریل من کربلا فقال اذا صارت هٰذِهِ التُّرْبَةُ دَماً فَقَدْ قُتِلَ اِبْنُکَ، وَاَعْطَانِیْهَا النَّبِیُّ صلی الله علیه و آله فقال اجعلی هٰذِهِ التربة فی زجاجةٍ اوقال فی قارورةٍ ولتکن عندک فاذا صارت دماً عَبِیْطاً

فقد قتل الحسین فرایت القارورۃ الآن و قد صارت دماً عبیطا تفور۔

پس میں اپنی جگہ سے اٹھی گھر میں داخل ہوئی میری کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا میں نے نظر اٹھا کر تربت حسینؑ کو دیکھا جسے جبرئیلؑ کربلا سے لائے تھے اور یہ تاکید کی تھی کہ جب یہ مٹی خون سے بدل جائے تو سمجھ لینا کہ تیرا فرزند قتل کر دیا گیا۔ یہ مٹی مجھے پیغمبر نے عطا کی تھی اور تاکید کی تھی کہ اس مٹی کو شیشی یا کسی برتن میں رکھنا۔ جب یہ تازہ خون سے بدل جائے تو یقین کر لینا کہ میرا حسینؑ قتل کر دیا گیا۔ جب میں نے اس شیشی کی طرف نگاہ کی تو دیکھا کہ اس مٹی سے تازہ خون ابل رہا تھا۔

قال فاخذت ام سلمۃ من ذلک الدم فلطخت بہ وجھھا و جعلت ذلک الیوم ماتماً و مناحۃ علی الحسین فجائت الرکبان بخبر و انہ قتل فی ذالک الیوم۔

راوی کہتا ہے ام سلمہؓ نے اس خون کو اپنے چہرہ پر ملا اور اس دن کو حسینؑ پر غم و ماتم کا دن قرار دیا۔ بعد میں ایک گھوڑا سوار نے یہ فرمایا کہ مظلوم کربلا کو اسی دن قتل کیا گیا ہے۔

(۲) چودہ عمومی مجلس ہے۔ جس کا کسی ایک سے تعلق نہیں بلکہ اس کا تعلق عالم خلق کے ہر مقام اور ہر زمانے میں رہنے والی مخلوق سے ہے یہی نہیں بلکہ یہ مجلس عالم ادراک و محسوسات میں جو کچھ ہے جو کچھ دکھائی دیتا ہے اور جو کچھ دکھائی نہیں دیتا سب سے متعلق ہے۔ بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ یہ مجلس اللہ کے علاوہ جملہ مخلوقات عالم حجابات اور ان میں رہنے والوں، عرش عظیم اور حاملان عرش، آسمانوں ان کے درمیان اور ان کے نیچے رہنے والوں، زمینوں اور ان میں پیدا ہونے والے تمام جمادات، نباتات، حیوانات، بہشت و رضوان، ان میں رہنے والی حوروں، قصور، درختوں، نہروں اور میوؤں کے لیے مخصوص مجلس ہے جس نے ماتم سید الشہداء علیہ السلام کو قائم کر کے ماسوا اللہ ہر شے کے وجود میں ہلچل پیدا کر دی۔ ہر شے نے بہ حسب حال اس ماتم کا اثر قبول کیا۔ اس کی وجہ سے ہر آنکھ رکھنے والی شے نے گریہ کیا۔ آسمان نے لہو برسایا، اسکی سرخی ظاہر ہو گئی، آفتاب کو گہن

لگ گیا، عبادت میں مشغول ملائکہ کی صفیں درہم برہم ہوگئیں، درختوں میں سے خون ٹپکا، فضا تاریک ہوگئی۔ زمین میں زلزلہ آیا، پہاڑ اضطراب میں ختم ہوگئے، ہواؤں میں اُڑنے والے پرندے زمین پہ گر پڑے، مچھلیاں پانی سے باہر آگئیں، دریا پھٹ گئے اور ان میں سے بعض دوسرے دریاؤں سے مل گئے اور زمین اور اس میں رہنے والے سب مضطرب ہوگئے۔ امام صادق علیہ السلام نے اس حالت کی اس طرح تعبیر فرماتے ہیں۔

اَنّه حِيْنَ ضَرَبَ الْحُسَيْنَ بِالسَّيْفِ ثُمَّ ابتَدَرَ اِلَيْه بقطع رأسه

یہ وہ وقت تھا جب آپ کا جسم مبارک تلواروں کے زخم سے مجروح ہوا اور قاتل نے چاہا کہ سر اطہر کو بدن سے جدا کرے۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے کہ امام کو تین مواقع پر تیغ ستم سے زخمی کیا گیا۔ ایک اس وقت جب آپ مرکب پر سوار تھے، دوسرے اس وقت جب آپ سواری سے فرش زمین پر تشریف لائے اور تیسری مرتبہ جب آپ زمین کربلا پر محو سجدہ تھے، ایک تلوار سے مقام ذبح پر متعدد بار ضرب لگائی گئی، جب سر مبارک کو تن اطہر سے جدا کرنے کا ارادہ کیا گیا تو چند آوازیں بیک وقت بلند ہوئیں۔ پس حسینؑ نے آواز دی۔

"وَاقتلُ عُطْشَاناً وَجَدِّی مُحَمَّدُنِ الْمُصْطَفٰی" کیا مجھے پیاسا قتل کرو گے حالانکہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے جد ہیں۔ اتنے میں بحکم پروردگار ایک فرشتہ نے وسط عرش سے ندا دی۔ "یا ایها الامة المتحیرة الضّالّةُ لا وفقتمُ الفِطرَ وَلا اضحیٰ۔" اے گمراہ امت، اب تم عید فطر اور عید الضحیٰ کے فیض کا ادراک نہ کرسکو گے۔ فردوس اعلیٰ سے ایک فرشتہ نے جس کے پر کھلے ہوئے تھے سمندروں میں رہنے والوں کو ندا دی۔ "یا اهل البحار البسوا ثوب الحزن فان فرخ الرسول مذبوح" اے سمندروں میں رہنے والو! ماتم کا لباس پہن لو کہ فرزند رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذبح کردیا گیا۔ حضرت جبرئیلؑ نے نالہ وفریاد کرتے ہوئے یوں صدا دی۔ "قد قتل الحسین کربلا" حسینؑ کربلا میں قتل کردیئے گئے۔ جملہ ملائکہ نے ہم آواز ہوکر یوں پکارا۔ "الهنا وسیدنا یوحل هذا بالحسین صفیک وابن نبیک" اے ہمارے مولا پروردگار یہ مصائب حسینؑ پر

نازل ہو رہے ہیں! حالانکہ وہ تیرا برگزیدہ بندہ اور تیرے پیغمبر کا فرزند ہے۔ بی بی زینب خاتون نے قتل گاہ سے خیمہ گاہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ "الظلیمۃ الظلیمۃ من امۃ قتلوا ابن بنت نبیھا" فریاد اس امت پہ کہ اس نے اپنے پیغمبر کی بیٹی کے بیٹے کو قتل کر دیا۔ نالہ و فریاد کی ان آوازوں کو سن کر آپ کی درونی و ظاہری خلقت میں ہلچل مچ گئی۔ تو کیا ان مصائب کو سن کر آپ کی درونی و ظاہری کیفیات متاثر نہیں ہوتیں؟ جناب ابو خصر نے ان مصائب میں سے چند کا ذکر کر کے فرمایا۔ "انکم لو تعلمون بما دخل علی اھل العالم عند ذلک لبَکَیْتُمْ حتیٰ تلحق انفسکم۔" اگر تمہیں یہ معلوم ہو جاتا کہ حسین۔ کی شہادت کے وقت اہل عالم کی کیا کیفیت ہوگی تو اتنا گریہ کرتے کہ روحیں تمہارے ابدان سے جدا ہو جاتیں۔

اب جبکہ روحیں تمہارے جسموں میں موجود ہیں تو کیا گریہ و فریاد بھی نہ کرو گے کیا آنکھوں سے اشک بھی جاری نہ ہوں گے۔ کیا آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی بھی گردش نہ کریں گے۔ کیا تمہارا دل بھی متاثر نہ ہوگا؟ اگر نہ روؤ تو کیا گریہ کرنے والے کی شکل بھی نہ بناؤ گے؟ لیکن وائے ہو اس پر جو شقی القلب ہو۔ "اللھم انی اعوذبک من قلب لا یخشع وعین الا تدمع عند ھذا المجلس العام الخاص۔" پروردگار! تیری بارگاہ میں پناہ چاہتا ہوں اس دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور اس آنکھ سے جو اس عام مجلس گریہ میں آنسو نہ بہائے۔

(۳) اس مجلس کا مقام قتل گاہ اور مرثیہ خوان علی کی بیٹی زینب کبری سلام اللہ علیہا تھیں۔ جبکہ اہلبیت اطہار اور جملہ اہل لشکر گریہ کر رہے تھے۔

(۴) یہ مجلس مرثیہ خواں پرندوں نے منعقد کی جس کا مرثیہ ایک سفید طائر نے پڑھا۔

(۵) محرم کی گیارہ تاریخ کو جنگل کے وحشی درندوں نے جسد اطہر کے چاروں طرف بیٹھ کر صبح تک نالہ و فریاد کی۔

(۶) چھٹی مجلس جناب نے جسد اطہر کے اطراف بیٹھ کر منعقد کی۔

(۷) اس کے بعد جناب کی خواتین نے جسد مطہر کے اطراف بیٹھ کر اسی طرح گریہ کیا۔

(۸) جناب میں سے ایک فرد نے اہل کوفہ میں سے پانچ افراد کے سامنے قریہ شاہی میں سید الشہداء کا مرثیہ پڑھا۔ یہ تمام افراد امام کی نصرت کے لیے آئے تھے لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

(۹) جنات کے گروہوں نے مختلف مقامات پر اپنے مخصوص مرثیے پڑھے جن میں سے ہر ایک کی تفصیل اپنے مقام پر بیان کی جائے گی۔

(۱۰) یہ مجلس کوفہ کے کوچہ و بازار میں سرہائے شہداء کے اطراف منعقد ہوئی۔ جناب بی بی زینب خاتون، ام کلثوم، فاطمہ صغریٰ اور جناب سید سجاد علیہم السلام نے جب ان مصائب کا ذکر کیا تو کوفہ کے بام و در سے صدائے نالہ و شیون بلند ہوئی۔ مرد و زن بھی سر پر خاک ڈالے ہوئے کبھی ماتم کر رہے تھے اور کبھی اپنے بالوں کو نوچتے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے زن و مرد اس کثرت سے بے اختیار گریہ کر رہے تھے کہ اب تک ایسا گریہ کبھی دیکھا نہ گیا تھا۔ اس کی تفصیل بھی آئندہ ابواب میں اپنے موضوع کے تحت بیان کی جائے گی۔

(۱۱) اہل بیت اطہار نے ہر وقت ہر موقع اور ہر مقام پر کربلا سے شام، شام سے کربلا اور کربلا سے مدینہ تک یہاں تک کہ مدینہ میں زندگی بھر سید الشہداء پر گریہ و ماتم کیا۔ سید سجاد علیہ السلام کربلا کے بعد چالیس برس تک روتے رہے۔ اس تمام عرصہ میں آپ کی آنکھوں سے مسلسل اشک جاری تھے۔ جب کھانا کھاتے تو فرماتے۔ "قتل ابن رسول اللہ جایعاً" رسول ﷺ کا فرزند بھوکا قتل کر دیا گیا۔ جب پانی سامنے آتا تو فرماتے۔ "قتل ابن رسول اللہ عطشاناً" یعنی رسول خدا ﷺ کا نور نظر پیاسا مار ڈالا گیا۔

(۱۲) یہ مجلس خود قصر یزید میں منعقد ہوئی۔ وہ ملعون خود مرثیہ خوان تھا۔ روساء لشکر کے سامنے اپنی زوجہ ھندہ کو مخاطب کر کے کہا۔ "یا ھند ابکی علی الحسین بن فاطمہ اعوالی علیہ فانہ صریخۃ قریش عجل علیہ ابن زیادہ فاللہ اللہ۔" اے ھند

حسینؑ فرزند فاطمہؑ پر گریہ کر، اس پر نالہ و فریاد کرو کہ وہ قریش کا فریاد رس تھا۔ ابن زیاد نے ان کے قتل میں جلدی کی، خدا اسے ہلاک کرے۔ اس واقعہ کی تفصیل بھی اپنے موقع پر بیان کی جائے گی۔

اب جبکہ روحیں تمہارے جسموں میں موجود ہیں تو کیا گریہ و فریاد بھی نہ کرو گے کیا آنکھوں سے اشک بھی جاری نہ ہوں گے۔ کیا آنکھوں میں آنسوؤں کے موتی بھی گردش نہ کریں گے۔ کیا تمہارا دل بھی متاثر نہ ہوگا؟! اگر نہ روؤ گے تو کیا گریہ کرنے والی کی شکل بھی نہ بناؤ گے؟ لیکن وائے ہو اس پر جو شقی القلب ہو "اللھم انی اعوذبک من قلب لا یخشع و عین الا تدمع عند ھذا المجلس العام الخاص "پروردگارا! تیری بارگاہ میں پناہ چاہتا ہوں اس دل سے جس میں خشوع نہ ہو اور اس آنکھ سے جو اس عام مجلس گریہ میں آنسو نہ بہائے۔

(۳) اس مجلس کا مقام قتل گاہ اور مرثیہ خوان علیؑ کی بیٹی زینب کبریٰ علیہاالسلام تھیں۔ جبکہ اہل بیت اطہار اور جملہ اہل لشکر گریہ کر رہے تھے۔

(۴) یہ مجلس مرثیہ خواں پرندوں نے منعقد کی جس کا مرثیہ ایک سفید طائر نے پڑھا۔

(۵) محرم کی گیارہ تاریخ کو جنگل کے وحشی درندوں نے جسم اطہر کے چاروں طرف بیٹھ کر صبح تک نالہ و فریاد کی۔

(۶) چھٹی مجلس جنات نے جسد اطہر کے اطراف بیٹھ کر منعقد کی۔

(۷) اس کے بعد جنات کی خواتین نے جسد مطہر کے اطراف بیٹھ کر اسی طرح گریہ کیا۔

(۸) جنات میں سے ایک فرد نے اہل کوفہ میں پانچ افراد کے سامنے قریہ شاہی میں سید الشہداؑ کا مرثیہ پڑھا۔ یہ تمام افراد امامؑ کی نصرت کے لئے آئے تھے لیکن اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکے۔

(۹) جنات کے گروہوں نے مختلف مقامات پر اپنے مخصوص مرثیے پڑھے جن

میں سے ہر ایک کی تفصیل اپنے مقام پر بیان کی جائے گی۔

(۱۰) یہ مجلس کوفہ کے کوچہ و بازار میں سرہانے شہدا کے اطراف منعقد ہوئی۔ جناب بی بی زینب خاتون، ام کلثوم، فاطمہ صغریٰ اور جناب سید سجاد علیہم السلام نے جب ان مصائب کا ذکر کیا تو کوفہ کے بازو در سے صدائے نالہ و شیون بلند ہوئی۔ مرد و زن کبھی سر پر خاک ڈالتے ہوئے کبھی ماتم کر رہے تھے اور کبھی اپنے بالوں کو نوچتے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے زن و مرد اس کثرت سے بے اختیار گریہ کر رہے تھے کہ اب تک تک ایسا گریہ کبھی دیکھا نہ گیا تھا۔ اس کی تفصیل بھی آئندہ ابواب میں اپنے موضوع کے تحت بیان کی جائے گی۔

(۱۱) اہل بیت اطہار علیہم السلام نے ہر وقت ہر موقع اور ہر مقام پر کربلا سے شام، شام سے کربلا اور کربلا سے مدینہ تک یہاں تک کہ مدینہ میں زندگی بھر سید الشہداؑ پر گریہ و ماتم کیا۔ سید سجاد علیہ السلام کربلا کے بعد چالیس برس تک روتے رہے۔ اس تمام عرصہ میں آپ کی آنکھوں سے مسلسل اشک جاری تھے۔ جب کھانا کھاتے تو فرماتے "قتل ابن رسول اللہ جائعا" رسول کا فرزند بھوکا قتل کر دیا گیا۔ جب پانی سامنے آتا تو فرماتے "قتل ابن رسول اللہ عطشانا" یعنی رسول خداؐ کا نور نظر پیاسا مارڈالا گیا۔

(۱۲) یہ مجلس خود قصر یزید میں منعقد ہوئی۔ وہ ملعون یزید خود مرثیہ خوان تھا۔ روساء لشکر کے سامنے اپنی زوجہ ہندہ کو مخاطب کر کے کہا "یا ھندا بکی علی الحسین بن فاطمه اعولی علیه فانه صریخة قریش عجل علیه ابن زیاده قاتله اللّٰه" اے ہند حسینؑ فرزند فاطمہؑ پر گریہ کر، اس پر نالہ و فریاد کرو کہ وہ قریش کا فریادرس تھا۔ ابن زیاد نے ان کے قتل میں جلدی کی، خدا اسے ہلاک کرے۔ اس واقعہ کی تفصیل بھی اپنے موقع پر بیان کی جائے گی۔

(۱۳) شام کی اموی مسجد میں جناب سید الساجدین علیہ السلام نے یزید کے کہنے کے بعد منبر پر جا کر ایک بلیغ خطبہ ارشاد فرمایا۔ مسجد میں یزید روساء بنی امیہ اور اہل شام سب جمع تھے۔ آپ نے خطبہ حمد و ثنا خداوند منان اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر

درود وسلام کے بعد جدامیر المومنین علیہ السلام کے فضائل بیان کیئے۔ پھر اپنے پدر بزرگوار کے مصائب کا ذکر کیا۔ جب مصائب کی ایک منزل پر فرمایا: انا ابن المجزوز من القفاء انا ابن مسلوب العمامة والرداء " میں اس کا فرزند ہوں جس کا سر پشت گردن سے کاٹا گیا۔ میں اس کا فرزند ہوں جس کا عمامہ وردا لوٹ لی گئی۔ جیسے ہی سید سجاد علیہ السلام نے یہ الفاظ ادا کیئے مسجد سے گریہ وزاری کی صدائیں بلند ہوئیں۔ موذن نے حکم یزید سے کلام امام کو قطع کیا اور آواز دی "اللہ اکبر" موذن کا مقصد یہ تھا کہ اذان کی آواز سے اہل مسجد کی صدائے نالہ وشیون کو دبا دے۔ پس ایسی صورت میں جبکہ اہل شام اور بنی امیہ اپنی قساوت قلبی کے باوجود صرف انہیں الفاظ پر گریہ کرنے لگیں کہ حسینؑ کا سر پشت گردن سے کاٹا گیا اور ان کا عمامہ وردا کو تن اطہر سے لوٹ لیا گیا۔ تو ان کے شیعوں کی کیا کیفیت ہوگی۔ جب وہ ان الفاظ کو سنیں اور اس مظلومی کی کیفیت کا تصور کریں جب عمامہ سر اطہر سے لوٹا گیا ہو۔ یہی وہ کیفیت ہے جب ہر سننے والے کا بند ضبط ٹوٹ جاتا ہے۔

(۱۴) یہ مجلس خود یزید کے گھر منعقد ہوئی۔ بی بی زینب خاتون جناب ام کلثوم اور سید الشہداء کی بیٹیاں مرثیہ خوانی اور نالہ وفریاد میں مصروف تھیں جبکہ زوجہ یزید اس کی بیٹیاں اور بنی امیہ کی عورتیں اپنے منہ پر طمانچے مار رہی تھیں۔ اہل بیت نے یزید کی اجازت سے اس کے گھر میں سات دن تک صف ماتم بچھائی اسی طرح سے شام میں بھی مجلس ماتم قائم کی گئی۔

(۱۵) جب سواد مدینہ نمودار ہوا تو جناب بی بی ام کلثومؑ نے حضرت سید سجادؑ اہلبیت اور اطفال کی موجودگی میں شہیدوں کا مرثیہ پڑھا۔ آپ نے اس مجلس مرثیہ میں پہلے شہر مدینہ کو مخاطب کیا اس کے بعد اپنی والدہ گرامی جناب صدیقہ طاہرہ سید کونینؑ سے فریاد کی۔ پھر اپنے بھائی حسن مجتبیٰؑ کو مخاطب کر کے داستان غم بیان کی۔ انشاء اللہ متعلقہ باب میں اس کی تفصیلات بیان کی جائیں گی۔

(۱۶) قرب مدینہ میں جناب سید سجاد علیہ السلام کے لئے ایک خیمہ مخصوص کیا گیا۔ سید سجادؑ نے اس خیمہ میں اس طرح سے مجلس غم برپا کی کہ خود آپ کرسی پر جلوہ افروز

ہو گئے۔ آپ اس طرح گریہ فرما رہے تھے کہ آنسوؤں کے قطرے تھمتے نہ تھے۔ آنسوؤں کو ایک رومال سے پونچھتے جاتے لیکن گریہ کو قطع نہ فرماتے۔ اہل مدینہ سے مرد و زن استقبال کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جب انہوں نے سید سجادؑ کی یہ حالت دیکھی تو وہ بھی آہ و بکا میں مصروف ہو گئے۔ گویا جناب سید سجاد علیہ السلام کو ایک نظر دیکھنا ہی ان کے لئے مرثیہ سے کم نہ تھا لوگ اطراف و اکناف سے آتے اور امام کو پرسہ دیتے۔ جب آہ و زاری کی صدائیں زیادہ بلند ہوئیں تو آپ نے سب کو خاموش ہونے کا اشارہ کیا اور طرح شدت گریہ میں کمی واقع ہوئی۔ آپ نے پرسہ دینے والوں کو مخاطب کر کے فرمایا :

الحمدللّٰہ رب العالمین الرحمن الرحیم مالک یوم الدین بارئ الخلق اجمعین الذین بعد فارتفع فی السموات العلیٰ وقرب فشهد النجوی نحمده علی عظایم الامور وفجایع الدهور والم الفجایع ومضاضة اللواذع، وجلیل الرزء وعظیم المصائب الفاظعة الکاظة القادحة الجائحة۔

ساری حمد و تعریف سزاوار ہیں عالمین کے رب کے لئے۔ جو رحمان بھی ہے اور رحیم بھی۔ روز جزا کا مالک ہے اس نے جملہ مخلوقات کو خلق فرمایا۔ عقل اس کا ادراک نہیں کر سکتی۔ وہ ہر زمان و مکان کی قید سے منزہ ہے۔ وہ آسمانوں اور زمینوں میں رہنے والوں کے ہر تصور سے بلند ہے۔ وہ اپنی تمام مخلوقات سے اس طرح نزدیک ہے کہ ہر ظاہر و باطنی امور سے آگاہ ہے۔ ہم عظیم مصائب و مشکلات پر اس کی حمد بجالاتے ہیں۔

ایها الناس ان الله وله الحمد ابتلانا بمصائب جلیلة وثلمة فی الاسلام عظیمة قتل ابوعبد الله وعترته سبی نسائهٗ وصبیهٗ وداروا براسه فی البلدان من فوق عامل السنان وهذه الرزیة التی لا مثلها رزیة"

اے لوگو اس میں کوئی شک نہیں کہ تمام حمد و ستائش اللہ کے لئے مخصوص ہے اس نے عظیم بلاؤں اور مصیبتوں سے ہمارا امتحان لیا۔ اسلام کی شکل مسخ کی جارہی تھی۔ ابو عبداللہ

قتل کر دیے گئے ان کی عزت اور اہل وعیال اسیر کر لئے گئے۔ سر مبارک کو نیزہ پر چڑھا لیا گیا۔ ان سب کو قریہ بہ قریہ اور کوچہ بازار میں پھرایا گیا۔ یہ مصیبت اتنی عظیم تھی کہ اس کی کوئی مثل پیش نہیں کی جا سکتی۔

"ایھا الناس رجالات منکم تسرون بعد قتله ام ایه عین منکم تحبس و معھا و تفن علی انھمالھا فقد بکت السبع الشداد تقتله و بکت البحار بامواجھا و السموات بار کانھا و الارض بار جائھا و الا شجار باغصانھا و الحیتان و الجج البحار و الملائکة المقربون و اھل السموات اجمعون۔

اے لوگوں تم میں کون ہے جو ان کی شہادت پر خوش ہوا ہو۔ وہ کونسی آنکھ ہے جو ان کے غم میں گریاں نہ ہوئی ہو۔ آسمان اپنے ارکان کے ساتھ زمین اپنے ہر گوشہ و کنار کے ساتھ اور درخت اپنی شاخوں سمیت اس سرور گرامی پر روئے ہیں پانی میں رہنے والی مچھلیاں، سمندروں کے امواج، ملائکہ مقربین اور تمام آسمانوں میں رہنے والے سب ہوں نے اس مظلوم پر گریہ کیا۔

ایھا الناس ایّ قلب یصدع لقتله ام ای فواد لا یحن الیه اھالی سمع یسمع ھذه الثملة والتی ثلمت فی الاسلام۔

اے لوگو وہ کونسا قلب ہے جو قتل حسین علیہ السلام پر تڑپ نہ گیا ہو وہ کونسا دل ہے جو غمزدہ نہ ہوا ہو، وہ کونسا کان ہے جس میں اس عظیم مصیبت کو سننے کی تاب ہو۔

ایھا الناس اصبحنا مطرودین مشردین مذودین شاسعین عن الامصار کانا اولاد ترک و کابل من غیر جرم اجترمناه و لامکروه ارتکبناه و لاثلمنا ھا ماسمعنا بھذا فی آبائنا الاولین ان ھذا الاختلاق۔

لوگو ہمیں اپنے حق اور وطن سے محروم کیا گیا۔ ہمیں شہروں سے اس طرح نکال باہر کیا گویا ہم ترک و کابل کے اسیر ہیں۔ حالانکہ ہم نے کسی جرم کا ارتکاب نہیں کیا تھا۔ کسی مکروہ یا

بدعت پر عمل نہ کیا تھا۔ ہمارے آباؤ اجداد سے بھی کوئی گناہ یا جرم سرزد نہ ہوا تھا۔ ان پر یہ الزام ایک صریح جھوٹ اور عظیم بہتان ہے۔

وَاللّٰہ لو ان النبی تقدم الیہم فی الوصایۃ بنا لما زدادوا علی مافعلوا بنا فانا للّٰہ وانا الیہ راجعون من مصیبۃ ما اعظمہا واوجعہا وافجعہا واکظہا وافظہا وامرھا وقدجہا فعنداللّٰہ نحتسب فیما اصابنا وما بلغ بنا انہ عزیز وذانتقام۔

خدا کی قسم اگر پیغمبرؐ اس گروہ کو ہماری عزت وحرمت کے بجائے یہ وصیت کر جاتے کہ ہمیں قتل کر دیا جائے اور ہم پر ہر ظلم وزیادتی روا رکھی جائے تو انہوں نے ہماری نسبت جو قتل وغارتگری اور ظلم وستم کیا ہے اس سے زیادہ نہ کر سکتے۔

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ ہم پر جو ظلم کیا گیا ہے اس سے زیادہ دردناک، دلسوز، گرانبار اور شدید ظلم کا تصور نہیں کیا جا سکتا۔ ہمیں امید ہے ہم پر جو مصائب نازل ہوئے ہیں ان کے بدلے ہمارا پروردگار ہم پر اپنی رحمتیں نازل کر کے ہمارے دشمنوں سے انتقام لے گا تاکہ خداوند منان کے علاوہ مظلوموں کی دادرسی کرنے والا کوئی نہیں۔

(۱۷) یہ وہ مجلس ہے جسے ملائکہ روزانہ قبر مطہر کے نزدیک منعقد کرتے خصوصیات اور تفاصیل کو ملائکہ کے عنوان کے ذیل میں بیان کیا جائے گا۔

(۱۸) اس مجلس کی برپا کرنے والی صدیقہ طاہرہ سیدہ کونین فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ وسلامہ علیہا ہیں۔ یہ مخدرہ طاہرہ اس مجلس کو روزانہ آسمانوں میں منعقد کرتی ہیں اور یہی اس امر پر دلیل ہے کہ سید الشہداؑ کے لئے سال کے ہر دن میں خواہ وہ روز عید ہو یا کوئی اور دن فرش عزا بچھائی جا سکتی ہے۔

اجمالی طور پر اس مجلس کی کیفیت یوں ہے کہ وہ مخدرہ طہارت روزانہ عرش سے اپنے فرزند حسینؑ کی قتل گاہ پر نظر کر کے اس طرح بے تابی سے آہ وزاری کرتی ہیں کہ آسمانوں، زمینوں اور دریاؤں کی موجودات اور جملہ ملائکہ مضطرب ہو جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ جناب

رسولِ خدا تشریف لا کر اپنی بیٹی کو تسلی دیتے ہیں۔ مخدرہ خاموش ہو کر اپنے فرزند کے زائرین کے حق میں دعا کرتی ہیں۔

(۱۹) یہ وہ مجالس ہیں جنہیں ائمہ معصومین میں سے ہر ایک نے اپنے زمانے میں منعقد کیں۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو مجالس برپا کیں ان میں سے ایک کا مرثیہ خوان جعفر بن عفان تھا۔ وہ کہتا ہے۔

لیبک علی الاسلام من کان باکیاً فقد ضیعت احکامہ واستملت

غداۃ حسین للرماح رزیۃ فقد نہلت منہ الیسوف وعلت

ہر رونے والے پر لازم ہے کہ وہ اسلام پر گریہ کرے۔ کہ تحقیق اسلام کے احکام فراموش کر دیئے گئے حرام کو حلال قرار دیا گیا اور سید الشہدا علیہ السلام کا سر مبارک نیزوں پر چڑھایا گیا۔ لاتعداد تلواریں ان کے خون سے سیراب ہوئیں اس مصرعہ میں ان زخموں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو بدن مبارک پر وارد ہوئیں۔ جن کی تعداد ستر سے زیادہ بیان کی گئی ہے۔

اس طرح امام نے ایک اور مجلس بھی منعقد کی جس کا مرثیہ عبداللہ بن غالب نے پڑھا۔ مرثیہ کے مشہور ابیات میں سے ایک بیت یہ ہے۔

لبلیۃ تسفی حسینا بمسفاۃ الثری غیر التراب

ان کے مصائب کے لیے یہ کیا کم ہے کہ زمین سے گرد و خاک اڑ کر حسین علیہ السلام کے بدن پاک پر گر رہی ہے۔ اس مصرعہ سے جسد مطہر کی بے کسی کا اظہار ہوتا ہے کہ زمین کی مٹی کس طرح بدن صد پارہ کو ڈھانپ رہی ہے۔

یہاں ایک اور مجلس کی طرف اشارہ کرنا بھی ضروری ہے جو امام جعفر صادق علیہ السلام کی موجودگی میں منعقد ہوئی۔ امام نے ابو ہارون مکفوف کو حکم دیا "انشدنی کما تنشدون عندکم۔" ابو ہارون اس مجلس میں اس طرح مرثیہ کہو جیسے اپنے نزدیک شعر کہتے ہو۔ ابو ہارون نے اس طرح مرثیہ کہا۔ "امرر علی جدث الحسین وقل لا عظمۃ الزکیۃ" حسین علیہ السلام کی قبر کے نزدیک سے گزرو اور ان کے بدن مبارک کے استخوان

ہائے پاکیزہ سے کہو...... امام نے یہ بیت سن کر گریہ کیا۔ ابو ہارون نے مرثیہ روک دیا امام نے بعد میں سکوت کر کے فرمایا مزید شعر کہو، شاعر نے مزید کہے امام نے پھر گریہ کیا اور فرمایا ابو ہارون دوبارہ پڑھو اس نے دوبارہ امام کے لئے یہ مرثیہ پڑھا۔

یا مریم و قومی و اندبی مولاتی وعلی الحسین

فاسعدی ببکائی

اے مریم اٹھو اور اپنے مولا پر گریہ کرو۔ اپنی گریہ وزاری سے حسین علیہ السلام کی نصرت کرو۔

امام یہ سن کر تڑپ کر روئے۔ مخدرات حرم نے بھی ایسا گریہ کیا کہ ان کی صدائیں بلند ہوگئیں وہ روتے ہوئے فریاد کررہی تھیں۔ یا ابتاہ

امام رضا علیہ السلام نے بھی اپنے جد کی مجلس کا اہتمام اس طرح کیا کہ آپ نے خود بہ نفس نفیس اپنے مقام سے اٹھ کر پردہ آویزاں کیا اور مخدرات حرم سے فرمایا کہ پردے کے پیچھے بیٹھیں۔ پھر مشہور شاعر دعبل خزاعی کو حکم دیا کہ آج جد کی مصیبت کو بیان کرے۔ خود امام نے یہ فرما کر فضائل کا آغاز کیا "من ذرفت عیناہ علی مصاب جدی حشرہ اللہ یوم القیامۃ معنافی زمرتنا"

میرے جد کی مصیبت میں جس شخص کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے خداوند تعالیٰ روز قیامت اسے ہمارے ساتھ محشور کرے گا۔ اس کے بعد دعبل نے اپنا مرثیہ اس طرح شروع کیا۔

افاطم لو خلت الحسین مجدلا وقدمات عطشاناً بشط فرات

اذا اللطمت الخد فاطم عندہ ......

اے فاطمہ سلام اللہ علیہا آپ جب بھی یہ تصور فرماتی ہیں کہ آپ کا لخت جگر حسین بیابان میں زخمی پڑا ہے اور وہ فرات کے کنارے اس دنیا سے پیاسا گزر گیا تو آپ اپنے چہرے پر طمانچے مارتی ہیں۔ امام رضا علیہ السلام نے یہ سن کر بے اختیار گریہ کیا۔ حرم کی بھی

صدائے گریہ بلند ہو گئی۔

(۴۰) ملائکہ ہر روز اپنے مخصوص انداز میں حسین علیہ السلام کی مجلس منعقد کرتے ہیں اس کا تذکرہ ملائکہ کے باب میں کیا جائے گا۔

(۴۱) یہ وہ مجلس ہیں جو حسین علیہ السلام کے شیعہ قیامت تک منعقد کرتے رہیں گے۔ رواج، حالات اور اخراجات سے قطع نظر یہ مجالس اتنی کثرت سے برپا ہوئیں ہیں جو بجائے خود باعث تعجب اور عجائبات میں شمار ہوتی ہیں یہاں تک کہ منافقین، کفار اور مخالفین اسلام کا کوئی شہر ایسا نہیں جہاں حسین علیہ السلام کی مجلس غم برپا نہ ہو۔ موجودہ حالات میں بغداد، قسطنطیہ، مصر اور شام میں بھی سید الشہداؑ کی مجالس علانیہ منعقد ہوتی ہیں۔

(۴۰) ملائکہ ہر روز اپنے مخصوص انداز میں حسین علیہ السلام کی مجلس منعقد کرتے ہیں اس کا تذکرہ ملائکہ کے باب میں کیا جائے گا۔

(۴۱) یہ وہ مجلس ہیں جو حسین علیہ السلام کے شیعہ قیامت تک منعقد کرتے رہیں گے۔ رواج حالات اور اخراجات سے قطع نظر یہ مجالس اتنی کثرت سے برپا ہوئیں ہیں جو بجائے خود باعث تعجب اور عجائبات میں شمار ہوتی ہیں یہاں تک کہ منافقین، کفار اور مخالفین اسلام کا کوئی شہر ایسا نہیں جہاں امام حسین علیہ السلام کی مجلس غم برپا نہ ہو۔ موجودہ حالات میں بغداد، قسطنطیہ، مصر اور شام میں بھی سید الشہداؑ کی مجالس علانیہ منعقد ہوتی ہیں۔

قسم پنجم

روز قیامت اہل محشر بھی مجلس برپا کریں گے جس کی مرثیہ خوان صدیقہ طاہرہ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ وسلام اللہ علیہا ہوں گی جو اپنے مبارک ہاتھوں میں اپنے مظلوم فرزند حسین کا خون بھرا کرتا لے کر فریاد کریں گے۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گریہ فرمائیں

گے جملہ ملائکہ آہ وزاری میں مصروف ہو جائیں گے۔ امام حسین علیہ السلام اس حالت میں وارد محشر ہوں گے کہ آپ کا سر اطہر بدن مبارک سے جدا ہوگا۔ یہ حالت دیکھ کر تمام ملائکہ کل پیغمبر اور اولین و آخرین کے جملہ مومنین شدت سے گریہ کریں گے۔ اس کی تفصیلات انشاء اللہ آئندہ بیان کی جائیں گی۔
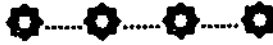
موضوع پنجم

اس عنوان کے تحت ان کتابوں اور صحیفہ ہائے آسمانی کی طرف اشارہ کیا جائے گا جن میں واقعہ کربلا یا ذکر شہادت امام مظلومؑ موجود ہے اور جو تعداد کے اعتبار سے دس ہیں۔

ا۔ قلم نے بحکم خداوند جبار جو کچھ حضرت امام حسین علیہ السلام کے لئے مشیت رب میں گزر چکا تھا اسے لوح محفوظ پر لکھ دیا۔ چنانچہ روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قلم نے رب کی اجازت سے پہلے آپ کے قاتلوں پر لعن میں سبقت کی۔

۲۔ دوسری کتاب قرآن مجید ہے جس میں متعدد آیات اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ ہم اس بارے میں اپنے عنوان "قرآن" کے تحت گفتگو کریں گے۔

۳۔ تیسری کتاب توریت ہے جو جناب موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوئی۔

۴۔ اوصیا در پاسوخ کا چھیالیسواں مکتوب ہے "کی ذبح لدونای الوہیم صواووث بارض صافون آل نہر پرات" یعنی زمین کے شمالی حصہ میں فرات کے کنارے ایک عظیم انسان پروردگار عالم کی بارگاہ میں اپنی قربانی پیش کرے گا۔

۵۔ ان میں سے پانچویں کتاب لُحمان ہے۔

۶۔ وہ صحیفہ ہے جو جناب شیث علیہ السلام پر نازل ہوا۔ اس صحیفہ میں بھی واقعات کربلا کی طرف اشارے کیے گئے ہیں۔

۷۔ وہ صحیفہ جو خداوند ذوالجلال کی طرف سے خصوصی طور پر جناب سید الشہدا

ﷺ کے لئے تحریر کیا گیا اس صحیفہ کی ایک عبارت یہ ہے "اکثر نفسک اللہ واخرج باقوام لاشہادۃ لھم الا معک وقاتل حتی تقتل" یعنی اے حسینؑ اپنے نفس کو اللہ کے ہاتھ فروخت کردو اور ایسی اقوام کے ساتھ قیام کرو جن کے لئے شہادت مقدر نہیں مگر تیرے ساتھ اور جنگ کرو یہاں تک کہ قتل ہو جاؤ۔"

۸۔ کنیہ نصاری میں ایک مکتوب پایا گیا جو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت سے تین سو سال قبل تحریر کیا گیا تھا۔ مکتوب میں درج مرثیہ کے اشعار یہ تھے :

"اترجوا امۃ قتلت حسیناً　　شفاعۃ جدہ یوم الحساب

فلا واللہ لیس لھم شفیع　　وھم یوم القیامۃ فی العذاب

یعنی کیا وہ قوم جس نے حسینؑ کو مظلوم کیا روز محشر اپنے جد سے شفاعت کی امید رکھ سکتی ہے۔ نہیں ایسا نہ ہوگا۔ خدا کی قسم وہ کبھی شفاعت نہ پاسکیں گے بلکہ وہ روز قیامت درد ناک عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

شام کے راستے میں جب سر مطہر کو ایک کلیسا کے نزدیک نصب کیا گیا اور تماشا بین سر مبارک کو چاروں طرف سے گھیرے کھڑے تھے تو لوگوں نے دیکھا کہ کلیسا کی دیوار پر یہی اشعار درج تھے۔

۹۔ یہ ایک موتی تھا جو احمد مختار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی دختر اطہر جناب فاطمہ الزہرا سلام اللہ علیہا کے عقد کے موقع پر بروز شنبہ مسجد کوفہ میں پایا گیا اس پر یہ عبارت تحریر تھی۔

ان ادر من السماء نثرونی　　یوم تزویج والد السبطین

کنت اصفی من اللجین بیاضا　　صبغتنی دماءُ

نحرو حسین

یعنی میں ایک موتی تھا جسے جناب سبطین (ابی الحسن والحسین) کے والد گرامی کے عقد کے موقع پر آسمان سے نثار کیا گیا۔ میں بھی چاندی سے زیادہ شفاف تھا۔ لیکن حسین علیہ السلام کے گلے سے بہنے والے لہو نے مجھے رنگین کر دیا۔ اس کے علاوہ متعدد مقامات پر

کثرت سے ایسے سنگریزے پائے گئے کہ جن پر جناب سید الشہداؑ کا مرثیہ خون کے مانند سرخ رنگ میں تحریر تھا۔

۱۰۔ دسویں کتاب امام انس وجاں اور ان کے شیعوں سے عبارت ہے ان کے دل نور ایمان سے لبریز ہیں۔ ان کا ذہن اور دل و دماغ گویا ایک لوح ہے جس میں واقعات کربلا اور امام مظلوم کے مصائب نقش ہیں۔ جیسے ہی امام کا نام زبان پر آتا ہے ان کے مصائب کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے۔
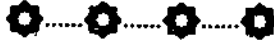
موضوع ششم

اس موضوع کے باب میں جناب سید الشہداؑ کی مجالس غم اور تعزیہ داری کے خواص کو بیان کیا جائے گا۔ جو آٹھ فضائل پر مشتمل ہے۔

(۱) روایات میں نقل ہے۔

"من جلس مجلسا یحیی فیه امر نالم یمت قلبه یوم تموت القلوب "

جو شخص ایسی مجلس میں بیٹھے جہاں ہمارے امر کو زندہ کیا جاتا ہے، اس کے قلب کو اس دن موت نہیں آئے گی جس دن تمام قلوب مردہ ہو جائیں گے۔

(۲) یہ وہ مقام ہے جہاں سے تسبیح و تحلیل عالم بالا کی طرف صعود کرتی ہیں کیونکہ امام مظلوم کی مصیبت پر مغموم و محزون ہونے والی سانس بھی تسبیح رب ہے۔

(۳) ایسی مجالس محبوب صادق آل محمدؑ ہیں کہ آپ فرماتے ہیں :

ان تلک المجالس احبها

بے شک میں ایسی مجالس کو پسند کرتا ہوں ۔اس لئے ایسی مجالس کو نہ صرف جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بلکہ پروردگار بھی محبوب رکھتا ہے۔

(۴) جناب سید الشہداؑ ایسی مجالس کو توجہ خاطر سے ملاحظہ فرماتے ہیں کیونکہ امام مظلوم یمین عرش سے تین چیزوں پر نظر رکھتے ہیں۔

ا۔ اپنے لشکر گاہ اور شہداء پر جو وہاں مدفون ہیں۔

۲۔ اپنے زوار پر۔

۳۔ اس شخص پر جو آپ پر گریہ کرتا ہے۔

(۵) یہ وہ مقام ہے جہاں پروردگار عالم کے مقرب ملائکہ نازل ہوتے ہیں۔اس موضوع سے متعلق روایت کو جعفر بن عفان نقل کرتے ہیں۔وہ بیان کرتے ہیں" میں جناب صادق آل محمد علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔آپ نے مجھے عزت بخشی اور مجھے اپنے نزدیک جگہ دی۔اس کے بعد فرمایا: "یا جعفر میں نے عرض کی لبیک جعلنی اللہ فداک۔فرمانے لگے"بلغنی انک تقول الشعر فی الحسین و بخید" مجھے معلوم ہوا کہ تو حسینؑ کی مصیبت پر اچھے اشعار کہتا ہے۔عرض کی" بلی جعلنی اللہ فداک" فرمایا مجھے اپنے اشعار سناؤ۔میں نے مرثیہ کے اشعار سنائے۔امامؑ اور وہ حضرات جو اطراف میں بیٹھے تھے رونے لگے۔"حتی صارت الدموع علی وجھہ ولحیۃ" یہاں تک کہ آنسو آپ کے چہرہ انور اور محاسن مبارک پر جاری ہوگئے۔پھر فرمایا"یا جعفر لقدشھدت ملائکۃ اللہ المقربون ھیھنا یسمعون قولک فی الحسین ولقدبکوا کمابکینا او اکثر یعنی اے جعفر یہ تحقیق ملائکہ مقربین یہاں موجود ہیں جنہوں نے مصائب کے ان اشعار کو سن کر ہماری مانند یا اس سے بھی زیادہ گریہ کیا۔"ولداوجب اللہ تعالی لک یا جعفر فی ساعتہ الجنہ باسرھا وَیَغْفِرُ اللہ لک اے جعفر خدائے تبارک وتعالی نے اس گھڑی تم پر بہشت کو واجب اور تمہارے گناہوں کو معاف کردیا۔فقال الا ازیدک قال نعم یاسیدی قال مامن احد قال فی الحسین فبکی او ابکی الا اوجب اللہ لہ الجنۃ وغفرلہ آپ نے فرمایا کیا تم چاہو گے کہ اس فضیلت میں مزید اضافہ کروں۔

میں نے عرض کی یقیناً۔آپ نے فرمایا کہ نہیں ہے کوئی شخص جو حسین علیہ السلام کے مصائب کو بیان کرے۔آپ پر گریہ کرے یا دوسروں کو رلائے مگر یہ کہ خداوند تعالی جنت کو اس پر واجب کر دیتا ہے اور اس کے گناہوں کو معاف فرماتا ہے۔

(۶) جس مقام پر مجلس عزا منعقد کی جاتی ہے وہی جگہ مقام قبر حسین علیہ السلام ہے۔ آپ کی قبر ایک خاص عمارت یا مقام پر مخصوص نہیں بلکہ یہ قبر ہر اس مقام پر موجود ہے جہاں حسین علیہ السلام پر گریہ کیا جاتا ہو۔ گویا ہر شخص مجلس غم جو عزائے سید الشہداؑ کے لئے برپا کی جائے وہیں پر قبر حسینؑ ہے۔

یہی وجہ ہے کہ عرفاء کہتے ہیں:

وکل بلدة یری قبره و کربلا کل معان یری

(۷) مجلس عزا گریہ کرنے والے کے لئے مقام معراج ہے۔ کیونکہ اس مقام پر خدا کی طرف سے خصوصی رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ رونے والے کے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں اور اس کے درجات میں اضافہ ہوتا ہے۔ یہ خصوصیت رلانے والا رونے والا دونوں کے لئے مخصوص ہے کیونکہ مجلس عزا "صفقة واحدہ" کی مانند ہے۔

(۸) معصوم مجالس عزا کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ کوئی اور مجلس ان مجالس کی جلالت وعظمت تک نہیں پہنچ سکتی۔ پس کتنی خوش نصیب ہیں وہ مجالس جن کا شمار مجلس عزا میں کیا جائے۔

موضوع ہفتم

خصوصیات گریہ بر سید الشہداء علیہ السلام

صفات کے اعتبار سے یہ خصوصیات بھی آٹھ ہیں۔

(۱) گریہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر احسان ہے۔

(۲) سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ کرنا گویا جناب صدیقہ کبریٰ فاطمۃ الزہرا صلوٰۃ اللہ سلامہ علیہا کی تاسی ہے کہ وہ مظلومہ روزانہ اپنے فرزند مظلوم پر گریہ کرتی ہیں۔ جناب صادق آل محمدؑ فرماتے ہیں "اما تحب ان تکون ممن یسعد فاطمہ" کیا تم یہ پسند نہ کرو گے کہ تمہارا شمار جناب فاطمہؑ کے یاور و انصار میں ہو۔

(۳) اس میں کوئی شک نہیں کہ گریہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ائمہ معصومین علیہم السلام کے حق کی ادائیگی ہے۔ روایات صریح بھی اس امر پر دلالت کرتی ہے۔ روایات میں رونے والے کے متعلق فرمایا گیا "انہ قد اداء حقنا" بے شک گریہ کرنے والا ہمارے حق کو ادا کرتا ہے۔

(۴) حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا گویا ہر زمان میں آپ کی نصرت کرنا ہے۔

(۵) گریہ اسوۂ حسنہ اور پیغمبران ماسبق، ملائکہ اور جملہ خاصان خدا کی متابعت ہے۔

(۶) رونا اجر رسالت اور مودت قربیٰ پر دلیل ہے۔

(۷) ترکِ گریہ حسین علیہ السلام پر ظلم ہے۔

(۸) حسین علیہ السلام پر گریہ کرنا ہر نازل ہونے والی مصیبت کی شدت کو کم کر کے سکون بخشتا ہے۔ امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں "یابن الشبیب ان کنت باکیاً بشی فابک للحسین بن علی بن ابیطالب فانه ذبح کما یذبح الکبش و قتل معه ثمانیة و عشر رجلا من اهل بیته مالهم فی الارض من شبیه" یعنی اے پسر شبیب جب کبھی تجھے کسی شے پر رونا آئے تو حسین بن علی بن ابیطالبؑ پر گریہ کر لینا کہ انہیں اس طرح قتل کیا گیا جس طرح دنبہ کو ذبح کیا جاتا ہے۔ ان کے ساتھ خوانده اہل بیت کے ایسے اٹھارہ افراد کو قتل کیا گیا جن کی نظیر روئے زمین پر نہ تھی۔ ممکن ہے ذبح اور اہل بیت کے وقت کے ذکر سے اس امر کی طرف اشارہ مراد ہو کہ ایسے بے مثال اور یکتائے روزگار اٹھارہ بنی ہاشم کو قتل کرنے پر بھی اکتفانہ کیا گیا بلکہ اس کے باوجود فرزند رسول کو جانوروں کی مانند بے رحمی سے ذبح کر کے سر اطہر کو بدن مطہر سے جدا کر دیا گیا۔

موضوع ہشتم

فضائل گریہ

سید الشہداء ؑ پر گریہ پانچ وجوہات کی بناء پر دوسرے اعمال پر فضیلت رکھتا ہے۔

(۱) مبالغہ نہ ہوگا کہ اگر رونے والے کے لئے یہ کہا جائے صلی اللّٰہ علیک وصلوات اللّٰہ علیک روایت نبوی میں وارد ہے کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا الا وصلی اللّٰہ علی الباکین علی الحسین رحمة و شفقة اس بات کا امکان ہے کہ یہ روایت "اخبار" ہو کیونکہ اس میں کہا گیا ہے کہ آگاہ ہو جاؤ کہ اللہ کی طرف سے ان لوگوں کے لئے رحمتیں ہیں جو رحمت وشفقت سے حسین علیہ السلام پر گریہ کرتے ہیں۔ یہ بھی ممکن ہے کہ یہ آنحضرت کا دعائیہ جملہ ہو کہ خداوند عالم سے دعا فرمار ہے ہوں کہ ایسے افراد پر رحمت نازل کر۔ بہر حال حقیقت جو بھی ہو وہ مطلوب کو ثابت کرتا ہے۔

(۲) بعض اوقات گریہ کا ثواب، راہ خدا میں اپنے فرزند کی قربانی سے بڑھ کر ہوتا ہے۔ اس سلسلہ میں امام الصادق علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ان ابراهيم، ذبح الكبش فدآء تمنى ان يكون ذبح ولده لينال ارفع الدرجات فاوحى اليه بواقعة الحسين فى كربلا فجزع وجعل يبكى فاوحى اللّٰه تعالى قد فديت جزعك على ابنك اسماعيل لو ذبحته بيدك بجزعك على الحسين وقتله واحبت لك ارفع الدرجات اهل الثواب على المصائب.

جب جناب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند کے بدلے دنبہ کو ذبح کر دیا تو ان کے دل میں یہ آرزو پیدا ہوئی کہ کاش میرا فرزند ذبح ہو جاتا تو مجھے قرب خدا میں عظیم ترین درجات حاصل ہو جاتے۔ پس خداوند تعالیٰ نے جناب ابراہیم کو وحی کے ذریعے کربلا کے واقعات اور امام حسین علیہ السلام کی قربانی سے آگاہ کیا۔ جناب ابراہیم علیہ السلام نے یہ سن کر شدت سے گریہ کیا۔ خداوند عالم نے وحی فرمائی کہ اے ابراہیم میں نے تیرے گریہ کو تیرے فرزند اسماعیل کی قربانی کا عوض قرار دیا۔ اور اس گریہ کے سبب سے تجھے بلند ترین درجات پر فائز کر دیا۔ لہٰذا بہت ممکن ہے کہ حسینؑ پر گریہ کے سبب کسی کو راہ خدا میں فرزند کے ذبح کا ثواب عطا کیا جائے۔ لیکن ہر شخص اس بلند مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکتا۔ اس بلند مرتبہ کو وہی شخص حاصل کر سکتا ہے جو حسین علیہ السلام کی اس طرح عزت و احترام کرے جس طرح جناب ابراہیم علیہ السلام نے کی۔ اور جیسا کہ روایات میں ہے کہ پروردگار عالم نے حضرت ابراہیمؑ کی اس تمنا کے بعد انہیں وحی کی۔ ”یا ابراہیم من احب خلقی الیک“ اے ابراہیم تیرے نزدیک میرا محبوب ترین بندہ کون ہے؟ آپ نے عرض کی یا رب ما خلقت خلقا ھو احب الی من حبیبک محمد صلی اللہ علیہ و آلہ پروردگار میرے نزدیک تو نے کسی ایسے کو خلق نہیں فرمایا جو تجھے تیرے حبیب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم سے زیادہ محبت کرتے ہو یا اپنے نفس سے۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا میں اس سے زیادہ محبت کرتا ہوں۔ پھر فرمایا ”فولدہ احب الیک ام ولدک“ یعنی تجھے اپنے بیٹے سے زیادہ محبت ہے یا اس کے فرزند سے، عرض کی میں اس کے فرزند کو عزیز رکھتا ہوں۔ دوبارہ خطاب باری ہوا ”یذبح ولدہ ظلماً علی ایدی اعدائہ اوجع لقلبک او ذبح ولدک بیدک فی طاعتی“ ”کیا دشمنوں کے ہاتھوں اس کے فرزند کا مظلوم قتل ہو جانا تمہارے لئے زیادہ باعث کرب و رنج ہے یا اطاعت خدا میں اپنے فرزند کا اپنے ہاتھوں ذبح ہو جانا؟ حضرت ابراہیمؑ نے عرض کی ”فذبح ولدہ ظلماً علی ایدی اعداء اوجع لقلبی“ اس کے فرزند کا دشمنوں کے ہاتھوں مظلوم قتل ہو جانا یقیناً میرے لئے زیادہ کربناک ہے۔

پس خداوند عالم نے جناب ابراہیمؑ کو واقعہ کربلا سے آگاہ کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے گریہ وزاری کی۔ یہاں تک کہ ان پر پروردگار عالم کی طرف سے فدیہ سے متعلق وحی نازل ہوئی جسے گذشتہ سطور میں بیان کیا جا چکا ہے۔ خداوند عالم نے اس وحی میں اپنے خلیل کو کربلا کے واقعات کی خبر دی۔ اور بتلایا کہ خاتم النبیین کا نواسہ خدا کی راہ میں کس طرح اپنی قربانی پیش کرے گا پس بشارت ہے سید الشہداؑ کی مصیبت پر گریہ کرنے والوں کے لئے کہ اس عمل کا ثواب راہ خدا میں اپنے فرزند کی قربانی دینے کے مانند ہے۔

(۳) ہر عمل کے لئے کم از کم ایک حد مقرر کی جاتی ہے کہ اس سے کم پر اس عمل کے مقبول ہونے کا امکان نہیں۔ لیکن سید الشہداؑ پر گریہ وہ عمل ہے جس کے لئے کم سے کم کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔ اسی طرح اس عمل پر ملنے والے ثواب کی بھی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی۔

(۴) اگر رونے والے کی آنکھوں سے اشک جاری نہ ہوں لیکن وہ شخص رونے والے کی شکل بنائے تو اس کے لئے بھی وہی ثواب مقرر ہے۔ یہ امر عجائبات میں سے ہے۔ ایسے انسان کے لئے "تبــاکــی" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے یعنی جو رونے والے کی شکل بنائے۔ گریہ نہ کرے لیکن اپنے سر کو مصیبت زدوں کی مانند نیچے ڈال دے۔ گریہ کی آواز بلند کرے اور رقت وغم وکا تاثر دے۔ ایسے افراد بھی گریہ کے ثواب میں برابر کے شریک ہیں۔ لیکن "تبــاکی" کا ثواب اس حقیقت میں مضمر ہے کہ یہ عمل خالصتاً اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے انجام دیا جائے اور اس میں ظاہر داری اور ریاکاری کا کوئی پہلو نہ ہو۔ "تباکی" وہ عمل جس کی بنیادی شرط خلوص نیت ہے۔

(۵) اس سرور گرامی پر گریہ کرنا بعض جہات کی رو سے ایمان واعمال صالحہ کی ہر قسم پر ترجیحی حیثیت رکھتا ہے۔ ان میں سے بعض اقسام کا تذکرہ عمل میں لایا جا چکا ہے۔ بعض دوسری اقسام کو انشاء اللہ آنے والے عناوین کے ذیل میں بیان کیا جائے گا۔

موضوع نہم

خصوصیات گریہ بنظر اجر وثواب

اس سلسلہ کی پہلی خصوصیت قیامت کی ہولناکی سے نجات سے متعلق ہے جس کی تفصیل چند دیگر امور کے ذیل میں بیان کی جائے گی۔

(۱) انسان پر انتہائی مصیبت اور ہولناکی کا وقت وہ ہوگا جب اس کی روح بدن سے پرواز کر جائے گی۔ چنانچہ مولائے متقیان فرماتے ہیں "وان السموات غمرات هي افظع من ان تستغرف بصفة او يعتدل على عقول اهل الدنيا و البكاء على الحسين ينجي منه" "موت کے لمحات اس قدر شدید و گراں ہوں گے کہ الفاظ میں اس کی شدت کو اہل دنیا کے لئے سمجھایا نہیں جاسکتا نہ عقل کی وہاں تک رسائی ہے۔ سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ ہی وہ امر ہے جو انسان کو موت کی اس ہولناکی سے نجات دیتا ہے۔ امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ آپ نے مسمع بن عبدالملک سے فرمایا "یامسمع انت من هن العراق اماتاتي قبر الحسين" یعنی اے مسمع تو اہل عراق میں سے ہے تو قبر حسین علیہ السلام کی زیارت کو نہیں جاتا۔ قال لا لان اعدائي النصاب فاخاف ان يرفعوا علي عند الولي فيمثلون علي عرض کی کہ میں زیارت سے اس لئے مشرف نہیں ہوتا کہ نواصب میں میرے کثیر دشمن ہیں مجھے خوف ہے کہ وہ حاکم وقت کو اس کی خبر پہنچا دیں گے جو میرے اذیت کا باعث بنے گا۔ قال افما تذكر ما صنع به آپ نے فرمایا کیا تو ان کے مصائب کا تذکرہ بھی نہیں کرتا۔ قلت نعم عرض کی کیوں نہیں قال فتجزع فرمایا کیا تم ان مصائب پر گریہ بھی کرتے ہو؟ قلت إي والله واستعبر ويرى اهلي الر ذالك علي وامتنع من الطعام عرض کی خدا کی قسم اتنا گریہ کرتا ہوں کہ

طبیعت غذا کی طرف مائل نہیں ہوتی۔ فسال اما انک ستری عند موتک حضور آبائی ووصیتھم ملک الموت بک ماتقربہ عینک فرمایا آگاہ رہنا تو موت کے وقت اپنی بالین پر میرے اجداد گرامی کو دیکھو گے جو ملک الموت سے تیرے متعلق اس امر کی سفارش کریں گے جس سے تیری آنکھیں روشن ہو جائیں گے۔

(۲) موت کے ہنگام ملک الموت کا مشاہدہ خصوصاً اہل معصیت کے لئے انتہائی خوفناک اور وحشت ناک ہے۔ صرف سید الشہداء علیہ السلام پر گریہ ہی اس خوف و وحشت سے نجات دلاسکتا ہے کہ امام صادق علیہ السلام گذشتہ حدیث کے تواتر میں مسمع سے فرماتے ہیں فملک الموت ارق علیک من الام الشفقیۃ علیٰ ولدھا۔ پس ملک الموت تجھ پر اس سے زیادہ مہربان ہے جتنی ایک ماں اپنے فرزند پر مہربان ہو سکتی ہے۔

(۳) میت کے لئے انتہائی تکلیف دہ وقت وہ ہے جب اسے قبر میں اتارا جاتا ہے۔ اسی لئے مستحب قرار دیا گیا کہ قبر میں اتارنے سے پہلے میت کو تین مرتبہ قبر کے نزدیک لایا جائے تاکہ اس کی ہیبت قبر جاتی رہے۔ لیکن امام حسین علیہ السلام پر گریہ اس ہیبت سے بھی نجات کا سامان فراہم کرتا ہے۔ متعدد روایات میں وارد ہے کہ جو شخص کسی مومن کے قلب کو مسرور کرے خداوند تعالیٰ اس سے ایک نیک مثال خلق کرتا ہے جو قبر میں اس شخص کے پاس آکر اس سے ملاقات کرتا ہے اور کہتا ہے ابشر یا ولی اللہ بکرامۃ من اللہ ورضوان ویومنہ ویونسہ حتی ینقضی الحساب۔ اے دوست خدا بشارت ہو تجھے اللہ کی کرامت رضوان اور خوشنودی کی جو اسے عذاب سے محفوظ رکھے گی اور روز قیامت تک اس کے ساتھ رہے گی۔ پس جب ہم اسے قبر میں داخل کرتے ہیں تو اس گریہ کی وجہ سے جو اس نے مظلوم کربلا کی مصیبت پر کیا ہے پیغمبر اکرمؐ، امیر المومنینؑ، سیدہ کونین جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلام علیہا اور جوانان جنت کے سردار جناب حسن مجتبیٰ اور سید الشہداء علیہم السلام اس سے مسرور و شاد ہوتے ہیں۔ کیونکہ خود ان ذوات مقدسہ نے فرمایا" ان ذالک صلۃ کنا واحسان واسعاد۔ یعنی تمہارا گریہ ہماری نصرت اور ہم پر احسان ہے۔ پس اس

چہرے کے جمال کا کیا عالم ہوگا جوان کے صفات سے خلق ہوا ہو اور قبر میں داخل ہوتے وقت ہم سے ملاقات کرے اور ہمارا انیس ہو۔

(۴) قبر میں عالم برزخ میں قرار دیا جانا از خود ایک عذاب الیم ہے۔ امیر المومنینؑ سے روایت ہے کہ آپ اہل قبور کی حالت زبان حال سے فرماتے ہیں: الھم یعادون کل ان تکادنا ضیق المضجع وھلمت علینا الربوع الصموت فتشکرت معارف صورنا والمحت محاسن اجسادنا وطالت فی مساکن الوحشة اقامتنا۔ یعنی وہ فریاد کریں گے کہ ہم تنگ قبر سے عذاب میں ہیں۔ زمین کے جانور اور حشرات ہم پر غضبناک ہیں۔ ہمارے مکانات ہمارے سامنے منہدم کر دیئے گئے۔ ہمارے چہرے اس طرح متغیر ہو گئے کہ پہچانے نہیں جاتے۔ ہمارے محاسن محو ہو گئے۔ ان وحشت کے گھروں میں ہمارا قیام طولانی ہو گیا ہے۔ سید الشہداؑ پر گریہ کرنا ایسے وقت میں بھی فائدہ پہنچائے گا کہ قبر میں رونے والے کے حق میں وارد ہے کہ انہ یفرح عند الموت فرحة تبقی فی قلبه الی یوم القیامة، بے شک گریہ کرنے والا موت کے وقت مسرور ہوگا اور یہ مسرت اس کے دل میں قیامت تک باقی رہے گی۔

(۵) جس وقت مرنے والے قبر سے دوبارہ اٹھائے جائیں گے۔ وہ مصیبت و دحشت کا عجب منظر ہوگا اللہ سید الساجدین جیسا امام بھی اس وقت کو یاد کر کے تڑپتے اور گریہ کناں ہوتے ہوئے فرماتے ہیں "ابکی لخروجی من قبری عریاناً ذلیلاً حاملاً ثقلی علی ظھری انظر مرة یمنی و اُخری عن شمالی اذ الخلائق فی شان غیر شانی وجوہ یومئذٍ مسفرة ضاحکة مستبشرة و وجوہ یومئذٍ علیھا غبرة ترھقھا قترة و ذلة" میں اس وقت کو یاد کر کے گریہ کر رہا ہوں جب عریاں اور ذلیل قبر سے اٹھایا جاؤں گا۔ میرے عمل کا بار میری پشت پر ہوگا۔ ایسے میں ہم ایک دفعہ داہنی ہاتھ کی طرف اور دوسری مرتبہ بائیں طرف نظر کریں گے۔ مخلوقات کی حالت ہم سے مختلف ہوگی۔ اس دن بعض کے چہرے خنداں اور ان سے نور ٹپک رہا ہوگا۔ اور بعض کے چہرے

گرد آلود اور ذلت کی خاک سے سیاہ ہوں گے۔ ایسے ہولناک ہنگام میں حسین علیہ السلام پر گریبان کو عریانی و ذلت سے نجات دے گا۔ ان کی پشت کا بار ہلکا ہو جائے گا۔ پس ایسے وقت میں جبکہ وہ چہرے کے گرد آلود ہونے سے خوفزدہ ہوں گے تو حسینؑ پر گریہ کرنے والوں کو بشارت ہوگی کہ انہ یخرج من قبرہ والسرور علی وجھہ والملائکۃ تتلقاہ بالبشارۃ لما اعداللہ ولہ۔ وہ قبر سے اس حالت میں اٹھائے جائیں گے کہ ان کے چہروں سے سرور و مسرت کے آثار نمایاں ہوں گے۔ ملائکہ رحمت ان سے ملاقات کر کے انہیں اس امر کی بشارت دیں گے جس کا خداوند تعالیٰ نے ان کے لئے اہتمام کیا ہے۔

(۲) چونکہ قیامت کا زلزلہ ایک واقعہ عظیم اور داہیہ عظمیٰ ہے۔ یہ انتہائی سخت اور شدید وقت ہوگا۔ خداوند عالم نے اس ہنگام کو بحسب حال مختلف ناموں سے پکارا ہے۔ ایک خاص حالت میں اس کا نام قیامت ہے جبکہ دوسری حالت میں "غاشیہ" حالات کے اعتبار سے اس وقت کو ساعت بھی کہا گیا۔

خصوصی حالت آخری کی بناء پر زلزلہ سے یاد کیا ہے۔ اسے کسی صفت کی وجہ سے طاقت اور کسی صفت کی وجہ سے قارعہ پکارا گیا۔ قرآن مجید نے اس دن کو روز فصل، یوم الدین، یوم الارض، یوم الفزع الاکبر اور یوم حساب سے یاد کیا ہے۔ کہیں اس دن کے لئے طامہ کبریٰ، صاخہ اور واقعہ کے الفاظ مختص کئے گئے ہیں اور کہیں اس کو یوم الفرار، یوم البکاء، یوم التلاق، یوم التغابن اور یوم آزفہ کا نام دیا گیا۔ اسی دن کے لئے کہا گیا کہ "یکون الناس کالفراش المبثوث ولا یسئل حمیم حمیما" یعنی لوگ اس دن پتنگوں کی طرح متفرق و منتشر ہوں گے۔ کوئی ایک دوسرے کا پرسان حال نہ ہوگا۔ بلکہ ہر شخص وانفسی پکارے گا۔ روز محشر کی ان شدید ساعتوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے دنیا میں چند اعمال حسنات، حالات، اخلاق، مجاہدات، جانوں کی قربانی تہجدات، عبادت، ترک راحت اور اختیار زہد کے راستے بتلائے گئے ہیں۔ لیکن سید الشہداء علیہ السلام پر بیئی اور مراد

ہے جوان شدید اور مشکل ترین ہنگام میں انسانوں کی نجات کی ضمانت دے گا۔ جب صدیقہ طاہرہ جناب فاطمہ زہرا صلوٰۃ اللہ وسلام علیہا نے اپنے فرزند مظلوم کے لئے اقامہ عزا کا اہتمام کیا تو آپ نے اس سلسلہ میں اپنے جد بزرگوار جناب سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے چند سوال کئے۔ جس کے جواب میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں :

"انہ اذا کان یوم القیامۃ فکل من بکی علی مصائب الحسین اخذ وادخلناہ الجنۃ" یقیناً قیامت کا دن برپا ہوگا۔ پس جس نے بھی حسین علیہ السلام کی مصیبت پر گریہ کیا ہو۔ ہم اس کا ہاتھ پکڑ کر داخل بہشت کریں گے۔ پس جس کا ہاتھ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھامیں گے پھر لئے قارعہ اور فزع سبب عذاب روز جزا بن سکے گا۔ طامہ اور قیامت کا داعیہ اس کو پامال نہ کرے گا۔ وہ روز محشر کی مصیبتوں سے محفوظ اور مسکراتا ہوگا۔

قیامت ایسے انسان کے لئے روز گریہ بن کر نہیں آئے گی کہ اس کو جن جنت کی نعمتوں کی بشارت دی گئی ہے۔ قیامت اس کے لئے روز حزن واندوہ نہ ہوگا اور وہ ہر عذاب ومصیبت محشر سے محفوظ ومامون رہے گا۔ روز تغابن کے مصائب اس کے شامل حال نہ ہوں گے۔ وہ سید الشہداء علیہ السلام کے ساتھ ہوگا اور پھوؤں کی مانند پراگندہ نہ ہوگا۔ جناب حسین علیہ السلام خود اس کی احوال پرسی فرمائیں گے۔ یہی وہ موقع ہے جب "حمیم" رونے والے سے اس کے حالات پوچھے گا۔

(۷) وہ وقت جب روز حساب انسانوں کو ان کے نامہ اعمال پڑھوائے جائیں گے انتہائی دہشت ناک ہوگا۔ امام المتقین اور صدیقین کے سرور وسردار جب اس کے وقت کا تصور کرتے تو گریہ فرماتے۔ آدھی رات کو صحرا میں نکل جاتے اور لوح کرتے ہوئے فرماتے "اہ ان انا قرأت فی الصحف سیۃ انت محصیہا وانا ناسیہا فتقول خذوہ فیالہ من ماخوذ لاتنجی عشیرتہ۔ پروردگارا آہ اس وقت سے جب اپنے اعمال کے صحیفوں میں اپنے اعمال کے ان سیئات کو پڑھوں جسے تو نے محفوظ رکھا اور میں نے

فراموش کر دیا ہے۔ پس ملائکہ غضب سے فرمائیں گے کہ اس کو پکڑ لیں۔ اس گرفتار عذاب کا کیا حال ہوگا جسے اس کا قبیلہ اور اقارب نجات دینے پر قادر نہ ہوں گے۔ آپ اس طرح عرض حال کرتے اور گریہ فرماتے و یتململ تململ السلیم اس طرح تڑپتے جیسے سانپ کا کاٹا تڑپتا ہے اور پھر خشک لکڑی کی مانند زمین پر گر پڑتے یقیناً حسین علیہ السلام پر گریہ اس وقت کام آئے گا جب نامہ اعمال ہاتھ میں پکڑایا جائے گا اور آواز آئے گی "اقرا کتابک" یعنی اپنے نامہ اعمال کو پڑھو۔ اس ہنگام دارو گر اور شور قیامت میں جب ہر شخص موقف حساب میں ہوگا، گریہ کرنے والے سایہ عرش میں جناب حسین علیہ السلام کے ساتھ معروف گفتگو ہوں گے۔

(۸) وہ وقت بھی انتہائی پر خوف ہوگا۔ جب پل سے صراط گزرنے کا حکم دیا جائے گا اس سے مفر کی کوئی صورت نہ ہوگی کہ خداوند عالم کلام مجید میں ارشاد فرماتا ہے "وکان علی ربک حتماً مقضیاً" تمہارے پروردگار کی طرف سے حتمی طور سے مقدر کر دیا گیا۔ لوگ اس پل پر سے مختلف صورتوں میں عبور کریں گے۔ بعض برق کی مانند، بعض سوار تندرو کی مانند اور بعض چار ہاتھوں اور پیروں سے صحیح سالم بچے کی مانند گزر جائیں گے اور بعض صراط پر سے گزرتے وقت جہنم میں گر جائیں گے۔ حدیث شریف میں وارد ہے۔ "الناس یتھافتون فیه کتھافت الفراش "لوگ آتش جہنم میں اس طرح گریں گے جس طرح مچھر گرا کرتے ہیں۔ اس صورتحال میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عرض کریں گے، پروردگار حسین علیہ السلام پر گریہ کرنے والے کی حفاظت فرما، روایات معتبرہ کی رو سے پیغمبر اکرمؐ ایسے شخص کو ہاتھ سے تھام کر پل صراط عبور کروادیں گے۔

(۹) وہ ساعت عجب روح فرسا ہوگی جب جہنم کی طرف افراد کو لے جایا جائے گا۔ اسی کو فزع اکبر کہتے ہیں۔ صرف وہی جنہوں نے حسین علیہ السلام پر گریہ کیا ہو اس عظیم مصیبت سے نجات پاسکیں گے۔

(۱۰) آتش جہنم میں گرنے سے زیادہ پر عذاب ساعت کوئی نہ ہوگی یہ عذاب اتنا

دردناک ہے کہ آسمانوں اور زمینوں کو اس کی برداشت کی طاقت نہیں۔ یہاں بھی حسین علیہ السلام پر گریہ اس کے نجات کا ضامن ہوگا۔ اس کی آنکھ سے بہنے والے آنسو کا ایک قطرہ بھی اس آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے کافی ہوگا۔ جیسا کہ روایات میں وارد ہے "والقطرۃ منہ مطفئۃ لبحرھا" یہاں پر آگ کا جتنا حرارہ ہوگا اس کے بعد یہ سبب گریہ آتش جہنم سے نجات پا سکے گا۔

دوسری خصوصیت :

گریہ کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ وہ گناہوں کو محو کر دیتی ہے۔ روایات کثیرہ میں وارد ہے کہ "ان القطرۃ تکفر ما کان بقدر زبد البحر و عدد النجوم" بے شک آنسو کا ایک قطرہ گناہوں کو محو کر دیتا ہے گرچہ گناہ سمندروں کی مانند عمیق اور ستاروں کی مانند کثیر ہوں۔

تیسری خصوصیت :

سید الشہداؑ پر رونے کی ایک خصوصیت حسن مال سے متعلق ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ مرنے والے کے سیأت حساب سے بدل جائیں۔ بلکہ یہ کہ گریہ کے سبب جناب امام حسین علیہ السلام اس کے متعلق جناب سید المرسلینؐ، امیر المومنینؑ، جناب فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا اور امام حسن مجتبیٰ علیہ السلام سے سفارش فرمائیں گے۔

چوتھی خصوصیت :

گریہ اجر و ثواب اور جنت کے حصول کا سبب ہے۔ روایات میں رقم ہے "ان اجر کل قطرۃ ان یبوئہ و اللہ بھا فی الجنۃ حقباً" خداوند رونے والے کے ہر قطرہ اشک کے بدلے اسے بہشت میں جگہ دے گا۔

یہاں کلمہ حسب جنت میں دائمی قیام کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

پانچویں خصوصیت :

اس امر میں کوئی شک نہیں کہ افضل مخلوقات، سید کائنات اہل بیت اطہار اور ائمہ معصومین سلام اللہ علیہا اجمعین کے درجات سے بلند تر کوئی درجہ نہیں۔ جناب حسین علیہ السلام پر گریہ سے متعلق یہ روایت ہے کہ "انہ یکون الباکی معھم فی درجتھم" رونے والا ائمہ معصومینؑ کے ساتھ ان کے درجات میں شامل ہوگا۔ یہ وہ فضیلت ہے جس کے حصول کی تمنا ہر مومن کے دل میں موجود رہنی چاہیے۔ گریہ کرنے والا اس فضیلت کے سبب اس بلند مقام کو حاصل کرتا ہے جس سے بلند تر کوئی مقام نہیں۔ اس لئے کہ یہی ذوات مقدس منتہائے مسئول اور غایت ماحول ہیں۔

چھٹا : گریہ کی حیرت انگیز خصوصیات

مختلف روایات میں رونے والی آنکھوں کی چند خصوصیات بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ چشم گریاں اللہ تعالی کے نزدیک محبوب ترین آنکھ ہے۔

۲۔ ان کل عین باکیۃ یوم القیامۃ لشدۃ من الشدائد الا عین بکت علی الحسین فانھا ضاحکۃ مستبشرۃ بنعیم الجنۃ، بہ تحقیق روز قیامت کی دہشت کی وجہ سے اس دن ہر آنکھ گریہ کناں ہوگی مگر وہ آنکھ جس نے امام حسین علیہ السلام پر گریہ کیا ہو۔ ایسی آنکھ کو جنت کی نعمتوں کی بشارت دی گئی ہے۔

۳۔ یہ امر یقینی ہے کہ ایسی آنکھ حوض کوثر کو دیکھتے ہی اس سے منعم ہوگی۔

۴۔ یہ آنکھ صرف کوثر کو دیکھتے ہی اس کی نعمتوں سے مستفیض ہوگی۔ اس کے علاوہ کوثر کو دیکھنے والی دوسری آنکھیں اس نعمت سے محروم رہیں گی۔

۵۔ ملائکہ اس امر پر مامور ہیں کہ رونے والی آنکھوں سے آنسوؤں کو جمع کیا

جائے۔

ساتویں خصوصیت :

مختلف روایات کے مطالعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عزائے سید الشہداؑ میں بہنے والے آنسو درج ذیل صفات کے حامل ہیں۔

۱۔ یہ قطرہ اشک خداوند عالم کی نگاہ میں محبوب ترین ہیں۔

۲۔ ملائکہ ان قطرہائے اشک کو شیشوں میں جمع کرتے ہیں۔

۳۔ یہ آنسو بعد میں خازنان بہشت کی تحویل میں دے دئے جاتے ہیں جو انہیں بہشت میں آب حیات میں مخلوط کر دیتے ہیں جس سے اس آب کی شیرینی میں ہزار گنا اضافہ ہو جاتا ہے۔

۴۔ ہر شے کی ایک حد معین ہے لیکن اشک چشم کے اجر کے لئے کوئی حد مقرر نہیں۔

آٹھویں خصوصیت :

روایات کے مطابق گریہ کی ایک عجیب خصوصیت یہ ہے کہ "ان لکل ثواب الا الدمعۃ فینا" یعنی ہر شے کے لیے ثواب کی ایک حد مقرر ہے مگر اس آنکھ کے لیے جو ہمارے مصائب پر گریہ کرے۔ اس کے ثواب کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ اس کی کوئی حد مقرر نہیں کی گئی ہے جسے بیان کیا جائے۔ اس میں تعجب کا کوئی مقام نہیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس بارے میں شک میں مبتلا ہو جاؤ یا ثواب کی اس حد کو بہت زیادہ تصور کر بیٹھو کہ در حقیقت یہ فضیلت گریہ کرنے والے کے اشک چشم کا عوض نہیں۔ بلکہ یہ فضیلت رب ذوالجلال کی طرف سے سید الشہداء علیہ السلام کی اس عظیم قربانی کا صلہ ہے جو انہوں نے راہ خدا میں پیش کی۔ خدا کی اس مرحمت و عطا کو اس بزرگوار کے حق میں زیادہ تصور نہ کرو کہ بادشاہوں اور سلاطین کے واقعات میں بارہا یہ سنا گیا کہ انہوں نے اپنی معمولی خدمت یا مدح کے صلہ میں ہدایات و بخشش کے ایسے نمونے دکھلائے جو ہمیشہ کتب تاریخ کا جزو رہیں

گے۔ اس سلسلہ میں معن بن زائدہ کا واقعہ مشہور ہے کہ اس نے ایک شعر کے صلہ میں

فیا جود معنٍ ناج معناً بحاجتی

فلیس الی معنٍ سواک شفیع

(یعنی اے معن کی جود وسخا تو معن کو میری حاجت کی خبر دے کہ تیرے سوا معن کے پاس میرا کوئی شفیع نہیں) پہلے دن ایک لاکھ درہم عطا کئے۔ دوسرے دن دوبارہ اسے بلا کر اتنی ہی رقم انعام میں دی۔ شاعر اس خوف سے کہ کہیں انعام کی رقم کو واپس نہ لے لے فرار اختیار کیا اور شہر سے باہر چلا گیا۔ معن نے جب یہ خبر سنی تو کہنے لگا اگر وہ شہر کو ترک نہ کرتا تو میں پورا خزانہ اس پر لٹا دیتا۔ گرچہ معن خود اس خزانہ ک مالک نہ تھا اور وہ خود بھی اس کا ضرورتمند تھا لیکن پھر بھی آمادہ تھا۔ اپنی مدح کے ایک شعر کے عوض جو صرف زبانی تھا اور اس کے احساسات قلبی کا آئینہ دار نہ تھا۔ اپنا خزانہ اس پر نثار کر دیتا۔ پس وہ جس کے خزانوں کی انتہا نہیں کیوں نہ اجر کے دین کو ادا کرے۔ وہ جس قدر عطا فرماتا ہے اس کے کرم میں مزید اضافہ ہوتا ہے۔ پس جبکہ کوئی اپنی روح و جسد و جسم و جان، اعضاء و جوارح اور سب سے بڑھ کر عیال و اطفال او اپنی زندگی و آرام کو اس کی راہ میں اس طرح تج دے کہ بھوک و پیاس کی شدت، تیر و تلوار و سنان کے بے شمار زخم اور اعداء کی ناسزا گوئی اس کے پائے ثبات اور ارادے میں لغزش پیدا نہ کر سکے۔ تو پروردگار عالم کے نزدیک اس کے صلہ کا کیا مقام ہوگا۔

اسی طرح بیان کیا جاتا ہے کہ ہشام کی معشوقہ نے جس کا نام خالصہ تھا اپنے تمام زیورات و جواہرات اس ایک شاعر کو عطا کر دیئے جس نے ایک لفظ کی تبدیلی سے اس کے ہجو کو مدح سے بدل دیا۔ خالصہ کے لیے کہا جانے والا ہجو یہ تھا۔

کما ضاع در علیٰ خالصۃ یعنی خالصہ کے سر پر سجنے والا دُر اپنی قدر و قیمت کھو بیٹھا۔ اس مصرعہ میں تبدیلی کر کے اسے یوں بنا دیا گیا کما ضآء دُر علیٰ خالصۃ یعنی دُر خالصہ کے سر پر زینت پا کر درخشاں ہو گیا۔ پس جب خالصہ اپنی کل ہستی کو ایک شعر کے ایک لفظ کی تبدیلی پر قربان کر سکتی ہے تو خالق موجودات و جود اجود من کل جواد اس

کی قربانی کا کیا کچھ صلہ نہ دے گا جس نے اپنا وجود اور اعضاء جوارح کو اس کی مرضی حاصل کرنے کے لیے مختص کر دیا ہو۔ پس معلوم ہوا کہ عطائے پروردگار میں کسی حیثیت میں بھی تعجب نہ ہونا چاہیے۔ تعجب تو ان لوگوں پر ہے جو جواد کو بخیل تصور کرتے ہیں۔ علاوہ اس کے یہ فکر جناب صدیقہ کبریٰ فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو دل شکستہ کرنے کے مترادف ہے۔ سید علی الحسینی اور فاضل مجلسی وغیرہ روایت کرتے ہیں کہ یہ تصور نہ صرف باعث تعجب ہے بلکہ جناب سید الشہداء علیہ السلام کے مرتبے اور ان کے اجر کو کم کرنے کی کوشش ہے۔ گریہ کی جملہ فضیلت صرف اجر امام حسین علیہ السلام سے وابستہ ہے۔ پس جناب سید الشہداء علیہ السلام کی دربدری اور ان کے مصائب سن کر محزونی قلب اور روانی اشک کا جو ثواب ملتا ہے وہ در حقیقت روانی اشک کا اجر نہیں بلکہ ان مصائب کا اجر ہے جو جناب حسین علیہ السلام کو برداشت کرنے پڑے۔ امام کو اپنا گھر بار اور وطن چھوڑ دینے پر مجبور کر دیا گیا۔ ان پر دنیا تنگ کر دی گئی۔ ان کے لیے کوئی مقام، مقام امن نہ رہا۔ صرف قتل ہی پر اکتفا نہ کیا گیا بلکہ قتل کے بعد سر اطہر کو کاٹ کر نیزے پر چڑھایا گیا۔ یہ سر کبھی ابن زیاد کے سامنے پیش کیا گیا اور کبھی یزید کے روبرو تحفتاً لایا گیا، کبھی دروازہ شام پر، کبھی درخت پر اور کبھی تنور پر آویزاں کیا گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ جسد مطہر کی بھی بے حرمتی روا رکھی گئی۔ پس تمہیں ملنے والا اجر و ثواب اس کیفیت کے صلہ میں ہے جس سے مظلوم کربلا کو دوچار ہونا پڑا۔ کیا ان تمام مصائب کے باوجود اس اجر کو کثیر خیال کرو گے۔ پس اگر اس مظلوم کی پیاس کی کیفیت سن کر آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں تو ملنے والا اجر اس سرور گرامی کی صرف پیاس کا صلہ بھی ادا نہ کر سکے گا۔ کیونکہ ذرا تصور تو کریں کہ کیا یہ اجر اس پیاس کے حق کو ادا کر سکے گا کہ جب شدت تشنہ سے کلیجہ پارہ پارہ تھا۔ زمین و آسمان کے درمیان گویا دھواں حائل ہو گیا تھا۔ اس کے علاوہ اعداء کی طنز و شماتت سے قلب مبارک زخمی تھا۔ جبکہ دشمن پکار کر کہہ رہے تھے۔ "لا تسقیک حتی ترد الحامیہ وتشربُ من حمیمھا." "یعنی اس وقت تک تمہیں پانی نہ دیا جائے گا جب تک وارد جہنم ہو کر اس کا ذائقہ نہ چکھو۔

اشک چشم کی فضیلت کے بارے میں روایات میں رقم ہے "انھا لو سقطت فی جھنم لاطفئت حرھا۔" یعنی اگر آنکھ کے آنسوؤں کا ایک قطرہ بھی جہنم میں گر کر اس کی حرارت کو خاموش کر دے تو یہ ان آنسوؤں کا اجر نہیں بلکہ اس مظلوم کی جگر سوختگی کا صلہ ہے۔ ان کے سرتاپا مجروح بدن کا تصور اگر تمہارے حلقہ ہائے چشم میں روانی اشک کا باعث بن جائے تو ملنے والا اجر و ثواب درحقیقت امام کے اس صبر و تحمل کا صلہ ہے جب مظلوم امام زخم پر زخم کھاتا رہا۔ چشم تصور میں نہیں آ سکتا کہ اس بدن مطہر پر جس کا طول سات بالشت ہو، تیروں کے چار ہزار تلواروں کے ستر اور اسی طرح نیزوں کے بھی ستر زخم آئے ہوں مگر یہ کہ ایک زخم پر دوسرا زخم لگایا گیا ہو۔ یہی وجہ ہے کہ آنسو کے عوض آنکھوں سے خون جاری ہوتا ہے۔

مظلوم کے قتل کی داستان سن کر تمہارا آبدیدہ ہونا اس لیے نہیں کہ وہ قتل کر دیے گئے بلکہ مظلومی کا یہ تصور لانے کے لیے کافی ہے کہ حسین علیہ السلام کو ضرب شمشیر سے اس طرح ذبح کیا گیا جیسے گوسفند کو ذبح کیا جاتا ہے۔ لہٰذا جناب سید الشہداء علیہ السلام کے مصائب جس طرح اہل زمین کے لیے المناک ہیں اسی طرح اہل آسمان کے لیے بھی عظیم غم و حزن کا باعث ہیں۔

منابع کتاب

۱- ابن عساکر، تاریخ دمشق، جلد امام حسین (علیه السلام).
۲- ارشاد، شیخ مفید، محمّد بن نعمان، متوفّای ۴۱۳ ھ. چاپ بیروت.
۳- الاصول الستة عشر، شامل ۱۶ اصل از ۱۶ تن از اصحاب ائمه (علیهم السّلام)، چاپ ۱۴۰۵ ھ قم، الست چاپ ۱۳۷۱ ھ.
۴- اصول کافی، محمّد بن یعقوب کلینی، متوفّای ۳۲۹ ھ چاپ بیروت.
۵- اعلام زرکلی، خیر الدّین زرکلی، متوفّای ۱۳۹۶ ھ چاپ ۱۹۸۰ م. بیروت.
۶- اعیان الشّیعه، سیّد محسن عاملی، متوفّای ۱۳۷۱ ھ چاپ بیروت.
۷- امالی شیخ صدوق، محمّد بن علی بن بابویه، متوفّای ۳۸۱ ھ چاپ بیروت.
۸- الانساب، عبدالکریم تمیمی سمعانی، متوفّای ۵۶۲ ھ چاپ ۱۴۰۰ ھ بیروت.
۹- ایضاح الحجّه، شیخ محمّد مظفّری، مقیم قزوین، چاپ ۱۴۱۰ ھ قم.
۱۰- الایقاظ من الهجعة، شیخ حرّعاملی، متوفّای ۱۱۰۴ ھ چاپ ۱۳۴۱ ش. قم.
۱۱- بحار الأنوار، علّامهٔ مجلسی، متوفّای ۱۱۱۰ ھ چاپ ۱۱۰ جلدی، تهران.
۱۲- تاریخ دمشق = ابن عساکر.
۱۳- تفسیر برهان، سیّد هاشم بحرانی، متوفّای ۱۱۰۹ ھ چاپ تهران.
۱۴- تفسیر بصائر، یعسوب الدّین رستگاری، چاپ اوّل، قم.
۱۵- تفسیر عیّاشی، محمّد بن مسعود سلمی، قرن سوّم، چاپ ۱۳۸۰ ھ تهران.
۱۶- تکملهٔ نجوم السّماء، میرزا محمّد مهدی لکهنوی، متولّد ۱۲۶۰ ھ چاپ.
۱۷- تهذیب الأحکام، شیخ طوسی، متوفّای ۴۶۰ ھ چاپ بیروت.

۱۸ـ تهذیب التهذیب، ابن حجر عسقلانی، متوفّای ۸۵۲ ه چاپ حیدر آباد.
۱۹ـ الثّاقب فی المناقب، عمادالدّین بن حمزهٔ طوسی، قرن ششم، چاپ ۱۴۱۲ ه قم.
۲۰ـ ثواب الاعمال، شیخ صدوق، متوفّای ۳۸۱ ه چاپ ۱۳۶۴ ش.قم.
۲۱ـ حبیب السّیر، خواند میر، متوفّای ۹۴۲ ه چاپ ۱۳۶۲ ش.تهران.
۲۲ـ حسین پیشوای انسانها، محمود اکبر زاده ـ معاصر ـ چاپ ۱۳۴۳ش.مشهد.
۲۳ـ الذّریعه، شیخ آغا بزرگ تهرانی، متوفّای ۱۳۸۹ ه چاپ بیروت.
۲۴ـ رجال نجاشی، احمد بن علی نجاشی، متوفّای ۴۵۰ ه چاپ ۱۴۰۷ ه قم.
۲۵ـ روضهٔ کافی، محمّد بن یعقوب کلینی، متوفّای ۳۲۹ ه چاپ ۱۴۰۱ ه قم.
۲۶ـ ریاض العلماء، میرزا عبدالله افندی، متوفّای ۱۱۳۰ ه چاپ ۱۴۰۱ ه قم.
۲۷ـ ریحانة الادب، میرزا محمّد علی مدرّس خیابانی، متوفّای ۱۳۷۳ ه چاپ تبریز.
۲۸ـ سفینة البحار، شیخ عبّاس قمی، متوفّای ۱۳۵۹ ه چاپ تهران.
۲۹ـ علل الشّرایع، شیخ صدوق، متوفّای ۳۸۱ ه چاپ ۱۳۸۵ ه نجف اشرف.
۳۰ـ علمای معاصرین، حاج ملّا علی واعظ خیابانی، متوفّای بعد از ۱۳۶۶ ه چاپ تبریز.
۳۱ـ عمدة الطّالب، احمد بن علی ابن مهنّا، متوفّای ۸۲۸ ه چاپ ۱۳۶۲ ش.قم.
۳۲ـ عوالم، شیخ عبدالله بحرانی، قرن دوازدهم، چاپ ۱۴۰۷ ه قم.
۳۳ـ عیون الأخبار، شیخ صدوق، متوفّای ۳۸۱ ه چاپ تهران.
۳۴ـ غیبت نعمانی، ابوزینب محمّد بن ابراهیم، قرن سوّم، چاپ تهران.
۳۵ـ فهرست کتابخانهٔ آستان قدس، مهدی ولائی، معاصر، چاپ ۱۳۴۴ ش. مشهد.
۳۶ـ فهرست کتابخانهٔ آیت الله مرعشی، سیّد احمد اشکوری، معاصر، چاپ قم.

۳۷_ فهرست کتابخانهٔ ملک، افشار- دانش پژوه معاصر، چاپ ۱۳۶۱ ش. تهران.

۳۸_ فهرست نسخه های خطی، احمد منزوی، معاصر، چاپ تهران.

۳۹_ فهرست نسخه های خطی کتابخانهٔ وزیری، محمّد شیروانی، معاصر، چاپ ۱۳۵۲ ش. تهران.

۴۰_ فوائد رضویه، شیخ عبّاس قمی، متوفّی ۱۳۵۹ ھ چاپ ۱۳۶۷ ھ تهران.

۴۱_ قیام امام حسین از نظر نویسندگان خارجی، چاپ ۱۳۳۶ ش. اصفهان.

۴۲_ کامل الزّیارات، جعفر بن محمّد بن قولویه، متوفّای ۳۶۷ ھ. چاپ ۱۳۵۶ ھ نجف.

۴۳_ الکرام البررة، شیخ آقا بزرگ تهرانی، متوفّی ۱۳۸۹ ھ چاپ ۱۴۰۴ ھ مشهد.

۴۴_ کمال الدّین، شیخ صدوق، متوفّای ۳۸۱ ھ چاپ ۱۳۹۵ ھ تهران.

۴۵_ المآثر والآثار، اعتماد السّلطنة، متوفّای ۱۳۱۳ ھ چاپ تهران.

۴۶_ مجالس المواعظ، حاج شیخ جعفر شوشتری، متوفّای ۱۳۰۳ ھ. چاپ ۱۳۷۰ ش. تهران.

۴۷_ مجلّة الغری، چاپ ۱۳۸۱ ھ نجف اشرف.

۴۸_ مجلّة المرشد، سیّد صالح شهرستانی، چاپ بغداد.

۴۹_ مجلّهٔ نور دانش، دکتر عطاء الله شهاب پور، چاپ تهران.

۵۰_ المحجّة فیما نزل فی القائم الحجّة، سیّد هاشم بحرانی، متوفّای ۱۱۰۷ ھ. چاپ بیروت.

۵۱_ مستدرک وسائل، میرزا حسین نوری، متوفّی ۱۳۲۰ ھ چاپ ۱۴۰۷ ھ قم.

۵۲_ مسند الامام الرّضا، شیخ عزیز الله عطاردی، معاصر، چاپ ۱۳۹۲ ھ تهران.

۵۳_ مصفّی المقال، شیخ آغا بزرگ تهرانی متوفّای ۱۳۸۹ ھ چاپ ۱۳۳۷ ش. تهران.

۵۴ـ معالی السبطین، حاج شیخ محمّد مهدی مازندرانی حائری، متوفّای بعد از ۱۳۵۵ ﻫ چاپ تبریز.

۵۵ـ معجم البلدان، یاقوت حموی، متوفّای ۶۲۶ ﻫ چاپ ۱۳۹۹ ﻫ بیروت.

۵۶ـ معجم المؤلفین، عمر رضا کحّاله، متوفّای ۱۴۱۰ ﻫ چاپ بیروت.

۵۷ـ مقتل خوارزمی، موفّق بن احمد، متوفّای ۵۶۸ ﻫ چاپ قم.

۵۸ـ مناقب آل ابی طالب، محمّد بن علی بن شهر آشوب، متوفّای ۵۷۷ ﻫ چاپ بیروت.

۵۹ـ من لا یحضره الفقیه، شیخ صدوق، متوفّای ۳۸۱ ﻫ چاپ بیروت.

۶۰ـ مؤلفین کتب چاپی، خانبابا مشار، متوفّای ۱۴۰۰ ﻫ چاپ ۱۳۴۰ ش. تهران.

۶۱ـ نجم ثاقب، میرزا حسین نوری، متوفّای ۱۳۲۰ ﻫ چاپ تهران.

۶۲ـ نقباء البشر، شیخ آغا بزرگ تهرانی، متوفّای ۱۳۸۹ ﻫ چاپ ۱۴۰۴ ﻫ مشهد.

۶۳ـ نوائب الدّهور، سیّد حسن میر جهانی، متوفّی ۱۴۱۳ ﻫ چاپ ۱۳۶۹ ش. تهران.

۶۴ـ نوادر علی بن اسباط، قرن دوّم هجری، در ضمن الاصول السّتة عشر.

۶۵ـ نور الثّقلین، عبدالعلی حویزی، متوفّای ۱۱۱۲ ﻫ چاپ ۱۳۸۳ ﻫ قم.

۶۶ـ هدیة العارفین، اسماعیل پاشا بغدادی، قرن ۱۴، چاپ ۱۹۵۱ ﻫ استانبول.

۶۷ـ وقایع الشّهور، محمّد باقر بیرجندی، قرن ۱۴، چاپ تهران.

۶۸ـ یوسف زهرا، علی اکبر مهدی پور، چاپ ۱۴۱۳ ﻫ قم.

زیرِ طبع

وظائف الشیعہ

(در غیبتِ امام زمانہؑ)